فتوح العجم
صادق حسین صدیقی

فتوح العجم

صادق حسین صدیقی

فتوح العجم

صادق حسین صدیقی

شاہد بکڈپو اردو بازار جامع مسجد دہلی

جملہ حقوق محفوظ ہیں

ناشر ـــــــــ شاہد

مطبع ـــــــــ اے۔ون پریس دہلی

تعداد ـــــــــ ایک ہزار

قیمت ـــــــــ /125 روپے

سنہ اشاعت ـــــــــ 1994

شاہد بکڈپو اردو بازار جامع مسجد دہلی

فتوح العجم

مصنفہ

مورخ اسلام مولانا محمد صادق حسین صاحب صدیقی سردہنوی

تمہید

ایک زمانہ تھا جب سرزمین عرب پر جہل و تاریکی کی گھٹا چھائی ہوئی تھی۔ عرب خدا کو بھول کر بتوں کی پوجا کرنے لگے تھے۔ خانہ کعبہ جسے حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے تعمیر کیا تھا۔ جو خدا کا گھر کہلاتا تھا۔ جو ایک زمانہ میں توحید کا مرکز رہ چکا تھا۔ اب وہ شرک و کفر کا منبع بن گیا تھا۔ اس کے اندر تین سو ساٹھ بت رکھے ہوئے تھے۔ عجیب عجیب صورت عجیب عجیب تن و توش اور عجیب عجیب ساخت کے۔ چنانچہ عربوں میں حد درجہ کی گمراہیاں اور بدکاریاں پھیل گئی تھیں۔ جوا' شراب خوری' ڈاکہ زنی' زنا کاری اور طرح طرح کی برائیاں پیدا ہو گئی تھیں۔ ان میں انسانی شرافت اور باہمی محبت کا ذرہ بھی نہیں رہا تھا۔ معمولی باتوں پر آپس میں کٹ مرتے تھے۔ ساری دنیا انہیں ذلیل و حقیر سمجھتی تھی۔ کوئی قوم بھی ان کی قدر و منزلت نہ کرتی تھی۔

جب ان کی بیچارگی حد سے گذر گئی اور ان کی ذلت و فلاکت کی انتہا ہو گئی تو غیرت خداوندی کو جوش آیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا۔ ان نبی کو جن کی آمد کی پیشین گوئیاں توریت اور انجیل میں موجود تھیں۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے۔ چونکہ عربوں کی آنکھوں پر کفر و شرک نے گمراہی کی پٹی باندھ رکھی تھی۔ ان کی ظاہری آنکھیں کھلی ہوئی اور باطنی آنکھیں بند تھیں۔ اس لئے انہوں نے اپنے ہادی اعظم کی مخالفت شروع کی۔ ان پر اس قدر سختیاں کیں۔ کہ وہ خدا کے حکم سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ میں چلے گئے۔ مدینہ کے تمام عرب مسلمان ہو گئے۔ مکہ کے کافروں کو بڑا شاق گذرا۔ انہیں اندیشہ ہوا کہ کہیں عرب کی سیادت اہل مدینہ کے ہاتھ میں نہ آ جائے۔ ان کی اتنی قوت

نہ بڑھ جائے جس سے وہ تمام عرب کے حکمران بن جائیں چنانچہ انہوں نے مدینہ منورہ پر چڑھائی کی۔ مسلمانوں نے ان کا مقابلہ کر کے انہیں شکست دی۔ مشرک عربوں کے جھوٹے وقار کی بنیاد منہدم ہو گئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ تھوڑے ہی عرصہ میں تمام عرب مسلمان ہو گئے۔ سرزمین عرب پر اسلامی پرچم لہرانے لگا۔ عربوں کا اقتدار بڑھ گیا۔ ان میں اخوت اور محبت پیدا ہو گئی۔ جو اقوام انہیں ذلیل و پست قوم سمجھتی تھیں۔ وہ رشک و حسد کرنے لگیں۔

اس زمانہ میں دو سلطنتیں نہایت زبردست اور پر عظمت تھیں۔ ایک رومی عیسائیوں کی جس کا شرقی دار السلطنت انطاکیہ اور یورپی قسطنطنیہ تھا۔ اس وقت عیسائیوں کا فرمانروا فلیطس تھا۔ جس کا لقب ہرقل اعظم تھا۔ دوسری سلطنت ایران کی تھی جس کا دار السلطنت مداین تھا۔ ایرانیوں کا شہنشاہ یزدگرد تھا۔ ان دونوں سلطنتوں کو عربوں کے بڑھتے ہوئے اقتدار سے اپنے وقار کی دیواریں گرتی ہوئی معلوم ہوئیں۔ چنانچہ دونوں عظیم الشان حکومتوں نے عربوں کو فنا کرنے مسلمانوں کو مٹانے اور اسلامی سلطنت کو برباد کرنے کے لئے عربوں پر یورش کر دی۔ مسلمان ان کی تاخت سے گھبرائے نہیں بلکہ دنیا میں عزت اور ناموری کے ساتھ زندہ رہنے کے لئے سر بکف ہو گئے۔ اسلام کی تعلیم نے ان کے دلوں میں جوش کی روح پھونک دی تھی۔ وہ زندگی سے موت کو اچھا سمجھتے تھے۔ دنیا پر آخرت کو ترجیح دیتے تھے۔ بڑے عزم و ارادہ سے میدان میں آئے اور دنیا نے حیرت سے اس بات کو دیکھا کہ ان عربوں نے جن کی کوئی قدر و منزلت نہ تھی۔ روم و ایران کی دونوں سلطنتوں کو پارہ پارہ کر دیا۔

فتوح الشام

رومیوں سے مسلمانوں کی جو خون آشام معرکہ آرائیاں ہوئی ہیں اور ان لڑائیوں میں مسلمانوں نے جس بے نظیر جرات و شجاعت کا ثبوت دیا ہے۔ اس کا حال فتوح الشام میں لکھا جا چکا ہے۔ اور جو میں نے حاجی عبدالمجید کو لکھ کر دی۔ اگرچہ ان لڑائیوں کو ساڑھے تیرہ سو سال کے قریب ہو چکے ہیں۔ لیکن اب تک نہ صرف مسلمانوں کو بلکہ ہر لکھے پڑھے آدمی کو معلوم ہیں۔ یہ ایسے خون ریز معرکے اور مسلمانوں کے حیرت ناک کارنامے ہیں کہ پڑھنے والے حیران و ششدر رہ جاتے ہیں۔

فتوح العجم

فتوح العجم کے معرکے اور بھی حیران کن ہیں۔ مورخین کا اس امر پر اتفاق ہے کہ عجم میں مسلمانوں کے حملہ کے وقت نہایت ہی عجیب و غریب واقعات پیش آئے۔ نوشیروانی حکومت جو بڑے جاہ و دبدبہ کی تھی ختم ہو گئی یزدگرد نہایت ہی متکبر اور مغرور قسم کا انسان تھا۔ وہ ہمیشہ مسلمانوں کو مٹانے کی فکر میں رہا۔ آخر خود ہی مٹ گیا۔ اور اپنے ساتھ ہی اس پر جلال حکومت کا بھی خاتمہ کر گیا۔ جس کی عظمت کی شہرت دنیا کے چپہ چپہ پر تھی۔ اور جس کا اقتدار اس قدر بڑھا ہوا تھا کہ ہرقل اعظم رومی بھی اس کی جلالت سے کانپتا تھا۔

مسلمانوں نے جس بے جگری سے ایرانی بہادروں کا مقابلہ کیا اور جس مردانگی سے ایرانیوں سے لڑے۔ اس کتاب میں ان واقعات کو قدرے تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ فتوح العجم کا مطالعہ کرکے آپ محو حیرت ہو جائیں گے۔

واقدی رحمتہ اللہ علیہ

یہ واقعات بھی تاریخ واقدی ہی سے لئے گئے ہیں۔ واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے مسلمانوں کے کارنامے مفصل قلم بند کرکے قوم پر بڑا احسان کیا ہے۔ لیکن بعض لوگ احسان فراموشی کرکے انہیں ضعیف الروایت کہتے ہیں۔ حالانکہ اسلام کی تعظیم یہ ہے اور خدا اور خدا کے رسول کا یہ حکم ہے کہ مسلمان کی قسم کا اعتبار کرو۔ واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے فتوح الشام میں قسم کھا کر یہ بیان کیا ہے کہ انہوں نے صادق البیان راویوں کی روایت پر اعتبار کرکے روایتوں کو قلمبند کیا ہے اور فتوح العجم کے آخر میں حلف سے یہی بیان کیا ہے۔ ایک مسلمان کے خلف کا کیوں یقین نہ کیا جائے۔

احقر محمد صادق حسین صدیقی سردھنوی

فتوح العجم

فتوح دیار بکر وارض ربعیہ

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ ان سے طریق عدنان بن یحییٰ الحارثی نے روایت کی ہے اور معجز الجرنی اور ابن عمیرا لتمیمی نے متفقہ بیان کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کے فضل سے ابو عبیدہؓ بن الجراح اور خالدؓ بن الولید نے ملک شام کو فتح کیا۔ اور عمروؓ بن العاص بن وائل السہمی نے مصر فتح کر لیا تو امیر المومنین سیدنا حضرت عمر فاروقؓ خلیفہ دوئم نے دیار بکر اور ارض ربیعہ پر لشکر کشی کا قصد کیا۔ چنانچہ انہوں نے ابو عبیدہؓ بن الجراح کو اس مضمون کا خط لکھا۔

فاروقی فرمان

بندہ خدا امیر المومنین عمرؓ بن الخطاب کی جانب سے ابو عبیدہؓ بن الجراح کو بعد سلام مسنون کے معلوم ہو کہ میں اس خدا کی تعریف کرتا ہوں جس کے سوائے کوئی معبود نہیں ہے اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتا اور اقرار کرتا ہوں کہ ان کے بعد کوئی نبی نہ ہو گا۔ بعد ازاں واضح ہو کہ تم نے دشمنان اسلام کے ساتھ جہاد کرنے میں سعی بلیغ کی۔ مشرکوں اور کافروں کا قلع قمع کرنے میں بڑی عرق ریزی کی۔ رضائے خدا میں پوری سرگرمی دکھائی اور تم نے پیش خدا ایسے نیک اور اچھے کاموں کو پیش کر کے بھیجا کہ جو پیشی کے روز یعنی قیامت کے دن تمہارے بہت کام آویں گے۔ یاد رکھو کہ جہاد سے بڑھ کر کوئی نیکی کا کام نہیں ہے۔ جب اسلام نرغہ میں ہو اور کفار مسلمانوں کو مٹانے کی کوشش کر رہے

ہوں تو ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ جہاد کے لئے سربکف ہو جائے۔ تم نے راہ خدا میں خود جہاد کیا۔ حق سبحانہ تعالیٰ ہم سے اور تم سے ان کاموں کو قبول کرے اور ہماری اور تمہاری مغفرت فرمادے۔ جس وقت تمہارے پاس ہمارا یہ خط پہنچے۔ تم فوراً عیاضؓ بن غنم الاشعری کے لئے سامان جنگ مہیا کرو۔ اور کچھ لشکر ان کے ساتھ کر کے انہیں دیار بکر اور سرزمین ربیعہ کی طرف روانہ کرو۔ مجھے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ ان بلاد کو ان کے ہاتھ پر فتح کرے گا۔ انہیں خوب فہمائش کردو کہ وہ امور ناشائستہ کے مرتکب نہ ہوں۔ امرنہی کا خیال رکھیں۔ خدا سے ہروقت ڈرتے رہیں۔ اس کی اطاعت ہر حالت میں بجالاویں۔ جہاد میں ایسی ہی سرگرمی کریں جیسی مشہور صحابہ مجاہدین کرتے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم پر جہاد کے متعلق یہ آیت نازل فرمائی ہے۔ یعنی اے نبی کافروں اور منافقین سے جہاد کرو۔ اس حکم خداوندی پر عمل کریں۔ کافروں اور منافقوں سے اچھی طرح جہاد کریں۔ تم پر اور تمام مسلمانوں پر سلام ہو۔ اللہ کی رحمت اور برکتیں نازل ہوں۔

اس کے ساتھ ہی ایک خط عیاضؓ بن غنم کو بھی اس مضمون کا لکھا کہ ہم نے تمہیں سرداری دی اور حکومت عطا کی۔ تم ارض ربیعہ، فارس اور دیار بکر کی طرف روانہ ہو جاؤ۔ دونوں نامے مساعدہؓ بن القیس المرادی کو دے کر بیت المال سے ان کے زاد راہ وغیرہ کا انتظام کر کے انہیں روانہ کیا۔ وہ مقام طبریہ میں ابو عبیدہؓ کے پاس پہنچے۔ اور ایک خط انہیں اور دوسرا خط غانمؓ اشعری کے حوالہ کیا۔

جیش اسلام کی روانگی

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ ابو عبیدہؓ بن الجراح نے فاروقی فرمان پڑھ کر کہا۔ "اللہ کی اور امیر المومنین کی اطاعت میرا فرض ہے"۔ انہوں نے عیاضؓ کو جہاد پر جانے کی مبارک باد دی۔ اور ان کے لئے آٹھ ہزار مجاہدین کی جمعیت علیحدہ کر کے ان پر انہیں سردار مقرر کر دیا۔ اس جمعیت میں دو ہزار صحابی تھے۔ جن میں خالدؓ بن الولید، نعمانؓ بن منذر، ضرارؓ ضمیرہؓ بن شمس، عمروؓ بن ربیعہ، ذوالانمارؓ بن قیس، حکمؓ بن ہشام، سیعؓ بن خلف، طلوؓ، عامرؓ بن بہرام، مقدادؓ بن الاسود، عمارؓ بن یاسرؓ جیسے جلیل القدر صحابی تھے۔ اور عبداللہ یوقنا جو حلب کے فرمانروا تھے۔ اور مسلمان ہو گئے تھے۔ وہ بھی تھے۔ یہ سب لوگ

حضرت عمروؓ بن العاص کے ساتھ مصر کی مہم پر گئے تھے۔ اور وہاں سے مصر فتح کرنے کے بعد ۲۶ھ میں واپس آئے تھے۔

عیاضؓ بن غنم آٹھ ہزار مجاہدوں کو ساتھ لے کر روانہ ہوئے۔ ان کی روانگی کے وقت ان تمام مسلمانوں نے جو طبریہ کے مقام پر حضرت ابو عبیدہؓ کے ساتھ موجود تھے۔ انہیں نہایت خوش دلی کے ساتھ تکبیر و تہلیل کے نعرے لگا کر رخصت کیا۔ سب نے انہیں جہاد پر جانے کی مبارک باد دی۔

عیاضؓ جزیرہ کی طرف روانہ ہوئے۔ انہوں نے اپنے لشکر کا مقدمتہ الجیش یعنی ہر اول دستہ کا سردار سہیلؓ بن عدی کو مقرر کیا۔ یہ لشکر چل کر مقام بالس میں خیمہ زن ہوا۔ بالس وہ مقام ہے جسے حضرت خالدؓ بن الولید نے ازروئے صلح کے فتح کیا تھا۔ عیاضؓ بن غنم تو بالس میں مقیم رہے۔ اور انہوں نے سہیل بن عدی کو رقہ کی طرف روانہ کیا۔ سہیل نے رقہ کے قلعہ کے سامنے جا کر قیام کیا۔

رقہ کی فتح

رقہ کا فرمانروا ایک نصرانی بطریق تھا۔ اس کا نام یوحنا تھا۔ وہ راس العین کے بادشاہ کا ماتحت تھا۔ یعنی نصرانی بادشاہ کی طرف سے وہاں کا حاکم تھا۔ اس نے جنگ کا قصد کیا۔ اور جنگی تیاریاں کرنے لگا۔ اہل شہر ایک دوسرے کے پاس مشورہ کے لئے جمع ہوئے۔ سب کی یہ رائے ہوئی کہ مسلمانوں سے جنگ کرنا ٹھیک نہیں ہے۔ چنانچہ تمام معززین جمع ہو کر بطریق یوحنا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس سے کہا۔ "تم مسلمانوں سے جنگ کرنے کا ارادہ کر رہے ہو وہ مناسب نہیں ہے۔ مسلمانوں نے عراق اور شام کو فتح کر لیا ہے۔ تم ان دونوں ممالک کے درمیان میں ہو۔ مسلمانوں کا ہرگز مقابلہ نہ کر سکو گے"۔ یوحنا کی سمجھ میں بھی یہ بات آگئی۔ اس نے ان لوگوں کو مصالحت کرنے کی اجازت دے دی۔ ان میں سے چند معزز لوگ ایک وفد کی صورت میں عیاضؓ بن غنم کی خدمت میں مقام بالس میں حاضر ہوئے۔ اور ان سے صلح کی درخواست کی۔ عیاضؓ نے ان کی درخواست قبول کر لی۔ اور سہیل بن عدی کو بھیجا کہ جس امر پر اتفاق ہو صلح کر لو۔ اس کے ساتھ ہی عیاضؓ معہ لشکر کے بالس سے کوچ کر کے رقہ ایضاً میں پہنچ گئے۔ اہل رقہ سے ادائے جزیہ پر صلح ہو گئی۔ اس واقعہ کو سہیل

بن عدی نے منظوم کیا ہے۔

یعنی ہم فرات (دریا کا نام ہے) پر پہنچے جس روز ہم نے کوچ کیا ہمارے ہمراہ جید ا تیز رو گھوڑے تھے۔ اور لمبے اور اونچے نیزے تھے۔ ہم نے رقہ ایضا کو جا لیا۔ اس وقت ب ہم نے شام کو ٹیلوں پر تاروں کو چمکتے ہوئے دیکھا۔ جزیرہ باوجود وسعت کے تنگی اور لمعہ میں پڑ گیا۔ جزیرہ کو زوال کا خوف اور تباہی کا ڈر لاحق ہو گیا۔ قریب تھا کہ ہم راس ال ن کا قصد کریں اس لئے کہ کل صبح اس کے بطریق نے اپنی گمراہ فوج کے ساتھ حملہ کرنے کا ا ر کیا تھا۔ اور سہیلؓ جو لشکر کا پیشوا تھا ارادہ کر چکا تھا کہ نصرانی سرداروں کو بیدریغ تہ تیغ کر ے۔ ہم لوگ آبائی اہل فضائل اور صاحب درجات عالیہ ہیں۔ اور ہم لوگ ہر حال میں صابر و شاکر ہیں۔ اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم بہترین یاران اور دوستداران بلند مدارج والے ہیں۔ محمد رسول اللہ وہ ہیں جو علو مرتبت ہیں۔ مقرب پروردگار ارض و سما ہیں۔ حق تعالیٰ نے ان سے خطاب کر کے زبانی کلام کیا"۔

اہل جزیرہ کا ہراس

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ جب رقہ ایضا ازروئے صلح فتح ہو گیا تو غیاضؓ بن غنم نے وہاں سے راس العین کا قصد کیا۔ ان ایام میں جزیرہ کا بادشاہ شہریاض بن فریبون تھا۔ بڑا باعظمت و شان بادشاہ تھا۔ اس کے لشکر میں ایک لاکھ سوار تھے۔ کئی نصرانی عرب اس کے ماتحت تھے ان میں سے ایک سلطان بن سارہ ثعلبی اور دوسرا بیرہ تھا۔ ان کے پاس تیس ہزار سوار تھے۔ ضرورت کے وقت یہ عرب مستنصرہ بادشاہ شہریاض کی مدد کیا کرتے تھے جس سے اس کے لشکر کی جمیعت اور بڑھ جاتی تھی۔

جب جزیرہ والوں کو رقہ کی فتح اور جیش اسلام کے راس العین کی طرف روانگی کی خبر پہنچی تو وہ خوف و دہشت سے تھرا اٹھے۔ ان میں جو معزز اور اکبر لوگ تھے وہ مل کر شہریاض کے پاس راس العین میں حاضر ہوئے اور اس سے فریاد کرتے ہوئے کہا۔ "اے بادشاہ! اے دین عیسوی کے مددگار! سنو اور ہوشیار اور خبردار ہو جاؤ کہ اصحاب محمد صلعم ہمارے دیار و امصار میں آ گئے۔ وہ چاہتے ہیں کہ ہمیں مسلمان کر لیں۔ ہماری مدد کیجئے۔ ان کے مقابلہ کے لئے تیار ہو جائیں"۔

شہریاض نے کہا۔ "مجھے بھی یہ باتیں معلوم ہیں لیکن میں ان کا مقابلہ کرتے ہوئے اس لئے ہچکچاتا ہوں کہ کہیں تم لوگ بھی مسلمانوں سے ڈر کر میرا ساتھ اسی طرح نہ چھوڑ دو جس طرح ہرقل اعظم کا رومیوں نے ساتھ چھوڑ دیا تھا۔" انہوں نے حلف اٹھایا کہ وہ اس سے بیوفائی اور غداری نہ کریں گے۔ انہوں نے اپنے اہل و عیال اس عہد کی ضمانت میں بادشاہ کے حوالہ کر کے کہا۔ "اگر ہم بیوفائی کریں تو تم ہمارے اہل و عیال کو مار ڈالنا"۔

شہریاض کو اطمینان ہو گیا۔ اس نے خزانہ کا منہ کھول دیا۔ سپاہیوں کو تنخواہیں دیں۔ ہتھیار دیئے۔ قلعہ کی فصیل کی مرمت کرائی۔ فصیل کے گرد گہری اور چوڑی خندق کھدوائی۔ دیدبان مقرر کئے۔ اور کفرتوتا' دارا' ماردین' رہا' تل' بزات' سن اور موزر کے فرمانرواؤں کو مدد کے لئے لکھا۔ غرض اس نے مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کی پوری پوری تیار کر لی اور غیاضؓ بن غنم کے آنے کا انتظار کرنے لگا۔

قلعہ جات زبا اور زلوبیا پر یورش کا عزم

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے عبداللہ بن اسلام سے بواسطہ عاصم بن عبداللہ کے روایت کی ہے کہ غیاضؓ بن غنم نے راس العین کی طرف پیش قدمی کرنے سے پہلے قلعہ جات زبا اور زلوبیا پر لشکر کشی کا ارادہ کیا۔ یہ دونوں قلعہ نہایت مشہور اور کافی مضبوط تھے۔ ان کا فرمانروا یعنی بادشاہ اشکیاس تھا۔ غیاضؓ نے شعثؓ بن عویلم اور عبداللہؓ بن غسان کو ان دونوں قلعوں کی تسخیر پر نامزد کیا۔ عبداللہ یعنی یوقنا نے غیاضؓ بن غنم سے عرض کیا۔ "اے امیر سنو! زبا اور زلوبیا کے دونوں قلعے نہایت مضبوط و مستحکم ہیں ان میں کچھ زیادہ فاصلہ نہیں ہے۔ ان میں سے ایک مشرق کی طرف ہے اور دوسرا مغرب کی۔ جب میں حلب کا بادشاہ تھا۔ اور جب تک مسلمان نہیں ہوا تھا۔ تو یہ دونوں قلعے میرے قبضے میں تھے۔ ان کا حاکم میری طرف سے تھا۔ جو میرا چچا زاد بھائی ہے۔ اس کا نام اشکیاس ہے۔ اس کی ماں کا نام ماریہ ہے۔ میں نے اپنی بیٹی سے اس کی شادی کر دی تھی۔ مشرقی قلعہ میری بیٹی نے اس سے اپنے مہر میں لے لیا تھا۔ ان قلعوں کا فتح کرنا آسان نہیں ہے۔ میرا ارادہ ہے کہ اسلامی لشکر کی روانگی سے پہلے میں ان قلعوں کی طرف جاؤں۔ شاید اللہ تعالیٰ میرے ہاتھوں پر ان قلعوں کو فتح کرا دے"۔

غیاضؓ بن غنم نے کہا۔ "اے عبداللہ تمہاری رائے نہایت مناسب ہے۔ تم اسلام کے مددگار اور مسلمانوں کے خیر خواہ ہو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں جزائے خیر دے تم روانہ ہو۔ خدا تمہاری مدد کرے۔ تمہارے روانہ ہونے کے تیسرے دن میں شعثؓ اور عبداللہؓ کو معہ ان کے ہمراہیوں کے تمہاری طرف بھیجوں گا"۔

عبداللہ یوقنا کے ساتھ دیگر معززین حلب بھی تھے جو مسلمان ہو گئے تھے اور اسلامی علم کے نیچے جہاد کرتے تھے۔ یوقنا نے ان میں سے سو سواروں کو ساتھ لیا۔ ایک کوتل گھوڑا بھی ہمراہ لیا۔ رات ہوتے ہی کوچ کر دیا۔ تمام رات چلتے رہے۔ صبح ہوتے خانوقہ کی چڑھائی پر چڑھے۔ وہاں انہوں نے ایک ہزار ارمنی عیسائی دیکھے۔ جو بڑے ساز و سامان کے ساتھ مقیم تھے۔ وہ اول یوقنا اور ان کے ساتھیوں کو دیکھ کر حیران و خوفزدہ ہوئے۔ لیکن جب یوقنا کے ساتھیوں نے ان کے پاس جا کر انہیں بتایا کہ یہ حلب کے بادشاہ یوقنا ہیں۔ جو عربوں کے سامنے سے بھاگ کر آئے ہیں۔ اور اشکیاس کی مدد کرنا چاہتے ہیں تو ارمنوں کا خوف دور ہوا۔ بلکہ وہ بہت خوش ہوئے۔ انہوں نے یوقنا کی تعظیم کی۔ ان کے سامنے رکوع کی شان سے جھک گئے۔ ارمنی افسر نے ایک تیز رو گھوڑے پر ایک ارمنی سوار کو روانہ کر کے اسے حکم دیا کہ وہ اشکیاس کی خدمت میں جا کر یوقنا کے آنے کی خوشخبری سنائے۔

اشکیاس کا ہراس

قاصد نے اشکیاس کو یوقنا کے آنے کی خوشخبری جا سنائی۔ اشکیاس اس خبر کو سن کر کچھ خوش نہیں ہوا۔ بلکہ وہ نہایت فکر مند اور خوفزدہ ہو گیا۔ اس نے اپنے وزیر کو طلب کیا۔ اس کے وزیر کا نام شرجون تھا۔ وہ توراۃ اور انجیل کا زبردست عالم تھا۔ ملاصم دانیال جن میں حضرت دانیال پیغمبر کے واقعات اور ان کے جنگی حالات تھے۔ اور دوسری تاریخیں اور انبیا علیہما اسلام کے صحیفے پڑھے ہوئے تھا جس وقت فخر بنی آدم حضرت محمد صلعم مبعوث ہوئے تو وہ دیر مرتھیا میں مقیم تھا۔ یہ دیر اشرد اور حلن کے درمیان تھا۔ وہ رات دن عبادت و ریاضت میں مشغول رہتا تھا۔ یہاں تک کہ ملک شام سے روم تک اس کی پرہیزگاری اور عالم دین عیسوی ہونے کی شہرت ہو گئی۔ یہ بھی مشہور ہوا کہ اس کے پاس حضرت عیسیٰ کے گدھے کے سموں میں سے ایک سم ہے۔ رومی اس کے بڑے معتقد ہو گئے۔ اسے نذریں

دینے لگے۔ وہ دیر "دیر حاضر" (گدھے کے سم والا دیر) مشہور ہو گیا۔ اس دیر کے ملحق جو آراضی تھی اس میں کاشت ہوتی تھی۔ ایک روز شیرجون کھیتوں کی دیکھ بھال کر رہا تھا۔ اس نے ایک ناقہ سوار کو آتے ہوئے دیکھا۔ وہ عرب تھا۔ گرمی کا موسم تھا۔ دھوپ سخت پڑ رہی تھی۔ ناقہ اور سوار دونوں پسینہ میں غرق تھے۔ سوار نے دیر کی دیوار کے سایہ میں ناقہ روکا۔ اسے بٹھا کر اترا۔ ناقہ کے پیروں سے اس کی گردن باندھ دی۔ اس کے سایہ میں زمین پر پڑ کر سو رہا۔ وہ غفلت کی نیند پڑا سو رہا تھا۔ کہ شرجون نے دیکھا ایک سیاہ سانپ اس کے قریب ہی سے کھیت میں سے نکلا۔ اس کے منہ میں شگوفہ کا گلدستہ تھا۔ وہ اس خوابیدہ عرب کے پاس جا کر ٹھہرا اور شگوفہ کا گلدستہ سونے والے کی ناک کے سامنے کر دیا۔ عرب اٹھ بیٹھا۔ سانپ چلا گیا۔ شرجون کو یہ دیکھ کر بڑی حیرت ہوئی۔ اس نے عرب کے پاس جا کر دریافت کیا۔ "تم کس قوم سے ہو؟"

عرب نے جواب دیا۔ "میں عرب سے ہوں۔"

شرجون۔ "یہ بات تو میں تمہاری وضع سے ہی سمجھ گیا تھا۔ میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ تمہارا مذہب کیا ہے۔"

عرب۔ "میں مسلمان ہوں۔ میرا مذہب اسلام ہے۔ وہی اسلام جو سارے انبیاء علیہم اسلام کا مذہب ہے۔"

شرجون۔ "شاید تم حجازی نبی کے دین پر ہو۔"

عرب۔ "ہاں میں دین محمدی پر ہوں۔"

واقدی رحمتہ اللہ علیہ سے ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ وہ بدوی عرب ورثہ بن الصامت الہرالی تھے جو رواحتہ الانصاری کے خواہرزادہ (بھانجے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشہور صحابیوں میں سے تھے۔ غزوہ تبوک اور غزوہ سلاسل میں شریک رہ چکے تھے۔ نہایت بہادر بڑے دانشمند اور قادر الکلام شاعر تھے۔ ان کا کلام مسجع ہوتا تھا۔ حضرت ابو عبیدہؓ بن الجراح نے انہیں اس وقت جب وہ حلب کے محاصرہ میں مشغول تھے یعنی ورثہ بن الصامت کو رثہ ایضا کی طرف اس کے والی کو دعوت اسلام دینے بھیجا تھا۔ شرجون بن کرپان نے کہا۔ "میں نے سنا ہے تم مسلمان لوگ کہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے کسی مخلوق کو حضرت محمد صلعم سے بزرگ و معظم پیدا نہیں کیا۔"

ورقہ۔ "یہ سچ ہے۔ ہم مسلمانوں کا یہی عقیدہ ہے۔"

شرجون۔ "تعجب ہے تم نے آدم۔ نوح۔ ابراہیم۔ اسحاق۔ یعقوب اور اسباط یعنی آل یعقوب۔ موسیٰ۔ داؤد۔ سلیمان اور عیسیٰ سارے انبیاءؑ کو ترک کر دیا۔"

ورقہ۔ یہ غلط ہے ہم سب نبیوں کو مانتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن و سنت میں فرمایا ہے۔ یعنی ہر ایک (مسلمان۔ ایمان لایا اللہ پر۔ اس کے فرشتوں پر۔ اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر۔ ہم کسی پیغمبر میں جدائی نہیں ڈالتے۔ یعنی ایک کو دوسرے پر فضیلت نہیں دیتے۔ اس فرمان خداوندی کے ہوتے ہوئے ہم نبیوں کو کیسے ترک کر سکتے ہیں۔"

شرجون۔ "اچھا حضرت محمد صلعم کو معظم و بزرگ جاننے کے کیا دلائل ہیں۔"

ورقہ۔ "ہمارا یہ عقیدہ بلا دلیل نہیں۔ شاید تم نے اس بات کو نہیں سنا کہ جب فرشتہ بیت المعمور میں گئے۔ اور وہاں جمع ہوئے تو وہ اپنے تفاخر میں قیل و قال کرنے لگے۔ ابلیس یعنی شیطان بھی وہاں موجود تھا۔ وہ معلم الملکوت تھا۔ اس نے دعویٰ کیا کہ عبادت و ریاضت میں اس سے کوئی فرشتہ بڑھا ہوا نہیں ہے۔ وہ سو برس تک ایک ہی جگہ کھڑا رہ کر عبادت کر چکا ہے۔ اس کی پیدائش شعلہ آتش سے ہے۔ خدا پرستی میں کوئی مخلوق اس کے مثل نہیں ہے۔ آسمانوں کا کوئی گوشہ۔ زمین کو کوئی حصہ اور پہاڑوں کی کوئی چٹان ایسی نہیں ہے۔ جہاں اس نے عبادت نہ کی ہو۔ حضرت جبرئیل علیہم اسلام نے اس سے کہا۔ "فخر و غرور نہ کرو۔ غرور پستی اور جہالت کی جڑ ہے۔ مغرور کو اس کا غرور لے ڈوبتا ہے۔ بیشک تم نے خدا کی بڑی عبادت کی ہے۔ لیکن بعض فرشتے ایسے ہیں جو جب سے پیدا ہوئے ہیں قیام میں یا رکوع میں سجود ہیں۔ ان کی عبادت تم سے کچھ کم نہیں ہے۔ لیکن تم سے اور فرشتوں سے بھی بڑھ کر ایک ہستی ہے۔ جو پردہ نشین اور خلوت گزین ہے۔ کسی نے اسے نہیں دیکھا ہے۔ ان فرشتوں کو جو مقربان بارگاہ صمدیت ہیں یہ حکم ہے۔ کہ اس حجلہ نشین ہان خانہ قدس پر درود و صلوٰۃ بھیجا کریں۔ تم فرشتے اس ہستی کی برابری نہیں کر سکتے۔ ابلیس نے کہا۔ "کیا اس کی ملاقات کی کوئی سبیل ہے؟" جبرئیل نے کہا۔ "ہم سب اس کی زیارت کے مشتاق ہیں۔ لیکن ابھی تک ہماری آرزو بر آئے اور تم اس مقدس ہستی کی زیارت سے مشرف ہو جاؤ۔" ابلیس نے بارگاہ خداوندی میں عرض کیا۔ "اے خالق مطلق اور اے عالم غیب یعنی اے اللہ تعجب ہے میں تیری سب سے زیادہ عبادت گزار مخلوق ہوں۔ خلوص دل سے تجھے

پوجتا ہوں۔ مجھے یہ قدرت حاصل ہے کہ جب تیرے عرش کے قریب کھڑا ہو کر نگاہ ڈالتا ہوں تو عرش کے گرد و نواح کی تمام موجودات کو دیکھ لیتا ہوں۔ اور جب میں تجھے سجدہ کرتا ہوں تو عرش سے فرش تک کا مشاہدہ کر لیتا ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ میرے برابر تیری مخلوق میں سے کوئی نہیں ہے۔ یہ میں نے آج کیا سنا ہے کہ مجھ سے بھی افضل کوئی ہستی ہے۔ حق سبحانہ تعالیٰ بتا وہ کون ہے۔" خداوند عزوجل نے فرمایا۔ "تو عبادت و ریاضت پر فخر کرتا ہے۔ اس بات پر اتراتا ہے کہ ہم نے تجھے مشاہدہ کی قدرت عطا کی۔ پرواز کی طاقت دی۔ تو روئے زمین پر۔ آسمانوں پر اور زمین و آسمان کے افقوں پر اڑتا ہے لیکن تجھے یہ قوت ہم نے بخشی۔ ملائکہ کا معلم ہم نے کیا۔ ہم نے ہی اس ہستی کو پیدا کیا جسے تو جاننا چاہتا ہے۔ سن اس کا نام احمد ہے۔ ہم اپنے عزت و جلال کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ اگر احمد کو پیدا نہ کرتے تو کسی مخلوق کو پیدا نہ کرتے۔ نہ زمین کا فرش ہوتا نہ آسمان کے سائبان۔ نہ چاند میں روشنی ہوتی۔ نہ سورج میں چمک اور گرمی ہوتی۔ نہ بہشت ہوتی۔ نہ دوزخ ہوتا۔ نہ نہریں ہوتیں۔ نہ دریا ہوتے۔" ابلیس کو بڑی حیرت ہوئی۔ اس نے عرض کیا۔ "پروردگار عالم کیا کوئی تدبیر ان کی صحبت میں رسائی کی ہو سکتی ہے۔" اللہ جل شانہ نے فرمایا۔ "نہر سلسبیل پر جا وہاں تو کچھ مشاہدہ کرے گا۔" ابلیس نہر سلسبیل پر پہنچا۔ اس نے وہاں شعلہ نور کو درخشاں دیکھا۔ اس جگہ مشک عنبر سے بھی زیادہ روح پرور خوشبو پھیلی ہوئی تھی۔ اس عالم نور کے گرداگرد فرشتوں کی جماعت تھی بعض فرشتے قیام میں تھے یعنی کھڑے تھے۔ بعض رکوع میں تھے یعنی جھکے ہوئے تھے۔ بعض سجدہ میں پڑے تھے۔ ابلیس اس نور کو اور فرشتوں کو قیام۔ رکوع اور سجدہ میں دیکھ کر حیران ہو رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ "یہ وہ فرشتے ہیں جو اہل ایمان کے لئے استغفار کرتے رہتے ہیں۔ تو بھی ان میں شامل ہو کر اپنی آرزو کی تکمیل کر تا ابلیس بھی اس جماعت میں شامل ہو گیا۔ دفعتہ اس نے پردہ نور میں ایک اور نور دیکھا۔ وہ نور۔ نور احمد تھا۔ اس نور کو دیکھ کر فرشتوں نے سجدہ تعظیمی کر کے کہا۔ "یعنی تیری پیدائش بزرگ ہے۔" ابلیس کے دیکھتے ہی دیکھتے انوار کے پردوں نے اس نور کو ڈھانک لیا۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بزرگی کے یہ دلائل ہیں۔"

شرجون اس کلام کو سن کر کیا ہی مسرور ہوا۔ اس کے دل میں عقیدہ قائم ہو گیا۔ لیکن اس نے اس وقت ورقہ سے کچھ نہیں کہا۔ ورقہ وہاں سے اپنی سفارت پر چلے گئے اور

شرجون اپنے دیر میں چلا آیا۔ کچھ ہی عرصہ کے بعد مسلمانوں نے حلب فتح کر لیا اور اس نواح کا تمام علاقہ مسلمانوں کے تحت میں آگیا۔ شرجون دیر حاضر کو چھوڑ کر زوبیا میں اشکیاس کے پاس چلا آیا۔ چونکہ وہ نہایت دانشمند اور صاحب عقل و تدبیر تھا۔ اس لئے اشکیاس نے اسے اپنا وزیر بنا لیا۔

جب شرجون اشکیاس کے پاس آیا۔ تو اشکیاس نے اسے یوقنا کے آنے کی خبر سنا کر کہا۔ "قسم ہے مسیح اور مقدس انجیل کی کہ اس شخص کی آمد کسی فتنہ کے خیال سے ہے۔ وہ یہاں کسی مکر کے ارادہ سے آ رہا ہے۔ وہ ہمارے قلعوں کے ساتھ بھی ایسا ہی کرے گا جیسا اس نے طرابلس اور صور کے ساتھ کیا تھا۔ میں اس کی طرف سے ایمن و مطمئن نہیں ہوں۔ نہیں چاہتا کہ وہ یہاں آئے۔ اس بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟"

شرجون نے کہا۔ "اے بادشاہ بدظنی خوب نہیں ہے۔ یوقنا بادشاہ ہے اور بادشاہ کی اولاد ہے۔ اس کا بھائی یوحنا بڑا عالم دین تھا۔ اس نے ہرچند یوقنا کو مسلمان ہو جانے یا مسلمانوں کی اطاعت کر لینے کی ترغیب دی۔ لیکن یوقنا رضامند نہ ہوا۔ بلکہ اس نے طیش اور جوش میں آ کر یوحنا کو مار ڈالا۔ یوقنا عربوں کے پاس بہت رہا ہے۔ ان کی معاشرت اور ان کے دین سے خوب واقف ہے۔ اس نے گہری نظروں سے دین اسلام اور دین عیسوی کا مطالعہ کیا ہے۔ اس نے عربوں کے مذہب سے مسیحی مذہب کو اچھا سمجھا۔ اس لئے ان کے پاس سے بھاگ آیا ہے چونکہ وہ آپ کی پناہ میں آ رہا ہے اس لئے اس کا استقبال کرنا ضروری ہے۔ اگر احتیاط ہی مدنظر ہے۔ تو یہ دیکھ لیجئے کہ معہ ساز و سامان کے آ رہا ہے یا بغیر ساز و سامان کے۔ اگر ساز و سامان کے ساتھ آ رہا ہے۔ تو ضرور اس کا ارادہ مکر و فریب کرنے کا ہے اگر بغیر ساز و سامن کے آ رہا ہے تو پناہ لینے کے لئے۔"

اشکیاس کی سمجھ میں یہ بات آگئی۔ وہ تمام لشکر اور اکابر قوم کو ساتھ لے کر قلعہ سے باہر نکلا۔ قلعہ کے اندر شرجون وزیر ہی رہ گیا۔

یوقنا کی بیٹی کی آمد

یوقنا کی بیٹی دوسرے قلعہ میں تھی۔ جب اس نے سنا کہ اس کا باپ یوقنا آ رہا ہے تو وہ اس کی ملاقات کی مشتاق ہو کر معہ خادموں۔ کنیزوں اور پرستاروں کے قلعہ غربیہ میں آئی۔

وہاں آکر اسے معلوم ہوا۔ کہ اس کا شوہر اشکیاس تو اس کے باپ یوقنا کے استقبال کو گیا ہے۔ اور شرجون وزیر قلعہ میں موجود ہے۔ وہ قصر شاہی میں مقیم ہو گئی۔ شرجون اس کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اس کی تعظیم کے لئے اس کے سامنے جھک گیا۔ یوقنا کی بیٹی وزیر کا بڑا احترام کرتی تھی۔ اس نے اسے بیٹھنے کی اجازت دی۔ شرجون نے بیٹھ کر کہا۔ "ملکہ عالیہ! اشکیاس بادشاہ تمہارے باپ کی ملاقات کے لئے گیا ہے۔ وہ یوقنا سے بدظن ہے۔ مجھے اندیشہ ہے وہ اسے گرفتار نہ کر لے۔" یوقنا کی بیٹی نے دریافت کیا۔ "اس کی بدظنی کی وجہ کیا ہے۔" شرجون نے جواب دیا۔ "اس کا خیال ہے وہ مکرو فریب کرنے کے لئے آرہا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یوقنا مسلمان ہو چکا ہے۔ وہ بڑا دانشمند اور ذی عقل ہے۔ اسلام کو حق سمجھ کر مسلمان ہوا ہے۔"

دختر یوقنا۔ "اسلام کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟"

شرجون۔ "ملکہ عالیہ! میں نے آج تک اس بات کو چھپایا ہے کسی پر ظاہر نہیں کیا۔ آج تم پر ظاہر کرتا ہوں۔ مذہب اسلام برحق اور سچا دین ہے۔"

یوقنا کی بیٹی نے ہنس کر کہا۔ "خدا کی قسم میں بھی ایسا ہی سمجھتی ہوں۔ میرا باپ بڑا زیرک ہے۔ اگر اسلام سچا مذہب نہ ہوتا۔ تو وہ ہرگز اسے اختیار نہ کرتا لیکن تم اس بات کا کسی سے تذکرہ نہ کرنا۔"

شرجون۔ "جب میں اور تم دونوں اس بات میں ہم خیال ہیں۔ تو افشائے راز کیسے کر سکتے ہیں۔"

یوقنا کی بیٹی کا قبول اسلام

واقدی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ اشکیاس نے عبداللہ اور یوقنا کا پرتپاک خیر مقدم کیا۔ جب دونوں ایک دوسرے کے سامنے ہوئے تو تعظیم کے لئے گھوڑوں سے اتر پڑے۔ دونوں نے خوب معانقہ کیا۔ پھر گھوڑوں پر سوار ہو کر چلے اور قلعہ میں آئے۔ یوقنا کی بیٹی نے اپنے باپ کا استقبال کیا۔ چونکہ وہ باپ سے عرصہ کے بعد ملی تھی۔ اس لئے آداب و مجرا بجالا کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ یوقنا نے اسے تسلی دی۔ اشکیاس یوقنا کی طرف سے مطمئن نہیں تھا۔ وہ انہیں گرفتار کرنے کی فکر میں تھا۔ اس نے یوقنا سے دریافت کیا۔ "اے

بادشاہ عربوں کا دین کیسا ہے۔ اور ان کے ممالک محروسہ میں عدالت و سیاست کی کیا کیفیت ہے۔" یوقنا نے جواب دیا۔ "عرب عجیب لوگ ہیں۔ وہ دنیا سے بھاگتے اور آخرت کو طلب کرتے ہیں۔ ان کا قصد ملک گیری نہیں ہے۔ لیکن اس پر بھی ممالک شام و مصر پر قابض ہو گئے ہیں۔ وہ سختی سے اپنے مذہب پر قائم ہیں۔ ان کا دین انہیں عدل و انصاف کی ہدایت کرتا ہے۔ وہ عدالت کرتے ہیں۔ لیکن ان کے بڑوں اور چھوٹوں میں کوئی فرق نہیں۔ غلام اور آقا۔ سردار اور سپاہی۔ بادشاہ اور رعایا سب برابر ہیں۔ میں نے طرابلس اور صور کی فتح میں ان کی اس لئے اعانت کی تھی۔ تاکہ ان کی نگاہوں میں میرا وقار قائم ہو جائے۔ لیکن انہوں نے میری کچھ بھی قدر و منزلت نہ کی۔ میری خیر خواہی کا مجھے کوئی صلہ نہ دیا۔ میں ان سے برگشتہ ہو گیا۔ مجھے یقین ہو گیا کہ میں نے دین عیسوی کو چھوڑ دیا اس لئے مجھ پر مسیح کا غضب نازل ہوا ہے۔ اور میری عزت و عظمت جاتی رہی ہے۔ میں حقیر و ذلیل ہو گیا ہوں۔ میں نہیں جانتا کہ کس طرح سے اپنے گناہوں کا کفارہ ادا کروں۔ کس طرح پاک ہوں۔"

یوقنا مصنوعی طور پر اظہار افسوس و غم کرنے لگے۔ اشکیاس کی بدظنی ایک حد تک دور ہو گئی۔ اس نے ان کی دل جوئی کرتے ہوئے کہا۔ "جب آپ نادم و پشیمان ہو کر توبہ کرتے ہیں۔ تو خدا اور حضرت مسیح ضرور آپ کی توبہ قبول کریں گے۔ عید صلیب قریب آ گئی ہے صرف بیس دن باقی رہ گئے ہیں عید صلیب کے دن آپ دیر سکرہ میں جا کر فریاتوس راہب کے سامنے توبہ کریں۔ وہ آپ کے گناہ معاف کر دے گا۔ اور ماء معمودیہ میں اصطباغ دے کر آپ کو پاک و صاف کر دے گا۔"

قرقیسا کے نواح میں دیر سکرہ نہایت مقدس دیر تھا۔ اور اس دیر کا راہب فریاتوس تھا جس کی عبادت و ریاضت کی دھوم مچی ہوئی تھی۔ یوقنا نے کہا۔ "لیکن یہ کیا اطمینان ہے کہ میں عید صلیب تک زندہ رہوں گا۔ میرا ارادہ ہے کہ میں یہاں سے کہیں اور چلا جاؤں۔"

یوقنا کی بیٹی نے کہا۔ "پیارے باپ! عرصہ کے بعد مجھے آپ کی زیارت نصیب ہوئی ہے۔ میں ابھی آپ کو کہیں نہ جانے دوں گی۔ مجھے اپنی خدمت کا موقع دیجئے۔ میری مہمانی قبول کیجئے۔"

اشکیاس نے اپنی ملکہ سے مخاطب ہو کر کہا۔ "تم نے ٹھیک کہا۔ یوقنا ہم ان کو ابھی کہیں نہ جانے دیں گے۔ اپنے یہاں مہمان رکھیں گے۔ آج یہ میرے مہمان رہیں گے۔

کل تم انہیں اپنے قلعہ میں لے جانا۔"

راوی نے بیان کیا ہے کہ اشکیاس کا اس گفتگو سے یہ مطلب تھا کہ وہ یوقنا کو اپنے ساتھ کھانا کھلا کر یہ آزمائش کرے کہ آیا وہ واقعی عیسائی ہونے کے لئے آیا ہے یا اس کا ارادہ مکرو فریب کرنے کا ہے۔

یوقنا اس کا مقصد سمجھ گئے انہیں اس وجہ سے اضطراب لاحق ہوا کہ وہ مسلمان تھے۔ نہ سور کا گوشت کھاتے تھے۔ نہ شراب پیتے تھے اور وہ اس بات کو جانتے تھے کہ اشکیاس ان کی آزمائش کرنے کے لئے اپنے ساتھ انہیں کھانا کھلائے گا۔ اور دستر خوان پر سور کا گوشت اور شراب ضرور موجود ہوں گے۔ چنانچہ انہوں نے کہا۔ "اے بادشاہ میں لذائذ دنیا کو ترک کر چکا ہوں۔ میری مہمانی آپ کریں یا میری بیٹی ہر صورت میں میں آپ ہی کی نعمتوں سے مستفید ہوں گا۔"

شرجون وزیر سمجھ گیا کہ یوقنا اشکیاس کی دعوت منظور نہیں کرتے۔ اس نے اشکیاس سے کہا۔ "اے بادشاہ! دمشق عرصہ دراز کے بعد اپنی بیٹی سے ملے ہیں۔ یہ قدرتی بات ہے کہ باپ بیٹی کے پاس رہنا چاہے گا۔ اور بیٹی باپ کی مہمانداری کر کے خوش ہو گی۔ مناسب یہ ہے کہ آج ملکہ عالیہ اپنے باپ کی مہمانداری کریں۔ اور دمشق کل بادشاہ کے مہمان ہوں۔"

اشکیاس نے اس بات کو منظور کر لیا۔ چنانچہ یوقنا کی بیٹی اپنے باپ کو ساتھ لے کر معہ اپنے چشم و خدم اور یوقنا کے سرداروں کے قلعہ شرقی میں چلی گئی بیٹی کو باپ کے آنے کی بڑی خوشی ہوئی۔ وہ انہیں اپنے قصر خاص میں لے گئی۔ جب دونوں اطمینان سے بیٹھ گئے۔ تب بیٹی نے باپ سے کہا۔ "پیارے باپ! آپ تو مسلمان ہو گئے تھے۔ مسلمانوں کی خیر خواہی کرتے رہے۔ اب کیا بات ہوئی۔ جو آپ عربوں کو چھوڑ کر چلے آئے۔ کیا آپ نے یہ سمجھا کہ دین اسلام باطل ہے اور مسیحی مذہب حق ہے۔"

یوقنا۔ "نہیں قرۃ العین! حق دین اسلام ہی ہے میں نے اسلام نہیں چھوڑا ہے۔ اب تک مسلمان ہوں۔ یہ تو خوب جانتی ہے کہ مجھے تجھ سے بہت زیادہ محبت ہے میں نے چاہا کہ جس نعمت کو میں نے حاصل کر لیا ہے۔ تو بھی حاصل کرے تاکہ دنیا میں بھی ہم ایک جگہ رہیں اور آخرت میں بھی۔ اگر میں مسلمان رہا اور تو نصرانی تو عقبیٰ میں تیرا رستہ الگ ہو گا۔ اور

میرا راستہ الگ۔ تو اس بات کو بھی خوب جانتی ہے کہ مسلمانوں کی نگاہوں پر یہ دونوں قلعے چڑھے ہوئے ہیں اور یہ قلعے ملک شام کے قلعوں سے زیادہ مضبوط و مستحکم نہیں ہیں۔ عرب ضرور انہیں فتح کرلیں گے۔ نہ معلوم اشفکیاس کا کیا حشر ہو۔ اور تیرا کیا حال ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلام وہی مذہب ہے جو حضرت مسیح اور سارے انبیاء علیہم اسلام کا تھا۔ حضرت ابراہیم کا بھی یہی دین تھا۔ نصرانی بہک گئے۔ بلکہ سچ پوچھو تو انہیں اصل دین مسیحی سے ہٹا دیا گیا۔ نصرانیوں کو گمراہ کرنے والا ایک شخص پولس تھا۔ یہ پولس یہودی تھا۔ اس نے مسیحی بن کر مسیحیوں کو ورغلا کر گمراہی میں دھکیل دیا۔ حضرت محمد رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم دین اسلام کو لے کر آئے۔ اب نجات اسے ملے گی۔ جو مسلمان ہو جائے گا۔ پیاری بیٹی اگر تو چاہتی ہے کہ شعلہ آتش سے نجات پائے۔ دوزخ سے بچ جائے۔ اس دوزخ سے جس میں آگ شعلے مار رہی ہے اور جس کا ایندھن انسان اور جن ہیں۔ تو تو دین صلیب کو چھوڑ دے اور مسلمان ہو جا میں بھی مسلمان ہوں تو بھی اسلام قبول کرلے۔

لڑکی نے کہا۔ "پیارے باپ شرجون وزیر نے بھی یہی کہا تھا۔ میرے دل میں اسلام کی عظمت و محبت قائم ہو چکی ہے۔ میں خوشی سے اسلام قبول کرتی ہوں۔"

اشفکیاس کا قتل

یوقنا کو اپنی بیٹی کے مسلمان ہونے سے بڑی خوشی ہوئی۔ انہوں نے اس سے کہا۔ لخت جگر! اشفکیاس میری طرف سے بدظن ہے۔ وہ مجھے گرفتار کر کے قتل کرنے کی فکر میں ہے۔ میرے بعد تیرے ساتھ نہ معلوم کیا سلوک کرے۔ ہمیں سوچنا چاہئے۔ کہ کس طرح اس کی بدظنی دور کریں۔"

لڑکی نے کہا۔ "معزز باپ! وہ نہایت ہی بدسرشت اور ظالم و عیار ہے۔ تمہاری طرف سے اس کے دل میں کینہ بھرا ہوا ہے۔ شرجون وزیر اسلام کی طرف مائل ہے۔ اس نے مجھے بتایا تھا۔ کہ اس کا یعنی اشفکیاس کا ارادہ تمہارے ساتھ بیوفائی کرنے کا ہے۔"

یوقنا۔ "جب وہ میری فکر میں ہے۔ تو میں اس کی فکر کیوں نہ کروں۔"

بیٹی۔ "ضرور کرنی چاہئے۔ ورنہ اگر اس کا قابو چڑھ گیا تو وہ تمہیں ضرور قتل کر ڈالے گا۔"

یوقنا۔ "کیا تو اس معاملہ میں میری مدد کرے گی؟"

بیٹی۔ "کیوں نہ کروں گی۔ میں اپنی جان تک لڑا دوں گی۔"

یوقنا۔ "شاباش نور چشمی! تب تو ایک کام کر کل رات کو اشکیاس اور اس کے عزیزوں اور یگانوں کی دعوت کر۔ جب وہ لوگ کھانا کھانے آویں گے۔ تو میں اپنے ساتھیوں سمیت اس پر جا ٹوٹوں گا۔ یقین ہے اس طرح ہم اسے آسانی سے اپنے قابو میں کر لیں گے۔ اور ان دونوں قلعوں پر مسلمانوں کا قبضہ کرا دیں گے۔ اس کے بعد میں قرقیسا پر جاؤں گا۔ اور وہاں کوئی حیلہ کروں گا۔"

لڑکی نے اس بات کو منظور کر لیا۔ رات باپ اور بیٹی دونوں نے آرام سے گذاری۔ صبح ہوتے ہی ملکہ یعنی یوقنا کی بیٹی نے مہتمم مطبخ کو طرح طرح کے کھانے تیار کرنے کا حکم دیا اور یہ مشہور کیا کہ اس نے اپنے شوہر کی دعوت کی ہے۔ دوپہر کے بعد وہ قلعہ زبا میں اپنے شوہر اشکیاس کے پاس آئی۔ اشکیاس نے اس کی تعظیم کر کے دریافت کیا۔ "ملکہ! تمہارے باپ بخیر ہیں۔"

ملکہ نے آوزدگی کے ساتھ کہا۔ "اے بادشاہ! وہ ساری رات نہیں سوئے۔ قیامت اور عذاب دوزخ کے خوف نے انہیں رات بھر بے چین رکھا۔ انہوں نے صبح ہوتے ہی قرقیسا جانے اور دیر سکرہ میں پہنچ کر فریاتوس راہب سے اصطباغ لینے کے قصد کیا۔ میں نے انہیں یہ سمجھا کر روک لیا۔ کہ آج میں بادشاہ کی ضیافت کروں گی اور کل بادشاہ تمہاری دعوت کریں گے۔ پھر وہ تمہیں اپنے ساتھ جرجیس نبی کے پاس لے جاویں گے۔ وہ تمہیں دین عیسوی کی طرف رجوع کریں گے۔ وہ میری درخواست پر رک گئے۔ آج میں نے ضیافت کا انتظام کیا ہے۔ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی ہوں کہ آپ ما حضر ہیں شریک ہو کر میری عزت افزائی فرمائیں۔"

اشکیاس یوقنا سے کھٹکا ہوا تھا۔ نیز اسے یہ بھی ملال ہوا تھا۔ کہ یوقنا نے اپنی بیٹی کی دعوت منظور کی اور اس کی منظور نہ کی۔ اسے یہ بھی غصہ تھا۔ کہ اس کی ملکہ یعنی یوقنا کی بیٹی نے اس کے ارادوں پر خاک ڈال دی۔ وہ رات کو غفلت کی حالت میں یوقنا کو گرفتار کر کے قتل کرنے کی فکر میں تھا۔ اس کا موقع نہ آیا۔ چنانچہ ان وجوہات سے اس نے اپنی ملکہ کی دعوت قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ ملکہ کو بڑا رنج ہوا۔ اس نے کہا۔ "آپ ضیافت سے انکار

کر کے میرا دل توڑ رہے ہیں۔ کیا میں یہ سمجھوں کہ بادشاہ مجھ سے اور میرے باپ سے ناخوش ہے۔"

اشکیاس نے کہا۔ "میں ناخوش نہیں ہوں۔ کچھ دیر ٹھہرو میں غور کرلوں۔"

ملکہ قصر شاہی میں چلی گئی۔ اشکیاس نے شرجون وزیر کو بلا کر تمام واقعہ سنایا۔ شرجون نے کہا۔ "بادشاہ کو ملکہ کی دعوت ضرور قبول کرلینی چاہئے۔ ورنہ ایک طرف تو ملکہ کو ملال ہو گا۔ اور دوسری طرف یوقنا کے دل میں عداوت پیدا ہو جائے گی۔ یوقنا بڑی عزت و عظمت کا بادشاہ ہے۔ اگر اس کے دل میں آپ کی طرف سے نفرت و کدورت پیدا ہو گئی۔ تو وہ بہت کچھ نقصان پہنچا سکتا ہے۔ دواندازوں نے بادشاہ کے کان اس کی طرف سے ناحق بھر دیئے ہیں۔ وہ بادشاہ کا مخالف نہیں ہے۔ اور اگر بادشاہ کو اس کی گرفتاری یا قتل ہی کرنا منظور ہے تو اس کی آسان تدبیر یہی ہے کہ بادشاہ آج ملکہ کی دعوت منظور کرلیں۔ اور کل رات کو یوقنا کی دعوت کر کے جو اس کے ساتھ چاہیں کریں۔"

اشکیاس کی سمجھ میں یہ بات آگئی۔ اس نے شرجون سے کہا۔ "اچھا آج میں ملکہ کے ساتھ قلعہ زلوبیا میں جاؤں گا۔ تم میری عدم موجودگی میں اس قلعہ زبا کی حفاظت و نگرانی کرنا۔"

اشکیاس نے ملکہ کے پاس جا کر اس کی دعوت قبول کرلی اور رات ہوتے ہی اپنے تمام عزیزوں اور یگانوں کو ساتھ لے کر ملکہ کے ساتھ چلا۔ اگرچہ چاندنی رات تھی لیکن غلاموں اور کنیزوں نے اس کثرت سے مشعلیں اور شمعیں روشن کر کے ساتھ لے لیں کہ روشنی کی کثرت سے رات کو دن کا سماں نظر آنے لگا۔

اشکیاس کے کوئی اولاد نہیں تھی۔ البتہ اس کے چچا کے بیٹے اور بھتیجے تھے۔ اس نے انہیں سب کو اور اپنی قوم کے احباب اور اکابروں کو بھی ساتھ لے لیا۔ مگر قلعہ زبا میں کوئی شخص ایسا باقی نہ رہا۔ جو اشکیاس کے بعد دعویدار سلطنت ہو۔ ملکہ نے بادشاہ کے آنے کی اطلاع اپنے باپ یوقنا کے پاس بھیج دی۔ یوقنا کے ساتھ جو سردار آئے تھے۔ انہوں نے انہیں تاکید کی۔ کہ بادشاہ کے آنے پر ہم سب اس کے استقبال کے لئے چلیں اور موقع پاتے ہیں اس کے ایک ایک آدمی کو گرفتار کرلے۔

تھوڑی دیر میں بادشاہ کی آمد کا غل ہوا۔ یوقنا اور ان کے ساتھی استقبال کے ارادہ سے

بڑھے۔ جب اشکیاس اور اس کے ہمراہی قلعہ زلوبیا میں داخل ہوئے تو یوقنا معہ اپنے ہمراہیوں کے پیادہ اس کے استقبال کے لئے دوڑے۔ اشکیاس بھی انہیں دیکھتے ہی گھوڑے سے اترا۔ اس کے ساتھی بھی اترے اور یوقنا کی ملاقات کو بڑھے۔ جوں ہی اشکیاس یوقنا کے پاس پہنچا۔ یوقنا نے اسے نہایت آسانی سے دبوچ لیا۔ اصحاب یوقنا نے بھی اشکیاس کے ایک ایک ساتھی کو اپنے قابو میں کرلیا۔ قبل اس کے کہ لوگ معاملہ کی نوعیت کو سمجھیں یوقنا کے حکم سے اشکیاس اور اس کے تمام ساتھی قتل کردیئے گئے۔ دشمنان اسلام کا خاتمہ اس آسانی سے ہوگیا۔ یعنی اس معاملہ میں دو بکریاں بھی سینگوں سے نہ لڑیں۔ مقصد یہ ہے کہ بلا کسی خونریزی اور فتنہ و فساد کے جھگڑا ختم ہوگیا۔ اس کے فورا بعد ہی یہ لوگ قلعہ زبا کی طرف چلے۔

شرجون کا قبول اسلام

جب یوقنا اور ان کے ساتھی معہ یوقنا کی بیٹی کے قلعہ زبا میں پہنچے۔ تو شرجون نے ان کا نہایت پرتپاک خیر مقدم کیا۔ وہ اس طرح سے ملاقی ہوا جیسے اسے یقین تھا کہ اشکیاس مارا جا چکا ہے۔ اس نے ہنس کر یوقنا کو ان کی کامیابی پر مبارکباد دی۔ اور کہا۔ "مبارک ہو اے عبداللہ یوقنا! اللہ تعالیٰ تمہیں جزائے خیر دے۔ تمہارا سینہ اسلام کی خدمت کے لئے کشادہ ہوگیا ہے۔ تم نے اسلام کی خدمت کرکے پروردگار عالم کو راضی کرلیا ہے۔"

شرجون اسی وقت مسلمان ہوگیا۔ یوقنا نے اسے قلعہ زبا کا سردار مقرر کیا۔ اگلے روز دونوں قلعوں زبا اور زلوبیا کے باشندوں کے سامنے اسلام پیش کیا۔ بعض مسلمان ہوگئے۔ بعض اپنے مذہب پر قائم رہے۔ ان پر جزیہ مقرر کردیا اور ان میں سے بعض کی ضمانت بعض سے اس لئے لے لی کہ وہ وہاں سے بھاگ کر کہیں نہ جائیں تاکہ یوقنا کے حیلہ کو کسی سے بیان نہ کرسکیں۔

زبا اور زلوبیا پر مسلمانوں کا قبضہ

جب یوقنا نے دونوں قلعوں پر تسلط کرلیا۔ تو وہ مسلمانوں کے آنے کا انتظار کرنے

لگے۔ اتفاق سے اسی وقت قرقیسا کے بادشاہ کی طرف سے ایک سفارت وہاں آئی۔ جو والی قرقیسا کی طرف سے یوقن کے لئے تحائف لائی تھی۔ بادشاہ قرقیسا نے عربوں کے پاس سے بھاگ آنے کی خبر سن کر انہیں مبارکباد دی تھی۔ اسی روز عبداللہؓ بن غسان اور سہیلؓ بن عدی بھی دو ہزار سواروں کے وہاں آپہنچے۔ یوقنا نے انہیں دیکھتے ہی دونوں قلعوں کے دروازے بند کرا لئے۔ اور اپنے ایک معتمد کے ہاتھ ان دونوں کے پاس کہلا بھیجا "کہ مجھے آپ سے جنگ زرگری کرنی پڑے گی۔ اسلئے کہ قرقیسا سے سفارت آئی ہوئی ہے۔ اسے یہ دکھانا ہے کہ میں عربوں کا مخالف ہوں۔ دو چار روز معمولی مقابلہ کرکے میں بھاگ نکلوں گا۔ تاکہ قرقیسا والے یہ سمجھیں کہ میں تمہارے سامنے سے پسپا ہو کر آیا ہوں اور اس قلعہ کے فتح کرنے کی بھی تدبیر کروں۔"

عبداللہؓ اور سہیلؓ نے یوقنا کے پاس قلعوں کی حوالگی کا پیغام بھیجا۔ انہوں نے سختی سے انکار کیا۔ مسلمانوں نے قلعوں پر یورش شروع کر دی۔ چار روز تک سختی سے حملے کرتے رہے۔ یوقنا بظاہر بڑی دلیری سے لڑے۔ پانچویں روز رات کو یوقنا نے عبداللہؓ اور سہیلؓ کے پاس خفیہ پیغام بھیجا کہ اچانک حملہ کر کے قلعہ میں آجاؤ۔ مسلمان آدھی رات کے بعد چلے۔ شرجون نے پہلے ہی دروازے کھول رکھے تھے۔ مسلمانوں نے قلعہ میں داخل ہو کر تکبیر و تہلیل کے نعرے لگائے۔ عیسائی گھبرا گئے۔ یوقنا قرقیسا والوں کو دکھانے کے لئے مصنوعی طور پر لڑنے لگے۔ مسلمانوں کی تلواروں نے عیسائیوں کو پسپا کر دیا۔ یوقنا نے کہا۔ "یہ عرب شیطان ہیں۔" وہ اپنے سو سواروں اور اپنی بیٹی اور قرقیسا کے وفد والوں کو ساتھ لے کر قرقیسا کی طرف بھاگے۔ مسلمانوں نے دونوں قلعوں زبا اور زلوبیا پر قبضہ کر لیا۔ اور عیسائیوں کو دکھانے کے لئے یوقنا کی بیٹی کا کچھ اسباب بھی لوٹ لیا۔

شہریاض کی تدبیر جنگ

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے سیف بن عمیر الیتمی سے اس نے محمد بن ابی المد تیلی بن میسور سے روایت کی ہے کہ یوقنا قلعہ جات زبا اور زلوبیا سے جب بھاگے تو اپنے ساتھ اپنی بیٹی اور اپنے ساتھی سو سواروں کو ہمراہ لے گئے۔ کچھ زبا اور زلوبیا کے لوگ بھی ان کے ساتھ ہو لئے۔ شہریاض کو اس کے گورنروں نے خبر دی کہ یوقنا نے عربوں کا بڑی دلیری سے مقابلہ

کیا۔ لیکن ہزیمت اٹھائی۔ وہ بھاگ کر قرقیسا آرہے ہیں۔ شہریاض نے یوقنا کا استقبال کیا۔ اسے اپنے مملکت کے زوال کو خوف ہو گیا۔ اس نے یوقنا سے اپنے اس اندیشہ کا اظہار کیا۔ یوقنا نے تسلی دیتے ہوئے کہا۔ "اے بادشاہ! خوف نہ کیجئے۔ ہم آپ کے زیر علم اپنی جانیں لڑا دیں گے۔ جب عرب اس شہر کا محاصرہ کریں گے۔ تو ہم اس شدت سے جدال و قتال کریں گے۔ کہ وہ حصار کے پاس بھی نہ پھٹک سکیں گے۔"

شہریاض کو کچھ اطمینان ہوا۔ اس نے انہیں خلعت دی۔ اور شاہی قصر کے قریب ایک عالیشان محل رہنے کو دیا۔ اور شاہانہ طریقہ پر مہمانداری شروع کر دی۔ چونکہ اسے مسلمانوں کے حملہ کا یقین تھا۔ اس لئے اس نے اپنے ماموں کو جو ارض راس العین میں سرزمین ربیعہ کا بادشاہ تھا۔ مدد کے لئے لکھا۔ ایک قاصد اس کے پاس بھیجا۔ اسے لکھا۔ "یا خال یعینی اے ماموں۔ عربوں نے جزیرہ پر یورش کر کے ہماری مملکت پر تاخت کی۔ اور ہمارے دو مشہور قلعوں زبا اور زلوبیا پر قبضہ کر کے وہاں کے فرمانروا اشکیاس کو مار ڈالا۔ یوقنا والی حلب جو کسی وجہ سے مسلمان ہو گئے تھے اور پھر عربوں کے پاس سے بھاگ آئے تھے اشکیاس کے مہمان تھے۔ وہ مقدور بھر لڑے۔ لیکن شکست کھا کر اپنی بیٹی اور اپنے چند معتمدوں کو ساتھ لے کر میرے پاس بھاگ آئے ہیں۔ اس وقت قرقیسا میں موجود ہیں۔ عرب قرقیسا پر حملہ کرنے والے ہیں۔ فوراً میری مدد کرو۔ اور بوزیک ارمنی کو معہ بعض عرب متنصرہ کے میری کمک کے لئے بھیجو۔"

بوریک ارمنی بڑا مدبر۔ سیاست دان۔ بہادر اور ذی فہم شخص تھا۔ اس نے چند ٹیلوں پر کئی گڑھیاں تعمیر کی تھیں۔ ان گڑھیوں کے نام موزر۔ تن۔ عرب۔ عابدین اور سوائڈ تھے۔ عرب مستنصرہ وہ عرب تھے۔ جنہوں نے دین عیسوی اختیار کر لیا تھا۔

جب شہریاض کا قاصد ارض ربیعہ کے بادشاہ کے پاس پہنچا۔ تو اس نے دیکھا۔ کہ بادشاہ بھی عربوں کے خوف سے قلعہ کی مرمت وغیرہ میں مصروف ہے۔ اس نے قلعہ کے گرد نہایت گہری اور چوڑی خندقیں کھدوائیں تھیں اور قلعہ سے ایک میدان کے کنارہ تک سرنگ بنائی تھی۔ فصیلوں کو مضبوط کر لیا تھا۔ حصار پر آلات حرب کثرت سے ڈال دیئے تھے۔ اور منجنیق اور دوسری کلیں جگہ جگہ نصب کرا دی تھیں۔ اس نے عرب مستعرہ کے سرداروں کو جمع کیا تھا۔ نوفل بن بازوں۔ فرید بن تغلب بن عاصم۔ اجمع بن وائل۔ میسرہ

بن وائل۔ میسرہ بن عاصم۔ حزام بن عبداللہ اور قارب بن اصم امرائے عرب سے تھے۔ اس کے طلب کرنے پر اس کے پاس آئے تھے۔ اس نے ان عرب سرداروں کی دعوت کی اور کھانا کھانے کے بعد ان سے کہا:۔

"اے شجاعان عرب! تم جب سے ہمارے ملک میں آکر آباد ہوئے ہو ہم برابر تمہارے ساتھ رحم۔ شفقت کا برتاؤ کر رہے ہیں۔ ہم نے اپنی زمین تمہیں دے دیں۔ تم ہماری چراگاہوں۔ پہاڑوں اور جنگلوں میں اپنے مویشی چراتے۔ اس ملک کی پیداوار سے تم نفع اٹھاتے ہو۔ ہم تمہاری اور تمہارے مویشیوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ تم ہمارے محال ادا کرتے ہو۔ ہم تم سے خوش ہیں۔ اب تمہارے بنی اعمام یعنی چچیرے بھائی ملک شام کے مالک بن گئے ہیں۔ فلسطین اور مصر پر قابض ہو گئے ہیں۔ اب انہوں نے ہم پر لشکر کشی کی ہے۔ چاہتے ہیں کہ ہمیں بھی ہمارے ملک اور ہمارے شہروں سے نکال دیں۔ یہ سمجھ لو کہ اگر انہوں نے ہم پر فتح پائی۔ تو وہ تمہیں یہاں نہیں رہنے دیں گے۔ تاوقتیکہ تم ان کے مذہب میں داخل ہو کر مسلمان نہ ہو جاؤ اگر تم یہ چاہتے ہو کہ امن اور اطمینان سے رہو۔ تو ہمارے ساتھ مل کر مسلمانوں سے لڑو۔ بالکل اسی طرح جیسے جبلہ بن الایہم اپنی قول آل غسان کے ساتھ شہنشاہ ہرقل اعظم کے ساتھ ہو کر عربوں سے لڑا۔ اگر ہم نے مسلمانوں پر فتح پائی۔ تو اس ملک میں ہم اور تم برابر کے حصہ دار ہوں گے۔ اور اگر شکست ہوئی۔ تو دین عیسوی پر مریں گے۔ اس طرح ہمارا اور تمہارا دونوں کا ذکر ہمیشہ باقی رہے گا۔"

بادشاہ کا یہ کلام سن کر جزیرہ کے امرائے عرب نے اسے اطمینان دلایا کہ وہ توران کے اہل قبائل اس کے ساتھ ہو کر مسلمانوں سے آخری دم تک لڑیں گے۔ بادشاہ کی مزید استمالت کے لئے انہوں نے قسمیں کھا کر اپنے قول کو مضبوط کیا۔ بادشاہ کو اس سے بڑی خوشی ہوئی۔ اسی وقت اس کے خواہرزادہ شہریاض کا سفیر اس کے پاس پہنچا۔ اس نے بوریک ارمنی اور نوفل بن عرب مستنصرہ کو چار ہزار سوار دے کر شہریاض کی مدد کے لئے بھیجا۔ یہ امدادی لشکر قرقیسا میں آگیا۔ شہریاض نے بھی اپنی بستیوں۔ گڑھیوں اور قلعوں کے گرد خندقیں کھدوائیں۔ فصیلیں تعمیر کروائیں۔ اور ان میں آلات حرب جمع کر کے انہیں مضبوط کر دیا۔ قرقیسا میں دریائے فرات سے ایک نہر کاٹ کر ملائی گئی تھی۔ اس نہر کا نام خابور تھا۔ نہر پر لوہے کے ستونوں پر نہایت مضبوط پل بنا ہوا تھا۔ اس پل میں لوہے کی موٹی موٹی زنجیریں

پڑی تھیں۔ شہریاض نے اس پل کو تڑوا دیا۔ اور نہر کو اس قدر وسیع کرا دیا۔ کہ بغیر پل اسے عبور کرنا ناممکن ہو گیا۔ غرض شہریاض نے اپنی مملکت کی حفاظت کا معقول انتظام کر لیا۔

مسلمانوں کی قرقیسا کی طرف پیش قدمی

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے۔ کہ شرجون نے عبد اللہؓ بن غسان اور سہیلؓ بن عدی کے سپرد قلعہ جات زبا اور زلوبیا کو کر دیا۔ ان دونوں نے اشکیاس کے مال و متاع پر قبضہ کر لیا۔ اور ان قلعوں کی فتح اور یوقنا کی کارگزاری کا تمام حال مفصل لکھ کر عیاضؓ بن غنم کی خدمت میں روانہ کیا مسلمان یوقنا کی کارگزاری کا حال سن کر بہت خوش ہوئے۔ سب نے مل کر ان کے حق میں دعائے خیر کی۔ عیاضؓ بن غنم نے عبد اللہؓ بن غسان اور سہیلؓ بن عدی کو لکھ بھیجا کہ جو کچھ قلعہ شرقیہ میں سے تم نے لیا ہے۔ اس میں سے ایک حبہ بھی کسی کو نہ دو۔ نہ ضائع ہونے دو۔ کیونکہ یہ سب مال یوقنا کی بیٹی کا ہے۔ وہی اس کا مالک ہے۔ یہ سامان اسی کے حوالہ کیا جائے گا۔ اس مال کو کسی معتمد کے حوالہ کر دو۔ اور اسی معتمد کو قلعہ شرقیہ پر مامور کر کے اور کسی دوسرے کو قلعہ غربیہ پر حاکم مقرر کر کے تم دونوں اپنے اپنے لشکر لے کر قرقیسا کی طرف بڑھو۔"

جب یہ فرمان عبد اللہؓ بن غسان اور سہیلؓ بن عدی کے پاس پہنچا تو انہوں نے قلعہ شرقیہ پر زیاد بن الاسوف کو سو سواروں کے ساتھ مقرر کیا اور قلعہ غربیہ پر اخواص بن عامر کو مامور کر کے سو سوار ان کے ساتھ کر دیئے اور خود دونوں بقیہ لشکر اپنے ساتھ لے کر قرقیسا کی طرف بڑھے۔ راستہ میں دریائے فرات حائل ہو گیا۔ انہوں نے اس نواح کے چند عیسائی باشندوں کو اپنے ساتھ لیا فاضہ کی طرف بڑھے۔ رات کو اس مقام پر پہنچ کر قیام کیا صبح کو نماز فجر کے بعد آگے بڑھے۔ انہوں نے ایک ایسے مقام پر قیام کیا جس کے گرد ماجن محولہ اور بدیل تھے۔ ان دونوں نے اہل ماجن' اہل محولہ اور اہل بدیل کے پاس قاصد بھیج کر ان کے پاس امان بھیجی۔ انہوں نے اس امان کو قبول کر لیا وہ ان بستیوں میں جا اترے۔ وہاں کے لوگوں نے ان کی مہمانداری کی۔ عبد اللہؓ بن غسان نے ان سے کہا۔ "اگر تم ہمارے مطیع رہو گے تو ہم کامیاب ہو گئے تو ہم تمہارے ساتھ رحم اور مہربانی کریں گے۔ اگر ہمیں شکست

ہوئی تو ہم تمہارے یہاں سے چلے جاویں گے۔" ان لوگوں نے اس بات کو منظور کر لیا۔ ان کی اطاعت کا اقرار کیا۔ اور ان کے ہاتھ غلہ فروخت کیا۔

مسلمانوں کی ہزیمت

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ عبداللہؓ بن غسان نے اہل ماجن منتسعرہ سے مصالحت کر کے سہیلؓ بن اساف التمیمی کو جو صحابہ اولین میں سے تھے۔ سو مسلمانوں کے ساتھ ماجیہ ماکین کے طرف تاخت کرنے اور خبر لانے کے لئے روانہ کیا۔ سہیلؓ نے وہاں سے روانہ ہو کر ممسانیہ پر تاخت کیا۔ باشندگان ممسانیہ نے کچھ دیر تو مقابلہ کیا۔ پھر پسپا ہو گئے۔ سہیلؓ کے ساتھیوں نے ان کا مال اسباب لوٹ لیا۔ جبکہ وہ لوٹ میں مشغول تھے۔ وہاں نوفل بن مازن جسے ارض ربیعہ کے بادشاہ نے شہریاض کی مدد کے لئے اریک ارمنی کے ساتھ بھیجا تھا آ گیا۔ اس کے ساتھ اس وقت پانچ سو سوار تھے۔ اس نے آتے ہی مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ مسلمان نہایت بہادری سے لڑے۔ بڑی خونریز لڑائی ہوئی۔ اثنائے جنگ میں تیس مسلمان شہید ہو گئے۔ ستائیس گرفتار ہوئے باقی تنتالیس بھاگ نکلے۔ جب یہ بھاگے ہوئے لوگ عبداللہؓ بن غسان کے پاس پہنچے اور انہیں اور ان کے ساتھی مسلمانوں کو تمام روائیداد سنائی۔ تو سب کو بڑا رنج و قلق ہوا۔

سہیلؓ بن اساف کی سرگذشت

نوفل بن مازن نے جن ستائیس مسلمانوں کو اسیر کر رکھا تھا۔ ان میں سہیلؓ بن اساف بھی تھے۔ یہ نہایت خوبرو۔ وجیہ اور حسین و جمیل تھے۔ نوفل نے مسلمانوں کو رسیوں میں جکڑ لیا۔ اور یہ بے رحمی اور سنگدلی کی کہ قیدیوں کو گھوڑوں سے باندھ دیا۔ تاکہ انہیں چلنے میں تکلیف ہو۔ گھوڑے انہیں بری طرح سے کھینچے ہوئے لے چلے۔ وہ شہریاض کی طرف چلا۔ ان ایام میں شہریاض راس العین میں تھا۔ جب نوفل راس العین کے قریب پہنچا تو اسے معلوم ہوا کہ شہریاض مشقلب کی طرف مرج الطیر (طیر کی چراگاہ) میں ہے۔ وہ قیدیوں کو لے کر وہیں پہنچا اور اس نے مسلمان اسیروں کو شہریاض کے سامنے پیش کیا۔ شہریاض کو

مسلمانوں سے بڑی عداوت ہو گئی تھی۔ اس نے قیدیوں کو قتل کرنے کا حکم دے دیا۔ تمام مسلمان نہایت بے دردی سے قتل کر دیئے گئے۔ سب کے آخر میں سہیلؓ بن اساف باقی رہ گئے۔ اس وقت شہریاض کے پاس ایک بطریق جس کا نام توتا تھا۔ موجود تھا۔ وہ کفرتوتا کا فرمانروا تھا۔ اس کے باپ کا نام پوروک تھا۔ اس کے دل میں سہیلؓ کی محبت قائم ہو گئی۔ اس نے شہریاض سے سہیلؓ کی جان بخشی کی سفارش کر کے اسے خود مانگ لیا۔ شہریاض نے سہیلؓ کو اسے بخش دیا۔ توتا انہیں ساتھ لے کر کفرتوتا میں آیا۔ اور اپنے خاص قصر میں لے کر پہنچا۔ اتفاق سے وہاں توتا کی بیٹی برتیا بھی موجود تھی۔ یہ لڑکی نہایت خوبصورت اور پرجمال تھی۔ اس کے حسن کی شہرت دور دور تک پھیلی ہوئی تھی۔ سہیلؓ کو دیکھتے ہی اور ان پر فریفتہ ہو گئی۔ اس نے اپنے باپ سے کہا۔ "پیارے باپ! یہ عرب مجھے پسند ہے۔ مجھے دے دیجئے۔" توتا نے ہنس کر کہا۔ "یہ نوجوان مجھے بھی پسند آگیا تھا۔ اسے دیکھتے ہی میرے دل میں ایسی شدید محبت پیدا ہوئی۔ کہ میں نے اسے قتل ہونے سے بچالیا۔ اور ملک شہریاض سے مانگ لیا۔ تو اسے مجھ سے طلب کرتی ہے۔ جا میں نے تجھے بخشا۔"

برتیا بہت خوش ہوئی۔ وہ سہیلؓ کو اپنے ساتھ لے کر اپنے قصر میں گئی۔ اور ان کے لئے محل سرا کے کئی کمرے وقف کر دیئے۔ ان کی مدارات میں مشغول ہو گئی۔ ایک روز ایسا اتفاق ہوا۔ کہ جب برتیا سہیلؓ کے پاس پہنچی تو وہ صبح کی نماز پڑھ کر قرآن شریف کی تلاوت کر رہے تھے۔ یعنی محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ (صحابہ) ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں پر سخت تر ہیں اور آپس میں نرم و رحیم تر ہیں۔ تو انہیں دیکھتا ہے کہ وہ رکوع کرتے ہیں۔ سجدے کرتے ہیں۔ اور اللہ کے فضل و رضا کے طلبگار رہتے ہیں۔ ان کی پیشانیوں پر سجدوں کے نشان نور افشاں رہتے ہیں۔"

برتیا بڑے غور سے سن رہی تھی۔ کلام اللہ کی تاثیر و برکت سے اس کا دل مرعوب و متاثر ہو رہا تھا۔ جب سہیلؓ تلاوت سے فارغ ہوئے۔ تو برتیا نے کہا۔ "کیسا پاکیزہ اور فصیح کلام ہے۔"

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ برتیا تعلیم یافتہ لڑکی تھی۔ تورایت اور انجیل پڑھے ہوئے تھی۔ عربی زبان میں پوری دستگاہ رکھتی تھی۔

سہیلؓ نے اس سے مخاطب ہو کر کہا:۔

"یہ خدائے بزرگ و برتر کا وہ کلام ہے۔ جو اس نے رسول عربی حضرت سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ خدا کا کلام پاکیزہ اور فصیح نہ ہو یا اس میں اثر نہ ہو۔"

برتیا۔ "تم نے جو آیتہ تلاوت کی ہے۔ جس میں اللہ کے رسول اور ان کے صحابہ کرام کا ذکر ہے۔ سے ذرا پھر پڑھو۔"

سہیلؓ نے پھر اس آیت کو تلاوہ کیا۔

برتیا نے کہا۔ محمد تو رسول عربی ہیں۔ مگر وہ کون ہیں جن کی شان میں یعنی اور جو ان کے ساتھ والے ہیں۔ اللہ تعالے نے فرمایا ہے۔

سہیلؓ:۔ اس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگوں نے دریافت کیا تھا۔ حضورؐ نے فرمایا تھا۔ اس آیتہ میں اشارہ میرے مصاحب حضرت ابو بکر صدیقؓ کی طرف ہے۔ جو اس وقت جب حضرت محمد رسول اللہ صلعم نے مکہ سے مدینہ کی جانب ہجرت کی تھی۔ تو غار ثور میں ساتھ رہے تھے۔"

برتیا:۔ "ابو بکر صدیقؓ کون تھے؟"

سہیلؓ:۔ "ابو بکر صدیقؓ خلیفہ اول ہیں جو وفات پا گئے۔"

برتیا:۔ "یعنی کافروں پر سخت ہیں۔ یہ کس کی طرف اشارہ ہے۔"

سہیلؓ:۔ "یہ حضرت عمرؓ دوئم کی طرف اشارہ ہے۔ جو اس وقت مدینہ منورہ میں موجود ہیں۔ مسلمانوں کے بادشاہ ہیں۔ لشکر اسلام کو فتوحات کے لئے بھیجتے ہیں۔

برتیا:۔ "یعنی آپس میں نرم ورحیم تر ہیں۔ یہ کون ہیں؟"

سہیلؓ:۔ یہ کاتب وحی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد جن سے حضورؐ کی دو صاحبزادیاں بیاہی گئیں۔ جن کا نام حضرت عثمانؓ ابن عفان ہے کی طرف اشارہ ہے۔

برتیا:۔ "یعنی تو انہیں رکوع اور سجدہ میں دیکھے ہے کون مراد ہیں۔"

سہیلؓ:۔ وہ ان کے چچا کے بیٹے اور داماد حضرت علیؓ بن ابی طالب ہیں۔"

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ برتیا نے جب سے مسلمانوں کے ملک شام پر حملہ کرنے کا حال سنا تھا۔ اسی وقت سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضورؐ کے صحابہ اور اسلام کے متعلق حالات دریافت کرتی رہتی تھی۔ لیکن اسے ایسا کوئی شخص نہیں ملا

تھا۔ جو اسے مفصل حال سے خبردار کرتا۔ حسن اتفاق سے اب سہیلؓ ہاتھ لگے تو اس نے ان سے معلومات حاصل کرنی شروع کیں۔ اس نے دریافت کیا۔ "یعنی اللہ کے فضل اور اس کی رضا کے طلبگار ہیں۔ ان کی پیشانیوں پر سجدوں کے نشان نور افشاں رہتے ہیں۔ یہ کون لوگ ہیں؟"

سہیلؓ:۔ یہ وہ مسلمان ہیں جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں ہمیشہ سچ بولتے ہیں۔ جہاد میں ثابت قدم رہتے ہیں۔ جب میدان کارزار میں اترتے ہیں تو تلواروں نیزوں اور تیروں کی پرواہ نہیں کرتے۔ جنت کے مشتاق بن کر مرنے مارنے پر تیار ہو جاتے ہیں۔ وہ ایسے لوگ ہیں۔ جن کے متعلق خدا نے فرمایا ہے۔ یعنی وہ ایسے ہیں کہ جس بات کا خدا سے عہد کیا اسے پورا کیا۔

برتیا:۔ میں نے دیر قنا کے نیسا راہب سے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے نبی یعنی رسول عربی کی دعوت اسلام کو مشرق سے مغرب تک پہنچا دے گا۔ اور انہیں شرق سے غرب تک مالک کر دے گا۔ مسلمان انہیں اپنے ماں باپ بہن اور بھائی سے افضل و اولیٰ جانیں گے۔ اور ان سے زیادہ عزیز رکھیں گے۔ اور ان کی وفات ... کے بعد لوگ جوق در جوق ان کے مزار پر زیارت کرنے کے لئے آدیں گے اور جب مسلمانوں کے سامنے ان کے نبی کا ذکر ہو گا۔ تو کثرت سے ان پر درود بھیجیں گے۔ کیا ایسا ہی ہے؟"

سہیلؓ:۔ "خدا کی قسم ایسا ہی ہے۔ ہم انہیں ماں باپ۔ بھائی بہن اور تمام عزیزوں سے افضل و بہتر سمجھتے تھے۔ غزوہ احزاب میں جب خندق کھودی جا رہی تھی تو ایک پتھر آ گیا۔ آپ نے اس پر ضرب لگائی روشنی پیدا ہوئی۔ آپ نے فرمایا۔ ملک ایران و شام کی کنجیاں میرے سپرد کی گئی ہیں۔ چنانچہ ملک شام فتح ہو گیا۔ ایران کا بڑا حصہ قبضہ میں آ گیا ہے۔ جو باقی رہے ہے وہ بھی انشاء اللہ فتح ہو جائے گا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مسلمانوں کے سامنے کیا جاتا ہے تو وہ درود بھیجتے۔ خود اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں فرمایا ہے۔ (سورہ الاحزاب) اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو تم بھی ان پر درود اور سلام بھیجا کرو۔" باہر سے لوگ جوق در جوق مزار مبارک کی زیارت کرنے آتے ہیں۔ اے شاہزادی ہمارے نبی صلعم کو یہ رتبہ بڑی تکلیفیں اور مشقتیں برداشت کرنے کے بعد ملا ہے۔ حضور جب تک زندہ رہے

امت کے لئے دعائے خیر کرتے رہے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ آپ کی بڑی چہیتی بیوی تھیں۔ انہوں نے بیان کی ہے کہ ایک شب کو رسول اللہ صلعم کی میرے پاس آنے کی باری تھی۔ آپ عشاء کی نماز پڑھ کر تشریف لائے۔ ہم دونوں سو گئے۔ جب ایک تہائی رات گذری اور وہ وقت آیا۔ جبکہ آسمان میں جگمگاتے ہوئے ستارے تیر رہے تھے۔ اور چرخ چنبری ضوفشاں تاروں کے ساتھ دورہ کر رہا تھا۔ شیاطین پر شہاب ثاقب کی مار پڑ رہی تھی۔ یا ظلمت شب کو دور کرنے کے لئے ستارے ٹوٹ ٹوٹ کر گر رہے تھے۔ سرپردہ انوار الٰہی کے دروازے کھل گئے تھے۔ فرشتے اہل ارض کی طرف نگراں تھے۔ کہ اس وقت کون اپنے پروردگار کی عبادت کر رہا ہے۔ کون سو رہا ہے۔ اس وقت میری آنکھ کھل گئی۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن مجید کی تلاوت کرتے سنا۔ حضورؐ نے جب دیکھا کہ میں بیدار ہو گئی۔ تو مجھ سے فرمایا۔ ہیہات تم عمل نیک سے غافل ہو۔ اٹھو اور نماز پڑھو۔" میں اٹھی۔ آپ نے مجھے کھڑا کیا۔ میں نماز میں مشغول ہوئی۔ اور حضورؐ امت کی شفاعت کے لئے دعا کر رہے تھے۔ یہاں تک کہ نسیم سحری چلنے لگی۔ شگوفہ فجر شگفتہ ہوا۔ صبح کی کلی چٹکنے لگی۔ رات کا اندھیرا صبح کے نور افشاں اجالے سے بدل گیا۔ تب حضورؐ نے مجھ سے فرمایا۔ اب نماز استغفار پڑھو۔ میں نے نماز پڑھی۔ حضورؐ نے بھی پڑھی۔ پھر آپ تسبیح پڑھنے لگے۔ جب آپ تسبیح سے فارغ ہوئے تو ٹھنڈی سانسیں بھرنے اور انگشت شہادت کو دندان مبارک پر مارنے لگے۔ (اہل عرب کا قاعدہ ہے کہ جب کوئی رنجدہ امر اہم انہیں پیش آتا ہے تو انگشت شہادت دانتوں پر مار کر اظہار رنج و حسرت کیا کرتے ہیں۔ صادق۔ صدیقی)

میں نے عرض کیا۔ "میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ میری امت رنجیدہ ہونے کی کیا وجہ ہے۔" آپ نے فرمایا۔ "کیسے رنجیدہ نہ ہوں۔ میری امت ضعیف ترین امت ہے۔ اس سے ضرور گناہ سرزد ہوں گے۔ اور پروردگار عالم نے فرمایا ہے یعنی میں جہنم (دوزخ) کو جنوں اور انسانوں سے بھروں گا۔ کیا عجب ہے کہ میری امت بھی دوزخ میں ڈالی جائے۔ میں نے عرض کیا۔ "آپ رنجیدہ نہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے اور آئندہ گناہ معاف کر دے گا۔" پھر فرمایا ہے یعنی "عنقریب تمہارا رب اب تمہیں منصب شفاعت دے گا جس سے تم خوش ہو جاؤ گے۔" آپ وہ ہیں جن کے نور سے حق سبحانہ تعالیٰ نے آسمانوں۔ زمینوں۔ عرش اور کرسی کو پیدا کیا ہے۔ آپ کے لئے براق حاضر کیا گیا۔ آپ

معراج میں خدا کے پاس تشریف لے گئے۔ آپ سے خدا نے کلام کیا۔ آپ پر عالم ملکوت منکشف ہوا۔ آپ کو لیلۃ القدر دی گئی۔ آپ صاحب بطحا اور مالک حرم ہیں۔ آپ کے آگے پتھر بھی موم کی طرح نرم ہو جاتا ہے۔ درخت آپ کے سلام کے لئے جھک جاتے ہیں۔ آپ کے لئے شق القمر کا معجزہ ہوا۔ آپ پر جہاد کے لئے یہ آیۃ نازل ہوئی۔ "یعنی اے نبی کفار سے جہاد کرو۔ آپ نے کافروں سے جہاد کیا۔ آپ خدا کی حمد و ثنا کرتے رہتے ہیں۔ یقین ہے اللہ تعالیٰ آپ کی امت کو بخش دے گا۔ کیونکہ حق سبحانہ تعالیٰ نے آپ سے مقام محمود کا وعدہ فرمایا ہے جیسا ارشاد کیا ہے۔ "یعنی قریب ہے۔ کہ تمہارا رب تمہیں مقام محمود یعنی امت شفاعت کا منصب عطا کرے۔" اللہ تعالیٰ نے آپ کو حوض کوثر دیا ہے۔ کیا اللہ کی بخششیں آپ کی امت پر رحمت بار نہ ہوں گی۔ کیا باری تعالیٰ نے اس پرچم اسلام کو قبول نہیں کر لیا ہے جو آپ کی امت کے ہاتھ میں ہے۔ آپ اپنی امت پر نزول عذاب کا کیوں خوف کرتے ہیں۔ جبکہ پروردگار عالم نے فرمایا ہے۔ "یعنی تمہاری امت اس امت میں سب سے اچھی ہے جو عوام الناس کی ہدایت کے لئے مقرر کی گئی ہے۔" یا سیدی (اے میرے آقا) آپ خوب جانتے ہیں کہ آپ کے باپ آدم نے آپ کے وسیلہ سے اپنے گناہ کی معافی کی درخواست کی تھی۔ حضرت نوح نے آپ کا واسطہ دے کر غرق سے امان مانگی تھے۔ حضرت ابراہیم نے باوجود جلیل القدر نبی ہونے کے آگ سے محفوظ رہنے کے لئے آپ کی وساطت سے دعا مانگی تھی۔ اللہ تعالیٰ آپ کی امت کو دوزخ میں ڈال کر آپ کو رنجور نہ کرے گا۔"

سہیلؓ کی اس گفتگو کا برتیا پر بڑا اثر ہوا۔ اس نے ان سے دریافت کیا۔ جو شخص تمہارے نبی صلعم کے دین میں داخل ہوا اسے کیا جزا ملتی ہے؟"

سہیلؓ نے جواب دیا۔ "اس کے گذشتہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ اور وہ ایسا ہو جاتا ہے جسے آج ہی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہو۔ اس صلہ میں اسے بہشت ملتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ "یعنی جو برے عمل کرے اور اپنے نفس پر ظلم کرے یعنی گناہ کرے اور پھر اللہ تعالیٰ سے مغفرت چاہے تو اللہ کو بخشنے والا مہربان پائے گا۔" جب اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف کر دے گا۔ تو یقیناً وہ بہشت میں داخل ہو گا۔"

برتیا کا قبول اسلام

برتیا اس بات کو سن کر خوش ہو گئی۔ اس نے کہا۔ "آج میرا اطمینان ہوا ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ میں نے اب تک اس دین کو کیوں قبول نہیں کر لیا۔ مجھے مسلمان کر لیجئے۔"

سہیلؓ بھی بہت خوش ہوئے۔ انہوں نے کہا۔ کہو "یعنی گواہی دیتی ہوں کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔ وہ یکتا ہے کوئی اس کی خدائی میں شریک نہیں ہے۔ اور میں گواہی دیتی ہوں۔ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔"

برتیا نے کلمہ پڑھا اور مسلمان ہو گئی۔ اس نے سہیلؓ سے کہا۔ "تم رات تک میرے مسلمان ہو جانے کو کسی پر ظاہر نہ کرنا۔ آدھی رات کو میں تمہارے پاس آؤں گی۔ اور تمہارے ساتھ لشکر اسلام میں چلوں گی۔

برتیا کی وفات

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ مجھ سے صاعہ بن عدی لمیری نے روایت کی ہے کہ انہوں نے اپنے عدی سے سنا کہ فتح قرقیسا کے بعد جب راس العین کا مال غنیمت سیدنا امیرالمومنین حضرت عمر فاروقؓ کی خدمت میں آیا۔ اس وقت برتیا اور سہیلؓ کی روایت اس طرح بیان کی گئی تھی۔ کہ برتیا نے رات کو اپنے فرار کا انتظام دن ہی میں مکمل کر لیا۔ دن بھر وہ اپنے محل سرا میں رہی۔ رات کو اس نے اپنے گھوڑے طلب کر کے قلعہ کے دروازہ پر بھیج دیئے۔ اور اپنے باپ کے خزانہ میں سے ایک ہزار دینا سرخ لئے اور جب قصر و قلعہ کے محافظ ۔ نگہبان سو گئے۔ تو وہ آدھی رات کے بعد سہیلؓ کے پاس آئی۔ اس وقت سہیلؓ سو رہے تھے۔ اس نے انہیں جگایا۔ ان کی زنجیریں کاٹ دیں اور کہا۔ "آؤ میرے ساتھ چلو۔" دونوں چلے۔ برتیا نے اپنے کمرہ میں لے جا کر سہیلؓ کو پہننے کے لئے زرہ دی۔ اور خود بھی ایک زرہ ویسی ہی پہن لی۔ دونوں محلسرا سے نکل کر قلعہ کے دروازہ پر آئے۔ وہاں برتیا کا ایک خادم دو گھوڑے لئے کھڑا تھا۔ دروازہ کے محافظ سو رہے تھے۔ دونوں گھوڑوں پر سوار ہو

کر قلعہ سے باہر نکل کر چلے۔ اس روز ماہ شعبان کی چودھویں رات تھی۔ وہی رات جو بڑی خیر و برکت کی رات کہی جاتی ہے۔ جو شب قدر کہلاتی ہے۔ جس میں انوار الٰہی کا نزول ہوتا ہے۔ جس میں رزق تقسیم کیا جاتا ہے۔ زندگی اور موت کے فیصلے ہوتے ہیں۔ چاند بڑی آب و تاب سے نکلا ہوا تھا۔ آسمان سے زمین تک نور کی بارش ہو رہی تھی۔ ساری کائنات نور میں نہا رہی تھی۔ یہ دونوں بھی نور سے غرق ہو رہے تھے۔ فضا خاموش تھی۔ کرہ ارض پر سکون چھایا ہوا تھا۔ دونوں نے بمشکل دو فرسخ طے کئے تھے کہ پیچھے سے گھوڑوں کے سموں کی آواز آئی برتیا ایک تو تھی ہی سیم تن اور پر جمال' دوسرے چاندنی کے نور نے اسے اور بھی پیکر جمال بنا دیا تھا۔ اس کے چہرہ سے حسن کی شعاعیں نکل رہی تھیں۔ اس نے سہیلؓ سے مخاطب ہو کر کہا۔ "معلوم ہوتا ہے کچھ لوگ ہمارے تعاقب میں آ رہے ہیں۔ اگر وہ رومی ہوئے۔ تو ان سے میں گفتگو کروں گی۔ اور اگر عرب متنصرہ (وہ عرب جنہوں نے دین عیسوی اختیار کر لیا تھا) ہوئے۔ تو تم گفتگو کرنا۔"

تھوڑی ہی دیر میں آنے والے قریب آگئے۔ یہ ستائیس آدمیوں کی جماعت تھی۔ سبز لباس پہنے سبز گھوڑوں پر سوار تھے۔ جب وہ پاس آئے تو سہیلؓ نے انہیں پہچان لیا۔ وہ وہ لوگ تھے جنہیں نوفل گرفتار کر کے لایا تھا۔ اور شہریاض نے انہیں شہید کرا دیا تھا۔ سہیلؓ نے انہیں سلام کر کے کہا۔ "سبحان اللہ کیا تم وہی نہیں ہو جو میرے سامنے شہید کئے گئے تھے۔"

ان لوگوں میں سے ایک نے کہا۔ "ہاں ہم وہی ہیں۔ مگر کیا تم نے نہیں سنا کر شہید مرتے نہیں۔ زندہ رہتے ہیں۔ اور اپنے رب کے پاس سے روزی حاصل کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ شہیدوں کی موت صرف انتقال مکانی ہے۔ حق سبحانہ تعالیٰ شعبان کی چودہ تاریخ کی شب کو شہیدوں کی روحوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار مبارک کی زیارت کے لئے بھیجتا ہے۔ ہم بھی جا رہے ہیں۔"

سہیلؓ:۔ کاش میں بھی تمہارے ساتھ چلتا۔"

شہید:۔ "تم ابھی ہمارے ساتھ نہیں چل سکتے۔ کیونکہ تمہاری عمر میں اکتالیس دن باقی رہ گئے ہیں اس کے بعد تم بھی ہم میں آملو گے۔ یہ لڑکی (برتیا) جو تمہارے ساتھ ہے بڑی

خوش نصیب ہے۔ اس سے پروردگار عالم خوش ہو گیا ہے۔ اللہ جل شانہ نے اس کے لئے نہر کوثر کے کنارہ ایک عالیشان قصر جواہر و یاقوت سرخ سے تیار کیا ہے۔ اس میں دلاویز پردے آویزاں ہیں۔ انوار تجلیات سے اسے روشن کیا گیا ہے۔ اس کے گنبد منقش ہیں۔ سریر تخت زرنگار ہیں۔ فرش گداز اور خوبصورت مخملی ہے۔ خوشنما پھلواری ہے۔ پھولوں کی مہک سے تمام مکان معطر رہتا ہے۔ تمام قصر حد درجہ آراستہ ہے۔ اس کے گوشہ گوشہ اشیائے نفیس چنی گئی ہیں۔ رنگ و بو کے عجب مناظر ہیں۔ اس کے دروازہ پر جواہرات سے مزین بخط جلی لکھا ہے۔ "یعنی اس جنت میں اپنے حسن اعمال کے صلہ میں داخل ہو۔"

یہ سن کر برتیا کو بڑی مسرت ہوئی۔ اس نے دریافت کیا۔ "کس وجہ سے میں ان نعمتوں کی حقدار ہوئی؟"

ایک شہید نے جواب دیا۔ "تمہیں یہ نعمتیں اس صلہ میں عطا ہوئی ہیں کہ تم نے باری تعالیٰ کی توحید کی شہادت دی۔ اور خدا کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی تصدیق کی۔"

برتیا ایسی مسرور ہوئی کہ اس سے ضبط دشوار ہو گیا۔ اس نے یا "اللہ" کہا اور شادی مرگ ہو گئی۔ وہ جان بحق ہو کر گھوڑے سے گری۔ سہیل ؓ کو بڑا صدمہ ہوا۔ انہوں نے گھوڑے سے اتر کر اسے دیکھا۔ وہ مر چکی تھی بے اختیار ان کے آنسو جاری ہو گئے۔ اس عرصہ میں سبز پوش شہید چلے گئے۔ سہیل ؓ نے اس حور پیکر کو دفن کیا اور گھوڑے پر سوار ہو کر چلے۔ عبداللہ ؓ بن غسان اور سہیل ؓ بن عدی کے پاس پہنچ کر اپنی تمام کیفیت بیان کی۔ اس واقعہ کو سن کر مسلمانوں کا ایمان تازہ ہو گیا۔ اکتالیس روز کے بعد سہیل ؓ بھی شہید ہو گئے۔

مسلمانوں کی قرقیسا میں آمد

واقدی رحمتہ اللہ علیہ سے صفوان بن عامر نے ان سے خویلد بن ماجد نے ان سے عبدالرحمن بن نعمان نے روایت کی ہے کہ عبداللہ ؓ اور سہیل ؓ لشکر مسلمین کو ساتھ لے کر قرقیسا میں جا پہنچے۔ انہیں معلوم ہوا کہ شہریاض نے بڑی بھاری جمعیت فراہم کر لی ہے۔ انہیں خوف ہوا۔ کہ کہیں وہ ان پر شبخون نہ مارے۔ چنانچہ انہوں نے اپنی حفاظت کے لے

لشکر گاہ کے گرد چوڑی اور گہری خندق کھود لی۔ صرف ایک راستہ آمدورفت کے لئے باقی رکھا۔

عرب متنصرہ کا قبول اسلام

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے۔ کہ عیاضؓ بن غنم رقۃ الیضا میں تھے۔ انہیں معلوم ہوا تھا۔ کہ شہریاض قرقیسا میں جنگی تیاریاں کر رہا ہے۔ اور دردوس بادشاہ حران ادارہا کا جمیعت فراہم کرنے میں مصروف ہے۔ وہ اس فکر میں تھے کہ پہلے شہریاض سے جنگ کریں یا دردوس سے۔ خالدؓ بن الولید نے ان سے کہا۔ "شہریاض تم سے قریب ہے اور دردوس دور ہے تم شہریاض کو چھوڑ کر دردوس پر حملہ نہ کرو۔ مناسب یہ ہے کہ اول شہریاض سے لڑو۔ اگر خدا نے اس پر فتح دی۔ تو تمہاری ہیبت تمام اہل جزیرہ پر چھا جائے گی۔ انشاء اللہ جس شہر پر حملہ کرو گے فتح ہو جائے گی۔"

عیاضؓ بن غنم ابھی اس معاملہ میں غور و خوض ہی کر رہے تھے کہ جاسوسوں نے آکر اطلاع دی کہ شہریاض نے عظیم الشان تیاری کر لی ہے۔ بہت سے بادشاہ اس کے مددگار ہو گئے ہیں۔ تمام عرب متنصرہ نے اس کی حمایت کا اقرار کر لیا ہے۔ طریاطس جملیس کا فرمانروا۔ ارمانوس۔ تل سماوی کا بادشاہ۔ ارجوائی یارعیہ اور دردوس حران ورہا کا حکمران اس کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو گئے ہیں۔ اس وقت تک دو لاکھ سوار جمع ہو چکے ہیں۔ انہوں نے حلف اٹھایا ہے۔ کہ وہ آخری دم تک جنگ کریں گے۔ مر جائیں گے۔ مگر پسپا ہو کر نہ بھاگیں گے۔ سب سے پہلے تم پر قوم ارمن حملہ کرے گی اور اس کے بعد رومی لڑیں گے۔ ان کی جمیعت دریائے فرات کو عبور کر کے اس طرف آگئی ہے۔"

عیاضؓ بن غنم نے تیاری شروع کر دی۔ اور ولیدؓ بن عقبہ کو جو نہایت فصیح البیان ار بڑے مدبر و سیاست دان تھے۔ عرب متنصرہ کی طرف دعوت امن دے کر بھیجا۔ ولیدؓ عرب بنی تغلب میں پہنچے۔ انہوں نے اس قبیلہ کے رئیسوں کو جمع کیا۔ ان میں نوفل بن مازن۔ عاصم راجمع۔ میسرہ۔ خرام اور قارب وغیرہ وہی لوگ تھے۔ جنہیں شہریاض نے اس سے پہلے بلا کر اپنی مدد پر آمادہ کیا تھا۔ ولید نے ان لوگوں سے کہا۔ "تم جانتے ہو کہ تم بھی عرب ہو

اور ہم بھی عرب ہیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ تم عیسائی ہو اور ہم مسلمان ہیں۔ یہ جنگ عیسائی اور مسلمانوں کی نہیں ہے۔ بلکہ ارمنوں۔ رومیوں اور عربوں کی ہے۔ ارمنی اور رومی ہمیں اپنا محکوم بنانا چاہتے ہیں۔ ہم ہمیشہ آزاد رہے ہیں۔ اب بھی آزاد رہنا چاہتے ہیں۔ اس جنگ میں تمہیں ہمارا ساتھ دینا چاہئے۔ تمہیں یہ بات بھی معلوم ہے کہ جبلہ بن الایہم غسانی ساٹھ ہزار عرب متنصرہ کی جمیعت سے ہرقل اعظم کے جھنڈے کے نیچے ہم سے لڑنے آیا تھا۔ ہم نے اس سے بھی یہی بات کہی تھی۔ لیکن وہ اپنی جمیعت کی کثرت کے فریب میں آ گیا۔ اس نے رومیوں کے ساتھ مل کر ہمارا مقابلہ کیا۔ خدا نے ہمیں فتح دی۔ رومیوں کی جمیعت پرگنداہ ہو گئی۔ جبلہ نے ہزیمت اٹھائی۔ ہرقل اعظم بھاگ گیا۔ ملک شام پر ہمارا قبضہ ہو گیا۔ جبلہ بھی شکست کھا کر بھاگا۔ تمہاری جمیعت جبلہ کی جمیعت سے زیادہ نہیں ہے۔ ہم دھمکی نہیں دیتے بلکہ یہ کہتے ہیں کہ انجام پر نظر رکھو۔ اگر آج ہم غلام بن گئے تو کل کو تم بھی غلام بنو گے۔ اور اگر ہم آزاد رہے تو تم بھی آزاد ہو گے۔ مسلمان ہو جاؤ گے۔ تو ہمارے بھائی اور اسلامی سلطنت میں برابر کے حصہ دار ہو گے۔ عیسائی رہے تو تم ہمارے اور ہم تمہارے قوت بازو بنے رہیں گے۔"

عرب سرداروں کی آنکھیں کھل گئیں۔ انہوں نے اس تقریر کو بہت پسند کیا۔ وہ مسلمانوں کی مدد پر آمادہ ہو گئے۔ چنانچہ سب شہریاض کے پاس چلنے کو تیار ہو گئے۔ لیکن ایک شخص اباذا شمطامہ اپنے قبیلہ کے لوگوں کے ساتھ بلاد روم کی طرف چلا گیا۔ وہ مسلمانوں کی اعانت پر تیار نہ ہوا۔ باقی سب ولیدؓ بن عقبہ کے ساتھ معہ اپنی جمیعت کے عیاضؓ بن غنم نے ایک روز نوفل وغیرہ عرب متنصرہ کے سرداروں سے مخاطب ہو کر کہا۔ "تم نے ہمارے پاس ہماری مدد کے لئے آ کر حمیت قومی کا ثبوت دیا۔ تمہارے آنے سے ہمیں بڑی خوشی ہوئی۔ تم نے صلیب پرستوں کو چھوڑ دیا۔ یقین ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں عزت و عظمت سے سرفراز کرے۔ پروردگار عالم نے اپنے نبی صلعم سے ہمارے لئے یہ وعدہ کیا ہے کہ وہ ہمیں قیصر و کسریٰ کے ملکوں پر فتح دے گا۔ دونوں کے خزانوں اور سلطنتوں کا ہمیں مالک کر دے گا۔ یہ خوشخبری ہمیں رسول عربی نے دی ہے۔ جو مخبر صادق تھے۔ جن کی شان میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ ان کا کلام خواہش نفس سے نہیں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جو کچھ وہ کہتے ہیں خدا کی

طرف سے ان پر وحی کیا جاتا ہے۔ یہ خوشخبری خدا ہی نے ان کے ذریعہ سے ہم تک پہنچائی ہے۔ ہمارا یہ ایمان ہے کہ یہ پیشین گوئی پوری ہو کر رہے گی۔ ہمارے حق میں خدائے عزوجل نے فرمایا ہے۔ "ہم نے زبور میں نیک بندوں کے اوصاف کے بعد لکھا ہے کہ روئے زمین کے والی اور وارث ہمارے نیک بندے ہوں گے۔" ہم خدا کی واحدانیت کے قائل ہیں۔ اس کی عبادت کرتے ہیں۔ اس کے فرمانبردار بندے ہیں۔ اس کے احکام کی تعمیل کرتے ہیں۔ ہم نیکوکار ہیں۔ انشاء اللہ ہم خدا کی زمین کے مالک ہوں گے۔"

بنی تغلب کے سرداروں پر اس گفتگو کا یہ اثر ہوا۔ کہ وہ معہ اپنے تمام قبیلوں کے مسلمان ہو گئے۔

اباذالشمطا کا بقیہ حال

واقدی رحمتہ اللہ علیہ سے خالد بن سعید نے روایت کی ہے کہ جب اباذالشمطا بلاد روم کی طرف بھاگا۔ تو عیاضؓ بن غنم نے ابوعبیدہؓ بن الجراح جو کہ جو ملک شام کے وائسرائے تھے لکھا۔ انہوں نے امیرالمومنین سیدنا حضرت عمر فاروقؓ کو اطلاع دی۔ امیرالمومنین نے قسطنطین کو جو اسوقت ہرقل کے لقب سے قسطنطنیہ میں بلاد روم کا بادشاہ تھا۔ لکھا کہ "بنی تغلب کے ایک قبیلہ کا سردار باذالشمطا تمہاری طرف چلا گیا ہے۔ وہ گورنمنٹ اسلامیہ کا باغی ہے۔ یا تو تم اسے ہماری طرف نکال دو۔ ورنہ ہم تمام عیسائیوں کو جو ہماری عملداری میں ہیں۔ تمہاری طرف دھکیل دیں گے۔ اور ان کے املاک و سامان ضبط کرلیں گے۔"

جب یہ فاروقی فرمان قسطنطین کے پاس پہنچا۔ تو وہ ڈر گیا۔ اس نے اسی وقت اباذالشمطا کو اپنی حدود سے خارج کر کے اسلامی عمل داری میں بھیج دیا۔

شہرباض کا مشورہ

جب شہرباض نے دیکھا کہ مسلمانوں نے قرقیسا کے سامنے قیام کر کے جیش اسلام کے گرد خندق کھود لی ہے اور بنی تغلب کے عرب متسرہ اس سے روگرداں ہو کر مسلمانوں کے پاس پہنچ گئے۔ اور مسلمان ہو گئے۔ تو اسے بڑا فکر ہوا۔ لیکن اس کے پاس بہت سے

عیسائی فرمانروا اس کی مدد کے لئے آ گئے تھے۔ کافی لشکر جمع ہو گیا تھا۔ اس لئے اس نے قسمت آزمائی کرنے کا ارادہ کر لیا۔ اس نے ایک کلیسا میں ان عیسائی فرمانرواؤں کو جو اس کی مدد کے لئے آئے تھے اور اپنے فوجی افسروں۔ وزیروں اور شہر کے رؤساء کو جمع کر کے کہا:۔ "مسیحی جانبازو! مسلمان تمہارے قلعہ کے سامنے آ گئے ہیں۔ اگر یہ قلعہ فتح ہو گیا۔ تو وہ آسانی سے تمام جزیرہ پر تسلط کر لیں گے۔ تم اپنے دین کے واسطہ۔ اپنی آل اولاد کے لئے۔ اپنی دولت کے لئے جی توڑ کر لڑو۔ میں نے تاریخوں کا مطالعہ کیا ہے۔ اگلے بادشاہوں کے حالات پڑھنے سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے۔ کہ وہ لوگ جب لشکر کشی کرتے تھے۔ تو مکر و حیلہ سازی سے بھی کام لیتے تھے۔ میرا ارادہ بھی ہے کہ میں ان عربوں کے ساتھ مکر کروں۔ قصہ یہ ہے کہ لشکر لیکر ان کے مقابلہ کو نکلوں۔ جب فریقین کی صفیں مرتب ہو جائیں اور ایک فریق دوسرے فریق کو صاف طور پر دیکھنے لگے۔ تب میں تنہا مسلمانوں کی طرف بھاگوں تم میرا تعاقب کر کے مجھے گھیر لو۔ گھوڑے سے اتار کر پا پیادہ کر دو۔ قتل کرنے کے لئے مجھ پر تلوار اٹھاؤ۔ میں بلند آواز سے کہوں گا۔ تختی ہو تم پر۔ تم اپنے بادشاہ کو قتل کرتے ہو۔ حالانکہ میں نے جو تم سے کہا تھا۔ کہ تم مسلمانوں سے مصالحت کر لو اور یہ قلعہ ان کے حوالہ کر دو۔ اس سے میری یہ غرض تھی کہ میں تمہاری دینی حمیت اور قومی شجاعت کا امتحان لینا چاہتا تھا۔ یہ سنتے ہی تم میری تعظیم و تکریم بجا لانا۔ اور عربوں سے جنگ شروع کر دینا۔ میں موقع پر کر مسلمانوں کے پاس بھاگ جاؤں گا۔ اور ان سے کہوں گا۔ کہ میرے دل میں تمہارے مذہب نے گھر کر لیا ہے۔ میں مسلمان ہونا اور قلعہ تمہارے سپرد کرنا چاہتا تھا لیکن قوم نے میری مخالفت کی اور مجھے قتل کرنا چاہا۔ اب تمہارے پاس امان مانگنے آیا ہوں۔ میں قلعہ کے خفیہ راستہ سے واقف ہوں۔ تمہیں اس راستہ سے قلعہ میں داخل کر دوں گا۔ وہ میری طرف سے مطمئن ہو جاویں گے۔ رات کو میں ان کے امیر کو قتل کر کے بھاگ آؤں گا۔ اور صبح کو اس حالت میں ان پر حملہ کر دوں گا۔ جب وہ اپنے سردار کے مارے جانے پر پریشانی میں مبتلا ہوں گے۔ اس وقت ہم آسانی سے انہیں شکست دے کر بھگا دیں گے۔"

شہریاض کا وزیر ایک ارمنی عیسائی تھا۔ نہایت گھاگ اور بڑا ہوشیار تھا۔ اس نے کہا۔

"آپ شاید عربوں سے واقف نہیں ہیں۔ وہ اڑتی چڑیا کو پہچانتے ہیں۔ مکر کی بات کو فوراً سمجھ

لیتے ہیں۔ ملک شام میں شامی عیسائیوں نے انہیں طرح طرح سے دھوکا دینا چاہا۔ لیکن وہ کسی کے فریب میں نہ آئے۔ اور الٹا مکر کرنے والے ہی اپنے مکر کا شکار ہو گئے۔ میں اس بات کی تائید نہیں کر سکتا۔ اگر مسیح نہ کریں تمہیں کوئی نقصان پہنچ گیا۔ تو ہم تمہارے ماموں کو کیا منہ دکھائیں گے۔ اور جب وہ پوچھیں گے۔ کہ ہم نے کیوں تمہیں عربوں میں جانے دیا۔ تو کیا جواب دیں گے۔ یہ تدبیر سخت خطرناک ہے۔"

یوقنا بھی وہاں موجود تھے۔ انہیں اندیشہ ہوا۔ کہ کہیں شہریاض اپنی تدبیر پر عمل کر کے لشکر اسلام کے امیر کو قتل کرنے میں کامیاب نہ ہو جائے۔ چنانچہ انہوں نے کہا۔ "وزیر ارمنی نے نہایت معقول بات کہی ہے۔ ہم بادشاہ کو اگر عربوں میں جانے دیں گے۔ تو ان کے ماموں ہم پر عتاب کریں گے۔ ایسی خطرناک تدبیر کیوں کی جائے۔ جس میں خطرہ زیادہ اور کامیابی کا امکام کم ہے۔ پھر ایک شخص کے مارے جانے سے مسلمانوں کا گھبرا کر بھاگ جانا بھی آسان نہیں ہے۔ میں ایک تدبیر بتاتا ہوں جو آسان بھی ہے اور اگر کارگر ہو گئی۔ تو ایک نہیں مسلمانوں کے تمام مشہور سردار ہمارے قبضہ میں آجائیں گے۔"

شہریاض:۔ "وہ کیا تدبیر ہے؟"

یوقنا:۔ "تدبیر یہ ہے کہ کل صبح ہوتے ہی ہم عربوں کے مقابلہ کے لئے نکلیں۔ پوری کوشش اور نہایت سرفروشی سے لڑیں۔ اس جنگ میں تمام سرداروں کی بہادری کا حال کھل جائے گا۔ اگر کامیابی نظر آئے۔ تو بڑھ کر مسلمانوں کو شکست دے کر بھگا دیں۔ کمزوری معلوم ہو تو بھاگ کر قلعہ میں آجائیں۔ اور قلعے کے دروازے مضبوط بند کر لیں۔ عرب سمجھیں گے۔ کہ ہم ان سے ڈر گئے۔ وہ اپنے مسکن سے باہر نکل کر قلعہ کا محاصرہ کریں گے۔ یہ بات تمہیں سب کو معلوم ہے۔ کہ مسلمانوں کے ساتھ ان عیسائیوں کی جمیعت بھی ہے۔ جو مسلمان ہو گئے ہیں۔ یہ بات قدرتی ہے۔ کہ ان کا رجحان طبع ہماری طرف ہو گا۔ ہم خفیہ طور پر انہیں ترغیب دیں کہ وہ ہماری مدد کریں۔ ہم انہیں معقول جاگیریں دیں گے۔ دولت دیں گے۔ اور اہل جزیرہ کی خوبصورت لڑکیوں سے ان کی شادیاں کریں گے۔ یقین ہے وہ طمع میں آجائیں گے۔ اور ہمارا ساتھ دینے پر آمادہ ہو جائیں گے۔ پھر ہم مسلمانوں کو لکھیں کہ وہ اپنے سرداروں کو ہمارے پاس بھیجیں تاکہ ہم ان سے گفتگو کر کے معلوم کریں کہ مسلمان کیا

چاہتے ہیں۔ ممکن ہے مصالحت ہو جائے۔ جب ان کے سردار قلعہ میں آجاویں۔ تو ہم انہیں گرفتار کر کے ان سے کہیں گے۔ کہ وہ مسلمانوں کو لکھیں کہ وہ یہاں سے چلے جاویں۔ ورنہ ہم انہیں یعنی اسیروں کو قتل کر ڈالیں گے۔ جب یہ سردار اپنے فوجیوں کے پاس پیغام بھیجیں گے۔ تو وہ یا چلے جاویں گے۔ ورنہ ہم ان پر اچانک حملہ کر کے انہیں پسپا کر دیں گے۔ چونکہ ان کے سردار ہماری قید میں ہوں گے۔ اس لئے وہ کچھ نہ کر سکیں گے۔ اور بھاگ ہی جاویں گے۔"

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ یوقنا نے یہ مشورہ اس لئے دیا تھا۔ تاکہ اہل جزیرہ کے دلوں میں اگر ان کی طرف سے کوئی شک ہے۔ تو وہ دور ہو جائے۔ سمجھیں کہ وہ یعنی یوقنا حامی دین عیسوی ہیں۔ اس کے علاوہ ان کا یہ مطلب بھی تھا۔ کہ صحابہ کرام کی ایک جماعت قلعہ میں داخل ہو جائے۔ اور وہ موقع پا کر انہیں قلعہ پر مسلط کرا دیں۔

وزیر ارمنی نے ان کی اس رائے کی مخالفت کی اور کہا۔ "یہ تدبیر بھی مناسب نہیں ہے۔ اس میں بھی کئی خطرے ہیں۔ اول تو یہ ممکن نہیں کہ مسلمان اپنے سرداروں کو بھیجیں وہ عام آدمیوں کو بھیجیں گے۔ اگر انہیں گرفتار کر کے قتل کی دھمکی بھی دی اور وہ مسلمانوں کے پاس کوئی پیغام بھیجنے کو تیار نہ ہوئے۔ تو کیا ہو گا۔ دوسرے یہ کہ اگر تم نے ان کے چند آدمیوں کو گرفتار بھی کر لیا۔ تو مسلمانوں کو جوش اور غصہ تو آجائے گا۔ لیکن وہ خوفزدہ نہیں ہوں گے۔ اور اس فکر میں رہیں گے۔ کہ ہمارے آدمیوں کو بھی گرفتار کر لیں۔ اس صورت میں وہ بڑی سرفروشی سے لڑیں گے۔

یوقنا مصنوعی طور پر برہم ہو گئے۔ انہوں نے ترشرو ہو کر کہا۔ "حضرت مسیح کی قسم تمہارے دلوں میں عربوں کا خوف سما گیا ہے۔ تم ان سے مرعوب ہو گئے ہو۔ خوفزدہ لوگ کچھ نہیں کر سکتے۔ میں اس ذات کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ جس کا مجھے اعتقاد ہے۔ کہ جب عربوں نے میرے قلعہ حلب پر یورش کی۔ تو میں نے اپنی جرات و شجاعت سے انہیں تھرا دیا تھا۔ وہ میرا نام سن کر لرزنے لگے تھے۔ میں نے ان پر متعدد شبخون مارے۔ ان کی بھاری جمعیت کو قتل کیا۔ پورے سال بھر تک عرب حلب کا محاصرہ کئے پڑے رہے۔ اور کچھ نہ کر سکے۔ اتفاق سے ان کے ایک حبشی غلام نے جس کا نام دامس ابوالہول ہے۔ ستائیس آدمیوں کو ساتھ لے کر حیلہ کیا۔ اور قلعہ پر قابض ہو گیا۔ اگر اس کا فریب کارگر نہ ہوتا۔ تو میرا قلعہ کبھی فتح

نہ ہوتا۔ میں مسلمانوں کی تمام جمیعت کا مقابلہ ایک سال تک کرتا رہا۔ تمہارے قلعہ پر مسلمانوں کی بہت ہی معمولی تعداد حملہ آور ہوئی ہے۔ تم اتنے تھوڑے عربوں سے ڈر رہے ہو۔ اگر سارے عرب آجائیں تو یقیناً تم دہل کر ہی مرجاؤ۔ حالانکہ تمہارا یہ قلعہ کافی مضبوط ہے۔ اس کے ایک طرف پہاڑ ہے۔ قلعہ کے گرد گہری اور چوڑی خندق ہے۔ کسی طرف سے بھی غیر محفوظ نہیں ہے۔ میرا قلعہ ایسا مستحکم نہ تھا۔ جس طرح مسلمان اپنے دین کے لئے لڑ رہے ہیں۔ اسی طرح عیسائیوں کو بھی چاہئے۔ کہ وہ اپنے مذہب کے لئے اپنے ناموس کے لئے اپنے ملک کے لئے اور اپنی قوم کی ناموری کے لئے لڑیں۔ خوف اور پس و پیش نہ کریں۔ اگر مسلمان سرداروں کے بجائے عام آدمیوں کو بھیجیں گے تو چونکہ میں ان میں رہا ہوں۔ انہیں پہچان لوں گا۔ پھر ہم ان سے مطالبہ کریں گے کہ وہ خادموں اور غلاموں کو نہیں سرداروں کو بھیجیں۔ میں ان کے لوگوں کے نام تک جانتا ہوں۔ ہم انہیں لکھیں گے کہ مقدادؓ کو۔ عمانؓ کو۔ شرجیلؓ کو۔ عبدالرحمنؓ بن مالک کو۔ نوفلؓ کو۔ اسودؓ بن قیس کو۔ خالدؓ بن جعفر کو۔ مالکؓ بن نوبہ کو اور سلامہؓ بن عامر کو جو اشراف قوم سے ہیں بھیجیں۔"

ارمنی وزیر نے ہنس کر کہا۔ "مسیح کی قسم عرب ہرگز ایسے لوگوں کو تمہارے پاس نہ بھیجیں گے۔ اور اگر بھیجیں گے بھی تو پہلے تم سے ضمانت میں تمہارے سرداروں کو طلب کریں گے۔"

یوقنا:۔ "ممکن ہے کہ وہ ضمانت میں ہم سے ہمارے معززین کو طلب کریں۔ ایسی صورت میں ہم اپنے شہر کے عوام الناس میں سے چند لوگوں کو لباس فاخرہ پہنا کر ان کے پاس بھیجیں گے۔ اور ان سے کہہ دیں گے کہ یہ ہمارے اکابر قوم اور روسائے شہر ہیں۔"

شہریاض نے کہا:۔ "تمہارا مشورہ مناسب ہے۔ حضرت مسیح کی قسم میں اسی مشورہ پر عمل کروں گا۔"

چنانچہ شہریاض نے اعلان کرا دیا۔ کہ کل حملہ کیا جائے گا۔ جنگی تیاریاں مکمل کر لی جائیں۔

شہریاض کا قتل

عبداللہؓ بن غسان اور سہیلؓ بن عدی خندق کے احاطہ میں اپنے مختصر لشکر لئے مقیم

تھے۔ ابھی تک اہل جزیرہ نے قلعہ سے نکل کر کسی روز بھی حملہ نہیں کیا تھا۔ ایک دن دفعۃً قلعے کے پھاٹک کھلے اور قرقیسا کے اندر سے عیسائیوں کا سیلاب بہہ کر خندق کی طرف بڑھا۔ شہریاض اور ارمنی وزیر پیش پیش تھے۔ عبداللہؓ بن غسان نے انہیں دیکھتے ہی نعرہ لگایا۔ اے دین کے مددگار چلو چلو۔"

مسلمان ہتھیاروں کی طرف جھپٹے۔ جلد جلد مسلح ہو کر گھوڑوں پر سوار ہوئے۔ اور دروازہ خندق سے باہر نکلے۔ غنیم کی کوہ پیکر جیسی صفیں بڑھتی چلی آرہی تھیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ انہوں نے خیل عرب کو کچل ڈالنے کا ارادہ کر لیا ہے۔ مسلمانوں نے آسمان کی طرف گردنیں اٹھا کر دعا مانگی۔

"اے ہمارے پروردگار تو ہماری ایسی ہی مدد کر جیسی اپنے نبی کی احزاب کے دن کی تھی۔"

خندق سے باہر نکل کر عرب مجاہدین نے صفیں مرتب کیں۔ میسرہ۔ میمنہ اور قلب قائم کئے۔ جب لشکر کی ترتیب ہو چکی تو عبداللہؓ بن غسان نے کہا۔ "اے مجاہدین اسلام! جہاد کا وہ مبارک وقت آگیا جس کا تمہیں انتظار تھا۔ جنت آراستہ کر دی گئی ہے حوریں شہیدوں کے لئے در جنت پر آکھڑی ہوئی ہیں۔ طاغیہ جزیرہ صلیب پرستوں کو ساتھ لے کر تم سے جنگ کرنے کے لئے آئے ہیں۔ تم خدا کے پرستار ہو۔ خدا کا نام لیکر مقابلہ کرو۔ خدا اپنی عبادت کرنے والوں کو دشمنوں کے رحم پر نہ چھوڑے گا۔ ضرور ہماری مدد کرے گا۔ اور انشاء اللہ ہم ان باغی صلیب پرستوں پر فتح یاب ہوں گے۔ دشمنوں کی کثرت سے ہراساں نہ ہونا۔"

مجاہدین اسلام نے کہا۔ "خدا کی قسم ہمیں جہاد سے زیادہ کوئی چیز بھی مرغوب و محبوب نہیں ہے۔ ہم جنت کے طلبگار ہیں اور جنت کا راستہ تلواروں کے سایہ میں ہے۔"

محمد بن مسلمہ نے واقدی رحمتہ اللہ علیہ سے روایت کی ہے کہ شہریاض نے نہایت سختی سے مسلمانوں پر حملہ کیا۔ مسلمان سد سکندری کی طرح ڈٹ گئے۔ تلواریں اور نیزے اپنے کام کرنے لگے۔ قتل و خونریزی کا بازار گرم ہو گیا۔ صفیں زیر و زبر ہو گئیں۔ مسلمان عیسائیوں میں اور عیسائی مسلمانوں میں گھپ ہو گئے۔ اگرچہ مسلمانوں کی تعداد بہت ہی تھوڑی تھی۔ لیکن وہ نہایت سرفروشی اور جوانمردی سے لڑ رہے تھے۔ عبداللہؓ بن مالک اشتر

نے ارمنی وزیر کو دیکھا۔ وہ اسے کوئی رومی بادشاہ سمجھ کر اس کی طرف جھپٹے اور تاک کر اس کے سینہ پر اس زور سے نیزہ مارا کہ انی پشت کے پار نکل آئی۔ وہ خوفناک چیخ مار کر گرا۔ عبداللہؓ بن مالک اشتر نے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا۔ مسلمانوں نے شدت سے حملہ کر کے بیدریغ رومیوں کو قتل کرنا شروع کر دیا۔

نعمانؓ بن المنذر سے شہریاض کو دیکھا۔ وہ اسے قرقیسا کا شہنشہ نہیں بلکہ کوئی اور بادشا سمجھے اس کی طرف جھپٹے شہریاض کے ایسا نیزہ مارا کہ وہ مردہ ہو کر گرا۔ جنگ نہایت زور و شور سے ہو رہی تھی۔ تلواریں برابر کاٹ کر رہی تھیں۔ نیزے سینوں میں اتر رہے تھے۔ لاشوں پر لاشیں گر رہی تھیں۔ عیسائی غالب معلوم ہوتے تھے۔ دفعتہ انہوں نے اپنے بادشاہ کو قتل ہو کر گرتے دیکھا۔ بجائے اس کے کہ ان میں جوش پیدا ہوتا۔ ان پر خوف چھا گیا۔ وہ گھبرا کر بھاگے اور قلعہ میں پہنچ کر قلعہ بند ہو گئے۔

قرقیسا پر یورش

اہل قرقیسا کے ساتھ ایک ہی جنگ میں مسلمانوں کو ان کی قوت کا اندازہ ہو گیا۔ یا تو وہ خندق میں محصور تھے یا اب قلعہ کے گرد چھا گئے۔ شہریاض کی ملکہ کا نام ارمانوسہ تھا۔ وہ جوان اور نہایت حسینہ و جمیلہ تھی۔ اسے بادشاہ کے مارے جانے کا نہایت صدمہ ہوا۔ اس نے اراکین سلطنت اور معززین قوم کو اپنے حضور میں طلب کیا۔ یوتنا کو بھی بلایا اور ان سے عربوں کے معاملہ میں مشورہ کیا۔ چونکہ قلعہ کے اندر عیسائیوں کی کافی جمعیت تھی۔ اس لئے اس نے لڑائی کی رائے دی۔ یوقنا نے بھی جنگ کا ہی مشورہ دیا۔ ارمانوسہ کو اطمینان ہو گیا۔ جنگی تیاریاں مکمل کر لی گئی۔ شہرپناہ پر سنگ اندازی کی کلیں مناسب موقعوں پر لگا دی گئیں۔ سامان حرب کے انبار لگا دیئے گئے۔ فوجیں پھیلا دی گئیں۔ غرض مدافعت کا ہر ممکن انتظام کر لیا گیا۔

مسلمانوں نے پیدلوں کو جنہیں فلاخن اندازی میں کمال حاصل تھا۔ حملہ کرنے کا حکم دیا۔ منذرؓ بن العاصم ان کے افسر تھے۔ ان سے بڑھ کر سنگ اندازی میں حجاز اور یمن میں کوئی شخص نہ تھا۔ ان کا نشانہ کبھی خطا نہ کرتا تھا۔ ان کی قوت بازو کا یہ حال تھا کہ خاصے وزنی پتھروں کو اس زور سے پھینکتے تھے کہ فصیل اور برج پر جا کر پڑتے تھے۔ اور جن لوگوں کے جا کر

لگتے تھے۔ ان کی ہڈیوں پسلیوں کو توڑ ڈالتے تھے۔ انہوں نے پر زور حملہ شروع کیا۔ ان کے ماتحت لوگوں نے اس شدت سے پتھر برسائے اور خود منذرؓ نے ایسے تاک تاک کر نشانے لگائے کہ عیسائیوں کا ٹھہراؤ ہو گیا۔ انہیں برجیوں اور فصیل پر ٹھہرنا دشوار ہو گیا۔ پھر بھی انہوں نے بڑے استقلال سے مدافعت کی۔ ان کی منجنیقوں نے بھی پتھروں کی بارش کر دی۔ مسلمانوں کو بھی ان پتھروں سے نقصان پہنچا۔ صبح سے شام تک لڑائی ہوتی رہی۔ رات کو بند ہو گئی۔ دوسرے روز صبح ہوتے ہی پھر شروع ہو گئی۔ اسی طرح مسلمان روزانہ حملے کرتے تھے۔ عیسائیوں کا کافی نقصان ہو جاتا تھا۔ ان روز روز کے حملوں سے قلعہ والے تنگ آ گئے۔ ازمانوسہ نے یوقنا سے کہا۔ "اے دمشق ان عربوں کے متعلق تم جن تدبیروں کا ذکر کیا کرتے تھے۔ وہ کب عمل میں لاؤ گے۔ ان کے روز روز کے حملوں نے ہمیں تنگی میں ڈال دیا ہے۔"

یوقنا نے کہا: "میں غافل نہیں ہوں۔ عنقریب ایسی تدبیر کروں گا۔ جو کامیابی پر ختم ہو گی۔ آج میں عربوں سے کچھ گفتگو کروں گا۔"

چنانچہ یوقنا فصیل پر آئے۔ اور جو برج عربوں سے بہت ہی قریب تھا۔ اس میں آ کر کھڑے ہوئے۔ قرقیسا کے بہت سے معزز لوگ ان کے ساتھ تھے۔ انہوں نے پکار کر کہا۔ "اے گروہ عرب! تم نے محاصرہ میں شدت کر لی۔ ہمارے بادشاہ شہریاض کو مار ڈالا۔ میں یہ جانتا ہوں۔ کہ تم لوگ اہل وفا سے ہو۔ عہد و اقرار کو پورا کرتے ہو۔ میں جاننا چاہتا ہوں۔ کہ تم ہم سے کیا چاہتے ہو؟"

سہیلؓ بن عدی قریب تھے۔ انہوں نے عیسائیوں کو یہ دکھانے کے لئے کہ یوقنا سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ بلند آواز سے کہا۔ "اے دشمن اپنی جان کے تو نے ہم سے فریب کیا۔ ہمیں نقصان پہنچانا چاہا۔ پہلے ہمارے دین میں داخل ہوا اور جب ہم تیری طرف سے مطمئن ہو گئے۔ تو تو ہمارے پاس سے بھاگ نکلا۔ اپنے پچھلے دین پر پھر گیا۔ لیکن نہیں جانتا تھا۔ کہ ہم سے بھاگ کر کہاں جائے گا۔ کدھر روپوش ہو گا۔ ہم تیری تلاش میں ہیں۔ اور خدا کی ذات سے امید رکھتے ہیں کہ بزور شمشیر اس شہر پر غالب ہوں گے اور تجھے گرفتار کر کے تیری گردن ماریں گے۔"

یوقنا: "اے امیر عرب! تمہیں خوب معلوم ہے کہ جب تک میں تم میں رہا۔ تمہاری

[illegible library stamp]

خیر خواہی اور ہمدردی کی۔ لیکن مجھے اپنا دین بھایا۔ اس میں داخل ہو گیا۔ میں نے تمہارے ساتھ کوئی برائی نہیں کی ہے۔ اب بھی تمہاری خیر خواہی کے خیال سے کہتا ہوں۔ کہ تم یہ قلعہ فتح نہیں کر سکتے کیونکہ یہ بڑا مضبوط ہے۔ اس میں مردان کارزار کثرت سے ہیں۔ سامان حرب بہت ہے غلہ کافی ہے۔ میں چاہتا ہوں۔ کہ مصالحت ہو جائے۔ خونریزی نہ ہو۔"

سہیلؓ: "خونریزی کو ہم بھی پسند نہیں کرتے۔ جنگ سے صلح کو دوست رکھتے ہیں۔"

یوقنا: "اگر یہ بات ہے تو تم ہم سے ایک سال کے لئے مصالحت کر لو۔ اگر اس عرصہ میں تم نے راس العین فتح کر لیا۔ تو پھر ہم دائمی صلح کر لیں گے۔ اور اگر تم اسے فتح نہ کر سکے۔ تو صلح قدرتی طور پر ٹوٹ جائے گی۔

سہیلؓ: "ہمیں یہ بات منظور ہے۔"

یوقنا: "اگر تم اپنے دس معزز آدمیوں کو ہمارے پاس بھیجو تاکہ ہم ان سے قول و قرار کر لیں۔"

سہیلؓ: "جن لوگوں کو تم لکھو ہم بھیج دیں۔"

یوقنا: "میں جن کے نام لیتا ہوں انہیں بھیجو۔ مقدادؓ بن الاسواد۔ اور اسودؓ جو قیس کے غلام ہیں۔ خالدؓ بن جعفر۔ رواحہؓ بن قیس۔ ہمامؓ بن الحارث۔ سلامہؓ بن عامر۔ ابن نعیمؓ اور فلاں اور فلاں۔

راوی نے کہا ہے کہ تین نام اس نے اور بتائے۔

اس عرصہ میں عبداللہؓ بن غسان بھی وہاں آ گئے۔ انہیں جب تمام گفتگو یوقنا اور سہیلؓ بن عدی کی معلوم ہوئی۔ تو انہوں نے یوقنا سے کہا۔ "ہم اپنے معزز لوگوں کو اس وقت تمہارے پاس بھیجیں گے۔ جب تم بھی اپنے دس معزز لوگ ہمارے پاس بھیج دو۔"

یوقنا: "ذرا توقف کرو۔ میں اس کا ابھی جواب دوں گا۔"

یوقنا نے ارمانوسہ سے جا کر کہا۔ "عرب اپنے ان آدمیوں کو بھیجنے پر آمادہ ہیں۔ جنکے نام میں نے لئے ہیں۔ لیکن وہ ضمانت میں ہمارے آدمی بھی طلب کرتے ہیں۔"

ارمانوسہ: "پھر کیا ہے۔ بازاری لوگوں کو بھیج دو۔"

یوقنا: "مجھے اندیشہ یہ ہے کہ اگر ہم نے بازاری لوگوں کو بھیج دیا۔ اور عربوں کو معلوم ہو گیا۔ تو وہ کھٹک جائیں گے۔ اپنے لوگوں کو نہ بھیجیں گے۔ واقعہ یہ ہے کہ عرب لوگ مکرو

فیرب کو بہت جلد سمجھ لیتے ہیں۔ حکیم فارس کا قول ہے کہ جب غدر و بیوفائی کرنا قوم کی عادت و طبیعت ہو تو وہ کسی پر بہت کم اعتبار و اعتماد کرتے ہیں۔ عرب ہمارے فریب میں نہ آئیں گے۔ اول تو بادشاہوں کو اپنے عہد و اقرار پورے کرنے چاہیں۔ دوسرے اگر فریب بھی کریں۔ تو ایسا جو چل جائے۔ اگر آپ نے بازاری لوگوں کو بھجا۔ تو شہر میں روساء اور امراء باقی رہ جائیں گے۔ مجھے خوف ہے کہ یہ لوگ شاید اپ کی حکومت پسند نہ ریں۔ اور آپ کو معزول کرنے کی سازشیں کرنے لگیں۔ مجھے وہ باہر کا اور غیر معتبر آدمی سمجھتے ہیں۔ میرا رعب و خوف نہیں مانتے۔ میں چاہتا ہوں کہ عربوں کے ساتھ باعزت سمجھوتہ ہو جائے۔ لیکن ان سے ڈرتا ہوں۔ کہ وہ رخنہ اندازی کریں گے۔ اس لئے بازاری لوگوں کو نہ بھیجئے۔ بلکہ ان امراء کو رہائن میں بھیجئے۔ جن سے بغاوت و سرکشی کا اندیشہ ہے۔ اس کا یہ اثر ہو گا۔ کہ جو معززین شہر میں رہ جائیں گے۔ انہیں تمروی کی جرات نہ ہو گی۔"

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ اس تدبیر سے یوقنا رحمتہ اللہ علیہ کا مطلب یہ تھا۔ کہ شہر کے چنیدہ رئیسوں اور امیروں کو رہائن میں عربوں کے پاس بھیج دیں تاکہ جب عرب قلعہ پر قبضہ کرنے کے لئے یورش کریں۔ تو ان کی مخالفت و مزاحمت کرنے والا کوئی باقی نہ رہے۔ چنانچہ ملکہ ارمانوسہ نے یوقنا کی رائے کو بہت پسند کیا۔ اور امرائے قوم میں سے دس معزز ترین آدمیوں کو عبداللہؓ بن غسان کے پاس بطور رہائن کے بھیج دیا۔ جب یہ لوگ وہاں پہنچ گئے۔ تو عبداللہؓ بن غسان نے مقدادؓ وغیرہ کو جنہیں یوقنا نے طلب کیا تھا۔ قلعہ میں بھیج دیا۔ یہ بھی دس عرب تھے۔ یوقنا نے انہیں برج کبیر میں۔ جو برج المنذر کے نام سے مشہور تھا۔ اترنے اور ٹھہرنے کا حکم دیا۔ اس برج میں اہل شہر کے احوال و آل جمع تھے۔ اور ملکہ کے معتمد لوگ اس کی حفاظت پر مامور تھے۔ جب دسوں عرب برج میں پہنچ کر مقیم ہو گئے۔ تب یوقنا نے ارمانوسہ کے پاس جا کر کہا۔ "اے ملکہ محترمہ میرا ارادہ ہے کہ میں کل صبح کو ان دس عربوں کو ساتھ لے کر جنہیں میں نے بلایا ہے۔ اور برج کبیر میں ٹھہرایا ہے۔ فصیل پر چڑھوں اور دروازہ کے قریب والے برج میں جا کر مسلمانوں کو دھمکاؤں کہ یا تم یہاں سے کوچ کر جاؤ۔ ورنہ میں تمہارے ان دس آدمیوں کو قتل کر دوں گا۔"

ملکہ نے کہا۔ "یہ بات تو مناسب نہیں ہے۔ اس لئے کہ اگر تمہاری اس دھمکی میں آ کر عرب یہاں سے کوچ نہ کر گئے۔ اور تم نے ان کے ساتھیوں کو مار ڈالا۔ تو وہ ہمارے ان

آدمیوں کو مار ڈالیں گے۔ جو ان کے پاس بطور رہائن کے بھیجے گئے ہیں۔ اگر یہ عیسائی مار ڈالے گئے۔ تو بڑا ستم ہو گا۔ کیونکہ وہ بڑے معزز اور شریف ہیں۔"

یوقنا: "اگر آپ کو اپنے ان معزز عیسائیوں کا خیال ہے تو پھر عربوں سے مصالحت کر لیجئے۔"

ارمانوسہ: "تم ایسی تدبیر کرو جس سے نہ ہماری اہانت ہو نہ ہمارے لوگوں کو کوئی نقصان پہنچے۔"

یوقنا: "اچھا میں ان دس مسلمانوں کے پاس جاتا ہوں۔ جو برج کبیر میں ٹھہرائے گئے ہیں۔ ان سے گفتگو کر کے معلوم کروں کہ وہ ہم سے کیا چاہتے ہیں۔"

یوقنا ارمانوسہ کے پاس سے رخصت ہو کر مقدادؓ وغیرہ کی خدمت میں پہنچے۔ ان سے کہا۔ "مجھے خدا کی ذات سے امید ہے کہ یہ قلعہ آج رات کو مسلمانوں کے قبضہ میں چلا جائے گا۔ جب تم شور و غل کی آواز سنو تو فوراً برج پر قبضہ کر لینا۔" پھر وہ وہاں سے چل کر اپنے خاص لوگوں کے پاس پہنچے۔ ان کے ساتھ ان کی قوم کے دو سو آدمی آئے تھے۔ انہیں سب کو اپنے ساتھ لے کر شہر پناہ کی دیوار پر چڑھ گئے۔ اور ان کے پاس اہل شہر میں سے کسی کو نہ رکھا۔

جب رات ہوئی تو یوقنا اور ان کے ساتھیوں نے تیاری شروع کی۔ آدھی رات کے وقت جبکہ سارے شہر پر سکون طاری تھا۔ شہر کے لوگ اطمینان و آرام سے سو رہے تھے۔ یوقنا اپنے دو سو آدمیوں کو لے کر تہلیل و تکبیر کے نعرے لگاتے ہوئے شہر کے پھاٹک کی طرف چلے اور دروازہ کے محافظوں کو قبضہ میں کر کے پھاٹک کھول دیا اور ایک سوار عبداللہؓ بن غسان کی طرف بھیجا۔ اسے ہدایت کر دی۔ کہ وہ انہیں اطلاع دے کہ وہ جلد آ کر قلعہ پر قبضہ کر لیں۔ سوار نے دوڑ کر عبداللہؓ بن غسان کو اطلاع دی۔ وہ اس وقت تک سوئے نہیں تھے۔ بلکہ اس پیغام کے آنے کے منتظر تھے۔ قاصد کے آتے ہی گھوڑے پر سوار ہوئے۔ اور لشکر لے کر تیزی سے قلعہ کیطرف چلے۔ چونکہ یوقنا نے پھاٹک کھول دیا تھا۔ اس لئے وہ دروازہ میں داخل ہو کر قلعہ میں گھس گئے۔ مسلمانوں نے قلعہ میں جاتے ہی عیسائیوں سے جنگ شروع کر دی۔ تلواریں چلنے لگیں۔ اہل قرقیسا جب بھاگے۔ تو مسلمانوں کی تکبیروں کے نعرے سن کر دہل گئے۔ لڑنے والوں نے ہتھیار ڈال دیئے۔ مسلمانوں نے بزور شمشیر شہر

پر قبضہ کرلیا۔ مقدادؓ وغیرہ نے جب شور سنا۔ تو وہ برج کبیر کے محافظوں پر جاٹوٹے۔ انہوں نے محافظوں کو زیر کر کے برج پر قبضہ کرلیا۔ ملکہ ارمانوسہ نے جب دیکھا کہ مسلمانوں نے شہر پر قبضہ کرلیا۔ تو وہ برج کبیر میں پناہ لینے کے لئے دوڑی۔ لیکن وہاں جاکر معلوم ہوا کہ برج بھی مسلمانوں نے فتح کرلیا۔ اب ارمانوسہ نے سمجھا کہ یہ سب حیلہ سازی یوقنا نے کی تھی۔ وہ بڑی پریشان تھی۔ اہل شہر شور و فریاد کر رہے تھے۔ جب عیسائیوں نے ہتھیار ڈال دیئے۔ تو عبداللہؓ بن غسان نے سب کو امان دی۔ اور شہر میں اور برج کبیر میں جس قدر مال و اسباب تھا۔ سب پر قبضہ کرلیا۔ شہر کا خزانہ بھی اپنے تسلط میں لے لیا۔ اس عرصہ میں صبح ہو گئی۔ عیسائی فریاد و فغاں کرتے ہوئے عبداللہؓ بن غسان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے انہیں تسلی دی۔ ان کے سامنے اسلام پیش کیا۔ انہیں اسلام کی خوبیاں سمجھائیں۔ لکھے پڑھے عیسائیوں نے جب غور کیا۔ تو انہیں معلوم ہوا۔ کہ واقعی عیسائی غلطی پر ہیں۔ خدا کے بیٹا نہیں ہو سکتا۔ مسلمان سچ کہتے ہیں۔ خدا اکیلا ہے۔ سمجھدار آدمیوں کی بڑی تعداد مسلمان ہو گی۔ جو لوگ مسلمان ہوئے۔ عبداللہؓ بن غسان نے ان کا مال و اسباب واپس لوٹا دیا۔ جو لوگ مسلمان نہ ہوئے ان پر جزیہ مقرر کیا۔ باقی ماندہ مال و اسباب اور خزانہ میں سے خمس (پانچواں حصہ) نکال کر باقی تمام لشکر پر تقسیم کردیا۔ جب مال غنیمت کی تقسیم سے عبداللہؓ بن غسان کو فراغت ہوئی۔ تو نو مسلم عیسائیوں نے ان سے عرض کیا۔ "کہ ہمارے انگور کے باغات اور بستان میوہ جات ہمارے ہی قبضہ میں رہنے دیئے جائیں۔"

عبداللہؓ بن غسان نے کہا۔ "مجھے ان باتوں کے تصفیہ کا اختیار نہیں ہے۔ اس کا فیصلہ ہمارے خلیفہ امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ کریں گے۔ وہ جسے چاہیں گے یہ باغات عطا کریں گے اور اس پر خراج یا لگزاری قائم کریں گے۔ خراج خمس اور جزیہ کے متعلق امام ہی حکم دیتا ہے۔ اور آج کل ہمارے امام ہمارے خلیفہ حضرت عمرؓ ہیں۔ امام ان آمدنیوں میں سے بقدر حاجت خود لیتا ہے۔ اور باقی مسلمانوں کی فلاح و بہبود میں خرچ کرتا ہے۔"

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ ملکہ ارمانوسہ بھی چند ہی روز کے بعد مسلمان ہو گئی۔ اس کے مسلمان ہونے کا یہ اثر ہوا کہ اس کے تمام وابستگان دامن اور معززین شہر اس کے ساتھ ہی مسلمان ہو گئے۔ غالبا مسلمانوں کے حسن و سلوک کو دیکھ کر یہ لوگ مسلمان ہوئے۔ چنانچہ ان لوگوں کو ان کے گھروں میں آباد کردیا گیا۔ جب یہ خبریں

قرقیسا کے نواحی علاقہ کی بستیوں میں پہنچے تو وہاں کے عیسائی جوق در جوق آ آکر مسلمان ہونے لگے۔

ابن عطیہ نے اس معاملہ کی تفتیش کی ہے۔ ان کا بیان ہے کہ قرقیسا کی فتح پہلی رمضان المبارک ۲۲ھ کو ہوئی۔ قرقیسا میں ایک بڑا کینہ تھا۔ یہ کینہ جرجس علیہ اسلام کے جو نبی تھے۔ مسجد تھی۔ مسلمانوں نے اسے جمعہ مسجد بنایا اور جب مسجد تیار ہو گئی تو اس میں نماز پڑھی۔ مسلمانوں کے ساتھ ان عیسائیوں نے بھی نماز پڑھی۔ جو مسلمان ہو گئے تھے۔ عبداللہؓ بن غسان نے ملکہ کے ان دس اصحاب کو رہا کر دیا۔ جو بطور رہائن ان کے پاس بھیجے گئے تھے۔ اور قرقیسا پر شرجیلؓ بن کعب کو حکمران مقرر کر کے ڈیڑھ سو سوار ان کے ساتھ کر دیئے۔ اس نظام سے فارغ ہو کر انہوں نے یوقنا کا شکریہ ادا کیا۔ اور ان سے کہا:۔ ”ہمارے پاس ہمارے امیر عیاضؓ بن غنم کا حکم آیا ہے کہ ہم آپ سے عرض کریں کہ آپ اپنی بیٹی کو اس کے قلعہ میں بھیج دیں۔ اس قلعہ کی حکومت اسے عطا کر دی گئی ہے۔“ یوقنا نے اپنی بیٹی کو اس کے قلعہ میں بھیج دیا۔ اور خود معہ لشکر کے ماکسین کی طرف روانہ ہوئے۔

ماکسین و شمسانیہ وغیرہ کی فتح

زہمانؓ بن رقیم سے صلبؓ بن مخالد نے اور ان سے قبیل بن میسور نے روایت کی ہے کہ جب عبداللہؓ بن غسان نے قرقیسا فتح کر لیا۔ تو ماکسین کی طرف بڑھے۔ ماکسین کے عیسائیوں نے ان سے صلح کر لی۔ چار ہزار درہم اور گندم و جو کے ایک ہزار من پر صلح قرار پائی۔ لیکن اہل شہر اس قدر نقد اور اناج ادا نہ کر سکے۔ چنانچہ عبداللہؓ بن غسان نے از راہ شفقت و مہربانی دو ہزار درہم اور گندم و جو کے پانچ سو من معاف کر دیئے۔ اور باقی نصف مطالبہ لے کر صلح کی۔ دستاویز لکھ کر ان کے حوالہ کر دی۔ مسلمانوں کے اس حسن سلوک کا عیسائیوں پر بڑا اثر ہوا۔ چنانچہ جب عبداللہؓ بن غسان ماکسین سے کوچ کر کے شمسانیہ کے قریب پہنچے۔ تو اہل شمسانیہ نے بھی ان سے مصالحت کر لی۔ اب وہ عریاں کی طرف بڑھے۔ جب عریاں کی سرحد میں پہنچے تو وہاں کے عیسائی بھی حاضر ہوئے۔ اور انہوں نے اسی تعداد پر مصالحت کر لی۔ جس پر ماکسین والوں نے کی تھی۔ عریاں سے فارغ ہو کر عبداللہؓ بن غسان مجدل کی طرف بڑھے۔ بغیر خونریزی کے مصالحت کے ذریعہ سے مجدل پر بھی مسلمانوں کا قبضہ

ہو گیا۔ یہاں پہنچ کر عبداللہؓ بن غسان نے قیام کر دیا اور انہوں نے عیاضؓ بن غنیم کو ایک مفصل خط فتوحات کے متعلق لکھ کر ان سے پیش قدمی کی اجازت طلب کی۔ عیاضؓ بن غنم اس وقت نہر بلخ پر پہنچ کر وہاں ٹھہرے ہوئے تھے۔ انہوں نے جب عبداللہؓ بن غسان کا خط پڑھا۔ اور فتوحات کا حال سنا۔ تو بہت خوش ہوئے۔ لیکن انہیں اندیشہ ہوا کہ عبداللہؓ کے ساتھ جمیعت کم ہے۔ ان کا آگے بڑھنا مناسب نہیں۔ چنانچہ انہوں نے انہیں لکھا کہ تم تاحکم ثانی پیش قدمی نہ کرو۔ جس جگہ مقیم ہو وہیں ٹھہرے رہو۔ عبداللہؓ وہی مقیم ہو گئے۔

سہل بن مجاہدین بن سعید نے بیان کیا ہے کہ جب اللہ تعالٰی نے عبداللہؓ بن غسان کے ہاتھ پر خابور کی فتح صلح کے ذریعہ سے کرائی۔ اور وہ مجدل میں مقیم ہو گئے۔

ملک راس العین کا تذبذب

واقدی رحمتہ اللہ علیہ سے روایت کی ہے سواد بن کثیر نے ان سے یوسف بن عبدالرزاق نے ان سے کامل نے ان سے مثنیٰ بن عامر نے ان سے ان کے جد نے کہ جب شہر خابور صلح کے ذریعہ سے فتح ہوا۔ اور شہریاض مارا گیا اور یہ خبریں شہریاض کے ماموں کو جو ارض ربیعہ و عین وردہ اور راس العین کا بادشاہ تھا۔ پہنچی تو اسے سخت رنج و قلق اور بڑا صدمہ ہوا۔ اس نے اپنے ارکان دولت ارباب سلطنت اور مشیران حکومت کو جمع کرنے کا حکم دیا۔ اس وقت وہ ارض الطیر میں مقیم تھا۔ وہیں لوگ اس کے پاس جا کر جمع ہوئے۔ اس نے ایک روز ان سے کہا۔ "اے اہل ارض ربیعہ! عربوں نے جزیرہ پر حملہ کر کے میرے بھانجہ شہریاض کو مار ڈالا۔ اس کی قلمرو پر قبضہ کر لیا۔ میرے قبضے میں چند شہر اور چند قلعے باقی رہ گئے ہیں۔ ہمارے ملک میں جو عرب عیسائی (مستنصرہ عرب) تھے۔ وہ یہاں سے چلے گئے ہیں۔ ان کے چلے جانے سے ہماری جمیعت منتشر اور ہماری قوت کمزور ہو گئی ہے مجھے خوف ہے کہ اس ملک کے عیسائی عربوں کا مقابلہ نہ کر سکیں گے۔ مشورہ دو کہ ہمیں کیا کرنا چاہیے۔"

اس راس العین کے بادشاہ کا ایک وزیر تھا۔ اسے بطریق کا خطاب تھا۔ اس کا نام توتا تھا۔ اس نے عرض کیا۔ "اے بادشاہ! عرب پیش قدمی کرتے چلے آ رہے ہیں۔ ان سے لڑنا ضروری ہے۔ اگرچہ ہماری جنگی قوت ان سے کم نہیں ہے۔ لیکن پھر بھی اپنی طاقت کو اور

بڑھالینا اور اپنی جمعیت کو زیادہ سے زیادہ کرلینا اچھا ہے۔ میری رائے یہ ہے کہ آرسوس بن جارس کو جو ماروسن اور مرین یعنی قلعۃ المراہ کا بادشاہ ہے اپنی مدد کے لئے بلانا چاہئے۔ اور اسے اپنا شریک حال کرنے کی آسان تدبیر یہ ہے کہ بادشاہ اپنے بیٹے عمود کا عقد شاہزادی ماریہ سے جو آرسوس کی بیٹی ہے کردیں۔"

حکومت آرمینیا کا بانی

واقدی رحمتہ اللہ علیہ سے راوی نے بیان کیا ہے کہ یہ شخص یعنی آرسوس بن جارس اہل طیرزندہ سے تھا۔ بڑا بہادر' دلیر اور زیرک تھا چست اور چالاک بھی تھا۔ اسی شخص نے آرمینیا کی بادشاہت قائم کی۔ یہ شخص شہر طیرزندہ میں بے مثل و بے نظیر تھا۔ اس نے ڈاکہ زنی اور غارت گری کا پیشہ اختیار کرلیا تھا۔ وہ اپنے آپ کو رومی بادشاہوں کی اولاد سے بتاتا تھا۔ اس نے بلاد روم میں ڈاکے ڈال کر اور غارت گری کرکے اس نواح کے تمام علاقہ کو ہلا ڈالا تھا۔ ہرقل اعظم کی اس نواح میں حکومت تھی۔ اس کی طرف سے وہاں جو حاکم رہتا تھا۔ وہ آرسوس کی ڈاکہ زنی سے عاجز آگیا۔ رعایا پریشان ہوگئی۔ چنانچہ اس نواح کے لوگوں نے ہرقل اعظم سے فریاد کی۔ استغاثہ کئے۔ درخواستوں پر درخواستیں دیں۔ آخر رومی شہنشاہ ہرقل اعظم نے اپنے شرقی دارالسلطنت انطاکیہ سے ایک اپنے ہوشیار مصاحب بطریق کو آرسوس کے پاس ارض ربیعہ بھیجا۔ اور اس ڈاکو کو یہ پیغام دیا کہ تم عیسائیوں کی قتل و غارت گری سے باز رہو۔ اس نواح میں جس میں تم ڈاکہ زنی کرتے رہتے ہو اپنے لئے ایک قلعہ تعمیر کرلو۔ اس قلعہ اور اس کے نواح کی حکومت تمہیں دے دی جائے گی۔ وہ رضامند ہو گیا۔ چنانچہ قلعہ تعمیر کرنے کے لئے جگہ تلاش کرنے لگا۔ جب وہ جستجو کرتا ہوا سرزمین جبل اودیں میں گیا۔ تو اسے ایک سرسبز پہاڑی قلعہ نظر آیا۔ وہ قطعہ اسے بہت پسند آیا۔ اس کے قریب ایک بستی تھی بستی کے پاس ہی ایک آتش کدہ تھا۔ وہاں ایرانی آتش پرست رہتے تھے۔ آتش پرستوں کا پیشوا مع آتش کدہ کا متولی تھا۔ اس کا نام دین تھا۔ ایرانی اس کی بڑی عزت و عظمت کرتے تھے۔ خراسان' عراق اور ایران کے لوگ اس کی زیارت کرنے آتے تھے۔ اسے تحائف اور ہدیئے بھیجتے تھے۔ اس کے پاس کافی دولت جمع ہوگئی تھی۔ اس کی دولت اور اس کی عزت و عظمت دیکھ کر آرسوس کے منہ میں پانی بھر آیا۔ وہ اسے قتل کرکے

اس کی املاک و دولت پر قبضہ کرنے کی فکر میں لگ گیا۔ اس نے اس کے پاس رہنا شروع کر دیا۔ اگرچہ وہ عیسائی تھا۔ لیکن حصول مطلب کے لئے آتش پرست بن گیا۔ اور دین کے معتمدوں میں شمار ہونے لگا۔ ایک روز آرسوس کو موقع مل گیا۔ آتش پرست عابد یعنی دین تنہا پہاڑ کے ایک غار میں بیٹھا مراقبہ کر رہا تھا۔ آرسوس نے اسے قتل کر کے غار میں دبا دیا۔ اس بستی کے باشندوں نے کچھ عرصہ تو اس کی واپسی کا انتظار کیا۔ مگر جب وہ نہ آیا۔ تو انہوں نے سمجھ لیا۔ کہ وہ کہیں جا کر مر گیا۔ آرسوس نے دین کی تمام دولت و حشمت پر قبضہ کر لیا۔ اس نے اس جگہ ایک بڑا آتش کدہ بنایا اور اس کے پاس ایک قلعہ تعمیر کر کے حکومت آرمینیا کی بنیاد ڈالی۔ رفتہ رفتہ وہ اس جگہ کا بادشاہ ہو گیا۔

شاہزادی ماریہ

آرسوس بن جارس کی ایک بیٹی تھی۔ اس کا نام ماریہ تھا۔ وہ نہایت حسین اور پری جمال تھی۔ جب اس نے دیکھا کہ اس کے باپ نے ایک قلعہ تعمیر کر لیا ہے۔ اور وہاں حکومت شروع کر دی ہے۔ تو اس نے بھی باپ سے کہہ کر اس قلعہ سے ذرا فاصلہ پر اپنے لئے ایک قلعہ تعمیر کرایا۔ اور اسے آباد کر کے باپ کے قلعہ سے زیادہ پر رونق کر دیا۔ جو دولت ڈاکہ زنی اور غارت گری سے آرسوس کو ملی تھی۔ وہ تو اس نے اپنی بیٹی کو دے دی اور جو مال اسے دین کے آتش کدہ سے ملا وہ اپنے پاس رکھا۔

ماریہ باوجودیکہ گلشن شباب میں قدم رکھ چکی تھی اور اس کے حسن کی شہرت سن کر اس نواح کے امیروں اور رئیس زادوں نے اس کی خواستگاری شروع کر دی تھی۔ لیکن وہ اپنے حسن اور رومی بادشاہوں کی اولاد ہونے کی وجہ سے ایسی مغرور تھی۔ کہ فارس اور عراق والوں کو اپنے سے کمتر سمجھتی تھی۔ چنانچہ اس نے خواستگاری کرنے والوں کے ساتھ عقد کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ اس کے باپ آرسوس نے اس کی شادی کا اسے ہی اختیار دے رکھا تھا۔

ماریہ نے جس جگہ پر اپنا قلعہ تعمیر کرایا۔ اس کے قریب ہی سلمہ جبل پر ایک دیر تھا۔ اس دیر میں ایک عیسائی راہب رہتا تھا۔ بہت سے پادری اور عورتیں بھی رہتی تھیں۔ اس راہب کا نام فرما تھا۔ اس کی دینداری اور زہد و عبادت کی بڑی شہرت تھی۔ دور دور سے

عیسائی اس سے طلب مغفرت کرنے کے لئے اس کے پاس آتے تھے۔ وہ نوعمر۔ خوبصورت اور وجیہ تھا۔ ماریہ بھی اس کے حسن اور اس کی رہبانیت کی شہرت سن کر اس کی زیارت کی مشتاق ہوئی۔ ایک روز وہ دیر میں پہنچی۔ فرما کو دیکھتے ہی اس پر فریفتہ ہو گئی۔ وہ اس کے پاس آنے جانے لگی۔ فرما بھی اس شمع رو کا پروانہ بن گیا۔ عبادت و ریاضت بھول کر اس کے تصور میں غرق رہنے اور خدا کو چھوڑ کر اس کی پرستش کرنے لگا۔ چند ہی روز میں دونوں اس قدر بے تکلف ہو گئے کہ میاں بیوی کے مدارج طے کرنے لگے۔ عیش و عشرت میں ڈوب گئے۔ آخر سیہ کاری اپنا رنگ لائی۔ ماریہ کو حمل رہ گیا۔ وہ بہت گھبرائی خوف ہوا کہ کہیں باپ کو خبر ہو گئی تو وہ مار نہ ڈالے۔ خفیہ طور پر اول اسقاط کی کوشش کی۔ جب نہ ہوا۔ تو بیمار بن کر گوشہ نشین ہو گئی۔ اپنی دایہ کو محرم راز بنایا۔ نو مہینے کے بعد اس کے لڑکا پیدا ہوا۔ اس نے دایہ سے کہا۔ میں اس لڑکے کو پرورش بھی نہیں کر سکتی۔ اور قتل کرانا بھی نہیں چاہتی۔ تو اس کی پرورش کا معقول انتظام کر دے۔ چنانچہ اس نے ریشمین غالیچہ میں لپیٹ کر ایک بیش قیمت گہوارہ میں رکھا۔ اور اس کے گہوارہ کو اشرفیوں اور جواہرات سے بھر دیا۔ ایک تحریر بھی یہ لکھ کر اس میں رکھ دی۔ کہ جو اس بچہ کی پرورش کرے۔ وہ یہ دولت لے لے۔ پھر اس نے اس بچہ کے بدن کو غور سے اس لئے دیکھا کہ کوئی نشان ایسا دیکھ لے۔ جس سے وہ اسے شناخت کر سکے۔ بچہ کے رخسار پر ایک سیاہ داغ تھا۔ جو ناخن کے برابر تھا۔ اور اس کا داہنا کان بائیں کان سے کچھ بڑھا ہوا تھا۔

دایہ رات کے اندھیرے میں بچے کو ساتھ لے کر چلی۔ اس نے ایک وفادار غلام کو بھی ساتھ لے لیا۔ اور کمند کے ذریعہ سے نیچے اتری کچھ دور چل کر عام راستہ پر آئی۔ تھوڑی ہی دور چلی تھی کہ سر راہ ایک پتھر کا عمود یعنی ستون دیکھا۔ ستون کافی اونچا تھا۔ اور اس کے سرے پر ایک پتھر مستطیل رکھا تھا۔ پتھر کے چاروں طرف ایک ایک فٹ کی چہار دیواری تھی۔ دایہ نے اسے محفوظ مقام سمجھ کر بچہ کا گہوارہ اس پر رکھ دیا۔ اور معہ غلام کے وہاں سے لوٹ گئی۔ وہ مقام درندوں کی پہنچ سے باہر تھا۔

شاہزادہ عمود

واقدی رحمتہ اللہ علیہ سے راوی نے بیان کیا ہے۔ قضا و قدر الٰہی ایسا اتفاق ہوا۔ کہ

راس العین کے بادشاہ شہریاض (قرقیسا کے بادشاہ کا نام بھی شہریاض تھا) نے موصل کے بادشاہ کو جس کا نام انطاق تھا۔ آرسوس بن جارس کے پاس دوستانہ تعلقات قائم کرنے کے لئے بھیجا تھا۔ جس رات کو دایہ ماریہ کا بچہ کو عمود پر رکھ کر گئی۔ اسی صبح کو انطاق کا اس طرف سے گزر ہوا۔ اس نے بچہ کے رونے کی آواز سنی۔ گھوڑا دوڑا کر عمود کے پاس پہنچا۔ دیکھا کہ ایک نوزائیدہ بچہ زریں کپڑوں میں ملبوس گھوارہ میں رکھا ہے اس نے بچہ کو اٹھالیا۔ اور اپنی ایک کنیز کے جو اس کے ساتھ تھی حوالہ کر کے اس کی پرورش کی تاکید کی اور کہا۔ "اس بچہ کے متعلق کوئی راز ہے ممکن ہے کسی وقت یہ راز کھل جائے۔ یہ بچہ کسی بڑے گھرانے کا ہے یہ معلوم نہیں کوئی کیوں یہاں اسے رکھ گیا ہے۔"

انطاق وہاں سے آرسوس کے قلعہ ماردین میں گیا۔ اور اپنی رسالت کا کام کر کے واپس لوٹا۔ جب وہ راس العین میں شہریاض بادشاہ کے پاس واپس آیا۔ تو اس نے اس بچہ کا ذکر کیا۔ شہریاض نے بچہ کو طلب کر کے دیکھا۔ بچہ نہایت خوبصورت تھا۔ اس کی پیشانی سے اس کی وجاہت و امارت ظاہر تھی۔ شہریاض کو وہ بچہ بہت پسند آیا۔ اس نے ملک انطاق سے کہا: "تم جانتے ہو میرے کوئی اولاد نہیں ہے۔ جو میرے بعد میری سلطنت اور میرے تاج کی وارث ہو۔ یہ لڑکا مجھے دے دو۔ میں اسے متبنّٰی کر کے پالوں گا۔ یہی میرے بعد میرا جانشین ہو گا۔" ملک انطاق نے وہ بچہ شہریاض کو دے دیا شہریاض نے اسے خواصوں اور دائیوں کے سپرد کیا۔ اور چونکہ وہ بچہ عمود یعنی ستون پر سے ملا تھا۔ اس لئے اس کا نام عمود ہی رکھ دیا۔

عمود کی پرورش بڑے ناز و نعمت کے ساتھ شاہزادوں کی طرح ہوئی۔ تمام لوگ اسے شہریاض کا بیٹا کہنے لگے۔ جب وہ بڑا ہوا۔ تو اس کی تعلیم و تربیت شاہی طریقہ پر ہوئی۔ جوان ہونے پر اسے شاہی آداب۔ امور سلطنت اور فنون جنگ سکھائے گئے۔ تھوڑے ہی دنوں میں وہ ان تمام باتوں میں ماہر ہو گیا۔ جوان ہو کر وہ بڑا خوبصورت اور وجیہہ نکلا۔ اس کی شہرت دور دور تک ہو گئی۔ اسے شکار کا بڑا شوق تھا۔ اس نے راس المغارہ پر اپنے لئے ایک عالیشان قصر تعمیر کرایا۔ اور اس کا نام اپنے نام پر قصر عمود رکھا۔

عمود اور ماریہ کا عقد

نہ ماریہ کو یہ خبر تھی کہ اس کے بیٹے کا کیا ہوا اور وہ کہاں ہے۔ نہ عمود جانتا تھا کہ وہ

دراصل کس کا بیٹا ہے وہ یہی سمجھتا تھا کہ شہریاض اس کا باپ ہے جب مسلمانوں نے جزیرہ پر حملہ کیا۔ اور راس العین کی طرف پیش قدمی کی۔ تو شہریاض کو بڑا تذبذب ہوا۔ کیونکہ وہ خوب جانتا تھا کہ مسلمان جس طرف رخ کرتے ہیں۔ اسی علاقہ کو فتح کرکے چھوڑتے ہیں۔ اسی خوف سے اس نے اپنے مشیروں کو مشورہ کے لئے جمع کیا تھا۔ اس کے وزیر توتا نے اسے یہ مشورہ دیا کہ وہ اپنے بیٹے عمود کا عقد آرمینیہ کے بادشاہ ارسوس کی بیٹی ماریہ کے ساتھ کر دے تاکہ دونوں بادشاہ مل کر مسلمانوں سے جنگ کریں

شہریاض نے توتا سے کہا: "لیکن عمود کی عمر کم ہے اور ماریہ کی زیادہ ہے پھر یہ بھی سنا ہے کہ ماریہ اپنا عقد کرنا نہیں چاہتی"

توتا نے کہا: "ماریہ کی عمر کچھ زیادہ نہیں ہے تیس سال کی ہے، وہ ابھی تک باکرہ ہے۔ اس قدر خوبصورت اور صحت ور ہے کہ بیس سال کی معلوم ہوتی ہے آج تک اس کی خواستگاری جن لوگوں نے کی ہے وہ اسے اپنے سے کمتر و حقیر سمجھتی رہی ہے۔ اسی لئے اس نے ان میں سے کسی کے ساتھ عقد نہیں کیا ہے۔ جب آپ ارسوس سے اس کی تحریک کریں گے تو وہ ضرور مان لے گا۔ اس لئے کہ اس کا خاندان آپ کے خاندان سے اچھا نہیں ہے۔ وہ بڑی خوشی سے آپ سے سمدھیانہ تعلقات قائم کرلے گا۔"

شہریاض: "اچھا تم ہی آرسوس کے پاس جاکر تحریک کرو۔"

توتا: "میں بڑی خوشی سے اس کام کی ذمہ داری لیتا ہوں۔"

توتا نہایت بیش قیمت تحائف اور ہدایا لے کر چلا اور ماردین میں آرسوس کے پاس پہنچا اور اس کی خلوت میں باریاب ہوا۔ شاہزادی ماریہ کے لئے عمود کا پیغام دیا۔ آرسوس دل میں بہت خوش ہوا۔ لیکن بہ ظاہر توتا سے کہا۔ "ماریہ کی شرائط سخت ہیں۔ ممکن ہے ملک شہریاض انہیں پورا نہ کرسکیں۔" توتا نے کہا۔ "ملک شہریاض تمام شرطیں پوری کریں گے۔"

آرسوس: "اچھا تو سنو ماریہ کے مہر میں چار چیزیں دینی ہوں گی۔ اول ایک لاکھ دینار۔ دوسرے بارعیہ اور تمیلین کے دو قلعے۔ تیسرے بیس مسلمان امیر تاکہ شب عروسی کو ماریہ نذر مسیح کے طور پر ان کی قربانی کرے۔"

توتا نے ان باتوں کو منظور کرلیا۔ آرسوس نے اپنی بیٹی کے قلعہ میں جاکر ماریہ سے

تمام باتیں بیان کیں۔ اور اس کی رائے لی۔ اس نے بھی عمود کی تعریف سنی تھی۔ وہ بخوشی راضی ہو گئی۔ آرسوس نے شادی کا اعلان کر دیا۔ تاریخ مقرر کر دی اور عیسائیوں کے مشہور راہبوں اور آتش پرستوں کے پیشواؤں کو جمع کیا۔ تاریخ مقررہ پر عمود اور ماریہ کا عقد ہو گیا۔ عمود کی طرف سے توتا نے ایجاب و قبول کیا۔ ماں سے بیٹے کا نکاح ہو گیا۔ ان لوگوں کو احکام تقدیر سے کچھ آگاہی نہ تھی۔

عمود کی مسلمانوں پر لشکر کشی

واقدی رحمتہ اللہ علیہ سے راوی نے بیان کیا ہے۔ کہ توتا نے ماردین سے واپس آکر ماریہ سے عمود کی شادی ہو جانے کا حال بیان کیا۔ اور آرسوس کی یہ شرطیں بھی بیان کیں کہ ایک لاکھ دینار۔ بارعیہ و جملین کے دو قلعے اور بیس امرائے عرب قربانی کے لئے طلب کئے ہیں۔ شہریاض اس بات سے خوش ہوا۔ کہ اس کے بیٹے عمود کی شادی اس زمانہ کی مشہور حسینہ ماریہ کے ساتھ ہو گئی۔ اس نے ایک لاکھ دینار تو فوراً بھیج دیئے۔ اور دونوں قلعوں کی حوالگی کے لئے آرسوس کو لکھ بھیجا۔ کہ جب رخصتی ہو گی۔ یہ دونوں قلعے دے دیئے جائیں گے۔

اب شہریاض نے عمود کو اپنے پاس بلا کر کہا۔ "فرزند! تجھے مژدہ ہو کر تیرا عقد آرسوس کی بیٹی شاہزادی ماریہ کے ساتھ ہو گیا ہے۔ ہمیں معلوم ہوا ہے۔ تو اس کے ساتھ شادی کرنے کا آرزومند تھا۔ اس کے مہر میں اور چیزوں کے علاوہ بیس مسلمان امراء بھی ہیں۔ اب تو تیاری کر۔ مسلمانوں کے مقابلہ میں جا اور بیس مسلمان امیروں کو پکڑ کر لا۔"

عمود تیار ہو گیا۔ شہریاض نے اپنی فوج میں سے بہترین بیس ہزار سوار منتخب کر کے عمود کے ہمراہ کئے۔ اور اس کی مدد کے لئے اپنے وزیر توتا اور حران کے فرمانروا رودس کو بھی اس کے ساتھ کر دیا۔ عمود بڑی شان و شوکت کے ساتھ روانہ ہوا۔

مسلمانوں کی پیش قدمی

اسلامی جاسوسوں نے عیاضؓ بن غنم سے آکر تمام حالات سنائے کہ ماریہ کا عقد عمود

سے ہو گیا ہے۔ اور عمود بیس مسلمان امیروں کو گرفتار کرنے کے ارادہ سے بیس ہزار کا لشکر لے کر آرہا ہے۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ عمود کا ارادہ یہ ہے کہ وہ اچانک مسلمانوں پر حملہ کر کے گرفتار کرلے۔

غیاضؓ بن غنم نے مشہور صحابہ کرام کو طلب کر کے تمام حالات سے خبردار کیا۔ خالدؓ بن ولید نے کہا۔ "عبداللہؓ بن غسان اور سہیلؓ بن عدی ہم سے دور ہیں۔ اور عیسائی جو فریب کرنا چاہتے ہیں۔ اس سے بھی ناواقف ہیں۔ اس لئے انہیں آج ہی لکھ کر بھیجو کہ وہ ہمارے پاس چلے آئیں۔ دشمنوں کا رات کو اچانک حملہ کر کے مسلمانوں کو گرفتار کرنے کا قصد ہے اس لئے ہوشیار رہیں۔ یہ بھی لکھا جائے کہ اگر وہ دشمن کے لشکر کے قریب پہنچ جائیں تو کمینگاہ میں چھپے رہیں۔ اپنی موجودگی اس پر ظاہر نہ کریں۔ میں بھی عبداللہؓ اور سہیلؓ کی مدد کے لئے چلوں۔ ممکن ہے خدا کوئی ایسی سبیل کردے۔ جس سے عیسائیوں کا مکران کے اوپر ہی لوٹ جائے۔"

تمام مسلمانوں نے حضرت خالدؓ کی اس رائے کو پسند کیا چنانچہ اسی وقت عیاضؓ بن غنم نے مفصل خطوط لکھ کر عبداللہؓ بن غسان اور سہیلؓ بن عدی کے پاس سراقہؓ بن دادرم کے ہاتھ روانہ کئے۔ اور ان خطوں میں یہ بھی لکھ دیا۔ کہ حضرت ولیدؓ ان کی طرف آرہے ہیں۔ وہ ان کے لشکر میں شامل ہو جائیں اور نہایت ہوشیاری سے عیسائیوں کو گرفتار کرنے کی کوشش کریں۔ سراقہؓ بن دادرم اسی وقت ناقہ پر سوار ہو کر روانہ ہو گئے۔ اور انہوں نے عبداللہؓ اور سہیلؓ کو خط پہنچا دیئے۔ وہ دونوں خط پڑھتے ہی وہاں سے روانہ ہو گئے۔ حضرت خالدؓ بھی اوپر سے کوچ کر چکے تھے۔ انہوں نے سراغ رسانوں کو عیسائیوں کے لشکر کی خبر لانے کے لئے روانہ کر دیا تھا۔ حضرت خالدؓ کے ساتھ دو ہزار مجاہدین تھے۔

کچھ دور چل کر حضرت خالدؓ نے اپنے لشکر کے دو حصے کئے ایک ہزار سوار نجیبہ بن سعدؓ کو دے کر انہیں بائیں طرف روانہ کیا اور خود ایک ہزار سوار لے کر داہنی طرف روانہ ہوئے۔ جاسوس ان دونوں لشکروں کے آگے آگے لشکر اعدا کی خبر لینے کے لئے چلے جارہے تھے۔ حضرت خالدؓ نے نجیبہ بن سعدؓ کو یہ ہدایت کر دی تھی۔ کہ وہ دور نہ نکل جائیں۔ قریب ہی رہیں۔ تاکہ ضرورت کے وقت ایک دوسرے کی مدد کر سکیں۔

مسلمانوں کی جسارت

واقدی رحمتہ اللہ علیہ سے راوی نے بیان کیا ہے کہ عمود معہ رودس اور توتا کے مسلمانوں کی طرف بڑھا چلا آ رہا تھا بیس ہزار لشکر اس کے ساتھ تھا۔ اس کے جاسوس بھی مسلمانوں کی خبر لیتے پھر رہے تھے۔ یہاں تک کہ وہ عیاضؓ بن غنم کے لشکر سے دس میل کے فاصلہ پر پہنچ گیا۔ حضرت خالدؓ۔ عبداللہؓ بن غسان اور سہیلؓ بن عدی کے دستے اس کے بہت قریب پہنچ چکے تھے۔ لیکن اسے اس کا علم نہیں تھا۔

مسلمان عمود کے لشکر کے بہت قریب پہنچ گئے۔ اگرچہ ان کے لشکر کی تعداد عمود کی فوج کے مقابلہ میں بہت کم تھی۔ لیکن مسلمانوں نے یہ جسارت کی کہ عیسائیوں کے لشکر کا محاصرہ کر لیا۔ خالدؓ بن ولید داہنی طرف سے آئے۔ سعدؓ بائیں طرف سے آئے۔ عبداللہؓ بن غسان ان کے پیچھے سے آ گئے۔ یہ سب لوگ کمینگاہوں میں چھپے رہے۔ عمود کو اب بھی معلوم نہ ہوا۔ کہ وہ محصور ہو گیا ہے۔ خالدؓ بن ولید نے اپنے ایک ہزار لشکر کے بھی دو حصے کئے۔ پانچ سو تو اپنے ساتھ لئے۔ اور پانچ سو عدی بن سالم الہلالی کو دے کر انہیں ہدایت کی کہ اس جگہ چھپے رہنا اور جب شور و غوغا کی آوازیں سنو اور آتش جنگ کے شرارے اڑتے دیکھو تو کمینگاہ سے نکل کر حملہ کر دینا۔ یہ ہدایت کر کے حضرت خالدؓ پانچ سو سواروں کو لے کر بڑھے۔ اور عیسائیوں کے قریب پہنچ کر صبح ہونے سے قبل تکبیر و تہلیل کے نعرے لگا کر حملہ کر دیا۔

عمود کی گرفتاری

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ جب رومی عیسائیوں نے مسلمانوں کی تکبیروں کی آوازیں سنیں۔ تو سخت پریشان و بدحواس ہوئے۔ اس وقت عمود اور توتا اور ان دونوں کے لشکر خواب شیریں کے مزے لے رہے تھے۔ صرف رودس بیدار تھا۔ وہ اٹھ کر گھوڑے پر سوار ہوا۔ اس کے ساتھ اس کے پانچ ہزار سپاہی بھی سوار ہوئے۔ وہ اپنا لشکر لے کر حضرت خالدؓ بن ولید کے مقابلہ میں آیا۔ جب اس نے حضرت خالدؓ کے ساتھ صرف پانچ سو کی جمیعت دیکھی تو بہت خوش ہوا۔ اس نے اپنے دل میں یہ طے کر لیا۔ کہ وہ ان عربوں کو

تو نا مار ڈالے گا یا گرفتار کرلے گا۔ تھوڑی ہی دیر میں صبح ہو گئی۔ روشنی پھیل گئی۔ تمام رومی بیدار و ہوشیار ہو گئے۔ وہ اپنے ہتھیاروں کی طرف دوڑے مگر جب انہوں نے مسلمانوں کی قلیل جمیعت دیکھی تو اپنی اپنی جگہ رک گئے اور کہنے لگے۔ انہیں تو رودس اور اس کا لشکر ہی کافی ہے۔

حضرت خالدؓ اور ان کے ہمراہیوں نے عیسائیوں پر حملہ کر کے تلواروں سے کاٹ چھانٹ شروع کر دی۔ مسلمان مثل ابرو برق کے عیسائیوں پر ٹوٹ پڑے۔ حضرت خالدؓ بھی رومیوں کو قتل کرتے ہوئے رودس کی طرف جھپٹے۔

حضرت خالدؓ بن ولید نے رودس کے نیزہ مارا اور وہ زمین پر گرا۔ حضرت خالدؓ کے غلام ہمامؓ نے دوڑ کر اسے باندھ لیا۔ حضرت خالدؓ نے فوراً رودس کے ہمراہیوں پر حملہ کر دیا۔ جبکہ جنگ کی آگ مشتعل ہو گئی تھی۔ نجیبہؓ بن سعد اور عدی بن سالم اپنے اپنے دستے لے کر آ پہنچے۔ اور تلواریں سونت سونت کر رومیوں پر ٹوٹ پڑے۔ تھوڑی ہی دیر میں عبداللہؓ بن غسان بھی اپنا لشکر لے کر سامنے سے نمودار ہوئے۔ ہر سوار جو آتا تھا۔ اللہ اکبر کے پر شور نعرے لگاتا تھا۔ ان نعروں سے میدان جنگ گونج اٹھا۔ رومی سوار ہو ہو کر مقابلہ میں آ گئے۔ عمود اور توتا بھی اپنے اپنے لشکروں کے ساتھ آ پہنچے۔ نہایت خونریز جنگ ہونے لگی۔ عربی گھوڑوں نے بھاگ دوڑ شروع کر دی۔ دشمنوں کو اپنے آگے رکھ لیا۔ مسلمان بڑی پھرتی سے دشمنوں کو قتل کر رہے تھے۔ رومیوں میں آہ و فریاد کی صدائیں بلند تھیں۔ عیسائی بدریغ قتل ہو رہے تھے۔ مسلمانوں نے ہر طرف عیسائیوں کو چھاپ لیا تھا۔ چونکہ توفیق و مدد الٰہی مسلمانوں کے شامل حال تھی۔ اس لئے رومیوں کو ہزیمت ہوئی۔ ہزاروں رومی مارے گئے۔ چار ہزار گرفتار ہوئے۔ باقی بھاگ گئے۔ عمود اور توتا بھی پکڑے گئے۔

شہریاض کا ہراس

جب میدان جنگ سے رومی بھاگ کر ملک شہریاض کے پاس پہنچے اور اسے اس کے لشکر کی ہزیمت اور عمود توتا اور رودس کی گرفتاری کی خبر سنائی۔ تو اسے سخت ملال ہوا۔ اور اس روئے زمین باوجود کشادگی کے تنگ ہو گئی۔ اس نے پھر اپنے اعیان سلطنت کو جمع کر کے مشورہ کیا۔ اور ان سے دریافت کیا۔ "اب کیا کرنا چاہیے؟" اس کے مصاحبان خیر اندیش نے

کہا۔ "اب ہمارا یہاں راس العین میں ٹھہرنا مناسب نہیں ہے۔ (شہریاض برج طیر میں مقیم تھا۔ جو سرزمین راس العین میں واقع تھا) کیونکہ اس جگہ سے ہمارے مشہور قلعے مثل حران۔ رہا اور سروج دور ہیں۔ وہاں سے ہمارے لئے مدد نہیں آسکتی ہے۔ عرب ہم پر اور جسارت کریں گے۔ اب مصلحت یہ ہے کہ ہم یہاں سے کوچ کر کے اپنی قلمرو کے وسط میں پہنچ جائیں۔ وہاں سے ہمارے قلعے قریب ہوں گے۔ ہمیں فوج اور رسد سے مدد پہنچتی رہے گی۔ اگر ہماری فتح ہوئی۔ تو ہم عربوں سے اپنے تمام قلعے چھین لیں گے۔ اور اگر شکست ہوئی۔ تو اپنے محفوظ قلعوں کی طرف لوٹ جاویں گے۔ اور قلعہ جات مازن۔ کفرتوتا۔ سمت جملین۔ تل توتا۔ بارعیہ۔ تل اسما۔ تل وقرع۔ سور اور دجلۃ الجبل میں جا کر پناہ لیں گے۔ وہاں پہنچ کر ہم امن واطمینان سے ہو جائیں گے۔"

شہریاض نے اس مشورہ کو بہت پسند کیا۔ وہ برج طیر سے کوچ کر کے راس العین کے قلعہ میں آیا۔ وہاں جنگی سامان درست کیا۔ قلعہ کی حفاظت کا معقول انتظام کر دیا۔ الات حرب و ضرب فصیل پر موقع موقع سے لگا دیئے۔ اور اپنے ایک بطریق کو جس کا نام مرتودس تھا۔ اور جس کے ساتھ بادشاہ کی بیٹی بھی منسوب تھی۔ دس ہزار سوار دے کر راس العین کی حفاظت پر مامور کیا اور خود وہاں سے مرج اغبان کی طرف چلا گیا۔

مسلمانوں کا تعاقب

ابو علی سے طاہر المطوعی نے ان سے ابو طالب بن ملجر نے ان سے وہبان بن بشر بن ہزارو نے روایت کی ہے کہ میں نے وقائع فتوح العجن اول سے آخر تک احمد بن عامر الحوفی کے سامنے پڑھے۔ انہوں نے سعدان بن صاحب سے انہوں نے یحیٰی بن سعیدان المروانی سے انہوں نے ابی عبداللہ بن محمد الواقدی سے کہ وہ ان دونوں غربی جانب قاضی تھے۔ بیان کیا کہ جب ملک شہریاض معہ لشکر کے مرج رغبان کی طرف چلا گیا۔ تو غیاض بن غنم جیش اسلام لے کر اس کے تعاقب میں چلے۔ اور انہوں نے ایک عریضہ امیر المومنین سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو لکھا جس میں قلعہ زبا۔ زلوبیا کی خیر درنی اور ملک خابور کی فتح کا حال لکھ کر دعائے فتح کی التماس کی تھی۔ اس خط کے ساتھ۔ مال غنیمت کا خمس بھی روانہ کر دیا۔ یہ

عریضہ اور خمس حبیبؓ بن صہبان کے ساتھ بھیجا۔ اور ان کے ہمراہ سو سوار کر دیئے۔ حبیبؓ کو روانہ کر کے عیاضؓ بن غنم شہریاض کے پیچھے چلے اور موج رغبان میں پہنچ کر شہریاض کے مقابلہ میں جا اترے۔

ماریہ کی تدبیر

راوی نے بیان کیا ہے۔ جب عمود کی گرفتاری کی خبر آرسوس کو پہنچی تو اسے بڑا رنج ہوا۔ اس نے اپنی بیٹی ماریہ کو بلا کر اس سے عمود کی گرفتاری کا حال بیان کر کے کہا: "بیٹی! دنیا یہ کہے گی کہ آرسوس کی بیٹی ماریہ کی شادی شہریاض کے بیٹے عمود کو راس نہ آئی۔ وہ گرفتار ہو گیا۔ مجھے اس سے بڑی شرم آئے گی۔ میرے لئے یہ امر بہت تکلیف دہ ہو گیا ہے۔" ماریہ نے کہا "پیارے باپ شوہر کی گرفتاری کا جو رنج ہے وہ تو ہے ہی لیکن مجھے بھی سب سے زیادہ رنج و غم یہی ہے اس میں آپ کے لئے کم اور میرے لئے زیادہ شرم کی بات ہے میں نے ایک حیلہ تجویز کیا ہے۔ اگر آپ رائے دیں تو اس پر عمل کروں۔" آرسوس نے پوچھا "وہ کیا حیلہ ہے؟" ماریہ نے جواب دیا میں نے سوچا ہے کہ بھیس بدل کر اسلامی لشکر میں جاؤں۔ اور مسلمانوں کے امیر کے پاس پہنچ کر کہوں کہ میں تمہارے ہاتھ پر اسلام لانے کے لئے آئی ہوں۔ میں نے خواب میں حضرت مسیح کو دیکھا۔ ان کے ساتھ حوارین تھے۔ میں نے حضرت مسیح سے شکایت کی کہ مسلمانوں نے میرے شوہر کو گرفتار کر کے میرے دل کو سخت اذیت پہنچائی ہے مسیح نے فرمایا کہ اگر تو اپنے زخم دل کا اندمال چاہتی ہے تو مسلمان ہو جا۔ وہ قوم حق پر ہے۔ چنانچہ میں آپ کے پاس مسلمان ہونے کے لئے آئی ہوں۔ میں جیش اسلام کے امیر سے یہ بھی کہوں گی۔ کہ تم مجھے مسلمان کر لو۔ میں تمہیں اپنے اور اپنے باپ کے قلعہ کا مالک کر دوں گی۔ اگر امیر مجھ سے پوچھے گا کہ تو کیسے ان قلعوں کا مالک کر دے گی۔ کیونکہ وہ قلعے مضبوط۔ مستحکم۔ وسیع اور کشادہ ہیں اور لڑنے والوں سے بھرے ہوئے ہیں تو میں ان سے کہوں گی کہ تم سو سوار میرے ساتھ کر دو۔ جو روسائے قوم اور دلیران عرب سے ہوں میں انہیں صندوقوں میں بند کر کے لے جاؤں گی۔ اور اپنے باپ کے قلعہ میں بھجواؤں گی۔ رات کو مسلمان صندوقوں میں سے نکل کر قلعہ پر قبضہ کر لیں گے۔ جب سو مسلمان اس

فریب سے میرے قبضے میں آجاویں گے۔ تو میں انہیں اپنے قلعہ میں لا کر تہ خانہ میں ڈال دوں گی۔ اور امیر کے پاس پیغام بھیجوں گی کہ یا تو میرے شوہر کو چھوڑ دو ورنہ میں تمہارے لوگوں کو قتل کر ڈالوں گی۔ یقین ہے امیر میرے شوہر کو میرے پاس بھیج دے گا۔ تب میں مسلمانوں کے ساتھ جو سلوک مناسب سمجھوں گی کروں گی۔"

ارسوس نے کہا: "بیٹی تو عربوں کو نہیں جانتی ہے ان پر کسی کا حیلہ کارگر نہیں ہوتا۔ وہ بغیر ضمانت کے اپنے آدمیوں کو تیرے ساتھ ہرگز نہیں بھیجیں گے۔" ماریہ نے کہا: "میں کچھ زرنقد اپنے ساتھ لے جاؤں گی اور جب وہ ضمانت طلب کریں گے تو وہ مال انہیں دے دوں گی اور جب ان کے آدمیوں کو لے آؤں گی۔ تو اپنے شوہر کی حوالگی کے ساتھ اپنا مال بھی ان سے طلب کروں گی۔" ارسوس نے کہا: "اگر تجھے یقین ہے کہ تو اپنے فریب میں کامیاب ہو جائے گی۔ تو شوق سے اپنی تجویز پر عمل کر۔"

ماریہ نے تیاری شروع کی۔ اور رات کو خفیہ طور پر اپنے قلعہ سے نکلی۔ اس کے ساتھ ایک خادم تھا اور چار غلام تھے۔ کچھ اونٹ تھے۔ جن پر وہ تحائف بار تھے جو وہ مسلمانوں کے امیر کو دینے کے لئے لے جا رہی تھی۔ کچھ زرنقد بھی اس نے اپنے ساتھ لے لیا تھا۔ وہ تھوڑی ہی دور چلی تھی کہ اسے اس کے باپ کے غلاموں اور ملازموں کی جمعیت ملی۔ ان کی حراست میں چالیس مسلمان قیدی تھے۔ ان میں عبداللہؓ بن غسان اور چند اور معزز لوگ بھی تھے۔ جنہیں علاوہ اس کے باپ کے خدام کے ہزاروں عیسائی حراست میں لئے ہوئے تھے۔

عبداللہؓ بن غسان کی گرفتاری کا حال

راوی نے بیان کیا ہے کہ عبداللہؓ بن غسان وغیرہ کی گرفتاری کا یہ سبب ہوا کہ جب عیاضؓ بن غنم نے شریاض کے تعاقب میں کوچ کیا۔ تو عبداللہؓ بن غسان کو کچھ جمعیت دے کر حران، سروج اور رہا کی طرف رسد فراہم کرنے کے لئے بھیجا۔ وہ کوچ کر کے بلاد روم کے درمیان جا پہنچے۔ شریاض نے بھی سائیل بن نقولہ اور جرجیس بن شمعون کو تین ہزار سواروں کی جمعیت کے ساتھ غلہ لانے کے لئے بھیجا تھا۔ یہ دونوں سردار اچانک عبداللہؓ بن غسان سے ملاقی ہوئے۔ رومیوں نے زبردست حملہ کر کے مسلمانوں کو گرفتار کر لیا۔ اور

انہیں لے کر شہریاض کی خدمت میں پہنچا۔ بادشاہ نے انہیں قتل کرنے کا حکم دے دیا۔ اس کے وزیر نے جو توتا کی جگہ مقرر ہوا تھا۔ اس سے کہا:۔ "اے بادشاہ! اگر تم نے ان مسلمانوں کو قتل کرا دیا۔ تو مسلمان تمہارے بیٹے عمود اور توتا اور رودس کو مار ڈالیں گے۔ مناسب یہ ہے کہ ان قیدیوں کو قلعہ ماردین میں ماریہ کے پاس بھیج دیجئے۔ ارسوس کو لکھ بھیجئے کہ تم نے بیس امرائے عرب طلب کئے تھے۔ ہم چالیس بھیج رہے ہیں۔ اس سے یہ بھی فائدہ ہو گا کہ جب مسلمان آپ سے اپنے قیدی طلب کریں گے۔ تو آپ کہہ سکیں گے کہ تمہارے قیدی ہمارے پاس نہیں ہیں بلکہ قلعہ ماردین میں آرسوس کے پاس ہیں"۔

شہریاض نے اس رائے کو پسند کیا۔ اور قیدیوں کو آرسوس کے ملازموں کے ہمراہ قلعہ ماردین کی طرف بھیج دیا۔ یہ لوگ ماریہ سے ونیس کے مقام پر ملے۔ ماریہ نے ان کا حال معلوم کر کے خدام سے کہا۔ کہ ان قیدیوں کو ہمارے قلعہ میں لے جا کر محبوس کر دو اور خود لشکر اسلام کی طرف روانہ ہوئی۔

انکشاف راز

ماریہ کچھ رات گئے اسلامی لشکر میں پہنچی۔ اس وقت سہیلؓ بن عدی اور یحییٰؓ بن سعد کچھ جمعیت کے ساتھ لشکر کے گرد بطور طلایہ و نگہبانی کے پھر رہے تھے۔ انہوں نے ماریہ کو دیکھا اس کے پاس جا کر اس سے پوچھا تم کون ہو؟ ماریہ نے کہا:۔ "میں مسلمان ہونے کے لئے آئی ہوں تمہارے امیر سے ملنا چاہتی ہوں"۔ راوی نے بیان کیا ہے ماریہ عربی زبان خوب سمجھتی تھی۔ سہیلؓ اسے ساتھ لے کر عیاضؓ بن غنم کے پاس پہنچے۔ اگرچہ رات تھی۔ اور ماریہ نے اپنے چہرہ پر نقاب ڈال رکھا تھا۔ لیکن حسن کی شعاعیں نقاب میں سے پھوٹ پھوٹ کر نکل رہی تھیں۔

ماریہ نے امیر عیاضؓ بن غنم کے پاس پہنچ کر انہیں تعظیم کے لئے سجدہ کرنا چاہا۔ عیاضؓ نے اسے روک دیا اور کہا:۔ "اللہ تعالیٰ نے ہمیں اسلام کے سبب سے عزت دی ہے۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل سے ہمیں گمراہی سے نکالا ہے ہمیں سلام کہنے کی وجہ سے شرف بزرگی کا بخشا ہے ہمیں منع کیا ہے کہ ہم سوائے خدا کے کسی کو سجدہ نہ کریں۔ غیر اللہ کو سجدہ کرنا کفر و شرک ہے۔ کبریائی خدا ہی کو سزاوار ہے۔ وہی سجدہ کا

مستحق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "یعنی عظمت میری چادر ہے اور کبریائی میرا پیراہن ہے پس جو کوئی ان دونوں چیزوں میں مجھ سے جھگڑے گا میں اس کی گردن توڑ دوں گا۔ اور کچھ پرواہ نہ کروں گا۔

ماریہ بڑی توجہ سے امیر عیاضؓ کی گفتگو سن رہی تھی۔ اس نے کہا:۔ "حق تعالیٰ نے تمہیں انہیں سیرتوں کے سبب سے عیسائیوں پر غالب کیا ہے"۔ امیر عیاضؓ نے اس سے پوچھا: "تو کون ہے؟ اس نے عرض کیا:۔ "میں قلعہ ماردین کے بادشاہ ارسوس کی بیٹی ماریہ ہوں۔ تمہارے پاس جو شخص قید ہے جس کا نام عمود ہے وہ میرا شوہر ہے۔ اس کی گرفتاری نے مجھے بے چین کر دیا تھا۔ میں رات کو حضرت مسیح کو خواب میں دیکھا۔ ان سے اپنے رنج کی شکایت کی۔ انہوں نے فرمایا تو مسلمانوں کے امیر کے پاس جا کر مسلمان ہو جا۔ تیرے سب غم دور ہو جاویں گے۔ میں آپ کی خدمت میں مسلمان ہونے کے لئے آئی ہوں۔ میں نے ارادہ کر لیا ہے کہ اپنے اور اپنے باپ کا دونوں قلعے آپ کے سپرد کر دوں گی۔ بشرطیکہ آپ یہ اقرار کریں کہ میرا قلعہ میرے لئے چھوڑ دو گے۔ مجھ سے کچھ تعرض نہ کرو گے۔ میں اپنے شوہر کے ساتھ اس قلعے میں مقیم رہوں گی۔ ہم دونوں اپنے قلعہ کے حاکم ہوں گے"۔

امیر عیاضؓ اس کی باتیں سن کر مسکرائے۔ انہوں نے کہا: "ماریہ! تم ہمیں دھوکا دینے آئی ہو۔ نہیں جانتیں کہ خدا ہماری مدد کرتا ہے ہمیں کسی نہ کسی ذریعہ سے ہمارے دشمنوں کے ارادہ سے مطلع کر دیتا ہے۔ تم اپنے باپ سے جو کچھ طے کر کے آئی ہو وہ ہمیں معلوم ہے" یہ سنتے ہی ماریہ کا چہرہ سفید ہو گیا۔ سرخی غائب ہو گئی۔ امیر عیاضؓ نے کہا:۔ "ماریہ! تم نہیں جانتی ہو کہ عمود تمہارا شوہر نہیں ہو سکتا۔" ماریہ نے قسم کھا کر کہا:۔ "وہ میرا شوہر ہے"

امیر عیاضؓ:۔ بیٹا ماں کا شوہر نہیں ہوا کرتا۔"

ماریہ سخت حیران ہوئی۔ اس نے کہا:۔ "بیٹا مگر عمود میرا بیٹا ہے۔" عیاضؓ نے کہا "کیا تم بھول گئیں جب فرما راہب کے ساتھ تم عیش کرتی تھیں۔ تمہارے ایک بیٹا پیدا ہوا۔ تم نے اپنی دایہ کے ہاتھ اسے پھنکوا دیا۔

ماریہ کو بڑی شرم و غیرت لاحق ہوئی۔ اس نے اپنے دنوں ہاتھوں سے اپنی آنکھیں اور اپنا چہرہ ڈھانپ لیا۔ امیر عیاضؓ نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا:۔ "یہ عمود ہی تمہارا بیٹا ہے۔ اسے ملک شہریاض نے پرورش کیا ہے۔ وہ تمہارا شوہر نہیں ہو سکتا"۔

ماریہ نے امیر سے دریافت کیا: "آپ کو یہ واقعات کیسے معلوم ہوئے؟" امیر عیاضؓ نے جواب دیا "ابھی تھوڑی دیر ہوئی میں نے خواب میں فخر دو عالم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ حضور نے تمہارے آنے اور عمود کا تمام قصہ مجھ سے بیان فرمایا"۔

ماریہ حیرت کی بات ہے میں چاہتی ہوں کہ عمود کو دیکھوں میں نے اپنے بچہ کے کچھ نشانات یاد کر لئے تھے۔ اگر وہ نشانات اس میں موجود ہیں تو آپ بے شک سچے ہیں۔

عیاضؓ نے عمود کے حاضر کرنے کا حکم دیا۔ عمود لایا گیا۔ سعیدؓ بن زید اسے لے کر آئے۔ ماریہ نے اسے غور سے دیکھا۔ اس کے رخسار پر ناخن کے برابر داغ موجود تھا۔ اور اس کا ایک کان بڑھا ہوا تھا۔ اس نے اسے پہچان لیا۔ محبت مادری جوش کر آئی وہ دوڑ کر اس سے لپٹ گئی۔ اور سینہ سے لگا کر کہنے لگی "میرے بیٹے میں نے تجھے پہچان لیا۔ خدا کی قسم رسول عربی حضرت محمد صلعم اپنے بیان میں سچے ہیں"۔

عمود حیران تھا۔ ماریہ نے خود سسکیاں بھر بھر کر اسے مختصر طور پر بتایا کہ وہ اس کا بیٹا ہے خون نے جوش مارا عمود بھی اپنی ماں سے لپٹ کر رونے لگا۔ دونوں اس قدر روئے کہ شدت گریہ سے بے ہوش ہو گئے۔ جب کچھ دیر کے بعد ہوش میں آئے اور ان کے حواس درست ہوئے تب امیر عیاضؓ نے ان سے کہا: "اس خدا کا شکر کرو جس نے تمہارا راز مجھ پر ظاہر کر کے تمہیں گناہ عظیم سے بچا لیا۔ ورنہ تم دونوں کی شادی ہو ہی چکی تھی۔ اگر تم دونوں میاں بیوی کی طرح رہنے لگتے اور پھر تم پر یہ بات ظاہر ہوتی تو غیرت تمہیں زندہ نہ رہنے دیتی۔ تم اس خدا پر ایمان لاؤ جو واحد ہے۔ تنہا ہے۔ جس کا کوئی شریک نہیں۔ نہ اس کا کوئی بیٹا ہے وہ اپنے ماننے والوں پر رحمت اور اپنے منکروں پر عذاب کرتا ہے۔

عمود نے کہا: "آپ نے سچ فرمایا میں مسلمان ہوتا ہوں" چنانچہ اس نے بلند آواز سے کلمہ شہادت پڑھا اور مسلمان ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی ماریہ بھی مسلمان ہو گئی۔

ماریہ کی واپسی

جب عمود اور ماریہ مسلمان ہو گئے۔ تو مسلمانوں نے ان کے ثبات قدم اور توفیق عمل کی دعا مانگی۔ حضرت عیاضؓ بن غنم نے کہا: "اللہ تعالیٰ تمہارا اسلام قبول کرے۔ اور تمہیں نیک عمل کی توفیق دے۔ تمہارے آج تک گناہ معاف ہو گئے۔"

ماریہ نے کہا: "میں اس صلہ میں اسلام اور مسلمانوں کی خدمت کرنا چاہتی ہوں میں واقعی تمہیں دھوکہ دینے آئی تھی لیکن اب دل سے اس بات کی کوشش کروں گی کہ اپنے باپ کے قلعہ پر تمہارا قبضہ کرا دوں"۔

عیاضؓ:۔ لیکن یہ کیسے ممکن ہے ہم نے سنا ہے وہ قلعہ نہایت مضبوط و وسیع ہے"۔

ماریہ: "یا امیر تمہارے کچھ لوگ شہریاض کے آدمیوں نے قید کئے تھے۔ وہ قیدی بادشاہ نے میرے باپ کے پاس بھیجے تھے۔ جو مجھے وینس کے مقام پر راستہ میں ملے تھے۔ میں نے انہیں اپنے قلعہ میں قید رکھے جانے کے لئے بھیجا تھا۔ اب میں یہاں سے جا کر انہیں رہا کر کے ان کا قبضہ اپنے باپ کے قلعہ پر کرا دوں گی"۔

عیاضؓ: "ماریہ ان مسلمانوں کے قید ہو جانے کا مجھے اور تمام مجاہدین کو بڑا صدمہ ہے۔ اب مجھے اس بات سے تسلی ہوئی ہے کہ شاید تو انہیں رہا کرا سکے۔ اپنے بیٹے عمود کو یہیں چھوڑ جا۔ اور خود واپس جا کر اپنے باپ سے کہہ کہ میں نے ہر چند مکرو حیلے کئے۔ لیکن عربوں کے سامنے پیش نہ گئے۔ لہٰذا ناکام واپس آئی پھر جیسا موقع ہو اور جیسا ہمارے اصحاب تجھے مشورہ دیں ویسا کرنا"۔

ماریہ نے یہ بات منظور کی۔ وہ اسی رات کو اپنے بیٹے عمود اور امیر عیاضؓ سے رخصت ہو کر واپس چلی اور اپنے قلعہ میں پہنچی۔ وہاں جا کر اسے معلوم ہوا کہ اس کا باپ آرسوس ملک شہریاض کی خدمت میں برج رغبان گیا ہے۔ اور آرسوس کے اس راہب یتا نجس کی حفاظت و نگرانی میں مسلمان قیدی تھے۔ قیدیوں کو رہا کر کے انہیں کچھ آزادی دے دی ہے۔ ماریہ کو بڑی حیرت ہوئی۔

یتا راہب

راوی نے بیان کیا ہے کہ یہ حاجب جس کی سپردگی میں مسلمان قیدی تھے اپنے مذہب کا زبردست عالم تھا۔ نہایت زیرک' دانا' ذی عقل اور دور اندیش تھا' توریت' انجیل اور زبور پڑھا ہوا تھا۔ اس کا نام یتا تھا۔ وہ راہب تھا۔ اور مقام میدی امراۃ میں اس نے ایک عالیشان صومعہ بنایا تھا۔ اس صومعہ میں ایک قبہ لمبے لمبے پتھر کے ستونوں پر بنایا تھا۔ اس طرح کہ اٹھارہ اٹھارہ فٹ اونچے ستون کھڑے کرا کر ان پر ایک پتھر کی چھت ڈال دی تھی۔

اور اس پر قبہ بنایا تھا۔ اس قبہ میں جینا رہتا تھا۔ اس نے ریشم کی ڈوروں کا زینہ بنایا تھا۔ اس زینہ کے ذریعہ سے نیچے اترتا اور اوپر چڑھتا تھا۔ جب وہ اوپر چڑھ جاتا۔ تو زینہ کو بھی اوپر کھینچ لیتا۔ پھر کوئی شخص اس کے پاس پہنچکر اس کی عبادت میں خلل نہ ڈال سکتا تھا۔ وہ راہب تھا۔ اس کی رہبانیت کی تمام ملک میں شہرت تھی۔ لوگ اس کے پند و نصائح سننے کے لئے سال بھر میں ایک مرتبہ ضرور اس کے پاس جمع ہوتے تھے۔ اس وقت وہاں بڑا بھاری میلہ لگ جاتا تھا۔ گنہگار اس سے طلب مغفرت کرنے کے لئے آتے رہتے تھے۔

جب لشکر اسلام سرزمین جزیرہ میں داخل ہو کر ملک خابور پر ازروئے صلح کے قابض ہو گیا تو اس نواح کے عیسائیوں میں مسلمانوں کی ہیبت چھا گئی۔ وہ سخت پریشان اور بدحواس ہو گئے۔ چنانچہ وہاں کے سربر آوردہ لوگ جینا کے پاس پہنچے۔ ہزاروں آدمی جمع ہو گئے۔ جینا صومعہ میں تھا۔ یعنی قبہ پر۔ عیسائیوں نے شور و فریاد کی اور پکار کر کہا: "اے باپ! (عیسائی پادریوں کو باپ کہتے ہیں) عربوں نے ملک شام اور ملک عراق فتح کر لئے ہیں۔ اب انہوں نے ہماری طرف رخ کیا ہے۔ ہمارے ملک کے بھی کئی شہر فتح کر لئے ہیں۔ ہمیں خوف ہے کہیں وہ اس ملک پر بھی اپنا قبضہ نہ کر لیں۔ ہمیں بتاؤ کہ ہم کس تدبیر سے انہیں دفع کریں۔"

جینا نے قبہ سے جھانکا۔ اس نے دیکھا کہ بے شمار لوگ اس کے قبہ کے سامنے جمع ہیں۔ اس نے پکار کر کہا: "اے مسیح کے ماننے والا! خدا نے ہمیشہ تم پر اپنی رحمتیں اور برکتیں نازل کیں۔ دولت دی، ثروت دی، حکومت دی، امن دیا، بہت سی قوموں کو تمہارا محکوم بنا دیا۔ تمہاری سلطنت کو وسعت دی۔ جب تم تم عبادت اور پرہیزگاری کرتے رہے۔ خدا کی نعمتیں بھی بڑھتی رہیں۔ لیکن جب سے تم نے حضرت مسیح کی شریعت کو چھوڑ دیا۔ عبادت اور پرہیزگاری سے منہ موڑ لیا۔ ظالموں کو سزا دینے اور مظلوموں کی داد رسی کرنے سے رک گئے۔ اپنے نفس کی پیروی کرنے لگے۔ حرام خوری، زناکاری میں پڑ گئے۔ تو خدا نے تم سے اپنی نعمتیں چھیننی شروع کر دیں۔ انجیل یحیٰ اور انجیل مرقس میں لکھا ہے۔ کہ جو کوئی حق کی پیروی کرتا ہے۔ سچ بولتا ہے۔ خدا کے احکام کی تعمیل کرتا ہے۔ امانت میں خیانت نہیں کرتا۔ ہمیشہ نماز پڑھتا اور عبادت کرتا ہے۔ شریعت پر عمل کرتا ہے۔ خواہش نفسانی کی پیروی نہیں کرتا۔ تب اس کا زہد اس کی تمنا کو پہنچتا اور خدا اس کی آرزوئیں برلاتا ہے۔ اور جس نے ظلم و ستم کئے۔ وہ خوار ہوا۔ اس کا ٹھکانا جنم ہے۔ توریت میں لکھا ہے ظلم نہ کرو۔ خدا

ظالموں کو دوست نہیں رکھتا۔ میں نے سنا ہے کہ رسول عربی پر جو قرآن شریف نازل ہوا ہے۔ اس میں بھی لکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ مفسدوں کے کاموں کی اصلاح نہیں کرتا۔ تمہیں چاہئے کہ اپنے کاموں کو صلاحیت بجالاؤ۔

اے گروہ نصرانیہ!! خدا سے ڈرو۔ حضرت مسیح کی شریعت پر عمل کرو۔ اپنے ننگ و ناموس کی حمایت کے لئے قتال کرو۔ اپنے دشمنوں سے جہاد کرو۔ جہاد تمام عبادتوں سے بڑھ کر ہے۔ جو اپنے مذہب کے لئے جہاد کرے گا۔ وہ ضرور بہشت میں داخل ہو گا۔ اے قوم! اگر تم جہاد کرنے کے لئے تیار ہو تو میں اپنے قبہ سے نیچے اتر کر تمہاری قیادت و رہنمائی کروں۔

لوگوں نے کہا: "ضرور اتریئے۔ ہم جہاد کریں گے۔ تمہاری فرمانبرداری کرتے رہیں گے۔"

بیتا قبہ سے نیچے اترا۔ لوگ اس کے ہاتھوں اور دامنوں کو چومنے کے لئے ٹوٹ پڑے۔ اگر بعض لوگ اسے نہ بچاتے۔ تو اس کا خاتمہ ہو جاتا۔ اس کے معتقد ہی اسے پیس ڈالتے۔ بیتا اس جمعیت کے ساتھ کنیسہ مارُاور کنیسہ بازا میں گیا۔ انہیں وہاں نماز پڑھائی۔ اور فتح یابی کی دعا مانگی۔ پھر وہاں سے دیر ملوح میں پہنچا۔ یہ دیر اہل روم کا قبلہ تھا۔ وہاں بھی ایک راہب رہتا تھا۔ بیتا نے اسے آواز دے کر کہا: "یہ وقت عبادت کا نہیں بلکہ جہاد کا ہے۔ دیر سے باہر نکلو"۔ وہ دیر سے باہر آیا۔ اور بیتا کے ساتھ ہو لیا۔ وہاں سے بیتا منیس کی طرف چلا۔ ہر بستی سے لوگ اس کے ساتھ ہوتے جاتے تھے۔ جس سے اس کی جمعیت بڑھتی جاتی تھی۔ جب اس کے آنے کی خبر قرقیسا کے بادشاہ نے سنی۔ تو وہ اس کے استقبال کے لئے نکلا۔ اور ملاقات کے وقت گھوڑے سے اتر کر پیدا ہو گیا۔ بیتا اور دوسرے راہب خچر پر سوار تھے۔ بادشاہ نے بیتا سے مصافحہ کیا۔ اور اس کے ساتھ بیعہ یعنی مسجد نصاریٰ تک گیا۔ وہاں دیر یعقوب کی زیارت کی۔ اہل منیس دوڑ کر اس کی زیارت کرنے کو آئے۔ اس نے ان کے سامنے پر زور تقریر کی اور سب کو جہاد پر برانگیختہ کیا۔ وہاں سے وہ راس العین کی طرف چلا۔ آرسوس کو جب اس کے آنے کی خبر ہوئی۔ تو اس نے اس کے استقبال کی تیاری کی۔ راستہ میں بیتا بن عبدالمسیح (مسیح کے بندے۔ عیسائی ایسے نام رکھنا گناہ کی بات نہیں سمجھتے۔ وہ حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں۔ عبدالمسیح یعنی مسیح کا بیٹا کہنا اور کہلانا فخر کی بات سمجھتے ہیں) ارسوس کے ان خدام سے ملا جو عبداللہؓ بن غسان اور چالیس عربوں کو قید کئے لئے جا

رہے تھے۔ یہ قیدی اور ان کے محافظ بھی مینا اور اس کی جمعیت کے ساتھ ہو گئے۔

ارسوس مینا کے استقبال کو آیا۔ اس نے بھی پیدل ہو کر اس کا استقبال کیا۔ اور مصافحہ کر کے کہا۔ "ایک عرصہ سے مجھے تمہاری ملاقات کا اشتیاق تھا۔ تم میرے قلعہ میں جا کر ٹھہرو۔ ان قیدیوں کو اپنی حفاظت و نگرانی میں لو۔ مجھے شہریاض بادشاہ نے طلب کیا ہے میں وہاں جا رہا ہوں"۔

ارسوس چلا گیا۔ اور مینا قلعہ میں پہنک کر معہ اپنی جمعیت کے مقیم ہو گیا۔ مسلمان قیدی بھی اسی کی حفاظت میں رہے۔

مینا اور عبداللہؓ بن غسان کا مکالمہ

مینا مسلمانوں کو نماز پڑھتے دیکھتا اور قرآن شریف کی تلاوت کرتے سنتا۔ وہ عربی اچھی طرح جانتا تھا۔ اس کے دل پر اثر ہوتا جاتا تھا۔ ایک روز اس نے عبداللہؓ بن غسان سے دریافت کیا: "تم پر رات دن میں کتنی نماز فرض ہیں؟" عبداللہؓ نے جواب دیا: "ہم پر رات دن میں پانچ وقت کی نمازیں فرض ہیں۔ جو شخص خلوص دل سے نماز پڑھے۔ رکوع اور سجود اچھی طرح ادا کرے۔ وہ دوزخ میں ہرگز نہ جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے تاکید فرمائی ہے۔ کہ نماز کی حفاظت کیا کرو۔ یعنی وقت پر ضرور پڑھو۔ چنانچہ ہم خدا کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں۔ نماز پڑھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے۔ اپنی نماز کی حفاظت کرو (مطلب یہ ہے کہ قضا نہ ہونے دو) خصوصاً درمیان والی نماز کی درمیان والی نماز عصر کی بھی کہلاتی ہے کہ وہ دن کی ظہر اور مغرب کی نمازوں کے درمیان ہے بعض صبح کی نماز کو کہتے ہیں۔ اس لئے کہ وہ رات کی دو نمازوں مغرب اور عشاء اور دن کی دو نمازوں ظہر اور عصر کے درمیان ہے اور بعض ظہر کی نماز سے مراد لیتے ہیں۔ کیونکہ وہ دن کی نماز ہے۔ صبح اور ظہر کے درمیان ہے۔ ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ نماز خدا اور بندہ کے درمیان ایک علاقہ ہے۔ نماز میں دعا قبول ہوتی ہے۔ اور اعمال مقبول ہوتے ہیں اور رزق میں برکت ہوتی ہے۔ اور جسم کو راحت پہنچتی ہے اور وہی نماز نمازی اور دوزخ کے درمیان حائل ہو جاتی ہے اور وزن میزان میں بہت بھاری ہے اور پل صراط پر تیزی سے لے گزرنے والی ہے۔ اور جنت کی کنجی ہے۔ اے راہب! نماز ساری امتوں پر فرض تھی۔ لیکن ان امت

کے لوگوں نے اس فرض کو ادا نہ کیا۔ اس سے روگردانی کی۔ خدا نے اب ہم پر نماز فرض کی ہے۔ .بفضلہ تعالیٰ ہم نماز پڑھتے ہیں۔ نماز مجموعہ عبادات ہے۔ عبادتوں میں ایک عبادت جہاد بھی ہے۔ نماز جہاد بالنفس ہے۔ نمازی نماز میں نفس امارہ کے ساتھ جہاد کرتا ہے۔ روزہ بھی عبادات میں داخل ہے۔ چونکہ نمازی روزہ کی حالت میں کچھ کھا پی نہیں سکتا۔ اس لئے نماز کی حالت میں اس کا روزہ بھی رہتا ہے۔ حج بھی عبادت میں داخل ہے۔ نمازی چونکہ کعبتہ اللہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتا ہے اس لئے وہ حج کا عازم ہوتا ہے۔ نمازی نماز کی حالت میں خدا کا تقرب حاصل کرتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے۔
"سجدہ کر کے تقرب حاصل کرو"۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اور فریضے جو ہیں وہ تو زمین پر واجب ہیں لیکن نماز جس طرح زمین پر فرض ہے۔ اسی طرح آسمان پر بھی فرض ہے۔ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ معراج کی شب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا۔ اے محمد صلعم ہم نے نماز تمام نبیوں پر فرض کی تھی۔ اب ہم نے اسے تمہاری امت کے سپرد کیا ہے۔ (گویا نماز نبیوں کی امانت ہے جو امت محمدی صلعم کے سپرد کی گئی ہے) اور نماز سمیع عبادات و اطاعت ہے۔ نبی صلعم نے یہ بھی فرمایا ہے۔ کہ ایک روز جبرائیل علیہ اسلام نے میرے پاس آکر کہا۔ اے محمد کھڑے ہو اور جس طرح میں کروں تم بھی اسی طرح کرو۔ چنانچہ جبرائیل نے دو رکعت نماز پڑھی۔ مجھ سے کہا یہ صبح کی نماز ہے۔ چونکہ یہ پہلی نماز تھی۔ اس لئے اس کا نام صلوٰۃ الاولیٰ ہوا۔ پھر دوسری مرتبہ نماز پڑھی۔ اس وقت جب آفتاب کچھ ڈھل گیا تھا۔ جبرائیل نے کہا۔ یہ نماز ظہر کی ہے۔ پھر دو رکعت نماز پڑھی اور کہا۔ یہ عصر کی نماز ہے۔ عصر کی نماز اس وقت پڑھی۔ جب دھوپ کی رنگت زرد ہو گئی تھی۔ جب آفتاب غروب ہوا تو پھر نماز پڑھی اور کہا یہ مغرب کی نماز ہے۔ اور جب شفق مغربی غاب ہو گئی۔ تو نماز پڑھ کر کہا یہ عشاء کی نماز ہے۔ پھر فجر کے وقت طلوع آفتاب سے پہلے نماز پڑھی اور کہا یہ فجر کی نماز ہے۔

مینا نے کہا: "تم نماز میں قرات و تلاوت کرتے ہو۔ رکوع اور سجدہ کرتے ہو۔ اس سے کیا مطلب ہے"

عبد اللہؓ بن غسان نے کہا: "قرات و تلاوت ہمکلامی اور ہم زبانی درمیان خدا اور بندہ کے ہے۔ رکوع سے مطلب ہے کہ خدا کی برتری کا اقرار کر کے بندہ اس کے سامنے جھک

جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رکوع سے سر اٹھا کر کہا جاتا ہے اے خدا تمام تعریفیں تجھے ہی سزا وار ہیں۔ اللہ تعالیٰ غائبانہ فرماتا ہے کیا تو نے گناہ کیا۔ بندہ کہتا ہے میں تیرا بندہ ہوں۔ خدا خوش ہو کر فرماتا ہے میں نے گناہوں سے تیری گلو خلاصی کی۔ جب بندہ سجدہ کرتا ہے تو اپنی ذلت و بیچارگی کا اظہار کرتا ہے اور خدا کی خلاقی اور عظمت و جبروت کا قائل ہوتا ہے۔ اور سمجھتا ہے کہ خدا نے مجھے مٹی سے پیدا کیا۔ جب پہلے سجدہ سے سر اٹھاتا ہے تو جانتا ہے کہ خدا نے مجھے پیدا کر کے نکالا ہے۔ اور جب دوسرا سجدہ کرتا ہے تو سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ موت دے کر پھر مٹی میں داخل کرے گا۔ اور دوسرے سجدہ سے سر اٹھا کر مقر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ موت کے بعد دوبارہ قیامت کے روز مٹی سے نکالے گا۔ اور نماز کے بعد جب داہنی طرف سلام پھیرتا ہے۔ تو سلامتی کی دعا مانگتا ہے۔ اور خدا سے التجا کرتا ہے کہ میرا اعمال نامہ داہنے ہاتھ میں دینا۔ (اہل جنت کا اعمالنامہ داہنے ہاتھ میں دینا (اہل جنت کا اعمالنامہ داہنے ہاتھ میں ہو گا) تاکہ میں نجات پاؤں اور جنت میں داخل ہوں۔ بائیں طرف اسلام پھیر کر کہتا ہے خدایا میرا اعمال نامہ بائیں ہی ہاتھ میں نہ دینا (جن لوگوں کے بائیں ہاتھ میں اعمال نامہ دیا جائے گا۔ وہ گنہگار ہوں گے۔ اور دوزخ میں ڈالے جائیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ پنجگانہ نماز کو ایسا سمجھو جیسے ایک شیریں اور صاف پانی کی نہر ہو اور اس میں دن میں پانچ مرتبہ غسل کیا جائے گا۔ جس طرح پانچ مرتبہ نہانے والے کے بدن پر میل اور گرد و غبار نہیں رہتا۔ ایسے ہی پانچ وقت نماز پڑھنے والے کی روح گناہوں کے میل سے صاف ہو جاتی ہے۔

مینا پر ان باتوں کا ایسا اثر ہوا کہ وہ بے ساختہ پکار اٹھا میں گواہی دیتا ہوں کے بے شک تم لوگ حق پر ہو۔ تمہارا دین حق ہے۔ تمہارے نبی سچے ہیں۔ اسلام بڑا اچھا مذہب ہے۔ چنانچہ وہ کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔ لیکن اس نے اپنے مسلمان ہونے کو پوشیدہ رکھا۔

ماریہ کی انتہائی حیرت

جب ماریہ واپس آئی تو اس نے مسلمان قیدیوں کو اپنے باپ کے قلعہ میں پایا۔ وہ ساری رات بڑی فکر مند رہی۔ اصحاب رسول اللہ صلعم کے معاملہ نے اسے پریشان رکھا۔ صبح کو وہ غسل کر کے بیٹھی ہی تھی کہ مینا اس کے پاس آیا۔ ماریہ نے اس سے دریافت کیا

"عربوں کے ساتھ تم نے کیا کیا؟" یتا نے کہا "وہ قید میں ہیں۔ جب تک ارسوس بادشاہ ان کے متعلق کوئی حکم دیں۔ وہ میری حفاظت و نگرانی میں رہیں گے"۔

ماریہ: تم قیدیوں کو ہمارے بیعہ یعنی مسجد میں لاؤ۔ وہ جب ہمیں نماز پڑھتے اور انجیل کی تلاوت کرتے سنیں گے کیا عجب ہے کہ ہمارا دین اختیار کرلیں"۔

یتا نے کہا: "میں انہیں رات کو بیعہ میں لاؤں گا"۔ چنانچہ وہ رات کو عرب قیدیوں کو گرجہ میں لے گیا۔ تھوڑی ہی دیر میں ماریہ بھی وہاں آگئی۔ اس نے دیکھا کہ عرب زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں۔ اس وقت وہاں سوائے یتا اور ماریہ کے اور کوئی عیسائی نہ تھا۔ ماریہ نے کہا "اے یتا تم دین مسیحی کے زبردست عالم ہو۔ یہ بتاؤ کہ ہم حق پر ہیں یا یہ عرب حق پر ہیں"۔

یتا نے کہا: "اے ماریہ سچ یہ ہے کہ عرب حق پر ہیں۔ یہ خوشی کی بات ہے کہ تم نے حق اختیار کرلیا ہے۔ تم امیر اسلام سے جو عہد کر کے آئی ہو اسے موت آنے سے پہلے پورا کرو۔ کیا خبر ہے کہ موت کب آجائے۔

ماریہ یتا کی باتیں سن کر فرط حیرت سے مبہوت رہ گئی۔ اس نے کہا "کیا تمہیں سب باتیں معلوم ہو گئیں"۔

یتا نے کہا۔ "ہاں مجھے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ عمود تمہارا بیٹا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں تمہارے اس بیٹے سے ملا دیا جس کا تمہیں علم نہیں تھا۔ کہ وہ کہاں ہے اور جسے تم یاد کر کے آنسو بہاتی رہتی تھی"۔

ماریہ کو اور بھی حیرت ہوئی۔ اس نے دریافت کیا: "تمہیں یہ اسرار کہاں سے معلوم ہوئے"۔

یتا: "میں نے یہ تمام کیفیت خواب میں دیکھی ہے"۔

چنانچہ یتا نے اپنا خواب بیان کیا۔ اس خواب میں وہ تمام باتیں اور تفصیل تھی جو ماریہ اور امیر عیاضؓ میں ہوئی تھیں۔ ماریہ نے سجدہ شکر ادا کیا۔ اور سجدہ سے اٹھ کر اس نے عبداللہؓ بن غسان کی زنجیریں کھول دیں۔ ماریہ نے یتا سے کہا۔ "تم انہیں عزت و حرمت کے ساتھ رکھو۔ میں فکر و تدبیر کرتی ہوں۔ کہ اس قلعہ پر مسلمانوں کا قبضہ ہو جائے"۔

ماردین پر مسلمانوں کا قبضہ

راوی نے بیان کیا ہے کہ ماریہ نے ماردین کے اندر جتنے سربر آوردہ عیسائی اور فوجی افسر تھے۔ انہیں سب کو بہ تدبیر و حیلہ قلعہ سے باہر بھیج دیا اور ریتا نے عبداللہؓ بن غسان اور ان کے ساتھیوں کو پچھلی رات کے وقت بیت المذبح میں پہنچا دیا۔ اور ان سے کہہ دیا کہ صبح کو قلعہ کا حاکم یہاں نماز پڑھنے آئے گا۔ تم اس پر قبضہ کر لینا۔ اگر وہ قبضہ میں آ گیا تو قلعہ پر تمہارا تسلط آسانی سے ہو جائے گا۔ مسلمان مستعد ہو گئے۔

جب صبح ہوئی تو حاکم قلعہ معہ اپنے ندیموں اور مصاحبوں کے بیعہ میں آیا۔ اس کے آتے ہی ناقوس پھونکے جانے لگے۔ اور گھنٹے بجنے لگے قیس یعنی قسلیس کا سردار آیا۔ بیت المذبح کی چابی اس کے پاس ہی رہتی تھی۔ جوں ہی اس نے دروازہ کھولا عربوں نے دفعتہ جھپٹ کر اسے اور قلعہ کے حاکم کو گرفتار کر لیا۔ اور تلواریں سونت کر عیسائیوں پر جا ٹوٹے۔ انہیں قتل کرنا شروع کر دیا۔ مسلمانوں نے اس زور سے تکبیریں کہیں کہ تمام قلعہ میں زلزلہ پڑ گیا۔ عیسائی بھاگ کھڑے ہوئے۔ مسلمانوں کا قلعہ پر قبضہ ہو گیا۔

ارسوس کی چالاکی

راوی نے بیان کیا ہے کہ جب شہزادی ماریہ نے تکبیر و تہلیل کی آوازیں سنیں تو اسے یقین ہو گیا کہ قلعہ پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔ اس نے عیاضؓ بن غنم کو اپنے حسن تدبیر سے قاصد کے ذریعہ سے آگاہ کیا۔ انہوں نے خدا کا شکر ادا کیا۔

قلعہ ماردین سے کچھ لوگ بھاگ کر ملک شہریاض کے پاس پہنچے اور اسے قلعہ ماردین پر مسلمانوں کے قبضہ ہو جانے کی اطلاع دی۔ اسے سخت صدمہ اور قلق ہوا۔ اور اپنے ملک و سلطنت کے زوال کا یقین ہو گیا۔ اس کے دل میں مسلمانوں کا رعب و خوف سما گیا۔

جب ارسوس کو خبر پہنچی۔ کہ اس کا قلعہ چھن گیا۔ اور خزانہ لٹ گیا۔ تو اسے بھی بڑا رنج ہوا۔ چونکہ اس کے پاس اب کوئی قلعہ نہیں رہا تھا۔ اس لئے اس نے یہ تجویز سوچی کہ مکر و حیلہ سے قلعہ حران پر قبضہ کر لیا جائے۔ چنانچہ وہ رات کو روانہ ہو کر حران کے قریب پہنچا۔ جب قلعہ کے نگہبانوں نے اسے روکا۔ تو اس نے کہلا دیا کہ مسلمانوں کی قید سے

رودس چھوٹ کر آگیا ہے۔ نگہبانوں نے دروازہ کھول دیا۔ ارسوس نے قلعہ میں داخل ہو کر اس پر قبضہ کر لیا۔ جب اس کا یہ فریب عیسائیوں پر کھلا۔ تو انہوں نے اسے بہت برا کہا۔ سب میں یہ بات مشہور ہو گئی۔ کہ ارسوس بڑا ہی مکار ہے۔ رودس نے اس کی مدد کی۔ اس کی وجہ سے عربوں کی قید میں پڑا۔ اور اس نے اس کی عدم موجودگی میں اس کے قلعہ پر قبضہ کر لیا۔ لیکن عیسائی یہ بھی جانتے تھے کہ ارسوس بہادر اور بڑا حیلہ جو ہے۔ مسلمانوں کا مقابلہ اچھی طرح کر سکتا ہے۔ اس لئے اکثر مسیحی آ آکر اس کے لشکر میں بھرتی ہو گئے۔ اس سے اس کی جمعیت بڑھ گئی۔

ارغوک ابن رودس

راوی نے بیان کیا ہے۔ کہ رودس کا ایک بیٹا تھا۔ اس کا نام ارغوک تھا۔ وہ بڑا بہادر اور دلیر تھا۔ رودس اس سے ڈرتا رہتا تھا۔ کہ کہیں وہ اسے گرفتار کر کے خود مالک تاج و تخت نہ ہو جائے۔ چنانچہ اس نے اسے یعنی اپنے بیٹے کو قید کر دیا تھا۔ مقام عمق میں قید کیا تھا۔ رودس کی بیوی یعنی ارغوک کی والدہ کو بنت الصہ کر کہتے تھے۔ وہ حاکم سمیاط کی بیٹی تھی۔ اسے اپنے بیٹے کے قید ہو جانے کا بڑا رنج تھا۔ وہ رودس سے ناراض ہو کر اپنے باپ کے پاس سمیاط میں چلی گئی تھی۔ جب اسے معلوم ہوا کہ ارسوس نے اس کے شوہر کے قلعہ حران پر حیلہ و فریب سے قبضہ کر لیا ہے۔ تو اسے سخت قلق ہوا۔ وہ سمیاط سے عمق میں آئی۔ اپنے بیٹے کو رہا کیا۔ اس کے پاس کافی دولت تھی۔ اس نے وہ دولت بیٹے کے حوالہ کر کے اس سے کہا کہ فوج بھرتی کر کے ارسوس سے اپنا قلعہ واپس لے۔ چنانچہ ارغوک نے بھاری جمعیت فراہم کر لی۔ اور حران نے قصد سے دریائے فرات کی جانب کوچ کیا۔

جب ارسوس کو یہ خبر پہنچی۔ تو وہ بھی اس کے مقابلہ کے لئے نکلا۔ ارغوک کے مقدمتہ الجیش کا افسر ایک ارمنی شخص تھا۔ اس کا نام ارجوک تھا۔ اس کا مقابلہ ارسوس کے لشکر سے ہو گیا۔ اس کے یعنی ارجوک کے ہمراہ تین ہزار لشکر تھا۔ ارجوک کو شکست ہوئی۔ ارسوس نے اسے گرفتار کر لیا۔

رودس کی رہائی

عبداللہؓ بن سید نے بیان کیا ہے کہ مجھ سے یعنی عبداللہ سے سالم بن ر.حیہ نے ان سے عدال تیمی کے دو مردوں نے اور ان دونوں مردوں نے محمد بن عمرالواقدی سے بیان کیا ہے۔ کہ جب عیاضؓ بن غنم کو یہ معلوم ہوا کہ رودس کے بیٹے ارغوک نے ارسوس سے مقابلہ شروع کر دیا ہے تو انہوں نے رودس کو اپنے حضور میں طلب کر کے اسے تمام باتوں سے آگاہ کیا۔ یعنی کس طرح ارسوس نے اس کے قلعہ پر قبضہ کر لیا۔ اور اس کے بیٹے ازغوک نے اس کا یعنی ارسوس کا مقابلہ شروع کیا ہے۔ عیاضؓ بن غنم نے اس سے کہا۔ "اگر تم مسلمان ہو جاؤ۔ تو ہم تمہاری مدد کر کے تمہارا قلعہ ارسوس سے واپس دلا دیں"۔

رودس نے کہا "میں مسلمان ہونے کے لئے تو تیار نہیں۔ لیکن یہ وعدہ کرتا ہوں کہ اگر تم مجھے رہا کر دو۔ تو میں ارسوس سے لڑ کر اس سے اپنا قلعہ واپس لے لوں۔ اور اسے آپ کے حوالہ کر دوں۔ لیکن اس شرط پر کہ تم سویدیا نصیبین الصغرامیں سے کوئی ایک قلعہ مجھے دے د، رمیں اس صلہ میں تمہیں خراج ادا کیا کروں گا۔ عیاضؓ بن غنم نے اس بات کو منظور کر لیا۔ یوقنا سے کہا کہ "وہ رودس سے عیسائی مذہب کے مطابق حلف لیں" چنانچہ انہوں نے حلف لیا۔ عیاضؓ بن غنم نے رودس اور اس کے ساتھیوں کو رہا کر دیا۔

یوقنا کی حکمت عملی

راوی نے بیان کیا ہے کہ رودس اپنے ساتھیوں اور سامان و خیموں کو لے کر مرج رغبان سے حران کی طرف کوچ کیا۔ اس نے اپنے چند معتمدوں کو ارسوس کے حالات معلوم کرنے کے لئے بھیجا۔ ان جاسوسوں نے واپس آ کر رودس سے بیان کیا کہ ارسوس معہ لشکر کے حران کے سامنے فروکش ہے۔ ارغوک یعنی رودس کا بیٹا اس کے مقابلہ پر موجود ہے۔ ارجوک کے ساتھ ارسوس سے لڑنے کے لئے تین ہزار لشکر بھیجا گیا تھا۔ اس میں سے کچھ لوگ مارے گئے۔ کچھ ارجوک کے ساتھ گرفتار ہو گئے۔ باقی لشکر ارسوس کے قریب مقیم ہے۔ ارسوس نے اس لشکر کے سرداروں کے پاس پیغام بھیجا ہے کہ اگر وہ اس کے شریک ہو جائیں۔ تو وہ سپاہیوں اور افسروں سب کو انعام دے کر مالا مال کر دے گا۔ ان لوگوں نے مشورہ کرنے کا وعدہ کیا ہے۔ ارسوس چاہتا ہے کہ ارجوک کے بقیہ لشکر کو اپنے ساتھ لے کر

رہا پر چڑھائی کرے اور اس پر قبضہ کرے۔

راوی نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ عیاض ؓ بن غنم نے رودس کے ساتھ یوقنا کو بھی بھیج دیا تھا۔ جب رودس اور یوقنا آگے بڑھے تو انہوں نے رات کو آگ روشن دیکھی۔ رودس نے کہا: "میرا دل گواہی دیتا ہے کہ یہ لشکر میرے بیٹے ارغوک کا ہے جو ارجوک کی ماتحتی میں ارسوس سے لڑنے آیا تھا۔" چنانچہ اس نے چند جاسوس بھیجے۔ وہ خبر لائے۔ کہ یہ لشکر ارجوک ہی کا ہے۔ اس لشکر کے ارمی سرداروں نے ارسوس کی مدد کا ارادہ کرلیا ہے۔ ان میں اور ارسوس میں یہ قرارداد ہوئی ہے کہ دونوں دیر فرحا میں جاکر (دیر فرحا رہا اور حران کے درمیان واقع تھا) حلف اٹھائیں کہ جو قرارداد آپس میں طے ہوگی۔ اس پر عمل کریں گے۔ چنانچہ پچاس آدمی ارمنی لشکر سے (رودس ارمنی تھا۔ اس کا لشکر ارمنی لشکر کہلاتا تھا) اور سو آدمی ارسوس لے کر دیر فرحا میں جاکر حلف اٹھائیں گے۔

یہ بات سنتے ہی یوقنا کے چہرہ پر مسرت کی سرخی چھاگئی۔ آنکھیں چمکنے لگیں۔ انہوں نے کہا۔ "اگر خدا نے چاہا تو میں ارسوس کو بھی گرفتار کرلوں گا۔ اور رہا پر بھی قابض ہو جاؤں گا۔" چنانچہ انہوں نے اپنے معتمد غلام شامس کو اپنے پاس بلایا۔ یہ غلام شریف خاندان سے تھا۔ اور زیرک و دانا تھا۔ یوقنا نے اس سے کہا۔ "شامس! تم رہا کے فرمانروا کیلوک کے پاس جاؤ۔ اور اس سے کہو کہ ارسوس نے ارجوک کو گرفتار کرلیا ہے۔ ارجوک کے ارمنی سرداروں نے مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے اور پیغام دیا ہے کہ انہیں معلوم ہوا ہے کہ ارسوس نے تم سے مدد کی درخواست کی ہے۔ حالانکہ ارسوس رومی ہے۔ اور تم ارمنی ہو۔ ارجوک بھی ارمنی ہے۔ اور اس کا لشکر بھی ارمنی ہے قومی ہمدردی کا تقاضا یہ ہے۔ کہ تم ہماری مدد کرو۔ ہم تمہاری اطاعت کرلیں گے۔ ارسوس کی اطاعت ہرگز نہ کریں گے۔ اگر تم ہماری اعانت کرو۔ تو ارسوس کو گرفتار کرلو۔ وہ صبح کو سو آدمیوں کے ساتھ دیر فرحا میں حلف اٹھانے جائے گا۔ ہماری طرف سے بھی پچاس آدمی جاویں گے۔ اس وقت تم آسانی سے اسے گرفتار کرسکتے ہو۔"

شامس نے کیلوک کے پاس جاکر یہ پیغام دیا۔ وہ ارمنیوں کی مدد کے لئے تیار ہوگیا اور چار سو آدمی لے کر دیر فرحا کی طرف روانہ ہوا۔ یوقنا اپنے ہمراہیوں کو لے کر چلے اور دیر فرحا کے قریب کمینگاہ میں چھپ گئے۔ ادھر ارجوک کے لشکریوں نے رودس کے کہنے پر ایک ہزار

لشکر خفیہ طور پر روانہ کیا۔ اور اسے ہدایت کردی کہ اہل رہا کے لشکریوں کا سا لباس پہن لیں۔ اور کیلوک کے لشکر میں اس طرح شامل ہو جائیں۔ جیسے اسی کی فوج کے سپاہی ہوں۔ اور جب موقع پائیں تو کیلوک کو گرفتار کرلیں۔

ارسوس نے شامس کے لیکوک کے پاس جانے سے پہلے ہی کیلوک کے پاس اپنا سفیر بھیجا تھا اور اس سے یہ طے کرلیا تھا۔ کہ وہ ارجوک کے لشکر اور ارغوک کی مدد نہ کرے۔ کیلوک نے سفیر سے وعدہ کرلیا تھا۔ ارسوس اس کی طرف سے مطمئن ہو گیا تھا۔ چنانچہ دوسرے روز ارسوس دوس سو معتمدوں کو ساتھ لے کر دیر فرحا کی طرف روانہ ہوا۔ ابھی وہ دیر سے فاصلہ پر ہی تھا۔ کہ دفعتہ تکبیرو تہلیل کی آوازیں آئیں۔ ارسوس اور اس ک ساتھی حیران ہو کر دیکھنے لگے۔ یہ مسلمانوں کے سردار عمروؓ بن معدی کرب زبیدی تھے۔ ان عربوں نے رومیوں کو ہاتھ پاؤں ہلانے تک کا موقع نہ دیا۔ اور ارسوس اور اس کے دو سو ہمراہیوں کو گرفتار کرلیا۔

راوی نے بیان کیا ہے کہ ان عربوں کے آنے کی صورت یہ ہوئی۔ کہ جب رودس کے ساتھ یوقنا کو امیر عیاضؓ بن غنم نے بھیجا۔ تو تھوڑی ہی دیر کے بعد ان کے دل میں رودس کی طرف سے بدگمانی ہوئی۔ یہ خیال ہوا کہ کہیں وہ یوقنا کے ساتھ بے وفائی نہ کرے۔ انہوں نے اپنے اس اندیشہ کو حضرت خالدؓ سے بیان کیا۔ حضرت خالدؓ نے کہا: "بدگمانی نہ کرو۔ ارمنی بادشاہ رومی بادشاہوں کی طرح بیوفائی نہیں کرتے۔ وہ جو وعدہ کرتے ہیں اسے پورا کرتے ہیں۔ رودس بے وفائی نہ کرے گا۔"

امیر عیاضؓ نے کہا:۔ "پھر بھی ہمیں احتیاط کرنی ضروری ہے۔" چنانہ انہوں نے عمروؓ بن معدی کرب ز۔بدی کو دو سو عربوں کے ساتھ یوقنا کی مدد کے لئے بھیجا تھا۔ یہ لوگ چلے جا رہے تھے کہ دیر فرحا کے قریب ارسوس اور اس کے دو سو ساتھی مل گئے۔ انہوں نے دفعتہ ان پر خروج کیا۔ اور ان سب کو گرفتار کرلیا۔

رہا کی فتح

کیلوک دیر فرحا کے قریب آکر چھپ گیا تھا۔ ارجوک کے ایک ہزار لشکری بھی اسے گرفتار کرنے کی تگ و دو میں اس کے پاس آگئے تھے۔ چونکہ وہ اہل رہا کی سی وردی پہنے

ہوئے تھے۔ اس لئے کیلوک نے انہیں اپنا ہی لشکر سمجھا۔ یوقنا بھی اپنے ساتھیوں کو ہمراہ لے کر قریب ہی چھپے ہوئے تھے۔ وہ ارسوس کو گرفتار کرنا چاہتے تھے۔ لیکن جب انہیں معلوم ہوا۔ کہ ارسوس اور اس کے ساتھیوں کو عربوں نے گرفتار کرلیا۔ تو وہ دفعتہ کیلوک پر جا پڑے۔ اور انہوں نے اسے گرفتار کرلیا۔ بقیہ تمام دن وہ کمینگاہ میں چھپے رہے۔ رات کو رہا کی طرف روانہ ہوئے۔ یوقنا اور اس کے ساتھیوں نے بھی اہل رہا کا سا لباس پہن لیا۔ اور قلعہ کے قریب جاکر مشعلیں روشن کرلیں۔ تاکہ اہل رہا ان کا لباس دیکھتے ہی یہ سمجھ لیں کہ کیلوک معہ اپنے لشکر کے واپس آرہا ہے۔ اور قلعہ کا پھاٹک کھول دیں۔ ان کی یہ تدبیر کارگر ہوگئی۔ روشنی میں ان کا لباس دیکھتے ہی محافظوں نے پھاٹک کھول دیا۔ یوقنا نہایت اطمینان سے اپنا لشکر لے کر قلعہ میں داخل ہوگئے۔ قلعہ میں پہنچتے ہی انہوں نے اللہ اکبر کے پرشور نعرے لگائے۔ ارمینوں کو مقابلہ کی جرات نہ ہوئی۔ ان پر رعب و خوف چھا گیا۔ انہوں نے اطاعت اختیار کرلی۔ یوقنا نے رہا کے ان امیروں کو جن سے تمردو سرکشی کا اندیشہ ہوا گرفتار کرلیا۔ کیلوک کے مال و اسباب اور خزانہ پر قبضہ کرلیا۔ اس طرح پر عربوں کا رہا پر قبضہ ہو گیا۔ یوقنا نے ایک عرب کو رہا کا حاکم مقرر کردیا۔ اور وہاں سے چلے آئے۔

حران کی فتح

رودس یوقنا کے کچھ لشکریوں کو ساتھ لے کر حران کے سامنے پہنچا۔ اس نے قلعہ کے محافظوں کو پکارا۔ نگہبانوں نے جھانک کر دیکھا۔ رودس کو دیکھتے ہی انہوں نے قلعہ کا پھاٹک کھول دیا۔ فوجی افسر۔ ملکی مدبر۔ اکابر قوم اور رئیسان شہر کی اس رہائی پر مبارکباد دینے کے لئے اس کے پاس جمع ہوئے۔ اس کی تعظیم کے لئے اس کے سامنے جھکے۔ اس کے ساتھ دارالامارۃ میں گئے۔ رودس نے ان سے مخاطب ہو کر کہا: ”میرے وفادارو! اس خدا کا شکرو احسان ہے جس نے مجھے مصیبت و ہلاکت سے نجات دی میں مسلمانوں کے پاس قید تھا۔ انہوں نے میری دلجوئی اور عزت و تکریم میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ وہ نہایت نیک اور خدا رسیدہ لوگ ہیں۔ بڑے عبادت گزار ہیں۔ میں نے ان کے امیر سے یہ وعدہ کیا تھا۔ کہ حران پر ان کا قبضہ کروا دوں گا۔ وہ مجھے حسین صغرا اور سوید دے دیں۔ چونکہ بادشاہ اپنے قول سے نہیں پھرا کرتے اس لئے میں اپنا وعدہ پورا کرلوں گا۔ میرے دل پر اسلام کا اثر ہو گیا تھا۔ میں

اسی وقت مسلمان ہونا چاہتا تھا۔ جب مسلمانوں کی قید میں تھا۔ لیکن اس خیال سے رک رہا۔ کہ دنیا یہ کہے گی۔ کہ مسلمانوں سے ڈر کر مسلمان ہوا۔ اب جبکہ میں آزاد ہوں۔ اور مسلمانوں کا کوئی خطرہ نہیں ہے میں مسلمان ہوتا ہوں۔

جب رودس مسلمان ہو گیا۔ تو اکثر رئیس اور فوجی افسران بھی مسلمان ہو گئے۔ ان لوگوں کے مسلمان ہونے کا یہ اثر ہوا۔ کہ حران کے زیادہ باشندے مسلمان ہو گئے۔ بہت تھوڑے عیسائی مذہب پر قائم رہ گئے۔

واقعات راس العین

ربیعہ بن ہیثم سے روایت ہے اس نے روایت کی عبداللہ تنوخی سے اس نے عبدان بن عطیہ سے اس نے بیان کیا ہے کہ اہل حران کے مسلمان ہونے کا یہ اثر ہوا۔ کہ جزیرہ کے اکثر لوگ آغوش اسلام میں آ گئے۔ مسلمانوں نے ان کے حق میں یہ دعا مانگی۔ "اے اللہ ان لوگوں کو تو اپنے دین پر ثابت قدم رکھ اور ان کے شہر میں سے کسی چیز پر بھی دشمنوں کو قدرت نہ دے۔" جو عیسائی مسلمان ہوئے۔ انہوں نے اپنے شہروں کے کیسوں اور دیروں کو مسجدیں اور جمعہ مسجدیں بنا لیا۔ بڑے بڑے شہروں میں سے سروج۔ تخن۔ اکساس اور عمق پر بھی عربوں کا قبضہ ہو گیا۔

شہریاض کا مدد طلب کرنا

شہریاض کو عربوں کی فتوحات کی خبریں متواتر پہنچ رہی تھیں۔ جب اسے معلوم ہوا کہ رہا۔ حران۔ سروج۔ تخن۔ اکساس اور عمق بھی عربوں کی فتح کر لئے تو اسے بڑا ہراس ہوا۔ اسے خوف ہوا۔ کہ اس کا تمام ملک عربوں کے قبضہ میں نہ آ جائے۔ چنانچہ وہ اپنے معتمدین اور اکابر قوم کو ساتھ لے کر راس العین میں داخل ہوا۔ اور بیعہ نسطوریہ میں جو آج کل جمعہ مسجد ہے اور اس زمانہ میں نہایت مقدس دیر سمجھا جاتا تھا۔ نماز پڑھی اور فتح کی دعا مانگی۔ دعا مانگنے کے بعد ملک شہریاض نے تقریر کرتے ہوئے کہا:"اے رومیو! عربوں نے ہمارے بہت سے شہروں پر قبضہ کر لیا ہے۔ ملک خابور پر وہ قابض ہو گئے۔ اب انہیں رسد کی کمی نہیں

رہی ہے۔ مفتوحہ علاقہ سے وہ جس قدر رسد چاہیں لے سکتے ہیں۔ اب ان سے سوائے جنگ کے کوئی چارہ نہیں ہے۔ اگر ہماری فتح ہوئی۔ تو عربوں نے اب تک جو کچھ فتح کیا ہے ہم ان سے چھین لیں گے۔ اور انہیں اپنے ملک سے نکال دیں گے۔ اور اگر عربوں کو فتح ہوئی۔ تو وہ اس تمام سرزمین پر قابض و متصرف ہو جائیں گے۔ میری رائے میں ایک بات آئی ہے۔"

لوگوں نے دریافت کیا: "بادشاہ کی کیا رائے ہے؟"

شہریاض نے کہا: "یہ میں سمجھتا ہوں کہ میں تنہا عربوں کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ ہم جنگ کو طول دیں۔ جس طرح بھی ہو ایام گزاری کریں۔ اور شاہان سفرو زعفرہ کو مدد کے لئے لکھیں۔ اور ملک عرقناس بن فارس اور ملک انطاق کو جو نینوئی اور اس کے ملحقات کے مالک ہیں انہی بھی لکھیں۔ کہ وہ ہماری کمک کریں۔ ملک جبرین صالح ا لہنکاریہ کو بھی تحریر کریں۔ اگر یہ سب ہماری مدد پر آمادہ ہو جائیں۔ اور خود لشکر لے کر آئیں۔ یا اپنے لشکروں کو بھیج دیں۔ تو کیا عجب ہے کہ حضرت مسیح کی استعانت سے ہم مسلمانوں کو ہزیمت دیکر بھگا دیں۔"

تمام لوگوں نے شہریاض کی اس رائے کی تائید کی۔ اور سب نے یک زبان ہو کر کہا: "یہ رائے نہایت ہی مناسب ہے۔" چنانچہ اسی وقت متذکرہ بادشاہوں کے نام نامے لکھے گئے۔ اور ایلچیوں کے ہاتھ روانہ کر دیئے گئے۔

امیر عیاضؓ کا توقف

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ امیر عیاضؓ بن م ے جنگ کو عارضی طور پر اس لئے ملتوی کر دیا۔ کہ وہ خونریزی کو پسند نہیں کرتے تھے۔ اس فکر میں تھے۔ کہ بغیر کشت و خون کے بقیہ ملک پر بھی قبضہ ہو جائے۔ اس کے علاوہ جو شہر انہوں نے فتح کر لئے تھے۔ ان کا اور ان کے ملحقات کے علاقہ کا انتظام کرنا بھی ضروری تھا۔ چنانچہ انہوں نے امن و امان قائم کیا۔ اور حضرت ابو عبیدہؓ بن الجراح ملک شام کے وائسرائے کی خدمت میں تمام حالات لکھ کر درخواست کی کہ عیسائیوں کی آمد کی اطلاع دیتے رہیں۔

ماہ پیکر طاریوں

راوی نے بیان کیا ہے کہ جب شہریاض کے خطوط صاحبان اقالیم کو پہنچے تو وہ حب قومی

اور عیسائی مذہب کی سربلندی کے لئے اس کی مدد پر آمادہ ہو گئے۔ انہوں نے اپنے ملک کے عیسائیوں میں جوش جہاد کی روح پھونک دی۔ ہر طرف عربوں سے لڑنے کے لئے زور و شور سے تیاریاں ہونے لگیں۔ جب شہریاض کا خط اخلاط کے بادشاہ کے پاس پہنچا۔ تو وہ بھی اس کی مدد کرنے پر آمادہ ہو گیا۔

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ اخلاط کے بادشاہ کی ایک بیٹی تھی۔ اس کا نام طاریون تھا۔ نہایت حسین و خوبرو۔ پری جمال اور شیریں ادا تھی۔ اس کا محل اسی کے ہمنام پہاڑ پر واقع تھا۔ یعنی جبل طاریون پر۔ وہ بڑی بہادر اور فنون جنگ سے خوب ماہر تھی۔ چونکہ وہ بڑی صاحب جمال تھی۔ اس لئے سینکڑوں اس کے فدائی اور عاشق تھے۔ اکثر لوگوں نے اس کی خواستگاری کی تھی۔ اس کی شرط یہ تھی۔ کہ جو میدان جنگ میں اسے زیر کر لے وہ اس کے ساتھ عقد کرے گی۔ کئی شاہزادے جنہیں اپنی بہادری پر ناز تھا آئے لیکن اس کے مقابلہ میں سب زیر ہوئے۔ شرمندہ اور ناکام ہو کر واپس چلے گئے۔ اس کے خواستگاروں میں ملک سلنطور والئی جبل النسانسہ کا بیٹا سوسیٰ بھی تھا۔ وہ اپنے باپ کی طرف سے تحائف لے کر اخلاط میں طاریون کے باپ کے پاس حاضر ہوا۔ اور طاریون کی خواستگاری کی۔ والئی اخلاط کو سوسیٰ بہت پسند آیا۔ کیونکہ وہ بھی نہایت خوبصورت۔ وجیہ اور شہ زور تھا۔ اس نے طاریون سے کہا۔ کہ "وہ اس کے ساتھ عقد کرلے۔" لیکن طاریون نے جنگ میں غلبہ کی شرط اس کے ساتھ بھی پیش کی۔ ایک تاریخ مقرر ہوئی۔ اس روز بڑا ہجوم اس لڑائی کو دیکھنے کے لئے جمع ہو گیا۔ طاریون اور سوسیٰ میدان میں نکلے۔ دیر تک ہنر آزمائی کرتے رہے۔ آخر طاریون غالب آئی۔ اس نے سوسیٰ کی پیشانی کے بال کاٹ لئے۔ اس کی کامیابی کا راز اس کے بڑھے ہوئے حسن و جمال میں مضمر تھا۔ وہ ہمیشہ اپنے رخ انور پر نقاب ڈال کر میدان میں مقابلہ کے لئے نکلا کرتی تھی۔ جب دیکھتی کہ فریق ثانی غالب آ رہا ہے تو نقاب الٹ دیتی۔ نیز حسن جلوہ فگن ہو جاتا۔ مخالف مسحور ہو کر اس حسن کی دیوی کو تکنے لگتا۔ وہ شعلہ رو اپنا کام کر جاتی۔ اور اپنے حریف پر غالب آ جاتی۔

جب شہریاض کا نامہ والی اخلاط کے پاس پہنچا۔ تو اس نے چار ہزار سوار اس کی مدد کے لئے روانہ کئے۔ اور ان سواروں پر اپنی بیٹی طاریون کو سپہ سالار مقرر کر کے اس کے ساتھ بہت سے مشہور افسروں کو کر دیا۔ اور چلتے وقت اس سے کہا: "جان پدر! تو آج تک اپنے

حریفوں پر غالب ہوتی رہی ہے۔ اب عربوں کے مقابلہ پر جا رہی ہے۔ میری خواہش یہ ہے کہ تو عربوں پر زبردست حملہ کر کے ایسا غلبہ حاصل کر کے عیسائی دنیا میں میری شہرت ہو جائے"

سوسیٔ کی محبت

ملک شہریاض نے ملک سلنطور والئی سنانسہ یعنی سوسیٔ کے باپ کو بھی مدد کے لئے لکھا تھا۔ اس نے بھی کچھ لشکر اپنے بیٹے سوسیٔ کو دے کر روانہ کیا۔ اتفاق ایسا ہوا۔ کہ ادھر سے سوسیٔ چلا۔ ادھر سے طاریون۔ دونوں راستہ میں مل گئے۔ سوسیٔ بڑا خوبرو اور طرحدار تھا۔ طاریون نے اب جبکہ اسے غور سے دیکھا۔ اور چند روز اس کے ساتھ بھی رہی۔ تو اس کے دل میں اس کی محبت پیدا ہو گئی۔ وہ اس کے دام محبت میں پھنس گئی۔ اسے اپنے ساتھ چلنے کی اجازت دے دی۔

یرغون:

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ ان فتوحات کے واقعات میں بہترین اور عجیب و غریب واقع یہ ہے کہ اس ماہوش لڑکی طاریون کا ایک چچا زاد بھائی تھا۔ اس کا نام یرغون تھا۔ وہ بھی طاریون کے عاشقوں میں تھا۔ اور اسے بہت زیادہ چاہتا تھا۔ لیکن جب اس نے دیکھا کہ طاریون اپنے ہر حریف پر غالب آتی ہے تو اسے اس سے مقابلہ کرنے کی جرات نہ ہوئی۔ نہ وہ اس کے سامنے اظہار محبت کر سکا۔ وہ بہت سے شہروں کا والی اور حکمران تھا۔ معدن۔ وقف الطر۔ یدلیس۔ ازرن وغیرہ اس کے تحت میں تھے۔ وہ بھی اپنے دار لسلنت سے تین ہزار سوار لے کر ملک شہریاض کی مدد کے لئے چلا تھا یدلیس میں مقیم تھا کہ اسے شاہزادی طاریون کے آنے کی اطلاع ہوئی۔ وہ دوڑ کر اس کے استقبال کے لئے گیا۔ سر آنکھوں پر بٹھا کر لایا۔ اس کی بڑی مدارات کی۔ اس کا بڑا اعزاز و اکرام کیا۔ اور بے شمار بیش قیمت تحفے نذر کئے۔ اس کے ساتھ کوچ کیا۔ یہ سب فوجیں یعنی طاریون کی۔ سوسیٔ کی اور یرغون کی قلعہ لیتفا میں پہنچیں۔ وہاں سے موزر کی طرف بڑھیں۔ اور ایک قلعہ پر جا بالستاج کے نام سے مشہور تھا۔ اور لب نہر واقع تھا جا اترے۔

یرغون کو یہ شک ہو گیا تھا۔ کہ طاریون سوسیٰ کو چاہنے لگی ہے۔ رشک رقابت کی آگ اس کے سینہ میں مشتعل ہو گئی تھی۔ اس نے سوسیٰ کو ٹھکانے لگانے کا قصد کر لیا تھا۔ چنانچہ اس نے طاریون اور سوسیٰ کی نگہداشت خفیہ طریقہ پر شروع کر دی۔ بہت سے جاسوس ان پر مامور کر دیئے۔ جو ان کی نقل و حرکت کی اسے خبریں پہنچاتے تھے۔ طاریون بھی یرغون کی طرف سے کچھ کھٹک گئی تھی۔ وہ سوسیٰ سے چھپ چھپ کر ملنے لگی تھی۔ اس نے اس بات پر سوسیٰ کے سامنے اظہار افسوس کیا تھا۔ کہ جب وہ اس کے خواستگار ہو کر آیا تھا۔ تو اس نے کیوں اسے زک دی اور کیوں نہ اس کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے دیا۔ اس سے عقد کر لیا۔ اس نے اس سے کہہ دیا۔ کہ عربوں کی جنگ میں وہ ناموری حاصل کرے۔ اور فتح و نصرت حاصل کر کے واپسی پر اس کے باپ سے پھر خواستگاری کرے۔

یرغون کی پیش بندی

طاریون کو سوسیٰ سے کچھ ایسی محبت ہو گئی کہ اس نے یہ قصد کیا کہ اس سے یہ عہد لے کہ وہ سوائے اس کے کسی اور سے عقد نہ کرے گا۔ وہ خود بھی یہ حلف اٹھانے کو تیار ہو گئی۔ کہ سوائے سوسیٰ کے کسی اور سے نکاح نہ کرے گی۔ چنانچہ اس نے ایک روز نہایت لذیذ مٹھائیاں تیار کرائیں اور اپنے ایک معتمد کے ہاتھ انہیں سوسیٰ کے پاس بھیجا اور زبانی یہ پیغام بھی دیا کہ آج رات کو میرے خیمہ میں یرغون اور دوسرے لوگوں سے چھپ کر آؤ۔ تاکہ ہم دونوں یہ عہد و پیمان کریں۔

اس نے اپنے چچیرے بھائی یرغون اور دوسرے امراء کو بھی شیرینی بطور تحفے کے بھیجی۔ تاکہ کسی کو یہ شک نہ ہو کہ سوسیٰ ہی کو خصوصیت کے ساتھ مٹھائی کیوں بھیجی گئی۔ اس طرح اس کا راز محبت چھپا رہے۔

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ یہ خادم جو طاریون کا ہدیہ اور پیغام لے کر گیا۔ یرغون کا پروردہ تھا۔ اگرچہ وہ طاریون کے پاس رہتا تھا۔ لیکن اسے یرغون سے بڑی محبت تھی وہ درپردہ طاریون کی جاسوسی کرتا تھا۔ اس نے یرغون سے وہ پیغام بیان کر دیا۔ جو طاریون نے سوسیٰ کو بھیجا تھا۔ یرغون کو سخت ناگوار گذرا۔ جب دن چھپ گیا۔ اور رات ہو

گئی تو اس نے اپنے تمام معتمدوں۔ افسروں اور رئیسوں کو طلب کر کے کہا۔ "میرے وفادار! ہم عربوں کی لڑائی پر تیار ہو کر آئے تھے۔ لیکن میری دور بین نگاہیں دیکھ رہی ہیں۔ کہ عربوں کے گھوڑے ہمیں پالیں گے۔ گھیر لیں گے اور روند ڈالیں گے تمہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ اس وقت ایشیا میں دو سلطنتیں زبردست تھیں۔ ایک ہرقل اعظم کی اور دوسری ایران کی۔ عربوں نے ان دونوں سلطنتوں کے تختے الٹ دیئے۔ شام و ایران پر قابض ہو گئے۔ شہریاض کی سلطنت ان کے برابر قوی نہیں ہے۔ نہ اس قدر لشکر ہیں اور نہ اتنی دولت ہے۔ وہ عربوں کا مقابلہ نہ کر سکیں گے۔ ان کے ملک کا بھی بڑا حصہ عربوں نے فتح کر لیا ہے۔ جو باقی رہا ہے وہ بھی یقیناً فتح کر لیں گے۔ انہوں نے حران۔ رہا۔ سروج۔ بمیرہ۔ خابور اور ماردین جیسے مضبوط قلعے فتح کر لئے۔ ارسوس کو گرفتار کر لیا۔ اس کی بیٹی ماریہ مسلمان ہو گئی۔ جو ان سے لڑتا ہے۔ وہ اس پر غالب آجاتے۔ ان کے اہل و عیال کو لونڈی غلام بنا لیتے ہیں۔ دولت لے لیتے ہیں۔ املاک چھین لیتے ہیں۔ اور جو ان کی اطاعت کرتا ہے۔ اس پر وہ مہربانی کرتے ہیں۔ اس کی تمام چیزیں اس کے پاس رہنے دیتے ہیں۔ اب دوسری بات بھی سنو۔ شاہزادی طاریون میری عمزاد بہن ہے۔ میں نے اس کی خواستگاری کی۔ اس نے انکار کر دیا۔ وہ سناسنہ کے بادشاہ سلنطور کے بیٹے سوسیؑ سے شادی کرنے پر آمادہ ہے۔ اگر سوسیؑ نے اس سے شادی کر لی۔ تو اس کی یعنی سوسیؑ کی قوت بڑھ جائے گی۔ وہ اور اس کا باپ مجھ سے عداوت رکھتا ہے مجھے خوف ہے کہ کہیں یہ دونوں مل کر میری حکومت نہ چھین لیں۔ اگر ایسا ہوا تو تم پر بھی بلا نازل ہو گی۔ تمہاری دولت بھی وہ چھین لیں گے۔ اور تمہیں اپنا غلام بنا لیں گے۔ اس لئے میری رائے یہ ہے کہ میں طاریون اور سوسیؑ کو ملنے نہ دوں۔ وہ آج رات کو باہم مل کر کچھ عہد و پیمان کرنا چاہتے ہیں۔ میرا قصد یہ ہے کہ میں آج رات کو طاریون کو گرفتار کر لوں۔"

بعض دور اندیش لوگوں نے کہا: "اگر تم طاریون کو گرفتار کر لو گے۔ تو اس کا باپ غضبناک ہو کر تم پر یورش کرے گا۔ تمہیں اس کے غضب سے کون بچائے گا۔ کہاں پناہ ملے گی۔ اور کون تمہاری مدد کرے گا۔" یرغون نے کہا۔ "میں عربوں کے پاس چلا جاؤں گا۔ ان سے امان حاصل کروں گا۔ وہ میری مدد کریں گے۔" اس کی قوم کے لوگوں نے کہا: "تم سب مستعد ہو جاؤ۔ جب میں حکم دوں۔ فوراً عربوں کی طرف کوچ کر دو۔"

طاریون کی گرفتاری

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ سوسیٔ کچھ کم ہمت اور نزول تھا۔ اسے یہ خوف ہوا۔ کہ کہیں طاریون نے ریغون سے مل کر اس کی گرفتاری کا بندوبست نہ کیا ہو۔ چنانچہ وہ اس رات کو طاریون کے پاس نہ گیا۔ ریغون نہایت دلیر تھا۔ وہ سوسیٔ بن کر اور چھپ کر طاریون کے سراپردہ میں پہنچا۔ طاریون نے اس رات کو سراپردہ کے گرد زیادہ چوکیدار اور پہرہ دینے والے نہیں رہنے دیے تھے۔ کنیزوں کو بھی الگ کر دیا تھا۔ وہ تنہائی میں سوسیٔ سے ملنا چاہتی تھی۔ جب ریغون پہنچا۔ تو وہ اسے سوسیٔ سمجھی۔ اس نے شان دلربائی کے ساتھ کھڑی ہو کر اس کا استقبال کیا۔ خوش آمدید کہی۔ اس کی زبان سے چند فقرے محبت آمیز سے نکل گئے۔ مگر جلد ہی اس نے اسے پہچان لیا۔ وہ نہایت شرمندہ اور خوفزدہ ہوئی۔ اب اس سے سوائے اس کے اور کچھ نہ بن آئی کہ وہ اس کی خوشامد اور اس سے التجا کرنے لگی۔

ریغون نے اس سے کہا: "لعنت و پھٹکار ہے تجھ پر طاریون! کیا تو سمجھتی تھی۔ کہ تیرا راز ابھی تک راز ہے۔ میں اس راز سے واقف نہیں ہوں۔ یہ تیری خام خیالی ہے۔ افسوس ہے تجھ پر تو ایک رومی شہزادے کو چاہنے لگی ہے۔ حالانکہ تو ارمنی ہے۔ وہ تیرا کفو نہیں ہے۔ مجھ سے تو روگردانی کرتی رہی ہے۔

اسے ملامت کرنے کے بعد ریغون نے اسے گرفتار کر لیا۔ اس کے منہ میں کپڑا ٹھونس دیا۔ تاکہ وہ شور نہ کر سکے۔ اس کے ہاتھ کس کر باندھ دیئے۔ اور وہاں سے اسے لے کر اپنے لشکر گاہ میں پہنچا۔ اس نے دیکھا کہ اس کے تمام لشکری خیمہ و خرگاہ اکھاڑ کر باربرداریوں میں سوار کر کے کوچ پر مستعد ہیں۔ اس نے ایک اونٹ پر طاریون کو سوار کرایا۔ خود گھوڑے پر سوار ہوا۔ اور لشکر کو کوچ کا حکم دے دیا۔ فوراً اس نے اور اس کی سپاہ نے وہاں سے کوچ کر دیا۔

سوسیٔ اور اس کے سپاہیوں نے جب ریغون اور اس کے لشکر کو کوچ کرتے دیکھا تو وہ بھی کوچ کی تیار کرنے لگے۔ لیکن ریغون نے انہیں روک دیا اور کہا: "تم لوگ صبح تک توقف کرو۔ اس لئے کہ راستہ تنگ ہے۔ گھوڑوں اور اونٹوں کے اژدہام سے چلنا دشوار ہو جائے گا۔ چنانچہ وہ لوگ مقیم رہے۔ اور ریغون وہاں سے روانہ ہو کر صبح ہوتے مقام سور پر جا

پہنچا اور وہیں ٹھہر گیا۔

جب صبح ہوئی تو طاریون اور سوئی کے لشکر بھی کوچ کے لئے تیار ہو گئے۔ سوئی تیار ہو کر طاریون کے سراپردہ کے پاس جا کھڑا ہوا۔ اور اس کے برآمد ہونے کا انتظار کرنے لگا۔ سورج نکل آیا۔ دھوپ پھیل گئی۔ مگر طاریون سراپردہ سے باہر نہ نکلی۔ آخر ایک خادم کو اندر بھیجا گیا۔ اس نے واپس آ کر بتایا کہ طاریون سراپردہ سے غائب ہے۔ یہ سن کر تمام لوگ مضطرب و پریشان ہو گئے۔ طاریون کے لشکر نے واپسی کا ارادہ کیا۔ مگر چند سمجھدار لوگوں نے کہا: "اگر ہم بغیر شاہزادی کے واپس گئے تو ملک سلنطور غضبناک ہو کر ہماری گردنیں مار دے گا۔ اور کہے گا۔ کہ لعنت ہے تم پر تم میری بیٹی کی حفاظت نہ کر سکے۔ شاہزادی کو یرغون پکڑ کر لے گیا ہے۔ اس کا تعاقب کرو۔"

یہ بات سب کی سمجھ میں آ گئی۔ اور وہ اس کی تلاش و جستجو میں روانہ ہوئے۔

یرغون اور اس کے ہمراہیوں کا قبول اسلام

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ یرغون مرج سورس میں مقیم تھا۔ کہ طاریون کا لشکر وہاں جا پہنچا۔ اس نے شور و غوغا شروع کیا افسروں نے یرغون سے کہا: "یرغون! کیوں اپنی موت کے ساتھ کھیل رہا ہے۔ شاہزادی طاریون کو رہا کر دے ورنہ ہلاک ہو جائے گا۔" یرغون نے کہا۔ "طاریون اور سوئی نے مل کر میرے خلاف سازش کی۔ میں اسے کیسے رہا کر سکتا ہوں۔"

طاریون کا لشکر یرغون کی سپاہ کے گرد چھا گیا۔ یرغون نے اپنے ہمراہیوں سے مخاطب ہو کر کہا: "سختی ہو تم پر سختی میں ڈالا ہمیں ان ناکسوں نے۔ تم اس بات پر غور کرو۔ کہ عرب اپنے صدق اور خدا پرستی کی بدولت اپنے دشمنوں پر کامیاب ہوتے ہیں۔ وہ اپنے دوستوں سے غافل نہیں رہتے۔ میں اس وقت سے جب سے انہوں نے ملک شام پر قبضہ کیا تھا۔ ان کے مذہب کے متعلق معلومات کر رہا تھا۔ حقیقت میں وہ خدا کی وحدانیت و یکتائی کے قائل ہیں۔ توحید کے حامل ہیں۔ خدا کی عبادت کرتے ہیں۔ بڑے عادل ہیں۔ ہم لوگ خدا کے بیٹا اور بیوی بتاتے ہیں۔ روح القدس کو خدائی میں شریک سمجھتے ہیں۔ اس طرح ہم توحید کے منکر ہو

گئے۔ تین خداؤں کو ماننے لگے صلیب پرستی ہمارا شعار ہو گیا۔ ہم ملیبوں حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ کی تصویروں کے سامنے سر جھکاتے ہیں بت پرست بن گئے ہیں۔ یہ کفر ہے ہمیں اسلام اختیار کر لینا چاہئے۔ مسلمانوں کو خدا اور اس کے رسول صلعم نے یہ خوشخبری دی ہے کہ جو لوگ جہاد میں شہید ہو جاتے ہیں۔ وہ جنت میں جاتے ہیں۔ اور جو غیر مسلم کو قتل ہوتے ہیں وہ دوزخ میں جاتے ہیں۔ اگر تم اپنے دشمنوں پر فتح یاب ہونا چاہتے ہو تو اس کی واحدانیت کا اقرار کرو۔ مسلمان ہو جاؤ۔ اس کے تمام ساتھیوں نے کلمہ پڑھا اور مسلمان ہو گئے۔ مسلمان ہوتے ہی انہوں نے اللہ اکبر کے پر شور نعرے لگائے۔ ان کی صدائے تکبیر سے میدان اور پہاڑ گونج اٹھے۔

جب طاریون کے لشکریوں اور سوسیٰ نے یہ آوازیں سنیں تو انہوں نے سمجھ لیا۔ کہ ریغون اور اس کے ساتھی مسلمان ہو گئے۔ انہیں ان کا مسلمان ہونا بڑا شاق گزرا۔ سوسیٰ اپنے ندیموں اور معتمدوں کو ساتھ لے کر بڑھا۔ اور ریغون کے پاس پہنچ کر کہنے لگا: "سختی ہو تجھ پر تو نے حضرت مسیح سے کفر کیا۔ دین عیسوی سے کافر ہو گیا۔ اسلام کو قبول کیا۔ کیا تو یہ سمجھتا ہے کہ مسلمان تیری مدد کریں گے۔ یہاں مسلمان ہیں کہاں۔ مسلمانوں تک تیری صدا کیونکر پہنچے گی۔ ہم تجھے اور تیرے تمام ساتھیوں کو قتل کر ڈالیں گے۔"

ریغون نے کہا: "میں نے حضرت مسیح سے کفر نہیں کیا۔ انہیں رسول مانتا ہوں۔ تمام مسلمان بھی انہیں رسول مانتے ہیں۔ البتہ تمہارے اس دین سے جس پر تم ہو انکار کرتا ہوں۔ خدا کے نہ بیوی ہے نہ بیٹا ہے۔ نہ کوئی اس کی خدائی میں شریک ہے۔ لکڑی کے ٹکرے صلیب بنانے سے اس قابل نہیں ہو جاتے کہ انہیں سجدہ کیا جائے۔ نہ حضرت عیسیٰ اور حضرت مریم کی تصویریں سجدہ کرنے کے قابل ہیں۔ سجدہ اسی خدا کو سزاوار ہے۔ جو تمام کائنات کا خالق ہے۔"

سوسیٰ نے غضبناک ہو کر کہا: "تو نے مسیح کا دامن چھوڑا۔ محمد صلعم کا دامن پکڑا۔ اب محمد کو پکار دیکھو وہ کیسے تیری مدد کرتے ہیں۔"

یہ کہتے ہی سوسیٰ نے اپنے اور طاریون کے لشکر کو حملہ کرنے کا ارشاد کیا۔ دونوں فوجیں تلواریں سونت کر ریغون کی سپاہ پر ٹوٹ پڑیں۔

تائید خداوندی

ریغون نے بلند آواز سے کہا: "دلیرو! ان بھیڑوں سے گھبرانا نہیں۔ ان کی کثرت کا خیال نہ کرنا۔ محمد (صلعم) کا خدا تمہیں دیکھ رہا ہے۔ وہ یقیناً تمہاری مدد کرے گا۔ اگر تم شہید ہو گئے۔ تو جنت میں داخل ہو گے۔ رسول اللہ پر درود پڑھو۔ درود پڑھنے کا بڑا ثواب ہے۔ درود پڑھتے ہوئے حملہ کرو۔"

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ انہوں نے جنگ شروع ر دی۔ تلواریں نکال لیں اور نہایت شدت سے حملے کرنے لگے۔ انہوں نے پکار کر کہا "ہم اللہ غیب پر ایمان لائے۔"

واقدی رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں ایسے ہی لوگوں کی طرف قرآن شریف اشارہ کرتا ہے۔ یعنی اور دوسرے وہ لوگ جو اپنے گناہوں کا اقرار و اعتراف کرتے ہیں۔ وہ جنہوں نے اعمال صالحہ اور افعال قبیحہ کو مخلوط کر ڈالا ہے۔ کچھ دور نہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول کر لے۔"

راوی نے بیان کیا ہے کہ سوئی اور طاریون کے لشکروں نے ریغون اور اس کے سپاہیوں کو گھیر لیا۔ نہایت خونریز جنگ ہونے لگی۔ سروں پر سر اور دھڑوں پر دھڑ کٹ کٹ گرنے لگے۔ خون سے زمین لالہ زار ہو گئی۔ ریغون کی جماعت ہلاکت کے قریب پہنچ گئی۔ یہ لوگ برابر تکبیریں کہہ رہے تھے۔ دفعتہ سور کا پھاٹک کھلا اور سو عرب عربی گھوڑوں پر سوار دروازہ سے نکلے اور گھوڑے دوڑا کر ریغون کی جماعت کے پاس پہنچے۔ ان میں سے ایک سوار نے پکار کر کہا: "اے خدا کو پکارنے والو! بے ڈر ہو جاؤ۔ آئی خدائے بزرگ کی طرف سے تمہارے لئے کشور کار۔ ہم اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں میں عبدالرحمٰنؓ بن ابی بکر صدیقؓ ہوں۔ اعدائے اسلام کا دشمن ہوں۔ مغروروں اور متکبروں کا سر توڑنے والا ہوں۔"

ریغون اور اس کے ساتھی ان مسلمانوں کو دیکھ کر خوش ہو گئے۔ انہوں نے اور بھی زور شور سے تہلیل و تکبیر کے نعرے لگائے۔ اور پہلے سے دو چند قوت اور دلیری کے ساتھ لڑنے لگے۔

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ یہ سو سوار وہ تھے جنہیں عیاضؓ بن غنم

نے عبدالرحمٰنؓ بن ابی بکر صدیقؓ کی ماتحتی میں [illegible] کے لئے بھیجا تھا۔ ان میں مقدادؓ بن الاسود۔ ضرارؓ بن الازور۔ سعدؓ بن غنم الاسدی۔ معمرؓ بن ماجد السلمی۔ باری بن مرۃ العوی۔ بلال بن عامر الانصاری۔ غینہ بن رافع البجلی اور حضر بن العیشور انفراری۔ جیسے شہ سوار اور دلیر لوگ تھے۔ اس وقت سور کے قلعہ کا حکمران طالوت تھا۔ طالوت نے ان مسلمانوں کو اپنے پاس ٹھہرا رکھا تھا۔ تین دن سے وہ قلعہ میں مقیم تھے۔

جب یرغون پر سوسیٰ نے حملہ کیا اور یرغون اور اس کے سواروں نے مسلمان ہو کر صدائے تکبیر و تہلیل بلند کی۔ تو عبدالرحمٰن اور صحابہ رسول اللہ صلعم نے ان آوازوں کو سن کر آپس میں کہا: "معلوم ہوتا ہے کہ کچھ عیسائی مسلمان ہو گئے۔ ان کے لب و لہجہ سے عیسائیت ٹپکتی ہے۔ یہ لوگ کسی سے لڑ رہے ہیں۔ ان کی مدد کرنا ہم پر فرض ہو گیا ہے۔ چنانچہ وہ سب گھوڑوں پر سوار ہو کر قلعہ سے نکلے اور یرغون کی مدد کو پہنچے۔

حضرت عبدالرحمٰنؓ بن ابی بکر صدیق۔ حضرت ضرارؓ بن الازور حضرت مقدادؓ بن الاسود اور دوسرے مسلمانوں نے اس شدت سے حملہ کیا۔ کہ سوسیٰ کی صفوں کو پلٹ دیا۔ طاریون کے سپاہیوں کو تلواروں کی دھاروں پر رکھ لیا۔ ذرا ہی سی دیر میں کشتوں کے پشتے لگا دیئے۔ خون کے دریا بہا دیئے۔ وہ مقابلہ کی تاب نہ لا سکے۔ سب سے پہلے سوسیٰ بھاگا۔ پھر طاریون کی سپاہ بھی بھاگ کھڑی ہوئی۔ ان بھگوڑوں نے ملک شہریاض کے پاس پہنچ کر تمام قصہ بیان کیا۔ اسے اور بھی اپنے ملک کے زوال کا یقین ہو گیا۔ کہنے لگا: "کیا تماشہ ہے کہ جو لوگ میری مدد کو چلے۔ وہ آپس میں لڑ پڑے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خدا عربوں کا مددگار ہے۔"

دوسرے روز صبح کو یرغون اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا۔ ان سے اپنی تمام داستان بیان کی۔ اور پوچھا کہ آپ عین وقت پر کیسے ہماری مدد کو پہنچ گئے۔ عبدالرحمٰنؓ نے اپنا قصہ بیان کیا۔ یرغون اور اس کے ساتھیوں کے دلوں میں ایمان اور اعتقاد اور زیادہ ہوا۔ عبدالرحمٰنؓ انہیں سب کو ساتھ لے کر عیاضؓ کے پاس روانہ ہوئے۔ راستہ میں قلعہ ماردین تھا۔ اس میں ٹھہرے۔ میتا کو جب یرغون کی داستان معلوم ہوئی۔ تو وہ اس کے پاس آیا۔ یرغون اسے پہچانتا تھا۔ اس نے اس کی بڑی تنظیم و تکریم کی۔ اور جب یہ سنا کہ وہ بھی یعنی میتا بھی مسلمان ہو گیا ہے۔ تو اسے بڑی خوشی ہوئی۔ میتا نے اس سے کہا: "خدا کا شکر ہے تم مسلمان ہو گئے اور تم نے اعدائے اسلام سے جہاد کیا۔ اب اگر تم چاہتے ہو کہ

اور زیادہ ثواب ملے تو میں تمہیں ایک کام بتاؤں۔"

یرغون نے کہا: "ضرور بتاؤ۔ میں اسلام کی خدمت کرنا چاہتا ہوں۔"

میتا:۔ "تم کسی عیسائی پر اپنے مسلمان ہو جانے کا ذکر نہ کرو۔ رات تک چھپاؤ۔ اور رات ہوتے ہی کفرتوتا کا قصد کرو۔ جب وہاں پہنچو تو کفرتوتا کے قلعہ والوں کو پکار کر مخاطب کرکے کہو کہ ہمیں ملک شہریاض نے تمہاری مدد کے لئے بھیجا ہے۔ جب وہ قلعہ کا پھاٹک کھول دیں اور تم قلعہ کے اندر داخل ہو جاؤ۔ تو اس پر قبضہ کرلو۔ یہ ذرا دلیری کا کام ہے۔"

یرغون: "اگر خدا نے چاہا' تو میں اسے پورا کروں گا۔"

یرغون رات تک خاموش رہا۔ دن چھپتے ہی اپنا لشکر لے کے کفرتوتا کی طرف روانہ ہوا۔ عبدالرحمٰنؓ اپنے ہمراہیوں کے ساتھ غلہ لے کر عیاضؓ بن غنم کی طرف چل پڑے۔

یرغون کی جرات

راوی نے بیان کیا ہے کہ یرغون آدھی رات کے کچھ دیر بعد کفرتوتا کے سامنے پہنچا۔ اس نے اپنے سپاہیوں سے کہا۔ کہ تم اپنی زبان میں اہل قلعہ کو پکارو لیکن اس بات کا خیال رکھو کہ کوئی عربی لفظ تمہاری زبان سے نہ نکل جائے کہیں ایسا نہ ہو کہ اہل کفرتوتا وحشت کر کے بھڑک اٹھیں۔ چنانچہ سپاہیوں نے ملکی زبان سے پکارا۔ محافظوں نے برجوں میں سے جھانک کر دیکھا اور پوچھا "تم کون ہو؟" یرغون کے اشارہ سے جواب دیا گیا۔ کہ "ہم ملک شہریاض کے بھیجے ہوئے آئے ہیں۔"

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ اس قصہ میں عجیب ماجرا یہ ہے کہ کفرتوتا والوں نے جب دیکھا کہ مسلمان فتوحات کرتے بڑھتے چلے آرہے ہیں تو انہیں خوف ہوا۔ کہیں وہ اس قلعہ پر بھی حملہ نہ کردیں۔ چنانچہ انہوں نے ملک شہریاض سے مدد طلب کی تھے۔ وہاں سے قاصد جواب لایا تھا۔ کہ عنقریب کمک پہنچے گی۔ جب یہ امدادی لشکر پہنچے تو تم اس کے لئے دروازہ کھول دینا۔

چنانچہ جب یرغون کے سپاہیوں نے کہا۔ کہ ہم شہریاض کی طرف سے مدد کرنے آئے ہیں تو انہوں نے خوش ہو کر تالیاں بجائیں اور بے تامل دروازہ کھول دیا۔ یہ سب لوگ شہر کے اندر داخل ہو گئے۔ یرغون نے ان میں سے کسی سے کوئی کلام نہیں کیا۔ وہ ان کے ساتھ

چل کر دارالامارۃ میں پہنچا۔ شہر کے رئیسوں اور فوجی لوگوں میں سے جو اس وقت اس کے ساتھ ہو لئے تھے۔ اس نے ان سے مخاطب ہو کر کہا: "تم لوگ اپنے گھروں میں چلے جاؤ۔ آرام اور اطمینان سے رہو۔ ہم تمہاری اور قلعہ کی نگہبانی کریں گے۔" ان لوگوں نے کہا: "ہمیں ملک شہریاض نے پہلے ہی اطلاع دے دی تھی۔ کہ ہم اپنے حاجب (پرائیویٹ سیکرٹری) کو شہر کا متولی اور فرمانروا کر کے بھیجتے ہیں۔ اب تک ہم نے قلعہ کی حفاظت کی۔ اب آپ کے سپرد ہے۔" وہ سب لوگ چلے گئے۔ یرغون نے سمجھ لیا کہ ملک شہریاض کا لشکر یہاں آنے والا ہے۔ اس نے اسی وقت منادی کرا دی۔ کہ کوئی شہر والا ادنیٰ ہو یا اعلیٰ گھر سے باہر نہ نکلے۔ رات کو جو کوئی باہر نکلے گا وہ مار ڈال جائے گا۔

جب سب لوگ چلے گئے اور والی تو تنہا ہی باقی رہ گیا یا اس کے غلام اور خدام اس کے گرد رہ گئے۔ تو یرغون نے انہیں سب کو گرفتار کر کے قتل کر ڈالا۔ ان کی لاشوں کو خالی برجوں میں ڈلوا دیا۔ اس کام سے فراغت کر کے یرغون نے اپنے ہمراہیوں سے کہا: "میرے خیال میں ملک شہریاض کا لشکر عنقریب یہاں آنے والا ہے۔ اگر وہ ابھی آ جائے۔ تو دروازہ کھول دو۔ لیکن پھاٹک کا ایک پٹ بند رکھو دوسرا کھول دو۔ اور اہل لشکر سے کہو کہ ہمیں خوف ہے کہ تم میں دشمن شامل نہ ہوں۔ اس لئے ایک ایک سوار آئے۔ تاکہ ہم اسے دیکھ دیکھ کر اطمینان کرتے رہیں۔ چنانچہ جو سوار آتا رہے اسے گرفتار کرتے رہو۔

ابھی یرغون یہ ہدایتیں کر ہی رہا تھا کہ ملک شہریاض کا لشکر آ پہنچا۔ وہ ہزار سوار تھے۔ ان کا افسر بادشاہ کا مصاحب خاص تھا۔ انہوں نے پکارا "شاہی لشکر کے لئے دروازہ کھول دو۔" یرغون کے مصاحب و ندیم کچھ سپاہیوں کو لے کر پھاٹک پر آئے۔ انہوں نے اول چھوٹی کھڑکی کھولی اور پوچھا: "تم کون ہو؟" بادشاہ کے مصاحب نے کہا "ہمیں بادشاہ نے تمہاری مدد کے لئے بھیجا ہے" یرغون کے ندیموں نے کہا "ہمیں یوقنا کی طرف سے اندیشہ ہے۔ کہیں اس کے آدمی تمہارے لشکر میں شامل نہ وہ گئے ہوں۔ اس لئے ہم تمہارے لئے درواز کھول دیتے ہیں مگر ایک ایک سوار کو قلعہ میں آنے کی اجازت دیں گے تاکہ ہم اطمینان کر لیں کہ یوقنا کے لوگوں میں سے تو کوئی نہیں ہے۔"

بادشاہ کے مصاحب نے اس بات کو منظور کر لیا۔ یرغون کے ندیموں نے پھاٹک کا ایک پٹ کھول دیا۔ ایک ایک سوار قلعہ میں آنے لگا۔ جو سوار قلعہ میں آتا یرغون کے سپاہی

اس کے ہتھیار لے لیتے اور اسے گرفتار کر لیتے یہاں تک کہ ایک ہزار سواروں کو اسیر کر لیا۔ سب کے بعد بادشاہ کا مصاحب آیا اسے بھی گرفتار کر لیا۔ اب یرغون کے سپاہیوں نے اللہ اکبر کے نعرے لگائے۔ ان نعروں کو سنتے ہی اہل شہر کانپ گئے۔ کفرتوتا میں زلزلہ سا آ گیا۔ کسی کو بھی گھر سے نکلنے کی جرات نہ ہوئی۔

جب صبح ہوئی۔ تو یرغون نے شہر کے امیروں۔ رئیسوں اور فوجی افسروں کو طلب کیا۔ اور ان کے آنے پر انہیں گرفتار کر کے معہ شہریاض کے لشکر کے عیاضؓ بن غنم کے پاس بھیج دیا۔ اور تمام کیفیت بھی لکھ بھیجی۔ عیاضؓ بن غنم کے پاس عبدالرحمٰنؓ بن ابی بکر صدیق نے پہنچ کر یرغون کی داستان بیان کردی تھی اور یہ بھی کہہ دیا تھا۔ کہ وہ کفرتوتا پر گیا ہے۔ عیاضؓ بن غنم منتظر تھے کہ یرغون کا قاصد معہ قیدیوں کے پہنچا اور یرغون کا عریضہ پیش کیا۔ عیاضؓ بن غنم اس خط کو پڑھ کر بہت خوش ہوئے۔ انہوں نے سجدہ شکر ادا کیا۔

آغاز جنگ

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ عیاضؓ بن غنم اور ملک شہریاض کے لشکر مرج رغبان میں بالمقابل مقیم تھے۔ ابھی لڑائی شروع نہیں ہوئی تھی۔ شہریاض جنگ کو ٹالنا چاہتا تھا۔ لیکن عیاضؓ بن غنم نے اب لڑائی کو ملتوی رکھنا مناسب نہ سمجھا۔ انہوں نے ایک روز صبح کی نماز پڑھتے ہی لوگوں کو مسلح ہو کر میدان جنگ میں نکلنے کا حکم دے دیا۔ مجاہدین اسلام ہتھیار لگا لگا کر میدان میں آ گئے۔ یہ وہ لوگ تھے جن کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ” یہ لوگ ہیں۔ جنہوں نے اعتقاد کیا کہ اللہ جل شانہ ہمارا پروردگار ہے یہ اس عقیدہ پر قائم رہے۔“

مسلمان میدان جنگ میں نکل کر بہت خوش ہوئے تھے۔ چنانچہ انہوں نے ایک دوسرے کو مبارکباد دینی شروع کی۔ عیاضؓ بن غنم اور خالدؓ بن ولید کو میمنہ پر اور عمروؓ بن سالم کو میسرہ پر مقرر کیا۔ اسلامی علموں کے پھریرے ہوا میں لہرانے لگے۔ مسلمانوں نے آسمان کی طرف دیکھ کر کہا: ” اے خدا سوائے تیرے ہمارا کوئی یاور نہیں ہے۔ تو ہی ہمارا مولیٰ ہے اور کیا اچھا مددگار ہے۔“

مسلمانوں کو آمادہ جنگ دیکھتے ہی رومی لشکر میں شور و غل بلند ہوا۔ سب کہنے لگے مسلمان جنگ کے لئے تیار ہو کر بڑھے چلے آرہے ہیں۔ رومی بھی جلد جلد مسلح ہو کر میدان میں نکلے۔ صفیں مرتب کیں۔ وہ سب زرہیں پہنے ہوئے تھے۔ لوہے میں اس قدر غرق تھے کہ سوائے آنکھوں کی پتلیوں کے کچھ نظر نہ آتا تھا۔ انہوں نے بھی میمنہ ور میسرہ قائم کیا۔ قسیسن اور رہبانوں کی جماعت نکلی۔ ان کے ہاتھوں میں یا تو چاندی کی ا نگیٹھیاں تھیں۔ جن میں بخورات جل رہی تھیں۔ اور خوشبو دھوئیں کے ساتھ اٹھ اٹھ کر پھیل رہی تھی یا انجیلیں کھلی ہوئی تھیں۔ وہ انجیل کی آیتیں پڑھ رہے تھے۔ ٹخنوں تک لمبے لمبے جبے پہنے ہوئے تھے۔ سینوں پر صلیبیں لٹکائے تھے۔

رومیوں کی تعداد بے شمار تھی۔ مسلمانوں سے چار گنی زیادہ۔ مگر مسلمان گھبرائے نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان مسلمانوں ہی کے متعلق یہ فرمایا تھا۔ "اللہ تعالیٰ نے ان کی جانوں اور مالوں کو بہشت کے عوض مول لیا ہے۔" رومیوں نے حملہ میں سبقت کی۔ اول ان کا قلب مسلمانوں کے قلب پر حملہ آور ہوا۔ تلواریں اور نیزے چلنے لگے۔ خون کی چھینٹیں اڑنے لگیں۔ بہادر قتل و زخمی ہونے لگے۔ لاشیں گرنے لگیں۔ سر اچھلنے لگے۔ خون کے پرنالے بہہ نکلے۔ شروع شروع میں رومی غالب نظر آئے۔ لیکن دوپہر کے بعد مسلمانوں نے سنبھل کر اللہ اکبر کے پر شور نعرے لگا کر اس سختی سے حملہ کیا۔ کہ رومیوں کی صفیں الٹ گئیں۔ عصر کے وقت رومی پیچھے پھرے۔ مسلمانوں نے انہیں دبانا اور قتل کرنا شروع کر دیا۔ لیکن ان کی خوش قسمتی سے دن چھپ گیا۔ مسلمانوں کو بڑا افسوس ہوا۔ وہ کہنے لگے۔ "کاش ابھی دن باقی رہتا۔" رات ہونے پر مسلمان واپس لوٹ آئے۔

خونریز جنگ

دوسرے روز صبح کی نماز پڑھ کر پھر مسلمان میدان جنگ میں پہنچے۔ رومی بھی آگئے۔ صفوں کی ترتیب کے بعد لڑائی شروع ہو گئی۔ مسلمان نہایت دلیری سے لڑے۔ تلواریں زور وشور سے چلنے لگیں۔ سپاہی قتل ہو ہو کر گرنے لگے۔ خون کے فوارے اچھلنے لگے۔ اس روز مسلمانوں کے میمنہ نے عیسائیوں کے میسرہ پر نہایت ہی سختی سے حملہ کیا۔ اور انہیں مارتے

کاٹتے ہٹاتے بڑھے چلے گئے۔ یہاں تک کہ میسرہ کو قلب سے ملا دیا۔ عیسائیوں کا قلب اپنی ہی پریشانی میں مبتلا تھا۔ اسلامی قلب نے شدت سے حملہ کر رکھا تھا۔ وہ اپنے میسرہ والوں کی مدد نہ کر سکے۔ لیکن پھر رات ہو گئی۔ اور دونوں لشکر واپس لوٹ گئے۔

تیسرے روز پھر دونوں لشکر میدان میں صف آراء ہوئے۔ اس روز عیاضؓ بن غنم نے حضرت خالدؓ بن ولید کو مہتمم جنگ مقرر کیا۔ انہوں نے اپنے طریقہ پر لشکر کو آراستہ کیا۔ میسرہ میں قبائل بنی عدی اور فزارہ کو مقرر کر کے ضرارؓ بن الازور کو ان پر افسر مقرر کیا۔ اور انہیں اسلامی علم دیا۔ میمنہ پر قبیلہ باہلہ اور طے کو مقرر کیا۔ اور عامرؓ بن سراقہ کو ان پر افسر مقرر کر کے انہیں بھی علم دیا۔ ساقہ بن عبدالرحمٰنؓ بن مالک اشتر کو مقرر کیا۔ اور قلب کی سپہ سالاری عبدالرحمٰنؓ بن ابی بکر صدیق کو دی۔ خود کچھ سوار لے کر لشکر سے علیحدہ ہو گئے۔ تاکہ اسلامی لشکر کے جس حصہ کو مدد کی ضرورت ہو اس کی مدد کریں۔

جب لشکر کی ترتیب مکمل ہو گئی۔ تو حضرت خالدؓ نے صفوف لشکر کے سامنے کھڑے ہو کر کہا "مسلمانو! اللہ تعالیٰ نے تمہیں پیدا کیا ہے۔ وہی پرورش کرتا ہے۔ وہی موت دے گا۔ تم سب اور ساری دنیا اس کی طرف لوٹنے والی ہے۔ تم خدا کو مانتے ہو۔ اس کی عبادت کرتے ہو۔ وہ تمہاری مدد کرتا ہے۔ تم فتح یاب ہوتے ہو۔ تم اس بات سے ڈرو کہ مسلمان تمہارے سامنے قتل کیے جائیں۔ اور تم پیٹھ دے کر بھاگ جاؤ۔ خدا اس کے متعلق تم سے پوچھے گا۔ جہاد سے بھاگنے والوں کا انجام بہت برا ہو گا۔ وہ دوزخ میں ڈالے جائیں گے۔ کہیں تم فرار ہو کر آگ کا ایندھن نہ بن جانا۔ تم ان مسلمانوں کی تقلید کرنا جنہوں نے شام و عراق اور ایران فتح کیے ہیں۔ اس بات کو یقین کرو۔ کہ خدائے عزوجل کو دو قطرے محبوب ہیں۔ ایک تو خون کا وہ قطرہ جو جہاد کرتے ہوئے راہ خدا میں ٹپکے۔ دوسرا آنسو کا وہ قطرہ جو خوف خدا سے آنکھوں سے نکل کر رخسار پر بہے۔ آج وہ دن ہے جس کی جزا کا کچھ شمار نہیں ہے۔ اے حاملان قرآن! جنگ میں ثابت قدم رہو۔ اگر بزدلی کرو گے۔ تو تمہاری ہیبت جاتی رہے گی۔ اپنے نبی کی شریعت کو پھیلاؤ۔ اور اس بات پر یقین رکھو کہ اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ اللہ خود فرماتا ہے۔ "مومنوں کی مدد کرنا ہم پر لازم ہے۔"

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے۔ کہ اس روز شہریاض نے بھی لشکر کی ترتیب نہایت اچھے طریقہ پر کی تھی۔ میمنہ۔ میسرہ۔ ہراول۔ قلب اور ساقہ سب قائم کیے

تھے۔ مشہور مشہور سرداروں کو سپہ سالار مقرر کیا تھا۔ اسی روز عیسائیوں کا ایک بزرگ راہب جس کی بزرگی اور عبادت و ریاضت کی تمام جزیرہ میں شہرت تھی جس کا احترام تمام راہب اور قسیسین اور عزت و اکرام ہر عیسائی کرتا تھا۔ وہاں آگیا۔ اس کا نام دین الدیر تھا۔ وہ دیر فرتوت میں رہا کرتا تھا۔ قسیسین اور شماس اور رہبانوں کی جمعیت اس کے ساتھ تھی۔ وہ اس وقت آیا۔ جب لشکروں کی صف بندی ہو رہی تھی۔ اس کے آنے سے تمام عیسائیوں کو بڑی خوشی ہوئی۔ فوج کے سپہ سالار اور خود شہریاض بھی بہت خوش ہوئے۔ انہوں نے اس کی آمد کو حضرت مسیح کی تائید سے موسوم کیا۔

دین الدیر اسی لئے وہاں آیا بھی تھا۔ تاکہ عیسائیوں میں اپنی موجودگی اور اپنی پرزور تقریر سے اس قدر جوش و خروش پیدا کر دے۔ کہ وہ عربوں کو شکست دے کر بھگا دیں۔ چنانچہ جب دونوں لشکروں کی ترتیب ہو چکی۔ تو وہ پادریوں کی جماعت کے ساتھ عیسائی صفوں کے آگے آیا۔ عیسائیوں نے سارے دیکھتے ہی اس کے سامنے سر جھکا دیئے۔ اس نے بلند آواز سے کہا:

"مسیحی بہادرو! ان بھوکے ننگے عربوں نے تمہیں ذلیل و رسوا کر دیا ہے۔ تمہاری حکومتیں چھین لی ہیں۔ تمہاری دولت لوٹ لی ہے۔ تمہارے ننگ و ناموس کی دھجیں اڑا دی ہیں۔ عراق اور ملک شام سے تمہیں بیدخل کر دیا ہے۔ اب جزیرہ سے نکالنے آئے ہیں۔ تمہارے قبلہ بیت المقدس پر بھی انہوں نے قبضہ کر لیا ہے۔ تمہیں غیرت آنی چاہیئے۔ اپنے دین کی حرمت پر آخری دم تک لڑنا چاہیئے۔ جو آج میدان جنگ سے فرار ہو جائے گا۔ حضرت مسیح اس پر غضبناک ہوں گے۔ اور مسیح کے باپ یعنی خدا تمہیں دوزخ میں ڈال دیں گے۔" وہ تقریر کر کے ایک طرف کھڑا ہو گیا۔ ایک بڑی صلیب جواہر نگار تھی اس کی حفاظت پر ایک ہزار سواروں کو متعین کیا۔

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ مجھ سے روایت کی عبداللہ بن مالک نے اس نے موسیٰ بن ابی انعام سے اس نے اشعث سے۔ اس نے یحییٰ سے اس نے بیان کیا کہ مجھ سے بشیر بن عامر نے روایت کی ہے۔ وہ ان لوگوں میں تھے جو مرج رغبان کی جنگ میں حاضر تھے۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ یہ لڑائی جس کا ذکر کیا جا رہا ہے۔ تیسری ماہ صفر ۱۷ھ بروز سہ شنبہ (منگل) ہوئی تھی۔ ملک شہریاض نے راس العین اور دوسرے شہروں سے سوار و پیادے بھیج

کرا پنے سپاہیوں کے زن و فرزند یعنی اہل و عیال کو اپنے کیمپ میں طلب کر لیا تھا۔ عورتوں کو ہدایت کر دی تھی۔ کہ وہ جنگ کی ترغیب دیں۔ اگر عیسائیوں کو شکست ہونے لگے۔ تو وہ اپنی اولاد کو اپنے ہاتھوں پر اٹھا کر دکھا دیں۔ اور کہیں تم اپنے عزیز بچوں کو چھوڑ کر کہاں بھاگے جاتے ہو۔ ثابت قدم رہو۔ ورنہ مسلمان ہمیں اپنی کنیزیں اور تمہارے بچوں کو غلام بنا لیں گے۔ اس سے ملک شہریاض کا یہ مطلب تھا کہ رومی ثابت قدمی اور بہادری سے آخر دم تک لڑیں۔ اس کی یہ تدبیر بہت مناسب رہی۔ عیسائی کچھ تو اپنے اہل و عیال کی حفاظت کی وجہ سے اور کچھ دین الدیر کا لحاظ و پاس کر کے اس روز بڑی دلیری سے لڑے۔

اول عیسائیوں نے ہی حملہ کیا مسلمان بھی بڑھ کر ان پر جا ٹوٹے۔ جدال و قتال شروع ہو گیا۔ عیسائی شور و غوغا کرنے لگے۔ مسلمان تہلیل و تکبیر کے نعرے لگانے لگے۔ تمام میدان جنگ مختلف آوازوں سے گونج اٹھا۔ نہایت خونریز جنگ ہونے لگی۔ تلواریں سر و تن کے فیصلے کرنے لگیں۔ خون کے چشمے بہنے لگے۔ سر کٹ کٹ کرا چھل اچھل کر برسنے لگے۔ حضرت عیاضؓ بن غنم بڑے جوش میں بھرے ہوئے تھے۔

حضرت خالدؓ کی گرفتاری

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ خالدؓ بن الولید نے اپنے لشکر کا ایک دستہ لے کر نہایت سختی سے حملہ کیا۔ وہ دشمنوں کو مارتے۔ کاٹتے اور پیچھے ہٹاتے صلیب کی طرف بڑھے۔ یہاں تک کہ صلیب جواہر نگار کے قریب پہنچ گئے۔ دفعتہ ان کے سواروں کے گھوڑے منہ کے بل گر پڑے۔

راوی نے بیان کیا ہے کہ ملک شہریاض نے لوہے کے گوکھرو اور کانٹے صلیب کے سامنے اس لئے بچھا دیئے تھے تاکہ اگر مسلمان وہاں تک پہنچ جائیں۔ تو وہ صلیب پر دست درازی نہ کر سکیں۔ ان کے گھوڑے زخمی ہو کر گر پڑیں۔ اور مسلمانوں کو آسانی سے گرفتار کیا جا سکے۔ اس کی یہ تدبیر کارگر ہو گئی۔ حضرت خالدؓ اور ان کے ہمراہیوں کے گھوڑے زخمی ہو کر گرے۔ ساتھ ہی سوار بھی گرے۔ رومی جو لوہے کے جوتے پہنے پہلے ہی سے انہیں گرفتار کرنے پر تیار کھڑے تھے۔ دفعتہ ان پر آ ٹوٹے اور انہیں سب کو یعنی حضرت خالدؓ کو

معہ ان کے ساتھیوں کے گرفتار کرلیا۔

جب ان کی گرفتاری کی خبر عیاض بن غنم نے سنی تو یہ معاملہ ان پر بہت شاق اور دشوار گزرا۔ انہوں نے اپنے دل میں کہا۔ "اے بیٹے غنم کے جب خدا پوچھے گا کہ تیرے نشان کے نیچے بزرگان دین پر کیا گزری۔ تو تیرا کیا جواب ہو گا۔ انہوں نے پکار کر کہا "اے گروہ عرب! حضرت خالدؓ بن الولید گرفتار ہو گئے ہیں۔ اپنی ہمتوں کو بلند کرو۔ سختی سے حملہ کرو۔ اور خدا سے مدد مانگو۔

واقدری رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ جب عیاضؓ بن غنم مسلمانوں کو آمادہ جنگ کر رہے تھے۔ اس وقت وضاحؓ بن مجید بن قافور بن عمور بن سالم بن نا ۔خنہ ذبیانی نے بھی سنا۔ وہ نہایت فصیح بیان تھے۔ ان کی تقریر بڑی جوشیلی ہوتی تھی۔ بہادر۔ نڈر اور بیباک بھی تھے۔ انہوں نے بلند آواز سے مسلمانوں کو مخاطب کر کے کہا۔ "مسلمانو! صبر کرو۔ ثابت قدمی کرو۔ آج کا روز نہایت سخت اور بڑا اذیت دہ ہے۔ لیکن تم اس سے بھی سخت دن دیکھ چکے ہو پیچھے نہ ہٹو۔ آگے بڑھو۔ مرد آگے ہی بڑھا کرتے ہیں۔ تمہاری تو عورتیں بھی پیچھے ہٹنا نہیں جانتیں۔ تم پیچھے ہٹ رہے ہو۔ اپنی ناموری کو داغ لگاتے ہو۔ کہاں ہے تمہارا فخر کیا ہوئی تمہاری مروت۔ تمہارے بھائیوں کو عیسائیوں نے گرفتار کر لیا ہے۔ کیوں نہیں تم ان پر ٹوٹ پڑتے۔ کیوں نہیں اپنے بھائیوں کو ان سے چھڑا لیتے۔ اگر تم بھاگو گے تو قیامت کے روز کیا جواب دو گے۔ دنیا چند روزہ ہے اس کی لذتیں اور آسائشیں بھی چند روزہ ہیں۔ عشرت کدہ آخرت ہمیشہ باقی رہنے والا ہے۔ دنیا سے کوچ کرنا ضروری ہے۔ ہر مسافر اپنے ساتھ توشہ لیتا ہے۔ تم بھی آخرت کے لئے زاد راہ لے لو۔ جانتے ہو زاد کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے۔ "زاد سفر لے لو۔ بہتری زاد تقویٰ یعنی پرہیزگاری ہے۔" لوگو زاد تقویٰ لینے والوں کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ "ان کے لئے فردوس کے باغات مہمان خانہ ہیں۔" اللہ تعالیٰ نے متقیوں کے لئے یہ بھی فرمایا ہے۔ بعض ان میں سے وہ ہیں جنہوں نے اپنی مدت زندگی ختم کرلی۔ بعض ان سے منتظر ہیں۔ مجاہدین کا تقویٰ جہاد ہے۔ اعدائے اسلام کے قتل میں کوشش کرو۔ جنت الفردوس میں داخل ہو گے۔"

راوی نے بیان کیا ہے۔ کہ اس تقریر سے مسلمانوں کے دلوں میں نیا جوش پیدا ہو گیا۔ انہوں نے نیزے اور تلواریں لے کر عیسائیوں کے سینوں اور حلقوم پر وار کئے۔ اس قدر تیغ

زنی کی اور اتنے عیسائیوں کو قتل کیا۔ کہ ان پر وہ دن شامت کا ہو گیا۔ آفتاب غرب ہونے تک نہایت خونریز جنگ ہوتی رہی۔ رات کو دونوں لشکر جدا ہو کر اپنے اپنے مقاموں پر پہنچے۔ مسلمانوں کو حضرت خالدؓ کی گرفتاری کا بے حد رنج و ملال تھا۔

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے۔ کہ ملک شہریاض نے حضرت خالدؓ بن الولید اور ان کے ہمراہیوں کو اپنے حاجب کو ایک ہزار سوار دے کر ان کی حفاظت و نگرانی میں شہر راس العین کی طرف روانہ کیا۔ اور ایک قاصد والی راس العین کے پاس مسلمان قیدیوں کے آنے کی خوشخبری دے کر آگے بھیجا۔ جب قاصد نے یہ مسرت ناک خبر سنائی۔ تو راس العین کے والی نے منادی کرا دی۔ شہر کے تمام باشندے جن میں مرد، عورتیں اور بچے سب ہی تھے۔ مسلمان قیدیوں کو دیکھنے کے لئے امنڈ آئے۔ مسلمان اسیر زنجیروں میں جکڑے ہوئے لائے گئے۔ تمام شہر میں شور ہو گیا۔ جو لوگ ابھی تک گھروں میں تھے وہ بھی دیکھنے کے لئے نکل آئے۔ بعض نا آشنائے تہذیب مسلمانوں کو گالیاں دینے لگے۔ والی راس العین نے ان قیدیوں کو شہر کے بڑے کینسہ میں جو آج کل جمعہ مسجد ہے طوق و زنجیر میں جکڑ کر ڈال دیا۔

یوقنا کا قصد

راوی کہتا ہے کہ مجھ سے روایت کی ہے ناہم لیشکری نے بشار بن عدی سے اس نے مراثہ بن زبیر سے اس نے خزیمتہ بن عازم سے اس نے اپنے جد عبداللہ بن عامر سے اس نے کہا۔ کہ جب رہا، حران اور سروج فتح ہو گئے تو یوقنا نے رووس اور اس کے متعدد مشیروں کو جمع کر کے کہا کہ "خدائے تعالیٰ نے رہا، حران اور سروج پر مسلمانوں کو متصرف کر دیا۔ اب راس العین باقی رہ گیا ہے۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ رومیوں نے اس قلعہ کو نہایت مضبوط و مستحکم کر لیا ہے۔ وہاں سامان حرب بہت کافی ہو گیا ہے۔ اس کا فتح کرنا آسان نہیں رہا ہے۔ مگر میں نے اپنی جان کو راہ خدا میں فدا کرنے کا قصد کر لیا ہے میں نے عزم کیا ہے کہ اپنے وفاداروں کو لے کر راس العین میں جاؤں۔ شاید اللہ تعالیٰ کوئی ایسی سبیل کر دے۔ جس سے یہ مشہور شہر میرے ہاتھ پر فتح ہو جائے۔"

سعیدؓ بن زید نے کہا "اللہ تعالیٰ تمہارے عزم کو پورا کرے"۔

راوی نے بیان کیا ہے۔ یوقنا نے خفیہ طور پر روانگی شروع کر دی۔ ان کا ارادہ رات کو

روانہ ہونا کا تھا۔ اتفاق ایسا ہوا کہ اس روز مسلمانوں کے چند جاسوس وہاں آپہنچے انہوں نے یوقنا کو خبر دی کہ عاصم بن رواحہ متنصر یعنی جو مسلمان ہو کر عیسائی ہو گیا تھا اپنے قبیلہ کے پانچ سو سوار لے کر اباذ اا لشمطا کی طرف سے ملک شہریاض کی مدد کو آیا ہے۔

اباذ اا لشمطا وہ عرب متنصر تھا۔ جو حران وغیرہ کی فتح کے بعد اپنی قوم کو لے کر قسطنطنیہ بھاگ گیا تھا۔ اور جب حضرت عمر فاروقؓ خلیفہ دوئم نے قسطنطین ہرقل اعظم کو لکھا کہ وہ یا تو اباذ ا لشمطا اور اس کی قوم کو قسطنطنیہ سے نکال دے۔ ورنہ قسطنطنیہ پر لشکر کشی کی جائے گی۔ تو قسطنطین نے اسے ڈر کر نکال دیا تھا۔ اس کی ساری قوم متفرق ہو گئی تھی۔ انہیں میں سے عاصم بن رواحہ پانچ سو سوار لے کر شہریاض کی مدد کے لئے آیا تھا۔ اس نے اپنے آنے کی اطلاع اپنے همراهوں میں سے ایک شخص کے ہاتھ جس کا نام رفاعہ بن ماجد تھا بھیجی تھی۔ جب شہریاض کے پاس یہ اطلاع پہنچی تو وہ بہت خوش ہوا۔ اس نے قاصد سے کہا۔ فوراً واپس جاؤ اور انہیں یہاں لاؤ۔ ساتھ ہی راس العین کے والی کو ایک فرمان بھیجا کہ عاصم بن رواحہ پانچ سو سواروں کو لے کر ہماری مدد کے لئے آ رہا ہے۔ جب وہ راس العین میں پہنچے تو "اسے شاہی مکانوں میں سے ایک مکان میں ٹھہرانا۔ اور اس کی اچھی طرح مدارات کرنا۔

جاسوسوں نے یہ بات بھی یوقنا سے بیان کر دی۔ وہ بہت خوش ہوئے۔ انہوں نے جاسوسوں سے دریافت کیا "عاصم کس راستہ سے آئے گا"۔ انہوں نے جواب دیا۔ سروج کے راستہ سے آ رہا ہے اور اس کے اور تمہارے درمیان ایک رات کی راہ باقی ہے"۔

یوقنا نے اسی وقت سے تیاری شروع کر دی۔ وہ جانتے تھے کہ عاصم اسی راستہ سے گذرے گا۔ چنانچہ انہوں نے عمرؓ بن معدی کرب' سعید بن زاہد اور ان کے تمام ساتھیوں کو سرراہ کمین گاہ میں چھپا دیا۔ جب رات ہوئی تو ناگاہ عاصم معہ پانچ سو سواروں کے وہاں آ گیا۔ دور سے اس کے گھوڑوں کے سموں اور ہتھیاروں کی آوازیں آئیں۔ مسلمان ہوشیار مگر خاموش ہو کر اس بات کے منتظر رہے کہ وہ ان کے درمیان میں آجائے۔ تب اس پر تاخت کریں۔ آخر وہ ایسی جگہ آگیا۔ جس کے چاروں طرف مسلمان چھپے ہوئے تھے۔ فوراً انہوں نے نعرہ تکبیر بلند کیا اور اچانک کمین گاہوں سے نکل پڑے۔

عاصم کا قبول اسلام

مسلمان عاصم کے ساتھیوں کے گرد چھا گئے اور انہیں سب کو گرفتار کر لیا۔ سعید نے عرب مستنصرہ سے دریافت کیا۔ تمہارا سردار کون ہے؟ انہوں نے عاصم بن رواحہ کی طرف اشارہ کیا۔ سعید نے اس سے مخاطب ہو کر کہا "اے ابن رواحہ! تم میں اور رومیوں میں کیا قرابت ہے۔ تم نے عربوں کو چھوڑ کر ان کی حمایت کیوں گوارا کی۔ تختی ہو تجھ پر تو نے اپنے عمزادوں کو چھوڑ دیا۔ یہ خیال نہ کیا کہ تیرا بھی وہی حسب نسب ہے۔ جو ہمارا ہے۔ کیا تو واقف نہیں ہے کہ قبیلہ نما' ایاز' ربیعہ اور مضران سب کا تعلق انداز بن معد بن عدنان سے ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کا مسکن اپنا حرم یعنی مکہ قرار دیا تھا۔ لیکن ہم سب تھوڑے ہی عرصہ میں بھگ گئے۔ خدا کو چھوڑ کر بتوں کو پوجنے لگے۔ حلال و حرام کی تمیز نہ رہی۔ سخت گمراہ ہو گئے۔ وحشیوں کی طرح زندگی بسر کرنے لگے۔ خدا کو ہم پر رحم آیا۔ اس نے ہم میں اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا۔ ان پر وحی نازل ہوئی۔ اے نبی تم اپنے یگانوں کو خدا سے ڈراؤں"۔

حضرت محمد رسول اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی تبلیغ شرور کی۔ لوگوں کو خدا پرستی کی دعوت دی۔ غیر اللہ کی پرستش سے منع کیا۔ اور یہ فہمائش کی کہ تم لوگ اولاد اسماعیل بن اسماعیل خلیل اللہ علیہ السلام سے ہو۔ خدا نے تم پر یہ احسان کیا۔ کہ تمہیں اپنے حرم محترم اور مقدس و پاک گھر میں آباد کیا۔ آب زمزم عطا فرمایا۔ وائے ہے تم پر کہ تم نے بتوں کی پرستش شروع کر دی۔ بتوں کے نام کے تیروں سے فال نکالنے لگے۔ مشرک و کافر ہو گئے۔ کیا تمہیں عقل نہیں ہے کہ تم سمجھو کیا تمہاری بینائی نہیں ہے کہ دیکھو کیا تم حکیم نہیں ہوا کہ غور کرو۔ کیا تمہیں خدا نے اسی بات کا حکم دیا ہے کہ اپنے ہاتھوں سے پتھروں کے بت بناؤ اور انہیں خدا مان کر پوجو۔ ان خداؤں کو تم نے بنایا ہے۔ تم ان کے خالق ہو۔ بتوں کو تمہاری پوجا کرنی چاہئے۔ نہ کہ الٹی تم اپنے مخلوق کی عبادت کرنے لگے۔ ہلاکی ہو تم پر تم نے اس خدائے جلیل و جبار کے ساتھ کفر کیا۔ جس نے تمہیں پیدا کیا۔ تمہارے لئے پہاڑوں سے نہریں اور چشمے جاری کئے۔ خشک زمین کو سبز خلعت دیا۔ دن کو آفتاب کی روشنی عطا کی۔ رات کو چاند اور تاروں کو روشن کیا۔ پرستش کے لائق وہ ہے یا تمہارے بت"۔

یہ سن کر بت پرستوں میں جوش پیدا ہوا۔ لیکن بت پرستی کی بنیادیں ہلنے لگیں۔ بعض مشرکوں نے کہا "اے محمد صلعم تمہیں یہ باتیں کس نے سکھائیں؟" انہوں نے جواب دیا۔ اس خدا نے جو کائنات کا خالق ہے۔ جو رزاق مطلق ہے۔ جس کے حکم کے بغیر پتہ نہیں ہل سکتا۔ جس نے زمین کو پانی پر ساکن کرنے کے لئے پہاڑوں کی میخیں قائم کیں۔ جو بغیر کانوں کے سنتا اور بغیر آنکھوں کے دیکھتا ہے۔ جو غیر محدود ہے۔ ہر جگہ اور ہر وقت موجود رہتا ہے۔ کیا تم نے غور نہیں کیا کہ مصنوعات کا کوئی نہ کوئی صانع ہے۔ اس دنیا اس زمین اور اس آسمان کا پیدا کرنے والا بھی کوئی نہ کوئی ہے۔ اور جس نے انہیں پیدا کیا ہے۔ وہی خدا ہے اسی خدا نے فرمایا ہے دو خداؤں کا اعتقاد نہ کرو۔ مطلب یہ کہ خدا ایک ہے"۔

اے ابن رواحہ! کیا تو نہیں جانتا کہ جو میں نے بیان کیا ہے وہ حق ہے اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کو مبعوث نہیں کیا مگر یہ کہ اس کی امت کو اس کی پیروی اور دین اسلام پر قائم رہنے کا حکم دیا۔ چنانچہ قرآن شریف میں فرمایا۔ ابراہیم نہ یہودی تھے نہ نصرانی لیکن وہ مسلم تھے اور مشرک نہ تھے۔ ایک اور جگہ باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ آج میں نے تمہارا دین پورا کر دیا۔ اور اپنی نعمت تم پر تمام کردی۔ اور تمہارے اسلام سے جو تمہارا دین ہے راضی ہوا"۔ پھر فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے دین میں کوئی تنگی نہیں رکھی۔ یہ طریقہ تمہارے باپ ابراہیم کا ہے اسی نے پہلے سے تمہارا نام مسلمان رکھا تھا۔

اے ابن رواحہ! تمام عرب مسلمان ہو گیا۔ خود تم بھی مسلمان ہو گئے تھے۔ لیکن شیطان نے تمہیں پھر بہکا دیا۔ تم مرتد ہو کر عیسائی ہو گئے۔ اب بھی کچھ نہیں گیا۔ خدائے عزو جل پر ایمان لاؤ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی تصدیق کرو۔ ہم تم بھائی بھائی ہو جاویں گے۔ ایک دوسرے کے دکھ سکھ کے شریک ہوں گے۔

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ سعید کے اس کلام کا عاصم پر بڑا اثر ہوا۔ اس نے کہا۔ کیا یہ ممکن ہے کہ ہم پھر مسلمان ہو جائیں۔ حالانکہ ہم اللہ تعالیٰ کی ربوبیت اور وحدانیت سے منکر ہو کر شرک کر چکے ہیں۔ ہم نے غیر اللہ کو سجدہ کیا ہے۔ کیا وہ ہمیں معاف کر دے گا"۔

سعید نے کہا۔ "ہاں وہ معاف کر دے گا۔ وہ بڑا رحم کرنے والا اور نہایت مہربان ہے۔ مسلمان ہونے کے بعد تم ایسے شرک و کفر کے گناہوں سے پاک ہو جاؤ گے۔ جیسے آج ماں

کے پیٹ سے پیدا ہوئے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے۔ (اے نبیؐ) کہہ دو اے میرے وہ بندوں جنہوں نے اپنی جان پر ظلم کیا یعنی گنہگاری کی۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید نہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ سب گناہ بخش دیتا ہے۔ وہ بڑا رحم کرنے والا ہے"۔ عاصم نے اسی وقت کہا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے رسول ہیں"۔ عاصم کے مسلمان ہوتے ہی اس کے تمام سپاہی بھی مسلمان ہو گئے۔ سعیدؓ بن زید انہیں حران میں لے آئے۔ یوقنا نے جب یہ ماجرا سنا تو انہوں نے کہا "قسم ہے رب کعبہ کی اب ہم راس العین کو فتح کرلیں گے"۔ سعیدؓ نے دریافت کیا اے عبداللہ تم کیوں کر فتح کرلو گے؟۔

یوقنا۔۔۔ "ذرا صبر کرو۔ تمہیں سب معلوم ہو جائے گا۔"

یوقنا نے تخلیہ میں عاصم بن رواحہ سے ملاقات کی اور اس سے کہا "اگر میں راس العین میں پہنچ جاؤں تو اس کی فتح آسان ہو جائے گی۔ میں نے یہ تجویز سوچی ہے کہ تم مجھے اور میرے چالیس معتمدوں کو باندھ کر اور اونٹوں پر سوار کرکے لے جاؤ اور والی راس العین سے کہو کہ جب ہم نے دریائے فرات کو عبور کیا۔ تو یہ لوگ ہم پر تاخت کرکے آپڑے۔ مسیح نے ہمیں غالب کیا۔ ہم نے ان میں سے بعض کو قتل کیا۔ اور باقی سب کو گرفتار کرلیا۔ اگر وہ ہمارے قتل پر آمادہ ہو تو بلطائف الحیل اسے ٹالنا۔ بلکہ مناسب یہ ہے کہ اپنے پانچ معزز آدمیوں کو یہاں چھوڑ دو۔ اور راس العین کے والی سے کہنا کہ میرے بھی پانچ عمزادوں کو یوقنا کے ساتھی قید کرکے لے گئے ہیں۔ اگر تم نے انہیں قتل کیا۔ تو وہ انہیں مار ڈالیں گے"۔

عاصم نے کہا۔ "تمہاری تدبیر نہایت مناسب ہے"۔

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ یوقنا نے جو عاصم سے پانچ معزز آدمیوں کو راس العین میں چھوڑ دینے کے لئے کہا۔ اس سے ان کا منشا یہ تھا کہ وہ لوگ بطور رہائن کے مسلمانوں کے پاس رہیں۔ اور عاصم یوقنا کے ساتھ بد عہدی اور غداری نہ کرسکے۔ راوی نے بیان کیا ہے کہ عاصم اور اس کے رازداروں نے یوقنا اور ان کے چالیس اصحاب کے بازو باندھے اور انہیں اباذ الشمطا کی حراست میں دے کر پچھلی رات کو حران سے کوچ کر دیا۔ جب مقام علوی میں پہنچے تو انہوں نے گھوڑوں کے سموں کی آواز سنی وہ چوکنے ہو گئے۔ جب اور بڑھے تو دیکھا کہ چار سو پچاس غلام حبشی ہیں۔ ان میں سے بعض قرآن شریف کی تلاوت کر

رہے تھے۔ بعض تسبیح پڑھ رہے تھے۔ عاصم کے ساتھ سعید بن زید بھی تھے۔ وہ بہت خوش ہوئے۔ اور انہوں نے تکبیر کے نعرے لگائے۔ غلام بھی تکبیر و تہلیل کہنے لگے۔ جب اور قریب ہوئے۔ تو پہچانا کہ وہ سب موالی (آزاد و غلام) اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں۔ ان کے سردار دامس ابوالہول ؓ ہیں۔

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ ان غلاموں کے آنے کا سبب یہ ہوا کہ عیاض ؓ بن غنم نے جب دیکھا کہ شہریاض کی جمعیت بہت زیادہ ہے تو انہوں نے حضرت ابو عبیدہ ؓ بن الجراح سے مدد طلب کی۔ حضرت ابو عبیدہ ؓ نے دامس ابوالہول ؓ کو لکھا تھا۔ کہ وہ غلاموں کی جمعیت لے کر عیاض ؓ کی مدد کریں۔ اس زمانہ میں سمیساط فتح ہو گیا تھا۔ اور دامس ابوالہول ؓ جو ایک غلام تھے۔ وہاں کے والی یعنی حاکم مقرر کئے گئے تھے۔ دامس نے سمیساط کے شہروں میں غلاموں کو آباد کر دیا تھا جب ان کے پاس حضرت ابو عبیدہ ؓ کا جو اس نواح کے دائسرائے تھے۔ حکم پہنچا تو انہوں نے غلاموں کو جمع کیا سمیساط میں اپنے ایک معتمد کو قائم مقام مقرر کیا۔ اور ۴۵۰ غلاموں کو لے کر مرج رغبان کی طرف چل پڑے۔ راستہ میں وہ عاصم بن رواحہ اور سعید ؓ بن زید سے ملاقی ہوئے۔ دامس ابوالہول ؓ نے جب یوقنا اور ان کے ساتھیوں کو اونٹوں پر بندھے ہوئے دیکھا تو دریافت کیا۔ "یہ کون لوگ ہیں اور تم نے انہیں کہاں پایا"۔

دامس ؓ ہی نے یوقنا کا مضبوط اور ناقابل تسخیر قلعہ فتح کیا تھا۔ اس قلعہ کا نام حلب تھا۔ لیکن وہ انہیں پہچان نہ سکے۔ سعید ؓ بن زید نے انہیں بتایا کہ یہ یوقنا ہیں۔ جاں نثاری پر آمادہ ہوئے ہیں۔ اس کے بعد انہوں نے یوقنا کا تمام حال بیان کیا۔ دامس ؓ نے گھوڑے کے قربوس پر سجدہ شکر ادا کیا۔ اور یوقنا کے پاس آ کر سلام کیا۔ مرحبا کہی اور کہا "تم ان لوگوں میں ہو جنہوں نے دنیا پر آخرت کو ترجیح دی ہے۔ اے خدا کے برگزیدہ بندہ اس معاملہ میں ہمیں بھی اپنے ساتھ شریک کر لو"۔ یوقنا نے کہا۔ "شوق سے شریک ہو جاؤ"۔ سعید ؓ بن زید نے کہا۔ تم ساربانوں کی حیثیت سے اونٹوں کو کھینچتے ہوئے چل سکتے ہو۔ اپنی زرہیں اور ساز حرب چھپا لو"۔

دامس: "ہمیں منظور ہے۔"

دامس ؓ اور ان کے ساتھیوں نے اپنے ہتھیار اور زرہیں حمالوں میں چھپا لیں۔ اور

عاصم کے ہمراہ ہو لئے۔ اونٹوں کو ساربانوں کی طرح کھینچنے لگے۔ جب مقام زلیو تک پہنچے تو وہاں ٹھہرے۔ زرہیں اور ساز حرب کو پہن لیا صلیبی علموں کے پھریرے کھول دیئے۔ یوقنا اور ان کے ساتھیوں کو بطور قیدیوں کے درمیان میں لے لیا۔ جب راس العین کے قریب پہنچے۔ تو سعیدؓ بن زید نے ایک شخص کو جو عاصم بن رواحہ کے ہمراہیوں میں سے تھا۔ والی راس العین کے پاس عاصم کے آنے اور یوقنا کے گرفتار کر کے لانے کی خبر دے کر بھیجا۔ والی راس العین بہت خوش ہوا۔ اس نواح میں یوقنا کے کارناموں کی بڑی شہرت ہو گئی تھی۔ راس العین کے حاکم نے منادی کرا دی۔ کہ یوقنا گرفتار ہو کر آ رہے ہیں۔ عیسائی انہیں دیکھنے کے لئے گھروں میں سے نکل آئے۔

راس العین میں مسلمانوں کا داخلہ

والی راس العین عاصم کے استقبال کے لئے قلعہ سے باہر نکل آیا۔ اس نے اس کا پرتپاک خیر مقدم کیا۔ اور جب عاصم قریب آیا۔ تو ازراہ تعظیم اپنے گھوڑے سے اترا۔ عاصم بھی پیادہ ہو گیا۔ دونوں نے مصافحہ کیا۔ حاکم راس العین نے دریافت کیا۔ "تم نے یوقنا کو کہاں گرفتار کیا۔" عاصم نے جواب دیا: "جب ہم دریائے فرات پر پہنچے۔ تو یوقنا دفعۃً ہم پر آ پڑا۔ ہم نے مقابلہ کیا حضرت مسیح نے ہمیں فیروز مند کیا۔ ہم نے اس کے پچاس آدمیوں کو قتل کر ڈالا۔ چالیس کو گرفتار کر لیا۔ باقی بھاگ گئے۔"

والی راس العین نے یوقنا کو بہت کچھ سخت و سست کہا۔ اہل روم بھی وہاں امنڈ آئے تھے۔ انہوں نے گالیاں دینی شروع کیں۔ یوقنا اسلام کی خاطر دشنام طرازیاں سن رہے تھے سر جھکائے ہوئے خاموش تھے۔ جب وہ راس العین میں پہنچے۔ تو تمام عیسائیوں نے انہیں نفرت و حقارت کی نظروں سے دیکھا۔ حاکم راس العین نے انہیں بھی بیعہ نسطوریا میں حضرت خالدؓ بن الولید اور ان کے ساتھیوں کے پاس قید کر دیا۔ عاصم نے یوقنا کو رومیوں کی قید میں رہنے دینا مناسب نہ سمجھا۔ چنانچہ انہوں نے حاکم راس العین سے کہا۔ "یوقنا نہایت چرب زبان اور شیریں بیان ہیں۔ وہ رومی ہیں۔ رومی ان سے قرابت رکھتے ہیں۔ اگر تم نے انہیں رومیوں کی حفاظت میں چھوڑا۔ تو مجھے خوف ہے کہیں وہ انہیں بہکا کر اپنے موافق کر کے کوئی فتنہ بپا نہ

کریں۔ ہم عرب ان سے عداوت رکھتے ہیں۔ لہٰذا ان کی نگہداشت ہمارے سپرد کیجئے۔"

حاکم راس العین کو یہ بات ٹھیک معلوم ہوئی۔ اس نے بیعہ نسطوریا کی حفاظت و نگہبانی پر عاصم کو مامور کر دیا۔ عاصم نے اپنے ساتھیوں میں سے کچھ آدمی بیعہ کے اندر مقرر کر دیئے۔ کچھ باہر لگا دیئے۔ اس طرح مسلمانوں کی جمعیت معہ خالدؓ بن الولید۔ یوقنا اور عاصم کے چھ سو سواروں کی ہو گئی۔ جب رات ہوئی۔ تو سعیدؓ بن زید نے حضرت خالدؓ سے ملاقات کی اور انہیں تمام حالات سنا کر کشود کار کی خوشخبری سنائی۔ حضرت خالدؓ نے کہا۔ "میں نے جب رومیوں کو کہتے سنا تھا کہ یوقنا قید ہو کر آ رہے ہیں میں اسی وقت سمجھ گیا تھا۔ کہ وہ راس العین پر قبضہ کرنے اور ہماری رہائی کی فکر میں آئے ہیں۔

شہریاض کی مسرت

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے۔ کہ راس العین کے حاکم نے ملک شہریاض کو عاصم کے آنے اور یوقنا اور ان کے چالیس اصحاب کو گرفتار کر کے لانے کی خوشخبری لکھ کر روانہ کی۔ شہریاض ان خبروں کو سن کر نہایت خوش ہوا۔ اس نے نرسنگھے پھونکنے اور قرنے بجانے کا حکم دیا۔ جب ان کی صدائیں بلند ہوئیں تو عیاضؓ بن غنم نے کہا: "آج کوئی نئی بات ہوئی ہے کہ کس خوشی میں عیسائی نرسنگھے پھونک رہے ہیں۔" عین اس وقت سعیدؓ بن زید کے قاصد عبادؓ بن بشیر عیاضؓ بن غنم کے پاس آئے۔

راوی نے بیان کیا ہے کہ سعیدؓ بن زید نے عبادؓ بن بشیر کو عیاضؓ بن غنم کی خدمت میں بطور قاصد کے روانہ کر کے کہلا بھیجا تھا کہ عاصم معہ اپنے پانچ سو سواروں کے مسلمان ہو گئے ہیں اور یوقنا کو ساتھ لے کر راس العین میں جا رہے ہیں۔ تاکہ اس کی فتح کی تدبیر کریں۔ جب عبادؓ عیاضؓ کے پاس پہنچے تو انہوں نے ان سے دریافت کیا۔ "کیا بشارت لائے ہو۔ خدا تمہاری آنکھوں کو ٹھنڈا کرے۔" عباد خاموش رہے۔ کچھ جواب نہیں دیا۔ بلکہ انہیں تخلیہ میں چلنے کو کہا۔ اور تخلیہ میں جا کر تمام حالات بیان کر کے کہا۔ "میں نے عام مسلمانوں کے سامنے واقعات اس لئے بیان نہیں کئے۔ کہ ممکن ہے۔ دشمن کے جاسوس بھی موجود ہوں۔ اب آپ جنگ کی تیاری کریں۔ امید ہے اللہ تعالیٰ فتح عطا فرمائے گا۔ اگر شہریاض شکست کھا

کر فرار ہو گیا۔ تو راس العین آسانی سے فتح ہو جائے گا۔"

عیاضؓ بن غنم بہت خوش ہوئے۔ رات ہونے پر انہوں نے تمام صاحبان نشان یعنی افسروں کو طلب کر کے ساری کیفیت سنائی اور کہا۔ "نہایت احتیاط سے جنگ کی تیاری شروع کرو۔ صبح ہوتے ہی حملہ کیا جائے گا۔ لیکن اس بات کا خیال رکھو۔ کہ رومی جاسوس تمہارے لشکر میں موجود ہیں وہ خبردار نہ ہونے پائیں۔

شہریاض کا قتل

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ صبح صادق کے وقت مسلمانوں نے نماز پڑھی اور آفتاق طلوع ہونے سے پہلے ہی مسلح ہو کر میدان جنگ میں نکل آئے۔ عیسائیوں نے انہیں دیکھتے ہی شور مچایا۔ ملک شہریاض بھی عیسائیوں کو لے کر میدان میں آگیا۔ جب دونوں لشکروں کی صف بندی ہو چکی۔ تب جنگ شروع ہو گئی۔ مسلمانوں کو حضرت خالدؓ کی گرفتاری کا بڑا ملال تھا۔ انہوں نے بڑے جوش سے نیزے اور تلواریں مار مار کر عیسائیوں کو قتل و غارت کرنا شروع کر دیا۔ شور دارو گیر بلند ہو گیا۔ انسانی اعضا کٹ کٹ کر گرنے لگے۔ لاشوں کا ڈھیر لگ گئے۔ خون کے چشمے بہہ نکلے۔ اجل طائر روح کو شکار کرنے لگا۔ اسقدر غبار اڑا کہ جسموں پر چادر کی تہہ سی جم گئی۔ رومی اگرچہ بڑی دلیری سے مقابلہ کر رہے تھے لیکن مسلمان انہیں بری طرح قتل کر رہے تھے۔ مسلمانوں نے اپنی جانوں کو راہ خدا میں ہبہ کر دیا تھا۔ وہ موت کا استقبال کر رہے تھے۔ رومی زندگی کے خواہشمند تھے۔ موت سے ڈر رہے تھے۔ مسلمان حملے کر رہے تھے اور رومی اپنا بچاؤ کرتے تھے۔ اس لئے رومی زیادہ مارے جا رہے تھے۔

راوی نے بیان کیا ہے کہ جبکہ شور قیامت برپا تھا۔ تلواریں اور نیزے چل رہے تھے۔ سر کٹ رہے تھے۔ اور خون کے فوارے اچھل رہے تھے۔ اس وقت عبداللہؓ بن عیاض بن وائل السہمی اور عبداللہ بن قرط نے ملک شہریاض پر حملہ کر دیا۔ اس وقت اس کا تمام لشکر نفسی نفسی میں مشغول تھا۔ ہر سپاہی اپنے بچاؤ کی فکر کر رہا تھا۔ دوسرے کی مدد نہ کر سکتا تھا۔ حتیٰ کہ شہریاض کا رسالہ خاص بھی نہایت سختی میں پڑا ہوا تھا۔ وہ اپنے بادشاہ کی مدد نہ کر سکتے تھے صرف دس سوار شہریاض کی حفاظت کر رہے تھے۔ عبداللہؓ بن عیاض اور عبداللہ

بن قرط نے اس شدت سے حملہ کیا۔ کہ شاہی رسالہ کے دسوں سواروں کا خاتمہ ہو گیا۔ اب ان دونوں نے بادشاہ پر حملہ کیا۔ شہریاض کی نگاہوں کے سامنے موت ناچنے لگی۔ وہ گھبرا کر بھاگا۔ واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ مجھے اس کی تصدیق نہ ہو سکی کہ دونوں عبداللہؓ میں سے کس نے بڑھ کر نیزہ مارا۔ انی پشت توڑ کر سینہ کے پار ہو گئی۔ عبداللہؓ نے گھوڑے سے اتر کر شہریاض کا سر کاٹ لیا۔ اور پھر گھوڑے پر سوار ہو کر پکار کر کہا۔ "رومیو! تمہارا بادشاہ مارا گیا۔ اب کیوں بیکار اپنی جانیں دیتے ہو۔"

یہ سنتے ہی رومی بدحواس ہو گئے۔ عین اس وقت مسلمانوں نے نہایت سخت حملہ کیا۔ بے شمار عیسائی مارے گئے۔ آخر وہ بھاگ نکلے۔ مسلمانوں نے انہیں گرفتار کرنا شروع کر دیا۔ ہزاروں آدمی گرفتار کر لئے گئے۔ رومیوں کا بے شمار مال و اسباب مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ خیمہ و خرگاہ اور اونٹ گھوڑے بھی لاتعداد ملے۔

حدید بن ناشب الضمیری نے بیان کیا ہے کہ میں اس بات کا بڑا حریص تھا کہ یہ معلوم کروں کہ عیسائی کس قدر مارے گئے ہیں۔ چنانچہ جب رومی بھاگ گئے اور جنگ بند ہو گئی تو میں نے رومی مقتولوں کا شمار کرنا شروع کیا۔ چونکہ ان کی بے شمار لاشیں تھیں۔ اس لئے جب کسی لاش پر گزرتا۔ تو ایک کنکری تھیلے میں ڈال لیتا۔ میرا تھیلا کنکریوں سے بھر گیا۔ تھیلا میرے کندھے پر پڑا تھا۔ اور کنکریاں جیبوں میں بھری ہوئی تھیں۔ جب میں کسی لاش پر آتا۔ تو جیب میں سے کنکری تھیلہ میں ڈال دیتا۔ جب میں نے تھیلہ میں کنکریوں کو نکال کر گنا۔ تو اسی ہزار سات سو پچاس ۸۰۷۵۰ نکلیں۔ میں نے سجدہ شکر ادا کیا۔ قیدی ان کے علاوہ تھے۔

امیر عیاضؓ بن غنم نے تمام مال غنیمت۔ خیمہ و خرگا۔ گھوڑے اور اونٹ سب صلیب بن مازن کی نگرانی میں قلعہ کفر توتا میں بھجوا دیئے۔ ایک ہزار سوار ان کے ساتھ کر دیئے اور انہیں حکم دیا۔ کہ جب تک راس العین فتح ہو۔ کفر توتا ہی میں ٹھہرے رہیں۔ عیاضؓ بن غنم اور تمام مسلمان رات بھر نماز پڑھتے اور قرآن شریف کی تلاوت کرتے رہے صبح ہوتے ہی راس العین کی طرف تیزی سے بڑھے۔

جمیل کی شہادت

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ شہریاض کا باقی ماندہ لشکر مرج رغبان سے

بھاگ کر راس العین میں پہنچا۔ اس نے بادشاہ کے مارے جانے اور رومیوں کے شکست کھانے کا حال بیان کیا۔ رومی آہ و واویلا کرنے لگے۔ ہر طرف سے نالہ و فریاد کی آوازیں آنے لگیں۔ راس العین کے حاکم نے جس کا نام مرسیوس تھا۔ قلعہ کے پھاٹک بند کر لئے۔ اور یہ قصد کیا۔ کہ صبح ہوتے ہی قیدی مسلمانوں میں سے سو مجاہدوں کو قتل کرڈالے۔ راوی نے بیان کیا ہے کہ رومیوں کا یہ دستور تھا کہ جب کوئی ان کا بادشاہ مارا جاتا۔ تو وہ سو قیدیوں کو قتل کرڈالتے تھے۔

جب صبح ہوئی تو دشمن خدا مرسیوس شہر کے بیچ میں معہ چشم و خدم کے آیا۔ اور قیدیوں کو حاضر لانے کا حکم دیا۔ وہ قیدی حضرت ولیدؓ اور ان کے ہمراہی تھے۔ مرسیوس نے ان کے قتل کرنے کا حکم دیا۔ اس کے آدمی قتل پر آمادہ ہوئے۔ دفعتہ اللہ اکبر کے پر شور نعروں کی آواز آئی۔ مرسیوس ڈر گیا۔ اسی وقت قلعہ کے دیدبانوں میں سے کچھ لوگ بھاگ ہوئے آئے۔ انہوں نے بتایا کہ مسلمان آگئے ہیں۔ مرسیوس نے قیدیوں کو واپس لے جانے کا حکم دیا۔ اور خود فصیل پر چڑھ کر جنگی انتظامات میں مصروف ہوا۔

راوی نے بیان کیا ہے کہ عیاضؓ بن غنم معہ لشکر کے اس وقت قلعہ راس العین کے سامنے پہنچے جب مرسیوس نے مسلمان قیدیوں کو قتل کرنے کے لئے طلب کر لیا تھا۔ مسلمانوں کا ہر دستہ اللہ اکبر کے پر شور نعرے لگاتا آرہا تھا۔ عیاضؓ بن غنم باب اسطاحون پر جاکر اترے۔ راس العین کا یہ شرقی دروازہ تھا اور بڑا تھا۔ مرسیوس کے لئے اس دروازہ پر خیمہ و خرگاہ نصب کئے گئے تھے۔ ایک بڑی منجنیق بھی لگادی گئی تھی۔ جو اس قدر بڑی تھی۔ کہ اس کی رسیاں کھینچنے پر چالیس آدمی مقرر تھے۔ اس منجنیق کا محافظ و مہتمم ملک شہریاض کا چچازاد بھائی مترقیس بن اشکیاس تھا۔ شہریاض سے پہلے اشکیاس ہی بادشاہ تھا۔

مسلمانوں کو دیکھتے ہی عیسائیوں نے شہرپناہ کی دیوار کے اوپر سے اور برجوں سے سنگ اندازی اور تیرافگنی شروع کردی۔ مسلمان بھی فصیل کے گرد چھاگئے اور تیر اندازی کرنے لگے۔ ایک نوجوان مجاہد جمیلؓ بن سعد الداری کسی وقت شہر راس العین میں آگئے تھے۔ جب عیاضؓ بن غنم نے شہر کا محاصرہ کیا تو وہ اپنی ضعیف والدہ اور نوجوان و حسین ہمشیرہ کو لے کر شہر سے نکل آئے تھے۔ اور عیاضؓ بن غنم کے پاس آگئے تھے۔ جب جنگ شروع ہوگئی۔ تو جمیلؓ نے اپنی والدہ سے کہا۔ "پیاری امی اجازت دو کہ میں راہ خدا میں جہاد کروں۔ مجھے

امید ہے کہ میں اپنے باپ اور بھائیوں سے جا ملوں گا۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شہید ہوئے ہیں۔" ان کی والدہ نے کہا جا بیٹا! میں اپنی ماتا کو اسلام کی محبت پر قربان کرتی ہوں۔ تیرا باپ بہادر تھا۔ تیرے بھائی بھی بہادر تھے۔ وہ دشمنوں کو قتل کر کے نہایت ناموری کے ساتھ شہید ہوئے۔ جاؤ تمہیں خدا کو سونپا۔ وہی تمہاری مغفرت کرے گا۔ لیکن لخت جگر دشمنوں کو پیٹھ دکھا کر اپنے خاندان کو داغ نہ لگانا۔"

جمیل تیروں سے بھرا ہوا ترکش اور کمان لے کر بڑھے۔ اور ٹیلہ کی آڑ میں کھڑے ہو گئے۔ وہ مشہور تیر انداز تھے۔ تمام حجاز میں ان کی تیر اندازی کا شہرہ تھا۔ ان کا نشانہ کبھی خطا نہ کرتا تھا۔ اڑتے ہوئے پرندے کے جس جگہ کہتے وہیں تیر مارتے۔ وہ اطمینان سے کھڑے ہو گئے۔ انہوں نے تیر کمان ہاتھ میں لی۔ اور ان عیسائی سرداروں کے جو فصیل پر کھڑے اپنے سپاہیوں کو حکم دے رہے تھے تاک تاک کر تیر مارنے شروع کئے۔ ان کا کوئی تیر بھی خالی نہ جاتا تھا۔ یا تو آنکھ پھوڑ ڈالتا تھا یا سینہ میں ترازو ہو جاتا تھا۔ انہوں نے تیس بطریقوں کو قتل کر ڈالا (بطریق عیسائی رئیس کہلاتے تھے) ان لوگوں میں سے بہت کم ایسے تھے جو فصیل پر الٹے جا پڑے ورنہ زیادہ تر تیر کھاتے ہی اچھلتے تھے۔ اور شہر پناہ کے گرد جو خندق تھی۔ اس میں گر پڑتے تھے۔ اس طرف کے تمام رومی سردار قتل ہو گئے۔ عیسائیوں میں کہرام مچ گیا مریبوس نے سنا۔ اسے منجنیق کے ذریعہ سے سنگ اندازی میں کمال تھا۔ اس نے سنگ اندازی شروع کی۔ پتھر جمیل کے پاس آ آ کر پڑنے لگے۔ جو مسلمان قریب تھے۔ انہوں نے پکار کر کہا۔" نوجوان مجاہد پیچھے ہٹ جاؤ۔ پتھر ہمارے قریب آ آ کر گر رہے ہیں۔ کہیں کوئی پتھر تم پر نہ آ گرے۔

جمیلؓ نے کہا:"اگر میری موت آ گئی ہے تو کون اسے باز رکھ سکتا ہے۔ کیا تم نے نہیں سنا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں ارشاد فرمایا ہے۔" تم جہاں ہو گے موت تمہیں لے لے گی۔ خواہ تم مضبوط برجوں ہی میں کیوں نہ ہو۔" اب جمیلؓ نے منجنیق کے رسی کھینچنے والوں کو نشانہ بنانا شروع کیا۔ پہلے ایک کو مارا۔ پھر دوسرے کو۔ پھر تیسرے کو جب ان میں مری پھیلی۔ تو باقی رسہ کش لوگ وہاں سے بھاگ نکلے۔ ہر چند مریبوس نے روکا۔ لیکن نہ رکے۔ کہنے لگے۔"اس نوجوان نے شاید سب کو مار ڈالنے کا ٹھیکہ لے لیا ہے یا موت کو اس نے دوست بنا لیا ہے کمبخت کا کوئی تیر خالی ہی نہیں جاتا۔ ہم میں یہاں ٹھہرنے کی طاقت

نہیں ہے۔"

مرسیوس نے کہا: "تم دوہری زرہ پہن لو اور آڑ میں کھڑے ہو جاؤ" رسی کھینچنے والوں نے ایسا ہی کیا۔ اب مرسیوس نے خود سنگ اندازی شروع کی۔ اس نے پہلا ہی پتھر ایسا چلایا۔ کہ قبیلہ بجیلہ کے ایک شخص کے سینہ میں اس زور سے لگا۔ کہ وہ اسی وقت شہید ہو گیا۔ اب اس نے متواتر سنگ اندازی شروع کی۔ یہاں تک کہ چھ مسلمانوں کو شہید کر ڈالا۔ جمیلؓ بن سعد بھی برابر تیر چلا رہے تھے۔ اور ان کا ہر تیر ایک عیسائی کو مار ڈالتا تھا۔ جب وہ تیر چلاتے تو کہتے "مجھے شہادت کا بڑا شوق ہے۔" ان کے قریب ایک اور مسلمان کھڑے تھے۔ انہوں نے کہا "کس کی قسمت جسے شہادت کا مرتبہ ملے۔ شہید مرتے نہیں بلکہ زندہ رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں ارشاد فرمایا ہے۔ "جو لوگ راہ خدا میں قتل ہوئے انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں اور اپنے پروردگار سے روزی پاتے ہیں۔"

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ عین اسی وقت مرسیوس دشمن خدا نے تاک کر منجنیق سے جمیلؓ کے پتھر مارا۔ جو ان کے سینہ پر اس زور سے پڑا کہ پسلیاں ٹوٹ گئیں۔ وہ زمین پر گرے۔ ان کے قریب ان کے چچا زاد بھائی رافعؓ بن خالد تھے۔ وہ دوڑ کر ان کے پاس پہنچے۔ انہوں نے کہا: "اے بھائی! میری ضعیف والدہ کو میرا آخری سلام پہنچا دینا۔ راوی نے بیان کیا ہے کہ جب عیاضؓ بن غنم کو جمیلؓ کی شہادت کا علم ہوا۔ تو انہیں بڑا ملال ہوا۔ انہوں نے ان کے جنازہ کی نماز پڑھی اور دفن کر دیا جمیلؓ کی والدہ نے بھی اپنے بیٹے کی شہادت کی خبر سنی۔ اگرچہ انہی سخت صدمہ ہوا۔ لیکن انہوں نے بڑے مرتبہ والوں کی طرح ضبط کیا۔ اور کہا: "اے فرزند: تو زندہ تھا تو سعید تھا۔ مرا تو شہید ہوا۔ تو اپنے باپ دادا کی راہ پر گیا۔ اللہ تجھ پر رحم کرے۔ اور مسافرت آخرت میں تیرا انیس ہو۔۔ اور قیامت کے روز تیری شہادت سے مجھے بھی بہرہ مند کرے۔" پھر ضعیفہ نے کہا" جب ان پر مصیبت پڑتی ہے۔ تو وہ ثابت قدم رہتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ جو کچھ ہے اللہ ہی کا ہے اور اللہ ہی کی طرف لوٹنے والا ہے۔"

فتح راس العین

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ مجھ سے معمر بن الجون البنہائی نے جس

کے جد سراقہ فتح راس العین کے وقت موجود تھے بیان کیا ہے کہ جب جمیل بن سعد شہید ہو گئے اور ان کے بے پناہ تیروں سے رومیوں کو پناہ ملی۔ تو وہ بہت خوش ہوئے بقیہ دن تک لڑائی جاری رہی۔ رات کو مریبوس .جیہ نسطوریہ میں گیا۔ وہاں جا کر نماز پڑھی پھر قربان گاہ کے قریب آیا۔ اسے مسلمانوں سے بڑا ہی بغض و کینہ تھا۔ رسول اللہ علیہ وسلم سے بھی بڑی کد رکھتا تھا۔ اس نے .جیہ کے دروازہ پر ایک تصویر ایک عرب کی بنوائی تھی۔ اس پر لکھا تھا۔

یہ عرب کا نبی ہے۔ عیسائیوں کی عداوت یہاں تک بڑھی ہوئی تھی کہ جو شخص اس دروازہ سے گذرتا تھا۔ وہ اس تصویر کو حقارت سے دیکھ کر تھوکتا تھا۔ .جیہ کے اندر میدان قیامت کی تصویر تھی۔ بہت سے لوگ پریشان حال کھڑے تھے۔ میزان یعنی ترازو کھڑی تھی۔ پل صراط تھا ایک طرف جنت تھی۔ دوسری طرف دوزخ تھی۔ حضرت عیسیٰ کی تصویر اس ہیئت سے تھی کہ ان کے ہاتھ میں صلیب تھی اور ان کے نیچے کی طرف حضرت مریم کی تصویر تھی۔ رومیوں کا مذہب رومن کیتھولک تھا۔ اس وقت تک پروٹسٹنٹ مذہب جاری نہیں ہوا تھا۔ بعد میں عیسائیوں میں بے شمار فرقے ہو گئے۔ جو اب تک بھی قائم ہیں۔ رومن کیتھولک تصویریں رکھتے اور ان کے سامنے سر جھکاتے تھے۔

راوی نے بیان کیا ہے کہ مریبوس نے قربان گاہ کے پاس جا کر عاصم بن رواحہ کو طلب کیا۔ اور کہا:۔ "میں چاہتا ہوں کہ آج دس معزز عربوں کو ذبح کر کے حضرت مسیح کا تقرب حاصل کروں"۔ عاصم نے کہا "ابھی عربوں سے جنگ ہو رہی ہے۔ خدا جانے نتیجہ کیا ہو۔ اگر عربوں کو فتح ہوئی تو وہ ایک عیسائی کو بھی زندہ نہ چھوڑیں گے۔ اس لئے یہ مصلحت نہیں ہے۔ کہ عربوں کو ذبح کیا جائے"۔ مریبوس نے مان لیا۔ وہ .جیہ سے چلا گیا۔ عاصم نے تمام رومیوں کو بیعہ سے نکال کر اس کا دروازہ اندر کی طرف سے بند کر لیا۔ اور تمام عربوں کو رہا کر کے قربان گاہ میں لے آیا۔ قربان گاہ میں رومیوں کا اسلحہ خانہ تھا۔ مسلمانوں نے ہتھیاروں پر قبضہ کر لیا۔ اور اگلے روز صبح کو اہل شہر پر حملہ کرنے کی تیاری شروع کر دی۔

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے۔ کہ جب رات زیادہ آگئی تو مسلمانوں نے وضو کر کے تہجد کی نماز پڑھی بعض مسلمان اور عاصم بن رواحہ بیعہ کی تصویروں کو دیکھنے لگے۔ میدان قیامت کی بھی تصویریں دیکھیں۔ عاصم بن رواحہ نے کہا:۔ "رسول عربی ؐ کے دین کی

طرف دوڑنا ایمان و یقین کو تازہ کرتا ہے۔ مگر قیامت میں کیا حال ہو گا"۔

سعیدؓ بن زید نے کہا:۔ "قیامت کا دن نہایت ہی ہیبتناک ہو گا۔ زمین اور پہاڑ پھٹ جاویں گے۔ آسمان کے دھوئیں اڑ جائیں گے۔ سوائے ذات باری کے کوئی چیز بھی باقی نہ رہے گی۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ کہاں گئے وہ مغرور و سرکش لوگ جو مجھ سے روگرداں رہے۔ جنہوں نے خدائی کے دعوے کئے۔ مجھ سے سرکشی کی۔ آج ان کی ہڈیاں تک گل سڑ گئی ہیں۔ یہی وہ دن تھا۔ جس کی میں نے پیشین گوئی کی تھی۔ یعنی مالک دن قیامت کا۔ یہی وہ دن ہے۔ پھر فرمائے گا۔ آج جس کی بادشاہت ہے وہ یکتا اور زبردست ہے۔

اس کے بعد خدا مردوں کو زندہ کرے گا۔ قبریں مردوں کی ہڈیاں اگل دیں گی ان پر پوست چڑھ جائے گا۔ ان میں روح پڑ جائے گی۔ اس روز گنہگار نہایت آشفتہ حال ہوں گے۔ نمازی اور پرہیزگاروں کو کوئی پریشانی نہ ہو گی۔ اللہ تعالیٰ بدکاروں اور گنہگاروں سے مخاطب ہو کر فرمائے گا:۔ "اے میرے بد نصیب بندو! کیا تمہارے پاس میرے رسول تمہیں ڈرانے کے لئے نہ آئے تھے۔ کیا سب کے بعد میں رسول عربیؐ نے تمہیں نہیں ڈرایا تھا۔ کیا ہم نے ان کے ذریعہ سے نہیں کہہ دیا تھا۔ اے محمد صلعم کہہ دو (منکروں سے) کہ تھوڑا عرصہ بہرہ مند ہو لو۔ آخر کو تمہارا ٹھکانا جہنم ہے۔" ہم نے صاف طور پر تمہیں آگاہ کر دیا تھا۔ کہ تمہیں مرنے کے بعد اٹھا دیں گے۔ تم میں فیصلہ کریں گے۔ چنانچہ ہم نے فرمایا تھا۔ وہ روز فیصل ہے۔ جس میں تمہیں اور پہلے والوں کو جمع کریں گے"۔ آج کا دن عدل و انصاف کا دن ہے۔ کسی پر بال برابر بھی ظلم نہ کیا جائے گا۔ جس نے جیسے اعمال کئے ہیں۔ وہ ان کی سزا یا جزا پائے گا۔ میزان عدل کھڑی ہو گی۔ اعمال تولے جائیں گے۔ مومن خوش ہوں گے۔ مشرک و کافر اور گنہگار حسرت زدہ اور اندوہ گین ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کہے گا۔ تم نے کہہ دیا گیا تھا اے گنہگارو! آج مومنوں سے الگ ہو جاؤ"۔ اس روز گنہگار پشیمان بھی ہوں گے۔ اور تکلیف میں بھی۔ پیاس انہیں جان بہ لب کر دے گی۔ پسینہ میں شرابور ہوں گے۔ چاہیں گے۔ کہ جلد حساب ہو جائے۔ فرشتے آواز دیں گے جیسا کہ قرآن شریف میں ہے۔ "انہیں ٹھہراؤ ان سے باز پرس ہے"۔ اللہ تعالیٰ کہے گا کہاں ہے نوح کی امت کے لوگ کہاں ہیں لوط کے امتی۔ کہاں ہیں جنہوں نے گائے کی پرستش شروع کر دی تھی۔ عیسیٰ کے وہ امتی کہاں ہیں جنہوں نے بدکاریوں کو ثواب سمجھا۔ رسول عربی کے وہ امتی کس طرف ہیں جنہوں نے نماز

چھوڑ کر لہو و لعب اختیار کی۔ آج کسی پر ظلم نہ ہو گا۔ ہم نے قرآن شریف کے ذریعہ سے منادی کرا دی تھی۔ آج کسی پر ظلم نہیں ہے اللہ تعالیٰ جلد حساب لینے والا ہے۔" یہی وہ دن ہے۔ اس روز تمام انبیاء متفکر ہوں گے۔ رسول عربی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم زیر عرش سجدہ میں ہوں گے۔ فرمادیں گے اللہ تعالیٰ تو نے قرآن شریف میں ارشاد فرمایا تھا "قریب ہے کہ تیرا رب تجھے اتنا دے گا کہ تو رضامند ہو جائے گا۔ آج تیری بخشش و عطا کا دن ہے۔ میری امت کمزور تھی۔ اگر تو اسے نہ بخشا تو وہ رسوا ہو جائے گی۔ میری بھی رسوائی ہو گی حالانکہ اے اللہ تو نے اپنے کلام پاک میں ارشاد فرمایا تھا۔ "یعنی تم بہترین امت ہو کہ اور امتوں کی ہدایت کے لئے منتخب کئے گئے"۔ اس وقت اللہ تعالیٰ کی رحمت جوش میں آجائے گی۔ رسول عربی کی امت بخشی جائے گی۔ اس وقت غیر مسلم آرزو کریں گے۔ کاش ہم بھی مسلمان ہوتے اور آج بخشے جاتے۔ نجات پا جاتے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں ارشاد فرمایا ہے۔ "کفار کی یہی آرزو ہو گی کہ کاش ہم بھی مسلمان ہوتے۔"

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ یہ پرزور تقریر سن کر عاصم بن رواحہ اور دوسرے مسلمانوں کا ایمان تازہ ہو گیا۔ جب صبح ہوئی تو مسلمانوں نے جماعت کے ساتھ نماز پڑھی۔ اور دعا مانگی "اے پروردگار ہماری ایسی ہی مدد کر جیسی تو نے جنگ خندق کے روز اپنے نبی صلعم کی کی تھی"۔

راوی نے کہا ہے کہ حضرت خالدؓ بن الولید نے عربوں سے کہا "اے گروہ عرب! لڑائی کے وقت تم متفرق نہ ہو جانا۔ ملے جلے رہنا۔ جب تم خروج کرو گے تو عورتیں اور بوڑھے تم پر اینٹ پتھر برساویں گے۔ تم ان کا کچھ خیال نہ کرنا۔ اس وقت تم شہر کے وسط میں ہو۔ عیہ نسطوریہ میں ہو۔ یہ عیہ عیسائیوں کا بڑا معزز و معظم ہے۔ خروج میں جلدی نہ کرنا۔ بلکہ میری رائے ہے کہ جب عیسائی اکابر و رئیس نماز پڑھنے کے لئے یہاں آئیں تو تم دفعتہ ان پر ٹوٹ پڑو۔ انہیں سب کو قتل کر ڈالو۔ جب افسروں اور رئیسوں پر تم نے قابو پالیا۔ تو پھر عوام میں مقابلہ کی طاقت نہ رہے گی۔ امید ہے خدا تمہیں آسانی سے قلعہ راس العین پر قابض کر دے گا"۔

سعیدؓ بن زید نے کہا: "خدا کی قسم یہ تجویز نہایت مناسب ہے ابھی تم صبر کرو۔ لیکن ہوشیار رہو۔ ہتھیاروں کو عباؤں میں چھپالو"۔ مسلمانوں نے ہتھیار چھپالئے اور وہاں سے

قریب کے ایک اور مکان میں چلے گئے۔ اس مکان میں وہ تمام مال و اسباب رکھا جاتا تھا۔ جو
.عیہ میں نذر کے طور پر آتا تھا بے شمار دولت تھی۔

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ مجھ سے عبداللہ بن بانس نے روایت کی ہے کہ ان کے جد فیاض بن زید راس العین کے معرکہ میں شریک تھے۔ انہوں نے بیان کیا تھا۔ کہ ہم نے اول یہ طے کیا۔ کہ صبح کی نماز پڑھتے ہی خروج کریں۔ لیکن خالدؓ کے کہنے سے رک گئے۔ اور سعیدؓ بن زید کے کہنے سے ہم نے اپنے ہتھیار عباؤں کے نیچے چھپا لئے اور دوسرے مکان میں جو .عیہ سے ملا ہوا تھا چلے گئے۔ ہم نے انتظار کیا کہ مرسیوس اور دوسرے رئیس نماز کے لئے آویں۔ اور ہم ان پر حملہ کریں۔ مگر اس روز وہ نماز کے لئے نہ آئے۔

راوی نے بیان کیا ہے کہ ان لوگوں کے نماز کو نہ آنے کی یہ وجہ ہوئی کہ راس العین کے حاکم مرسیوس کا ایک بھائی تھا۔ اس کا نام ارسالوس تھا۔ (یونانی زبان میں ارسالوس کے معنی حکیم زمانہ کے ہیں) نہایت زیرک' دانشمند اور صاحب علم تھا۔ وہ فہرابس مشہور حکیم کی حکمت پر عامل تھا۔ تاریخ دان اور صائب الرائے تھا۔ اس نے جب عربوں کے حملہ آور ہونے کا حال سنا تو ملک شہریاض کو مشورہ دیا تھا کہ وہ عربوں سے جنگ نہ کرے۔ زمانہ ان کے موافق ہے۔ خدا ان کی مدد کر رہا ہے۔ کوئی قوم ان کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ لیکن شہریاض نے نہ مانا۔ مسلمانوں سے لڑا۔ آخر مارا گیا۔ جب راس العین کے سیاہ و سفید کا مالک مرسیوس ہوا۔ تو ارسالوس نے اسے بھی سمجھایا۔ اور کہا۔ "اے بھائی مسلمانوں کا مقابلہ نہ کر۔ فریب نفس میں نہ آ نفس امارہ کی باگ کو کھینچ لے۔ اکثر آرزوئیں بربادی کا سبب بن جاتی ہیں۔ زیادہ تمنائیں انسان کو پریشان رکھتی ہیں۔ غرور اچھا نہیں ہوتا۔ حشمت و ثروت کا کچھ اعتبار نہیں۔ دولت چلتی پھرتی چھاؤں ہے۔ ظلم و ستم خدا کو پسند نہیں۔ جس نے خدا کی اطاعت کی اس نے ذلت و عذاب سے نجات پائی۔ اے بھائی اس بات کو خوب جان لے کہ ریاست کا قیام سیاست سے ہے۔ دولت کا قیام عدالت سے ہے۔ خیر و برکت تقویٰ سے ہوتی ہے۔ ہوا و ہوس بنائے شر و فساد ہے۔ جو اپنی حقیقت کو بھول جاتا ہے اسے رفعت حاصل نہیں ہوتی۔ سب سے اچھا عمل حسن اخلاق ہے۔ جلدی کام شیطان کا ہے۔ بلا سوچ سمجھے کوئی کام کرنا موت کو آنے کا پیغام دینا ہے۔ جو انجام پر نظر رکھتا ہے وہ ہلاکت سے امن پاتا ہے۔ جس نے دنیا کو فانی سمجھا۔ اس نے آخرت کی تمنا کو حاصل کر لیا۔ اے بھائی سن حضرت

عیسیٰ نے ایک پرند کو دیکھا۔ نہایت خوبصورت تھا۔ اس کے پر بڑے خوشنما تھے۔ مسیح نے اس سے پوچھا۔ "تو کون ہے؟" اس نے جواب دیا "میں دنیا ہوں۔ میرا ظاہر بڑا ملیح لیکن باطن نہایت قبیح ہے" مسیح نے کہا "اس پر افسوس ہے جس نے تیری طلب کی"۔ میں نے یہ باتیں اس لئے بیان کی ہیں تاکہ تو غور کرے اور سمجھے۔ ملک شہریاض کو اپنی حکومت' دولت اور لشکروں کی جمعیت پر بڑا ناز تھا۔ میں نے اسے مشورہ دیا تھا۔ کہ وہ مسلمانوں سے جنگ نہ کرے۔ لیکن اس نے نہ مانا۔ آخر مارا گیا۔ کل تخت پر بیٹھ کر فخر و غرور کرتا تھا۔ آج قبر میں تختوں کے نیچے دبا پڑا ہے نہ کوئی یار ہے نہ مددگار ہے۔ نہ سلطنت کام آئی نہ دولت۔ نہ لشکر نے ساتھ دیا نہ سامان جنگ نے۔ انسان کو چاہئے کہ دوسروں کے حالات سے عبرت و نصیحت حاصل کرے۔ تم ان کی پیروی نہ کرو۔ جو خود بھی ہلاک ہوئے۔ اور اپنی قوم کو بھی ہلاک کیا۔ ان عربوں سے ہرقل اعظم نے جنگ کی۔ تخت ہزیمتیں اٹھائیں۔ ملک شام کو کھو دیا۔ رومی سلطنت کا شرقی پایہ تخت انطاکیہ مسلمانوں کے قبضہ میں چلا گیا۔ تمہارے پاس ہرقل اعظم کی طرح نہ فوجیں ہیں۔ نہ دولت ہے۔ نہ حشمت ہے۔ عقلمندی سے کام لو۔ مسلمانوں سے جنگ نہ کرو۔ صلح کر لو۔ خونریزی سے درگذر کرو۔ اپنی قوم اپنے خاندان اور اپنے قوم کی عورتوں اور بچوں پر رحم کرو۔ اپنے آپ کو بھی ہلاکت سے بچاؤ۔ اور اپنی قوم کو بھی۔ عرب ملک نہیں چاہتے حکومت نہیں چاہتے۔ دولت نہیں چاہتے۔ عورتوں کو نہیں چاہتے۔ اگر تم ان کی طرف صلح کے لئے جھکو گے۔ تو وہ فوراً صلح کر لیں گے۔ وہ آخرت کے طلبگار ہیں۔ دنیا کے نہیں جو انہیں دے دو گے وہی لے لیں گے۔ جو ان کے دین میں داخل ہو جاتے ہیں۔ یا جو ان کی اطاعت کر لیتے ہیں وہ ان کی بڑی عزت و تکریم کرتے ہیں۔ حران کے فرمانروا روس کو دیکھو کس قدر اس کی عزت ہے۔ ماریہ بنت حرسوس کو دیکھو اس کی حشمت و حکومت بھی باقی ہے۔ اور بہت سے لوگ ہیں جیسے یوقنا' یرغون' عمود اور حیتا یہ سب زندہ ہیں اور بڑے جاہ و جلال کے ساتھ رہتے ہیں۔ یہ لوگ بڑے ملکوں اور زبردست قلعوں کے مالک تھے۔ تمہارا یہ قلعہ کچھ زیادہ مضبوط نہیں ہے۔ نہ اس میں سال بھر کا غلہ اور رسد ہے۔ نہ اس قدر فوجی جمعیت ہے جو مسلمانوں کا مقابلہ کر سکے۔ اگر تو نے مسلمانوں کی اطاعت نہ کی یا ان کا مذہب قبول نہ کیا۔ تو اہل شہر تجھ سے غداری کر کے مسلمانوں کی اطاعت کر لیں گے۔ یا ان کے مذہب میں داخل ہو جائیں گے۔ اور تجھے گرفتار کر کے عربوں کے حوالہ کر دیں گے۔ تو اس

بات کو بھی سمجھ لے کہ اس شہر کے نواح میں جو مشہور شہر ہیں۔ مثلاً حران، کفر توتا، رہا، سروج بجستان، ماردین، مصور اور خابور غرض دریائے فرات سے تابہ ملک شام اور سرزمین مصران کے تسلط میں ہیں۔ ان کے لشکروں نے عراق کو گھیر لیا ہے۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ شاہ کسریٰ نے مسلمانوں سے ہزیمت اٹھا کر تیرے ملک پر چڑھائی کی ہے۔ تجھے چاہئے کہ اہل عرب سے مصالحت کر کے ان سے مدد طلب کر یقیناً شاہ کسریٰ پر فتح یاب ہو گا۔ مسلمانوں کی حفاظت میں آجانے سے تو بے ڈر ہو جائے گا۔

راوی نے بیان کیا ہے وہ یہ تقریر سن کر مرسیوس کو بڑا غصہ آیا۔ اس کے ہاتھ میں کوڑا تھا۔ اس نے ارسالوس کے کوڑا مار کر کہا:۔ "بختی ہو تجھ پر تیری ماں تجھے نہ جنتی تو اچھا تھا۔ مسیح نے تجھے ذلیل و خوار کیا ہے"۔ تو نے علم کیا پڑھا کہ بزدل ہو گیا۔ تو مجھے مشورہ دیتا ہے کہ میں اپنا ملک عربوں کے حوالہ کر دوں۔ تو مجھ سے حسد رکھتا ہے میری ہلاکت چاہتا ہے۔ ہلاکی ہو تجھ پر۔ دور ہو جا تو میری نگاہوں سے۔ اگر پھر مجھے نظر آیا تو تجھے قتل کر ڈالوں گا۔

راوی نے بیان کیا ہے کہ ارسالوس غضبناک ہو کر وہاں سے چلا گیا۔ مرسیوس نے ارکان دولت کو بیعہ نسطوریہ میں جمع ہو کر حلف وفاداری اٹھانے کا حکم دیا۔ چاؤش یعنی سفیر اس کے روانہ ہوئے اور شہر کے تمام رئیسوں، امیروں، فوجی افسروں اور ارا کین سلطنت کو بلا لائے۔ بیعہ نسطوریہ ان سے کھچا کھچ بھر گیا۔ پادریوں اور قسوں کو بھی بلا لیا گیا۔ یہ تمام لوگ بیعہ کے بڑے ہال میں جمع ہوئے۔ پھاٹک اس لئے بند کر دیا تاکہ عام شہریوں میں سے کوئی اندر نہ آسکے۔ مرسیوس مسند زرنگار پر بیٹھا تھا۔ اس کے مقرب اور مصاحب اس کے گرد تھے۔ پادری لوگوں سے حلف وفاداری لے رہے تھے۔ انہیں معلوم نہ تھا کہ پردہ غیب سے کیا ظاہر ہونے والا ہے۔ یکایک اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تیغ بکف نکل پڑے۔ انہوں نے پر شور آواز سے تکبیریں کہیں۔ عیسائی مبہوت و حیران رہ گئے۔ عربوں میں سے بعض نے کہا:۔ ہم حاملان قرآن ہیں۔ علمبرداران اسلام ہیں۔ اے پرستاران صلیب اللہ تعالیٰ نے تمہاری گنہگاری کے سبب تمہیں تمہارے جائے امن سے نکالا۔ غم والم کو تم پر مسلط کر دیا۔ تمہارے وہ صلیب پرست کہاں ہیں جن کی قوت پر تمہیں ناز تھا۔ وہ تصویریں یا بت کہاں ہیں جن کی تم پرستش کرتے تھے۔ قربان گاہ سے تمہار تقرب کیا ہوا۔ تمہاری تدبیریں کیا ہوئیں۔ وہ تمہارے خدا کہاں ہیں۔ جن کے زعم باطل پر تم نے خدائے واحد و یکتا

کو چھوڑ دیا۔ دیکھو حق آگیا اور باطل مٹ گیا۔ باطل مٹنے ہی والا تھا۔ اسلام کی مثال آفتاب کی سی ہے کیسی بھی آندھیاں آئیں لیکن اسے بجھا نہیں سکتیں۔ کفر کی مثال ایسے چراغوں کی ہے جو ہوا کے ذرا سے جھونکوں سے بجھ جاتے ہیں۔ تم اپنے شرک کیوجہ سے ہلاک ہوئے"۔

یہ کہہ کر مسلمانوں نے شمشیرزنی شروع کردی۔ بیدریغ رومیوں کو قتل کرنے لگے۔ عیسائی اٹھ اٹھ کر بھاگنے لگے۔ لیکن انہوں نے خود ہی دروازے بند کر کے راہ فرار مسدود کر دی تھی۔ نہ بھاگ سکے۔ نہ پناہ مل سکی۔ حضرت خالدؓ نے پکار کر کہا: "اے اولیاء اللہ اعداء اللہ کو خوب قتل کرو۔ ان مشرکین میں سے ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑو" مسلمانوں نے جلدی جلدی حملے کر کے تمام اہل کروفر کو تہ تیغ کرڈالا۔ بیعہ کا دروازہ کھول کر سب باہر نکلے۔ اور تکبیر و تہلیل کے نعرے سے بلند کئے۔ اہل شہر ان آوازوں کو سن کر بدحوس ہو گئے۔ مسلمانوں کا مقابلہ نہ کر سکے۔ دامس ابوالہول نے جھپٹ کر شہر کا پھاٹک کھول دیا۔ عیاضؓ بن غنم اور ان کا لشکر گھوڑوں پر سوار مستعد کھڑا تھا۔ پھاٹک کھلتے ہی مسلمان اللہ اکبر کے پرزور نعرے لگاتے ہوئے شہر میں گھس گئے۔ اور نہایت پھرتی سے عیسائیوں کو قتل کرنے لگے۔ چشم زدن میں ہزاروں رومیوں کو ٹھکانے لگا دیا۔ آخر وہ پراگندہ ہو کر بھاگ نکلے۔ مسلمانوں کا شہر پر قبضہ ہو گیا۔

راوی نے بیان کیا ہے کہ شہر راس العین ماہ ربیع الاول ۱۷ھ کو فتح ہوا۔ شہر کا تمام مال و اسباب، شاہی خزانہ اور مرسیوس کی دولت جمع کی۔ شہر کے لوگوں کو گرفتار کیا۔ بیس ہزار لوگ تھے ان میں دس ہزار تو مردان کارزار تھے۔ اور دس ہزار شہری تھے۔ ان میں حکیم ارسالوس بھی تھا۔ وہ مسلمان وہ گیا۔ اس کے ساتھ ہزاروں عیسائی بھی مسلمان ہو گئے۔

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ سرزمین دیار بکر میں سے راس العین ہی ایسا قلعہ ہے جو بہ زور شمشیر فتح ہوا۔ ورنہ باقی سب شہر بہ صلح و آشتی ہاتھ آئے۔ عیاضؓ بن غنم نے مال غنیمت میں سے خمس نکالا۔ اور ایک خط امیرالمومنین سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس مضمون کا لکھا۔

شروع ہے اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

یہ نامہ ہے عیاضؓ بن غنم کی جانب سے امیرالمومنین سیدنا حضرت عمر فاروق رضی

اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں میں اس خدا کی تعریف کرتا ہوں جس کے سوائے کوئی معبود نہیں ہے۔ وہ واحد و یکتا ہے۔ اور درود پڑھتا ہوں اس کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو نبی آخر الزمان ہیں۔ اور سلام مسنون کے واضح ہو کہ پروردگار عالم نے مشکلوں کو آسان کر دیا۔ حق کی ضیا نے کفر کی شمعیں بجھادیں۔ ملک شہریاض اپنی پوری طاغوتی طاقت کے ساتھ مقابلہ میں آیا۔ لشکروں کی کثرت نے ہمیں گھیر لیا۔ تلواروں اور برچھوں نے ہم پر نرغہ کیا۔ لیکن جب جنگ شروع ہوئی۔ تو خدا نے ہماری مدد کی لشکر اعدا پراگندہ ہو گیا۔ شہریاض مارا گیا۔ ہم نے شہر راس العین کا محاصرہ کر لیا۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے۔ یوقنا کو۔ انہوں نے حکمت کی اور قیدیوں کی حیثیت میں قلعہ میں داخل ہوئے۔ قدرت نے وامس ابو الہول ؓ کو بھی وہاں پہنچا دیا۔ حضرت خالد ؓ بن الولید بھی قید ہو کر وہاں پہنچ گئے انہوں نے مل کر خروج کیا۔ راس العین کے فرمانروا امرسیوس اور اس کے مقربوں ندیموں اور مصاحبوں کو مار ڈالا۔ خدا نے قلعہ بھی آسانی سے فتح کرا دیا۔ سارا شہر کفر سے پاک ہو گیا۔ عیسائیوں نے اسلام قبول کر لیا۔ اب میرا ارادہ ارض دیار بکر کی جانب کوچ کرنے کا ہے۔ دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ ہماری مدد کرے۔ آپ پر اور تمام مسلمانوں پر سلام۔ اور قبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ہمارا سب کا سلام عرض کر دیجئے۔

اس نامہ کو لفافہ میں بند کر کے سربمہر کیا۔ اور معہ مال غنیمت کے خمس کو عبداللہ ؓ بن جعفر طیار کے حوالہ اور ان کے ساتھ سو سوار مہاجرین وانصار کے کر دیئے۔ وہ مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے۔ عیاض ؓ بن غنم معہ مسلمانوں کے ایک مہینہ تک قلعہ راس العین میں ٹھہرے رہے۔ انہوں نے کئی کنیسوں کی مسجدیں بنائیں۔ چونکہ وہاں عیسائی نہ رہے تھے۔ اس لئے کنیسوں کی ضرورت باقی نہ رہی تھی۔ اس کے بعد عیاض ؓ بن غنم نے عرفجہ بن مازن العامری کو راس العین کا حاکم مقرر کیا۔ ان کی ماتحتی میں سو سوار مقرر کئے۔ اور رہا اور کفر توتا کا جو مال غنیمت جمع تھا۔ اس میں سے خمس نکال کر سلامتہ بن الاحوص کے ساتھ دار المدینہ کی طرف روانہ کیا۔ اور ان کے ساتھ پچاس سوار کر دیئے۔ اور عیاض ؓ بن غنم نے خود وہاں سے کوچ کیا۔

یرغون کا طاریون سے عقد

راوی نے بیان کیا ہے کہ عیاضؓ بن غنم راس العین سے کوچ کر کے کفرتوتا میں پہنچے۔ وہاں یرغون موجود تھا۔ اس نے نہایت شان سے عربوں کا استقبال کیا۔ عیاضؓ نے اسے کفرتوتا کا حاکم مقرر کر دیا۔ وہیں شہزادی طاریون بھی تھی۔ وہ بھی مسلمان ہو گئی۔ عیاضؓ نے طاریون کو یرغون کے عقد کا پیغام دیا۔ اس نے منظور کر لیا۔ چنانچہ ان دونوں کا عقد کر دیا گیا۔ یرغون نے خود کفرتوتا کے بڑے گرجہ کو جمعہ مسجد بنا دیا۔ یرغون کے مسلمان ہونے سے بہت سے لوگ مسلمان ہو گئے۔

دارا کی فتح

عیاضؓ بن غنم کفرتوتا سے کوچ کر کے دارا کے مقام پر پہنچے۔ خیمہ و خرگاہ قائم کئے۔ اہل دارا راس العین وغیرہ کی فتح کا حال سن چکے تھے۔ انہوں نے لڑائی پر صلح کو ترجیح دی۔ شہر کے تمام رئیس جمع ہو کر عیاضؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور مصالحت کی درخواست کی۔ عیاضؓ نے بیس ہزار اشرفیوں اور تیس ہزار روپوں پر صلح کر لی۔ کچھ ہتھیار بھی لئے۔ اہل دارا نے یہ سب سامان دے کر صلح کر لی۔ عیاضؓ نے وہاں چند مسجدوں کی بنیاد ڈال دی۔ کچھ عیسائی از خود مسلمان ہو گئے۔

بیرحا کی فتح

راوی نے بیان کیا ہے کہ عیاضؓ بن غنم دارا سے کوچ کر کے بیرحا میں پہنچے۔ بیرحا میں یہودی رہتے تھے۔ بڑے مالدار تھے۔ یہ شہر یہودیوں کو اس لئے عزیز تھا کہ اسے خرقیا بن تورخ بن بازیا نے آباد کیا تھا۔ اور خرقیا علیہ السلام انبیائے بنی اسرائیل میں سے تھے۔ اس وقت بیرحا کا حاکم یعنی فرمانروا طریاطس تھا۔ نہایت دانشمند اور اپنے مذہب کا بڑا عالم تھا۔ جب عیاضؓ بیرحا کے سامنے پہنچے۔ تو طریاطس ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے مصالحت کے لئے یہ شرط پیش کی۔ کہ اپنی زندگی بھر بیرحا کا فرمانروا وہی یعنی طریاطس رہے۔ عیاضؓ نے کہا: "اے طریاطس ہم عدل و انصاف سے کسی حالت میں بھی گریز نہیں

کرتے۔ جور و ظلم سے نفرت رکھتے ہیں۔ خدا کی عبادت کرتے ہیں۔ حق کی پیروی کرتے ہیں۔ خدا ہماری مدد کرتا ہے۔ ہم فتحیاب ہوتے ہیں"۔ چنانچہ جس قدر مقدار پر اہل دارا سے صلح ہوئی تھی۔ اس کی چوتھائی مقدار پر بیرحا والوں سے صلح ہو گئی۔

طریاطس نے یہ بھی درخواست کی کہ اہل معرین سے بھی اسی طرح مصالحت کرلی جائے۔ جس طرح ہمارے یعنی بیرحا والوں کے ساتھ کیا ہے۔ عیاضؓ بن غنم نے اس کی درخواست منظور کر کے اہل معرین سے صلح کرلی۔ وہاں سے کوچ کر کے وہ یاعما اور دیر پر پہنچے۔ طریاطس بھی ساتھ تھا۔ اس کے کہنے کے مطابق عیاضؓ نے ان دونوں شہروالوں سے بھی صلح کرلی۔

جب یہ خبریں ارض دیار بکر کے شہروالوں کو پہنچیں اور انہیں معلوم ہوا کہ مسلمان نہایت نرمی کا سلوک روا رکھتے ہیں تو وہ از خود ہی جوق در جوق آنے لگے۔ اور خود ہی مصالحت کر کے گورنمنٹ اسلامیہ کے حلقہ بگوش ہونے لگے۔ عیاضؓ بن غنم کو یہ بات معلوم ہو گئی تھی کہ اس نواح کے قلعے نہایت مضبوط اور راستے بڑے دشوار ہیں۔ انہوں نے ان رومیوں کے ساتھ نہایت نرم سلوک کیا۔ حسن اخلاق سے پیش آئے۔ وہ سب رام ہو گئے۔

نصیبین کی فتح

مسلمانوں کے حسن سیاست' عبادت اور عدالت کی شہرت ہو گئی۔ عیسائی ان کے گرویدہ ہو گئے۔ چنانچہ جب وہ دیر المنذور میں پہنچے تو وہاں کے تمام عیسائی مسلمان ہو گئے۔ انہوں نے دیر و کلیسا کو مسجدیں بنا لیا۔ تمام نصیبین پر ان کا قبضہ ہو گیا۔ وہ ایک مہینہ تک نصیبین میں مقیم رہے۔ جب انہوں نے وہاں سے کوچ کا ارادہ کیا۔ تو طریاطس ان کے پاس آیا۔ اور کہنے لگا۔ "تمہاری پرہیزگاری' عبادت اور حسن اخلاق کا میرے دل پر بڑا اثر ہوا ہے۔ میں مسلمان ہونے کے لئے آیا ہوں"۔ مسلمان بہت خوش ہوئے۔ عیاضؓ بن غنم نے اسے مسلمان کیا۔ وہ اسلام پر تادم مرگ قائم رہا۔ اس کی وجہ سے اس کی قوم کے بے شمار لوگ مسلمان ہو گئے۔ وہ اپنے ملک کا تاحیات بادشاہ رہا۔ حضرت عثمان غنیؓ خلیفہ سوئم کے زمانہ میں وفات پائی۔ امیر عیاضؓ بن غنم وہاں سے کوچ کر کے قلعہ المراۃ میں پہنچے۔ اس

قلعہ میں ماریہ اور اس کا بیٹا عمود دونوں تھے۔ دونوں نے مسلمانوں کی بڑی مدارت کی۔ کچھ روز وہاں قیام کر کے وہاں سے چل کر ماہ جمادی الاول ۱۷ھ میں شہر آمد میں داخل ہوئے۔

واقعات میانارقین و آمد

راوی نے بیان کیا ہے کہ شہر آمد میں دو بھائی دونوں بڑے صاحب جاہ و حشمت تھے۔ ان میں سے ایک کا نام یوحنا تھا اور دوسرے کا پطرس۔ شہر آمد بہت بڑا تھا بلکہ سچ پوچھو تو کئی شہر مل کر ایک شہر بنا تھا۔ پطرس مشرقی جانب کا فرمانروا تھا اور یوحنا مغربی سمت کا۔ دونوں کے ایک ایک بیٹی تھی۔ اور ایک ایک بیٹا یوحنا کی بیٹی کا نام رغواۃ تھا اور پطرس کی بیٹی کا نام صفورا تھا۔ دونوں بھائیوں میں کافی محبت تھی۔ یوحنا کی پہلی بیوی مر گئی۔ اسے معلوم ہوا کہ دار کے بادشاہ مرطاوس کی بیٹی مریم نہایت حسین و جمیل ہے۔ وہ نادیدہ اس پر فریفتہ ہو گیا۔ چنانچہ اس نے مرطاوس کے پاس پیغام بھیجا۔ اس نے منظور کر کے مریم کا عقد یوحنا کے ساتھ کر دیا۔

مریم جس قدر خوبصورت تھی۔ اسی قدر مکار و دغاباز بھی تھی۔ صورت سے وہ بڑی بھولی معلوم ہوتی تھی۔ لیکن تھی زہریلی ناگن۔ جب وہ شہر آمد میں آئی تو اس کی وسعت شادابی اور اہل شہر کی دولت و فارغ البالی دیکھ کر حیران رہ گئی۔ شہر میں ہر قسم کی نعمتیں موجود تھیں۔ راستے کشادہ تھے۔ شہر کے اندر نہایت خوبصورت اور فرحت بخش باغیچے اور پارک تھے۔ شہر کے اندر کئی نہریں جاری تھیں۔ ان نہروں کی وجہ سے تمام شہر سرسبز و شاداب تھا۔ شہر پناہ کی دیواریں یعنی فصیلیں اس قدر مضبوط اور بلند تھیں کہ معلوم ہوتا تھا جیسے پہاڑ کاٹ کر بنائی گئی ہوں۔ مریم کے ساتھ ایک دائی بھی آئی تھی۔ یہ دائی بھی بڑی ہوشیار تھی۔ اسے رومی بادشاہوں کے بہت سے تاریخی حالات معلوم تھے۔ مریم نے اس سے پوچھا۔ "اس شہر کو کس نے تعمیر کیا تھا؟" دایہ نے کہا "اس کی تاریخی داستان بہت لمبی ہے۔ مگر میں مختصر بیان کرتی ہوں"

قسطنطنیہ

دایہ نے کہا: "ملکہ مریم! سلطنت روم یونان سے عموریہ تک پھیلی ہوئی تھی اس وقت

اس سلطنت کا مالک شاہ لیماؤس تھا۔ جو بیٹا اوساؤس بن سبطاطین مکلاڈ بن الاصغر بن العنص بن اسحاق تھا۔ یہ شخص بڑا عالم اور نہایت علم دوست تھا۔ اس نے رومتہ الکبری میں بیت حکمت تعمیر کرایا تھا۔ (یہ سائنس گھر تھا) روئے زمین کے واقعات گھر بیٹھے معلوم ہو جاتے تھے۔ اس نے سائنس عام کردی تھی۔ اس کے ایک بیٹا تھا۔ جس کا نام استنبول تھا۔ اس نے اپنے باپ لیماؤس سے کہا۔ کہ میں اپنے نام سے ایک شہر آباد کرنا چاہتا ہوں۔" اس کے باپ نے کہا۔ "یہ بہترین شغل ہے۔ ضرور آباد کرو۔" چنانچہ اس نے اپنے بیٹے کو زر کثیر اور سامان اور کاریگر دیئے۔ استنبول نے درہ دانیال کے قریب شہر کی بنیاد رکھی۔ چھ فرسخ شہر پناہ کھنچوائی۔ نہایت خوبصورت شہر آباد کیا۔ اس کا نام استنبول رکھا۔ شہر آباد کرنے کے چار برس بعد تک وہ زندہ رہا۔ اس وقت تک شہر کی تعمیر جاری تھی۔ آخر وہ ایک بیٹا قسطنطین چھوڑ کر مر گیا۔ اس کے بیٹے قسطنطین نے اس شہر کی تعمیر مکمل کی۔ چنانچہ یہ شہر باپ اور بیٹے کے نام سے استنبول اور قسطنطنیہ مشہور ہوا۔

شہر آمد

بادشاہ لیماؤس جب فتوحات کرتا ہوا یہاں پہنچا۔ تو وہ چشمہ سار اور دریائے دجلہ کو دیکھ کر بڑا خوش ہوا۔ یہ سرزمین اسے خوش سواد معلوم ہوئی۔ اس نے اپنے ارکان دولت اور ارباب سلطنت سے کہا۔ "کہ میں یہاں ایک ایسا شہر آباد کرنا چاہتا ہوں۔ جو اپنا نظیر آپ ہی ہو۔ روئے زمین پر اس کا مثل نہ ہو۔" لوگوں نے عرض کیا۔ "یہ کیا مشکل ہے آپ حکم دیجئے۔ تعمیل ہوگی۔ لیماؤس نے کہا۔ تم میں سے ہر ایک امیر ایک ایک شہر اس طرح تعمیر کرے۔ کہ باہر کی جانب فصیل اور برج ہو۔ اندر بازار اور باغات ہوں۔ سب نے اس بات کو قبول کیا۔ اور ہر ایک نے اپنی اپنی حدود شہر کا خط کھنچوا کر تعمیر شروع کی۔ دور دور سے معمار اور کاریگر بلوائے۔ ہر امیر نے اپنے شہر کو نہایت خوشنما بنایا۔ جب سب شہر تیار ہو گئے۔ تو ایک زبردست شہر بن گیا۔ ایسا زبردست جس کی نظیر دنیا بھر میں نہ تھی۔ لیکن جب شہر کی تعمیر ختم ہوئی۔ اور بادشاہ کی آمد آمد کا غل ہوا۔ تو اتفاق سے بادشاہ مر گیا۔ شہر یار کی آمد پر اس شہر کا نام ہی آمد ہو گیا۔ اسی بادشاہ کے امرا جو ملوک کا درجہ رکھتے تھے۔ شہر کے حکمران ہو گئے لیکن ان میں سے سب مر گئے صرف یہ دو بھائی پطرس اور یوحنا باقی رہ گئے ہیں۔ سو ان

دونوں میں نااتفاقی اور عداوت ہے۔

واقدی رحمتہ اللہ علیہ سے روایت کی گئی ہے کہ ان دونوں بھائیوں میں عداوت کا سبب یہ ہوا کہ دونوں کے ایک ایک بیٹا اور ایک ایک بیٹی تھے۔ یوحنا کی بیٹی کا نام رغورۃ تھا اور پطرس کی بیٹی کا صفورا تھا۔ پطرس کے بیٹے کا نام لاوٗن تھا۔ چنانچہ پطرس نے لاوٗن کے لئے اپنے بھائی یوحنا سے اس کی بیٹی رغورۃ کی خواستگاری کی۔ رغورۃ بڑی حسین اور زیرک تھی۔ لاوٗن کے اطوار اچھے نہ تھے۔ یوحنا نے انکار کر دیا۔ پطرس ناراض ہو گیا۔ دونوں میں اس قدر رنجش بڑھ گئی کہ فتنہ عظیم برپا رہنے لگا۔ ایک بھائی کے شہر والے دوسرے بھائی کے شہر والوں پر حملہ کر دیتے تھے۔ لوٹ مار ہوتی تھی۔ ننگ و ناموس کی دھجیاں اڑ جاتی تھیں۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ دونوں بھائیوں نے شہر میں اپنی اپنی حد مقرر کر کے ایک دیوار فصیل کی طرح کھنچوا دی۔ اور وہ تمام دروازے جو اس دیوار میں آئے بند کر دیئے گئے۔

مریم نے یہ کیفیت دیکھ کر بہ ظاہر بڑی ہمدردی کا اظہار کیا۔ اور پطرس و یوحنا میں صلح کرنا کے لئے دور دھوپ شروع کی۔ اپنے شوہر یوحنا سے کہا: "تم میری تدبیر و تدبیر دیکھو۔ میں تمہیں سارے شہر پر قابض کرا دوں گی۔" چنانچہ اس نے پطرس کے پاس جا کر اس سے بڑی ہمدردی کی اور کہا: "میں تمہارے بیٹے لاوٗن سے اپنے شوہر یوحنا کی بیٹی رغوۃ کی شادی کرا دوں گی۔" غرض اس نے دونوں بھائیوں میں مصالحت کرا دی۔ دیوار جو شہر کے اندر کھینچی گئی تھی وہ منہدم کرا دی۔ دروازے کھلوا دیئے چند روز کے بعد اس نے پطرس اس کی بیٹی صفورا اور بیٹے لاوٗن کی دعوت کی۔ بڑے دھوم دھام سے ان کا استقبال کیا۔ نہایت پر تکلف کھانا کھلوایا۔ کھانے کے بعد شراب کا دور ہوا۔ مریم نے شراب میں زہر ملوا دیا۔ اور وہ شراب انہیں پلوائی۔ وہ تینوں مر گئے۔ اس نے یوحنا کو جا کر یہ خوشخبری سنائی۔ وہ بہت خوش ہوا۔ لیکن یہ نہ سمجھا کہ اس کے سر پر بھی قضا گھور رہی ہے۔ چالاک مریم نے سم آلودہ شراب اپنے شوہر یوحنا اور اس کے بیٹے کو خود اپنے ہاتھ سے پلا دی۔ وہ دونوں بھی ختم ہو گئے۔

اب ملکہ مریم سارے شہر کی تنہا مالک ہو گئی۔ وہ اس قدر خوبصورت اور بھولی تھی۔ کہ کسی کو یہ شک نہ ہوا کہ اس نے سب کا کام تمام کیا ہے۔ بلکہ امیروں اور رئیسوں نے سمجھا۔ کہ یوحنا اور پطرس نے ایک دوسرے کو زہر دے کر مار ڈالا۔ مریم نے نہایت عدل و

انصاف کے ساتھ حکومت شروع کی۔ اس نے اپنی مذہبیت کا سکہ بٹھانے کے لئے ایک ایسا عالیشان گرجہ تعمیر کرایا۔ کہ تمام بلاد روم میں ایسا نہ تھا۔ اس نے گرجہ کے صحن میں اندر اور باہر بیش قیمت اور خوشنما نگینے جڑوائے۔ رنگ برنگ کے پتھروں کا فرش کروایا۔ دیواروں کو لاجوردی کار سے مرصع کیا۔ اس میں پردے دیباج کے زرنگار لٹکوائے۔ اس گرجہ کو دیکھ کر سب بہت خوش ہوئے اور مریم کو ولی اللہ سمجھنے لگے۔ مریم کو اس شہر میں حکومت کرتے بارہ برس گزرے تھے۔ کہ عیاضؓ بن غنم مجاہدین اسلام کو لیکر وہاں پہنچے۔ اور انہوں نے شہر کا محاصرہ کرلیا۔

اتمام حجت

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ عیاضؓ بن غنم نے جب شہر کو دیکھا تو اس قدر وسیع و عریض پایا کہ کوئی شہر اس کے برابر کشادہ نہ دیکھا تھا۔ فصیل اس قدر اونچی تھی۔ کہ دیواریں پہاڑ کی چٹانیں معلوم ہوتی تھیں۔ تمام مسلمان شہر کو دیکھ کر حیران رہ گئے۔ عیاضؓ بن غنم نے اپنے لشکر کے کئی حصے کردیئے۔ ان میں سے ایک حصہ پر سعید بن زید کو سردار مقرر کرکے باب الروم پر بھیجا۔ دوسرے دستہ پر معاذؓ بن جبل کو سردار بنا کر باب جبل پر روانہ کیا۔ تیسرے دستہ پر خالدؓ بن الولید کو سردار بنا کر بان الماء پر متعینات کیا۔ خود شہر کے بڑے دروازے پر رہے۔

راوی نے بیان کیا ہے۔ جب مریم نے یہ دیکھا کہ مسلمانوں نے شہر پناہ کے چاروں دروازوں پر محاصرہ ڈال دیا ہے اور عیسائی کچھ متفکر اور پریشان ہو گئے ہیں۔ تو اس نے ارا کین سلطنت اور شہر کے رئیسوں کو اسی گرجہ میں جسے اس نے تعمیر کرایا تھا۔ بلوایا۔ قسطنطین۔ رہبان اور دین عیسوی کے بزرگوں کو بھی طلب کرلیا۔ جب سب لوگ آ گئے۔ اور حسب مراتب بیٹھ گئے۔ تو مریم نے ان سے کہا:۔ "اے دین مسیح کے جانبازو! عرب تمہارے شہر میں آ پہنچے ہیں۔ یہ سمجھ لو کہ وہ تمہارے گھروں میں داخل ہو گئے ہیں۔ یہ شہر دیار بکر کی کنجی ہے۔ اگر انہوں نے اسے فتح کرلیا۔ تو تمام دیار بکر پر قابض ہو جاویں گے۔ وہ علانیہ عبادت و ریاضت نہ کرسکیں گے۔ مسیح تم پر غضبناک ہوں گے۔ دیار بکر کے تمام بادشاہ اور بادشاہ زادوں کی نگاہیں تمہاری طرف لگی ہوئی ہیں۔ اگر تم نے پست ہمتی کی تو وہ سب ہی

پست ہمت ہو جاویں گے۔ تمہارا یہ شہر اتنا بڑا اور ایسا مضبوط ہے کہ اگر عرب سو برس تک بھی اس کا محاصرہ کیے پڑے رہیں گے تب بھی اس پر قادر نہ ہو سکیں گے۔ تم کسی چیز کے محتاج نہیں ہو۔ آدمی تمہارے شہر میں کثرت سے ہیں۔ دولت کافی ہے۔ سامان حرب بہت زیادہ ہے۔ شہر کے اندر اس قدر زراعت ہوتی ہے کہ سال کے سال باہر سے غلہ منگانے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ اگر تم سب مل کر مقابلہ کرو۔ تو عرب تم پر قابو نہیں پا سکتے۔"

سب نے کہا:۔ "ہم مل کر مقابلہ کریں گے۔"

مریم نے بزرگان دین کو حکم دیا۔ کہ وہ تمام لوگوں سے وفاداری اور اتفاق و یک جہتی سے مقابلہ کرنے کا حلف لیں۔ یہ بھی حلف لو کہ طول محاصرہ سے گھبرا نہ جائیں۔ روپوشی نہ کریں۔ گھروں میں چھپ کر نہ بیٹھ جائیں۔ دشمنوں سے کوئی تعلق نہ پیدا کریں۔ پادریوں نے ان باتوں پر سب سے حلف لئے۔ سب نے قسمیں کھائیں۔ اقرار کئے۔ اس کے بعد مریم نے فصیلوں پر سپاہیوں کو چڑھا دیا۔ شہر کے اندر جس قدر لوگ لڑنے والے تھے۔ سب ہتھیار لگا لگا کر فصیلوں پر چڑھ گئے۔ سامان جنگ درست کر لیا گیا۔ مسلمانوں نے ان کی کثرت دیکھی۔ لیکن ان کی جمیعت دیکھ کر بھی ان کے دلوں پر کوئی اثر نہ ہوا۔

راوی نے بیان کیا ہے کہ جب عیاضؓ بن غنم نے عیسائیوں کو شہر پناہ کی دیواروں پر کثرت سے دیکھا۔ تو انہوں نے جیش اسلام کے سرداروں کو جمع کر کے ان سے کہا:۔ "اے حاملان قرآن! یہ شہر ارض دیار بکر کے سر کی مانند ہے اگر اللہ تعالیٰ نے اسے ہمارے ہاتھوں پر فتح کرا دیا۔ تو ہم سارے دیار بکر کے مالک ہو جاویں گے۔ لیکن یہ شہر بڑا مضبوط اور کشادہ ہے۔ یہ رائے دو کہ اس پر کس طور سے حملہ کیا جائے۔"

حضرت خالدؓ بن الولید نے کہا:۔ "اے امیر! ہم جو شہروں کے مالک ہوئے۔ وہ اپنی جمیعت اور قوت کی وجہ سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی امداد و اعانت کے طفیل سے۔ ہمیں حق تعالیٰ کی ذات سے یہ امید ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے یہ شہر بھی فتح ہو گا۔ کیونکہ پروردگار عالم نے اپنے نبی سے اسلام کی فتح کا وعدہ فرمایا ہے۔ ہمیں دشمنوں کی کثرت اور سامان جنگ کی بہتات سے گھبرانا نہیں چاہئے۔ میری رائے میں یہ مناسب ہے کہ اس عورت (ملکہ مریم) کو ایک خط لکھو۔ جس میں اسے جنگ کی ہیبت سے ڈراؤ۔ امن و امان کی خوشخبری دو۔ کیا عجب ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے دل کو ایمان کی روشنی سے منور کر دے۔

چنانچہ عیاضؓ نے قلم دوات منگا کر ایک صاف چمڑہ پر مریم کو اس مضمون کا خط لکھا:۔

"ہے آغاز اس کا بنام خدا۔ سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلما۔ یہ نامہ ہے امیر عیاضؓ بن غنم جیش اسلام کے امیر کی طرف سے جو ارض ربیعہ اور دیار بکر کے والی ہیں۔ مریم کے نام جو ماریہ کی فرمانروا ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ کو واحد مانتے ہیں۔ اس کی عبادت کرتے ہیں۔ وہ ہم پر مہربانی کرتا اور ہماری مدد کرتا ہے۔ اسی کی اعانت سے ہم مشرکوں اور کافروں پر فتح یاب اور فیروز مند ہوتے رہے ہیں۔ جس شہر پر ہم پہنچتے اللہ تعالیٰ اس پر ہمیں قابض کر دیتا ہے۔ بڑے بڑے لشکروں نے ہمارے مقابلہ میں شکست کھائی ہے جس نے ہمارا مقابلہ کیا۔ وہ مغلوب ہوا۔ قلعہ منیعہ جو حضرت سلیمان علیہ اسلام کا بنایا ہوا تھا۔ اسے ہم نے فتح کیا۔ بعلبک۔ حلب اور انطاکیہ جو بڑے مشہور۔ نہایت مضبوط اور بہت کچھ وسیع تھے ان سب پر ہم نے قبضہ کر لیا۔ تمہارا شہر ان شہروں سے زیادہ وسیع اور مضبوط نہیں ہے۔ ہمیں کوئی مشکل ایسی پیش نہیں آئی جو اللہ تعالیٰ نے آسان نہ کر دی ہو۔ یہ اس لئے کہ پروردگار عالم نے ہم سے مدد کا وعدہ فرمایا ہے۔ چنانچہ قرآن شریف میں ارشاد کیا ہے۔ "یعنی مومنوں کے نصرت کرنا ہم پر ضروری ہے۔" تمہارے لئے یہ مناسب ہے کہ جب ہمارا یہ نامہ تمہارے پاس پہنچے۔ تو تم جنگ و پیکار پر صلح و آشتی کو ترجیح دو۔ اسی میں تمہاری سلامتی ہے۔ اگر تم نے مخالفت کی تو یہ سمجھ لو کہ ہم تمہارے پاس پہنچ جاویں ے۔ شہر ہمارے ہاتھوں پر فتح ہو جائے گا۔ ہم مذہب کے معاملہ میں کسی پر جبر نہیں کرتے۔ کیونکہ ہمارے اللہ تعالیٰ نے تنبیہہ کر دی ہے۔ فرمایا ہے "مذہب میں زبردستی نہیں ہے۔" تم پر یا تمہاری قوم پر مذہب کے معاملہ میں کوئی جبر نہ کیا جائے گا۔ اگر تم نے تمرد و سرکشی کی تو جلد تر نتیجہ معلوم ہو جائے گا۔ کیوکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ "عنقریب تم جان لو گے کون ایسا ہے جس کا کوئی مددگار نہیں ہے۔ سلامتی ہو اوپر بندگان خاصان خدا کے۔"

راوی نے کہا ہے لفافہ سربمہر کر کے معاہدین میں سے ایک شخص کے حوالہ کیا۔ یہ شخص رومی تھا۔ اس نے زیر فصیل جا کر اشارہ کیا۔ عیسائیوں نے اوپر سے رسی لٹکا دی۔ نامہ بر نے وہ نامہ اس میں باندھ دیا۔ انہوں نے کھینچ لیا۔ معاہدی جواب کے انتظار میں ٹھہر گیا۔ عیسائیوں نے امیر عیاضؓ کا خط ملکہ مریم کے پاس پہنچایا۔ اس نے پڑھوا کر سنا۔ اپنے اعیان دولت کو جمع کر کے کہا: "عربوں کے سردار نے ہمیں یہ خط لکھا ہے۔" اس نے سب کے

سامنے خط پڑھوا کر مشورہ لیا۔ سب نے کہا:۔ "جو رائے آپ کی ہو وہی بہتر ہے۔ ہمیں جو حکم ہو گا۔ اس کی تعمیل کریں گے۔"

مریم نے کہا:۔ "عرب ہمیں صلح کی طرف بلاتے ہیں۔ صلح دو ہی طرح ممکن ہے یا تو ان کا مذہب قبول کرو یا جزیہ دو۔ یہ دونوں باتیں ممکن نہیں ہیں۔ عیسائی دنیا ہمیں نفرت و حقارت کی نظروں سے دیکھے گی۔ یہ شہر تمہارا وسیع بلند اور مضبوط ہے۔ ابھی مسلمانوں کو یہاں آئے نہ سال بھر ہوا۔ نہ ایک مہینہ گزرا۔ نہ دس دن ہوئے۔ دیار بکر کے بادشاہوں سے میں نے مدد طلب کی تھی۔ انہوں نے کمک کا وعدہ کیا ہے۔ ہمیں صلح نہیں کرنی چاہیے۔"

اعیان دولت نے کہا:۔ "رائے ملکہ کی مناسب ہے۔ مسلمانوں کو جواب دے دیا جائے۔" مریم نے جواب میں لکھایا:۔ "امیر جیش اسلام کے نام مریم ملکہ داریہ کی طرف سے۔ واضح ہو کہ تم نصرت خدا پر نہ پھولو۔ حضرت مسیح نے تمہیں چند روز کے لئے مہلت دی ہے۔ تمہارے مظالم حد سے گزر چکے ہیں۔ تم نے رومی بادشاہوں کو تکلیفیں پہنچائیں ہیں۔ اب تم سے مواخذہ ہونے والا ہے۔ میں تمہارے مقابلہ میں ایسے لوگوں کو بھیجوں گی۔ جو سخت بازو ہیں اور جن کی تلواریں تیز ہیں۔ وہ تم سے بدلہ لیں گے۔ میں وہ نہیں ہوں کہ اپنا قلعہ تمہارے حوالہ کر دوں۔ یہ تمہیں اختیار ہے کہ چاہے تم مقیم رہو۔ چاہے چلے جاؤ۔ والسلام۔"

اس نامہ کو سر بمہر کر کے رسی میں لٹکا دیا۔ نامہ بر نے جو زیر فصیل جواب کے انتظار میں کھڑا تھا نامہ کھول کر امیر عیاضؓ بن غنم کی خدمت میں پہنچا دیا۔ امیر عیاضؓ نے اس خط کو پڑھ کر کہا:۔ "ہمارا بھروسہ خدائے عزوجل پر ہے۔" پھر انہوں نے یہ آیت پڑھی۔ "جو اللہ پر بھروسہ کرتا ہے۔ اللہ اس کے لئے کافی ہے۔ اللہ اپنے کاموں کو بلند کرتا ہے۔ اللہ نے ہر شے کی مقدار معین کی ہے۔"

میانارقین کے واقعات

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ عیاضؓ بن غنم نے محاصرہ اور سخت کر دیا۔ اور انہوں نے قصد کیا کہ شہرہائے تماج اور میانارقین وغیرہ پر تاخت کریں۔ ایک روز انہوں نے عیسائیوں کے ناقوس بجانے کی آواز سنی۔ انہوں نے لوگوں سے کہا:۔ "تم جانتے

ہو یہ ناقوس کیا کہتا ہے؟" لوگوں نے عرض کیا:۔ "ہم نہیں جانتے۔" عیاضؓ نے کہا:۔ " ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو تبوک کے نواح میں عیسائیوں کی سرکوبی کے لئے بھیجا تھا۔ ان کا گزر ایک دیر میں ہوا۔ دیر کا راہب ناقوس بجا رہا تھا۔ حضرت علیؓ نے اپنے ہمراہیوں سے دریافت کیا:۔ "جانتے ہو یہ ناقوس کیا کہتا ہے؟" لوگوں نے عرض کیا:۔ "ہم نہیں جانتے۔" آپ نے فرمایا۔ ناقوس کہتا ہے۔ "یعنی اے دنیا دارو۔ اے دنیا دارو۔ دنیا ہمیں بہکاتی ہے۔ دھوکہ میں ڈالتی ہے ہمیں اپنے کاموں میں مشغول رکھتی ہے۔ کل (قیامت کے روز) ہم دیکھیں گے جو کچھ دیکھیں گے۔ ہمارا کوئی دن ایسا نہیں گزرتا جو یا تو بھلائی کا ہوتا ہے یا برائی کا۔ اے دنیا دارو! اپنے امور کو جمع رکھو۔ اے دنیا دارو اپنے کاموں میں مستعد و آمادہ رہو۔ جو دن ہم پر سے گزرتا ہے۔ ہماری پیٹھ کو گناہوں سے بوجھل کرتا جاتا ہے۔ کوئی زمانہ ہم پر نہیں گزرتا ہے مگر یہ کیا ہماری غفلت و نادانی میں بسر ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ ہم دار بقی کو ضائع کرتے ہیں اور دار فنا کو اپنا وطن سمجھتے ہیں۔" لوگوں نے حضرت علیؓ سے پوچھا:۔ "کیا نصرانی اور باتوں کو جانتے ہیں؟" آپ نے فرمایا:۔ "نہیں ان باتوں کو سوائے نبیوں اور صدیقوں کے کوئی نہیں جانتا۔"

راوی نے بیان کیا ہے کہ روایت کی ربیع بن سلیمان نے موسیٰ بن عامر سے اس نے اپنے جد سے کہ عیاضؓ بن غنم چار مہینے تک شہر آمد کا محاصرہ کئے رہے۔ چار مہینے کے بعد حکمؓ بن ہشام نے عیاضؓ سے میافارقین پر یورش کرنے کی اجازت طلب کی۔ امیر عیاضؓ نے انہیں اجازت دے دی۔ اور مہاجرین و انصار میں سے سو سواروں کو ان کے ساتھ کر دیا۔ وہ لوگ ظہر کی نماز کے بعد روانہ ہوئے۔ یہاں تک کہ دریائے دجلہ کے پار اتر کر تیزی سے چلے۔ ایسی تیزی سے کہ زمین سمٹتی جاتی تھی۔ کچھ رات گزرنے پر وہ لوگ میافارقین میں پہنچ گئے۔ اور اسے گھیر لیا۔ اور بڑھ کر برج شاہی کے سامنے جا کھڑے ہوئے۔ اور حکمؓ بن ہشام نے کہا:۔ "اے اللہ میری آرزو ہے کہ یہ شہر بغیر لڑائی اور خونریزی کے میرے ہاتھ پر فتح ہو جائے۔"

راوی نے بیان کیا ہے کہ ابھی ان کی دعا کے الفاظ ختم ہی ہوئے تھے کہ دفعۃً برج کے احاطہ کا دروازہ کھلا۔ یہ سب لوگ اس کے اندر دھنس گئے۔ اتفاق ایسا ہوا۔ کہ اس شب کو نصاریٰ نے کوئی عید منائی تھی۔ اہل شہر چاروں طرف سے سمٹ کر بیعہ ماریہ میں جو نہایت

وسیع اور بڑا شاندار تھا جا رہے تھے۔ دفعۃ انہوں نے مسلمانوں کو دیکھا۔ گھبرا کر شور و غوغا کرنے لگے۔ میا فارقین کے حاکم کا نام اسلاعورس تھا۔ وہ یہ غل سن کر وہاں آیا۔ اس نے عربوں کو دیکھا سخت متعجب ہوا۔ وہ سمجھا شاید وہ عرب مستنصرہ ہیں۔ اس نے دریافت کیا:۔ "تم کون ہو؟" حکمؒ نے جواب دیا:۔ "ہم اصحاب حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں۔ حاملان قرآن ہیں۔ اسلام کے علمبردار ہیں۔"

اسلاعورس:۔ "تم کہاں سے آرہے ہو؟"

حکمؒ:۔ "اپنے لشکر سے جو شہر آمد میں مقیم ہے۔"

اسلاعورس:۔ "وہاں سے کس وقت چلے تھے؟"

حکمؒ:۔ "دن ڈھلے۔ ظہر کی نماز پڑھ کر۔"

اسلاعورس:۔ "تمہارے لئے پھاٹک کس نے کھولا؟"

حکمؒ:۔ "ہم نہیں جانتے صرف اتنا کہہ سکتے ہیں کہ دروازہ اس نے کھولا۔ جس کے ہاتھ میں تمام کاموں کی کنجیاں ہیں۔ وہ خدا ہے اور وہی ہماری مدد کرتا ہے۔"

اسلاعورس:۔ "تم نے ہماری کثرت کا خوف نہیں کیا؟"

حکمؒ:۔ "ہم مخلوق سے نہیں ڈرتے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ اے ایمان والو! اگر تم مومن ہو۔ تو سوائے میرے اور کسی سے نہ ڈرو۔ ہم صرف خدا سے ڈرتے ہیں اور کسی سے نہیں۔"

اسلاعورس:۔ "ہمارا دین پرانا ہے اور تم نئے دین پر ہو۔ حالانکہ دین پرانا ہی اچھا ہے۔"

حکمؒ:۔ "خوب بات کہی۔ جانتے ہو کہ شیطان آدم سے پہلے سے ہے۔ کیا شیطان کو آدم پر فضیلت ہے اگر پہلے نبیوں کی شریعتوں میں رد و بدل نہ ہوتا۔ تو نئے نبیوں کے آنے کی ضرورت نہ تھی۔ ہمارے نبی جو شریعت لائے۔ وہ وہی ہے جو حضرت آدم سے حضرت ابراہیم تک سارے نبیوں کی تھی۔ تمہارا دین پرانا کہاں ہوا۔ جو اسلام لاتا ہے اس کا قلب منور ہو جاتا ہے۔ چنانچہ باری تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔ "اللہ تعالیٰ جس کا قلب اسلام کے لئے کشادہ کرتا ہے۔ اس کا دل نور الٰہی سے منور ہو جاتا ہے۔" کیا تمہیں معلوم نہیں کہ شیطان بڑا عبادت گزار تھا۔ اسے اپنی عبادت پر ناز تھا۔ وہ اپنے پیراہن کو وضو توحید سے مفید سمجھتا تھا۔ ایک

روز اسے شرک کا دھبہ نظر آیا۔ اسے اپنی حقیقت معلوم ہو گئی۔ جیسا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ "وہ ابلیس کافروں میں سے تھا۔ چنانچہ جب خدا نے حضرت آدم کا پتلا بنایا اور شیطان کو اسے سجدہ کرنے کے لئے کہا۔ تو اس نے نافرمانی کی۔ زعم باطلہ سے یہ فخر کیا کہ میں آگ سے بنا ہوں۔ آدم مٹی سے بنا ہے۔ آگ کا پتلا مٹی کے مجسمہ کو کیسے سجدہ کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے راندہ درگاہ کر دیا۔ فرمایا "تجھ پر میری لعنت ہے۔" وہ رحمت سے دور ہو گیا۔ خدا حضرت آدم کو ایک درخت کے خوشے کھانے سے منع کیا۔ شیطان کے بہکانے سے انہوں نے اس کے خوشے کھائے۔ خدا خفا ہو گیا۔ اور آدم و حوا کو زمین پر اتارا۔ اے بادشاہ شیطان نے آدم کو بہکا کر خدا کا معتوب بنا دیا۔

اسلاعورس غور سے سنتا رہا۔ اس نے کہا۔ "آج ہماری عید ہے۔ لوگ گرجہ میں نماز پڑھنے جا رہے ہیں۔ تم بھی جاؤ۔"

حکمؓ:۔ "ہم وہاں جا کر کیا کریں؟"

اسلاعورس:۔ "اپنے رب کا ذکر کرو۔"

حکمؓ:۔ "خدا کی قسم ہم وہ نہیں ہیں کہ جب اپنے رب کا ذکر کرنے کے لئے بلائے جاویں تو تاخیر کریں۔"

راوی نے بیان کیا ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہ نے اپنے گھوڑے باندھ دیئے اور بیعہ میں داخل ہوئے۔ اس گرجہ کے اندر خوب آرائش ہو رہی تھی۔ قندیلیں اس کثرت سے روشن تھیں کہ دن سا نکلا معلوم ہوتا تھا۔ فرش نہایت پر تکلف تھا۔ مرد بھی تھے۔ بچے بھی تھے۔ اور عورتیں بھی تھیں۔ سب نہایت فاخرہ لباس پہن کر آئے تھے۔ حسین و خوبرو لڑکیوں اور عورتوں کے حسن سے روشنی میں اور اضافہ ہو گیا تھا۔ ایک طرف بیت المقدس کا نقشہ تھا۔ پتھر کا بنا ہوا اس میں صخرہ تھا۔ محراب داؤد تھی اور گہوارہ عیسیٰ تھا۔ حضرت عیسیٰ اور حضرت مریم کی تصویریں تھیں۔

راوی نے بیان کیا ہے کہ اسلاعورس کا منشا عربوں کو بیعہ میں لے جانے کا یہ تھا کہ وہ اس کی آرائش و تزئین اور نازنینان مینا رقین کو دیکھ کر پھسل جائیں۔ اسلام ترک کر کے عیسائی بن جائیں۔ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعہ میں داخل ہو کر جب یہ ساز و سامان اور حسن و دلربائی کی نمائش دیکھی تو حکم بن ہشام نے یہ آیت پڑھی۔ "اللہ تعالیٰ نے

فرمایا۔ اے عیسیٰ بیٹے مریم کے کیا تو نے لوگوں سے کہہ دیا تھا۔ کہ مجھے اور میری ماں کو سوائے خدا کے دو خدا سمجھو۔" شور لاالہ سے قندیلیں ایک دوسرے سے ٹکرا گئیں۔ روشنی پھیکی پڑ گئی۔ بیعہ میں زلزلہ سا آگیا۔ اس بیعہ کا مجاور ایک شخص تھا جو بڑا عالم و دانا تھا۔ اس کا نام عبدالمسیح تھا۔ جب اس نے بیعہ میں زلزلہ اور قندیلوں کی روشنی پھیکی ہوتے دیکھی تو اس کے چہرہ پر عبرت اور تمام مسیحیوں پر ہیبت چھا گئی۔ چنانچہ روسائے شہر نے اسلاعورس سے کہا۔ "اے بادشاہ! کیا تو نے ہماری ہلاکت کا ارادہ کیا ہے جو ان عربوں کو بیعہ میں لایا ہے۔ کیا تو نے نہیں دیکھا کہ مسیح کا غضب ہم پر نازل ہوا ہے۔ خدا اور خدا کا بیٹا ہم سے ناخوش ہو گئے ہیں۔ اسی لئے بیعہ میں زلزلہ آگیا ہے اور قندیلوں کی روشنی پھیکی پڑ گئی ہے۔"

اسلاعورس نے کہا۔ "خدا کی قسم یہ بات نہیں ہے بلکہ وہ توحید کا ذکر کرتے اور اپنے نبی کا نام لیتے ہیں۔ شیطان ان سے ڈرتا اور شیطانی چیزیں اس سے پراگندہ ہو جاتی ہیں۔ یہ ان کے نبی صلعم کا معجزہ ہے جو تم پر ظاہر ہوا۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے شہر کا دروازہ خود بخود کھل گیا۔ اگر خدا ہی نے ان کے لئے دروازہ نہیں کھولا ہے تو پھر بتاؤ کس نے کھولا ہے۔ وہ اچانک یہاں آئے۔ میں نے انہیں بیعہ میں داخل ہونے کی دعوت دی۔ وہ بیدھڑک یہاں چلے آئے۔ خیال یہ تھا کہ وہ یہاں کا سازو سامان اور حسین و نازنین عورتیں دیکھ کر ہمارے مذہب میں داخل ہو جائیں گے لیکن انہوں نے خدائے واحد کا ذکر شروع کر دیا۔ قندیلیں ایک دوسرے سے ٹکرا گئیں۔ روشنی پھیکی پڑ گئی اور بیعہ لرز اٹھا۔ پہلے میں اس بات میں شک پر تھا کہ وہ حق پر ہیں لیکن اب یقین ہو گیا ہے۔ مبارک ہے وہ جو ان کے مذہب میں داخل ہو۔"

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ بیعہ کا مجاور عبدالمسیح۔ بیت المقدس کا خادم تھا۔ جس روز بیت المقدس امیر المومنین سیدنا حضرت عمر فاروقؓ کے ہاتھ پر فتح ہوا۔ اس روز یہ وہیں موجود تھا۔ اس نے آواز سنی کہ یہ (حضرت عمرؓ) وہ بزرگ شخص ہیں جو طول و عرض میں دور دور تک ممالک اور شہروں کو فتح کرے گا۔ عبدالمسیح کو تعجب ہوا تھا۔ ایک عیسائی نے اس زمانہ میں اس سے سوال کیا تھا۔ کہ مسلمان صخرہ بیت المقدس کی بڑی تعظیم کرتے ہیں۔ اور اس پر جو حضرت مسیح کا قدم ہے اسے بوسہ دیتے ہیں۔ عبدالمسیح نے اسے جواب دیا تھا کہ "بیٹا! جس قدم کو ہم حضرت عیسیٰ کا بتاتے ہیں اسی قدم کو مسلمان اپنے نبی

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا بتاتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ معراج کی شب کو جب رسول اللہ صلعم یہاں تشریف لائے تھے۔ تب ان کا قدم کا نشان اس پتھر پر بن گیا تھا۔"

عیسائی نے دریافت کیا:۔ "کیا انہیں معراج ہوئی تھی؟ کیا وہ یہاں آئے تھے؟"

عبدالمسیح نے جواب دیا:" ہاں سچ ہے وہ مکہ سے یہاں آئے تھے۔ ایک ہی شب میں۔ یہاں مسجد اقصیٰ میں انہوں نے سب نبیوں کو نماز پڑھائی۔ آسمان پر گئے۔ وہاں کی سیر کی۔ اور واپس تشریف لے آئے۔" عبدالمسیح نے معراج کے واقعات مختصر سنے تھے۔ جب حکم اور ان کے ساتھی بیعہ میں آئے تو اسے معراج کا وقعہ یاد آگیا۔ اس نے حکم سے پوچھا:۔ "کیا تمہارے نبی کو معراج ہوئی تھی؟" حکم نے جواب دیا:۔ "ہاں" عبدالمسیح نے کہا:۔ "مجھے ذرا تفصیل سے واقعات سناؤ۔"

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ حکم نے اس طرح واقعات بیان کرنے شروع کئے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو کفر و شرک سے منع کیا۔ اسلام کی تبلیغ کی اور سعید روحیں کھینچ کھینچ کر اسلام کی حلقہ بگوش ہونے لگیں۔ تو پروردگار عالم نے اپنے محبوب رسول عربی کو اپنے پاس بلانے کا قصد کیا۔ ہاتف غیبی نے ندا دی۔ فرشتو ہوشیار ہو جاؤ۔ آسمانوں کو آراستہ کر دو۔ ادب و تہذیب کا زیور پہن لو۔ جنتوں کی تزئین کرو۔ حور و غلمان زیب و زینت کریں آج ابتہاج کی رات ہے یعنی شب معراج ہے۔ ہمارا پیغمبر محمد آسمان پر آنے والا ہے۔ حضرت جبرئیل کو حکم ہوا۔ براق لے کر جاؤ۔ اور ہمارے حبیب کو ساتھ لے کر آؤ۔ حضرت جبرئیل براق لے کر ام ہانی کے مکان پر پہنچے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس روز وہیں آرام فرما رہے تھے۔ جبرئیل نے حضور کو بیدار کر کے معراج کا مژدہ سنایا۔ آپ فوراً اٹھے۔ حجرہ سے باہر تشریف لائے۔ براق پر سوار ہو کر چلے۔ دم کے دم میں بیت المقدس میں جا پہنچے۔ مسجد اقصیٰ میں داخل ہوئے۔ وہاں تمام انبیاء خدا کے حکم سے پہلے ہی پہنچ چکے تھے۔ حضور نے پہنچ کر سلام کیا۔ تمام نبیوں نے آپ پر درود پڑھی اور ہر ایک نے اپنا اپنا وصف اپنی اپنی منزلت اور اپنی اپنی فضیلت بیان کرنی شروع کی۔ سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام نے کہا:۔ "حمد ہے اس خدا کی جس نے مجھے اپنے دست قدرت سے خلق کیا۔ اپنی روح پھونکی۔ فرشتوں کو مجھے سجدہ کرنے کا حکم دیا۔" حضرت ادریس علیہ نے کہا:۔ "میں اس خدا کی تعریف کرتا ہوں جس نے مجھے مقام نورانی میں بلند و

برتر مکان میں متیم کیا۔" حضرت نوح علیہ السلام نے کہا:۔ "میں حمد کرتا ہوں اس خدا کی جس نے مجھے قوم ظالموں سے نجات بخشی اور مومنوں کا باپ کیا۔" حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا:۔ "میں اس خدا کی تعریف کرتا ہوں جس نے مجھے خلیل اللہ کا خطاب دیا۔ مجھ پر آگ کو گلزار کر دیا۔ میری بانجھ بیوی کی اصلاح کی۔" حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا:۔ "قابل ستائش وہ خدا ہے جس نے مجھے فرعون سے نجات دی۔ روشن نشانیاں عطا کیں۔ توراۃ لوحوں پر لکھی ہوء بخشی۔ میری قوم کو فرعون جیسے ظالم کے ہاتھ سے نجات دی۔ میرے لئے دریا کو پھاڑ دیا اور مجھ سے کلام کیا۔" حضرت سلیمان بن داؤد نے کہا:۔ "میں اس خدا کا سپاس گزار ہوں جس نے انس و جن کو میرا مطیع کیا۔ پرندوں کو میرا فرمانبردار کر دیا۔ مجھے جنوں۔ پرندوں اور دوسرے جانوروں کی زبانیں سکھائیں۔ نبوت کے علاوہ سلطنت بخشی۔ سلطنت بھی ایسی آج تک ایسی کسی کو نہ ملی۔" حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا:۔ "میں اس خدا کا شکر گزار ہوں جس نے مجھے بغیر باپ کے پیدا کیا۔ گندہ نطفہ سے مجھے خلق نہیں کیا۔ مجھے یہ معجزے عطا کئے۔ کہ مادر زاد اندھوں کو بینا۔ برص والوں کو اچھا اور مردہ کو زندہ کر دیتا تھا۔" حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ "میں تعریف کرتا ہوں اس خدائے عزوجل کی جس نے مجھے نور سے پیدا کیا۔ میری قدر و منزلت زمین سے آسمان تک کی۔ میرا نام اپنے ساتھ عرش پر لکھا۔ میرے نام کو اپنے نام کے ساتھ قائم کیا۔ میرے سینہ کو کشادہ کیا۔ میری مشکلوں کو آسان کر دیا۔ دین حنیف کا پیغامبر بنایا۔ میرے دشمنوں پر مجھے فتح عطا فرمائی۔ میری امت کو بہترین امت کیا۔ میری اطاعت عرب و عجم پر فرض کی۔ تمام روئے زمین کو میرے لئے مسجد قرار دی۔ خاک کو میرے لئے پاک کیا۔ قیامت کے روز مجھے شفاعت کا منصب عطا کیا۔ میری شریعت سے تمام شریعتوں کو منسوخ کر دیا۔ تمام سابقہ امتوں کو میری شفاعت میں داخل کیا۔ یعنی پہلی امتوں والے جو مسلمان ہو جائیں گے۔ ان کی میں شفاعت کروں گا۔ خانہ کعبہ کو میرا قبلہ کیا۔ میری امت کے حالات میرے مرنے کے بعد معلوم ہوتے رہیں گے۔ مجھے خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا قرار دیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔ "ہم نے تجھے دنیا پر شاہد اور خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔"

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ اسلاعورس حاکم میانارقین نے کہا:۔ "بے شبہ تم حق پر ہو۔ تمہارا مذہب سچا ہے۔ میں بیت المقدس میں تھا۔ جب حضرت عمرؓ

تمہارے خلیفہ وہاں آئے تھے۔ بہت سے راہب اور عیسائی ان کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے تھے۔ میں بھی مسلمان ہو گیا تھا۔ جب وہ واپس عرب تشریف لے گئے تو میں اس شہر میں چلا آیا۔ اتفاق سے اس شہر کا حاکم مر گیا۔ میں یہاں کا حاکم بن گیا۔ شیطان نے مجھے ورغلایا میں پھر عیسائی ہو گیا۔ کیا یہ ممکن ہے کہ میں پھر توبہ کر کے مسلمان ہو جاؤں۔" حکم نے فرمایا:۔ "میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ ایک روز انہوں نے اپنے اصحاب سے فرمایا تھا کہ "آدمی کس چیز سے بہت خوش ہوتا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا:۔ "اپنے اہل و عیال سے۔" حضور تھوڑی دیر خاموش رہے۔ پھر فرمایا۔ "آدم زاد اس سے زیادہ خوش نہیں ہوتا۔ بلکہ جس وقت وہ سفر میں ہو اس کے اونٹ پر کھانے پینے اور آرام کرنے کا سامان بار ہو۔ دھوپ تیز پڑنے لگے۔ یہاں تک کہ آفتاب کی تمازت سے راہ چلنا دشوار ہو جائے۔ وہ سایہ میں جا کر ناقہ سے اتر پڑے اور اپنے بازو کا تکیہ لگا کر سو رہے۔ جب بیدار ہو تو ناقہ کو گم دیکھے۔ تلاش کرنے پر بھی نہ ملے۔ اس وقت اس کی مایوسی انتہا کو پہنچ جائے گی۔ اپنی ہلاکت یقینی ہو جائے گی۔ حالت مایوسی میں وہ سایہ میں بیٹھ کر اندیشہ و فکر کرنے لگے۔ اسی حالت میں اسے نیند آ جائے جب جاگے تو اپنا ناقہ معہ تمام زاد راہ کے اپنے پاس کھڑا دیکھے۔ اسے اس وقت لاانتہا خوشی حاصل ہو گی۔ اللہ تعالیٰ کسی مومن بندہ کے توبہ کرنے سے اس سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے۔"

راوی نے بیان کیا ہے کہ اسلاعورس نے جب حکمؓ بن ہشام کا کلام سنا۔ تو اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ وہ صحابہ کو اپنے ساتھ لے کر دار الامارۃ میں آیا۔ اس نے کہا:۔ "میں مسلمان ہو کر گمراہ ہو گیا تھا۔ اب میں توبہ کر کے پھر مسلمان ہوتا ہوں۔" چنانچہ حکم نے اسے مسلمان کر لیا۔ پھر اس نے اپنے معتمدوں کو بلا کر کہا۔ "لوگو! میں مسلمان ہو گیا ہوں کسی سے ڈر کر نہیں بلکہ اسلام کو سچا مذہب سمجھ کر۔ تم بھی مسلمان ہو جاؤ۔ تو اچھا ہے۔" اس کے یہ مصاحب بھی مسلمان ہو گئے۔ اب اس نے شہر کے رئیسوں اور سر بر آوردہ لوگوں کو بلا کر کہا:۔ "اے اہل میا فارقین! خدا نے مجھے ہدایت کی ہے۔ میں مسلمان ہو گیا۔ جس چیز کو میں نے اپنے لئے پسند کیا۔ اسے تمہارے لئے بھی پسند کرتا ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلام سے اچھا مذہب کوئی نہیں ہے۔ جو مسلمان ہو جائے گا۔ وہ دنیا اور آخرت دونوں جگہ سکھ پائے گا۔ اور جو مسلمان نہ ہو گا۔ وہ ذلیل و خوار ہو گا۔ کیونکہ مسلمان شہر پر یقیناً

قبضہ کر لیں گے۔ اس وقت وہ تمہارے ساتھ جیسا سلوک چاہیں گے کریں گے۔ تمہاری دولت لوٹ لیں گے۔ عیال و اطفال کو گرفتار کر لیں گے۔ تم ان کے غلام بن جاؤ گے۔"

اہل شہر نے کہا:۔ "ہمیں غور و خوض کرنے کے لئے تین روز کی مہلت دیجئے۔"

اسلاعورس نے مہلت دے دی۔ وہ سب لوگ چلے گئے۔ اگلی رات کو سب جمع ہوئے اور انہوں نے آپس میں عہد کیا کہ ہم ہرگز مسلمان نہ ہوں گے چاہے سب کے سب مار ڈالے جائیں۔ ہمیں عربوں سے استقلال کے ساتھ لڑنا چاہئے۔ اس قرار داد کے بعد وہ لوگ جدا ہو گئے۔ تین روز گزرنے پر اسلاعورس نے انہیں طلب کیا۔ صرف چند لوگ آئے۔ باقی نے آنے سے انکار کر دیا۔ خبرداروں نے اسلاعورس کو اطلاع دی کہ انہوں نے مسلمان نہ ہونے اور جنگ کرنے کا تہیہ کر لیا ہے۔ اسلاعورس کو بڑا غصہ آیا۔ وہ ان سے لڑنے پر آمادہ ہو گیا۔ لیکن جب اس نے اپنی فوج کو طلب کیا تو صرف دو چند سوار آئے جو مسلمان ہو گئے تھے۔ اپنی قوم سے لڑنے لگا۔ رات تک نہایت شدت سے لڑائی ہوتی رہی۔ کچھ رات گئے اسلاعورس نے حکمؓ بن ہشام سے کہا:۔ "میری قوم میرے خلاف ہو گئی۔ میرا لشکر ہی مجھ سے الگ ہو گیا۔ ہم چند آدمی رہ گئے ہیں۔ سو سوار تمہارے ساتھ ہیں۔ ہمارے دشمنوں کی جمعیت بہت کافی ہے۔ ہم ان پر آسانی سے فتح نہ پا سکیں گے۔ لہٰذا تم اپنے امیر کے پاس کسی کو بھیجو۔ ان سے درخواست کرو کہ وہ جلد مدد بھیجیں۔"

حکمؓ نے صحابہ میں سے ایک شخص کو روانہ کیا۔ اسلاعورس نے خفیہ طور پر انہیں شہر سے نکلوا دیا۔ یہ صحابی شہر سے تھوڑی ہی دور گئے تھے کہ انہوں نے گھوڑوں کے سموں کی آواز سنی۔ بہت سے گھوڑے آ رہے تھے۔ جیسے کوئی لشکر آ رہا ہو۔ وہ متعجب ہوئے۔ سمجھے میانارقین والوں نے کسی سے مدد طلب کی ہے۔ مگر وہ ڈرے نہیں۔ جب لشکر قریب آ گیا۔ تو انہوں نے دریافت کیا:۔ "تم کون ہو۔ کہاں جا رہے ہو؟"

ان میں سے ایک شخص نے جواب دیا۔ "ہم اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ میانارقین میں اپنے بھائیوں کی مدد کے لئے جا رہے ہیں۔" واقدی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ ان لوگوں کے آنے کا سبب یہ ہوا۔ کہ آمد کے مقام پر عیاضؓ بن غنم نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ آپ نے فرمایا:۔ "اے بیٹے غنم کے تم حکم اور ان کے ساتھیوں کی طرف سے غافل ہو۔ انہیں مدد کی ضرورت ہے۔ فوراً ان کی مدد

کرو۔" عیاضؓ بن غنم گھبرا کر اٹھے۔ انہوں نے خبتہؓ بن عدی کو پانچ سو سوار دے کر روانہ کیا۔ خدا نے زمین کو سمیٹ دیا۔ یہ لوگ کچھ رات گئے میانارقین کے پاس پہنچ کر ان صحابی سے ملے جو مدد لینے جا رہے تھے۔ وہ ان کے آنے سے بہت خوش ہوئے۔ اور انہیں اپنے ساتھ لے کر واپس لوٹے۔ شہر کے خفیہ دروازہ سے شہر میں داخل ہوئے۔ اتفاق ایسا ہوا کہ جب یہ لوگ خفیہ دروازہ پر پہنچے اور آہستہ سے تھپکی دی۔ تو دروازہ کھل گیا۔ اسلاعورس وہاں موجود تھا۔ اس نے عربوں کو مبارکبد دی۔ ایک شخص نے اس سے دریافت کیا۔ "تم نے کیسے سمجھا کہ ہم عرب ہیں اور تمہاری مدد کو آئے ہیں۔" اسلاعورس نے کہا۔ "میں سو رہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں آ کر کہا۔ "مدد آ گئی ہے۔ دروازہ کھول دو۔" جب میں یہاں پہنچا۔ تو تم نے تھپکی دی۔ میں نے دروازہ کھول دیا۔" لوگوں نے خدا کا شکر ادا کیا۔

صبح کے وقت اسلاعورس مسلمانوں کی جمعیت لے کر نکلا۔ اس نے پکار کر کہا:۔ "اے اہل شہر تم پر ہلاکی آ گئی۔ عربوں کی آمد شروع ہو گئی ہے۔ ان کی تلواروں نے تمہیں گھیر لیا ہے۔ اگر تم میں ان کے مقابلہ کی قوت ہے تو ان کا مقابلہ کرو۔" عیسائیوں نے جب مسلمانوں کو دیکھا۔ تو وہ گھبرا کر بھاگ نکلے اور گھروں میں گھس کر دروازے بند کر کے بیٹھ رہے۔ مسلمان شہر میں پھیل گئے۔ انہوں نے عیسائیوں کو گھروں میں سے نکالنا شروع کیا۔ تمام عیسائی باہر نکل آئے۔ فریاد کرنے اور لفون لفون (امان امان) پکارنے لگے۔ اسلاعورس کی سفارش پر تمہیں امان دی جاتی ہے۔ لیکن اپنے تمام ہتھیار ہمارے حوالہ کر دو۔" انہوں نے سب ہتھیار حوالہ کر دیئے۔ اس کے بعد زیادہ لوگوں نے اسلام قبول کر لیا۔ کچھ تھوڑے اپنے دین پر قائم رہے انہوں نے جزیہ دینا قبول کیا۔ پھر بیعہ کبیر کو جس میں حسن و تزئین کی نمائش ہوئی تھی۔ جمعہ مسجد بنایا۔ عربوں نے تین روز وہاں قیام کیا۔ حکم بن ہشام میافارقین کے حاکم مقرر ہوئے۔ دس صحابی ان کے ساتھ رہے۔ تاکہ وہ نومسلموں کو اسلامی شریعت کی تعلیم دیں۔ چوتھے روز خبتہ بن عدی بقیہ لشکر لے کر آمد کی طرف روانہ ہوئے۔ اور عیاضؓ بن غنم کے پاس پہنچ کر انہیں میانارقین کے فتح کی خوشخبری سنائی۔ عیاضؓ بہت خوش ہوئے۔

شہر آمد کی فتح!

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ اہل آمد کو قلعہ کی مضبوطی پر اس قدر اطمینان تھا کہ جب مسلمان اس پر حملہ کرتے تھے تو وہ مقابلہ نہ کرتے تھے۔ نہ مسلمانوں سے لڑتے تھے بلکہ اطمینان سے خاموش کھڑے رہ کر مسلمانوں کو دیکھتے رہتے تھے۔ مسلمانوں نے ہرچند فصیل توڑنی چاہی لیکن نہ توڑ سکے۔ مجبور ہو کر انہوں نے محاصرہ پر اکتفا کیا۔ لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا۔ اہل شہر پر کوئی ہراس نہ وہا۔ یہاں تک کہ پانچ مہینے گزر گئے۔ اب پھر مسلمانوں نے حملے شروع کئے۔ روزانہ صبح سے شام تک دہاوا کرتے اور عصر کے وقت واپس لوٹ آتے۔ رمضان المبارک کا مہینہ شروع ہو گیا تھا۔ مسلمان روزہ بھی رکھتے تھے اور جنگ بھی کرتے تھے۔ حضرت خالدؓ روزانہ سوار ہو کر میدان جنگ میں جاتے اور شام کو واپس آتے۔ ان کا غلام ہمام ان کے لئے جو کی ایک روٹی پکا کر خیمہ میں رکھ دیتا۔ وہ واپس آ کر کھا لیتے۔ لیکن تین روز سے ایسا اتفاق ہو رہا تھا کہ جب وہ واپس آتے تو انہیں روٹی نہ ملتی۔ وہ نمک سے افطار کر لیتے۔ سمجھتے کہ ہمام کو شاید فرصت نہیں ملی۔ اس لئے روٹی نہیں پکا سکا۔ روزہ پر روزہ رکھتے رہے۔ جب چوتھا روز ہوا اور اس روز بھی روٹی نہ ملی تو انہوں نے ہمام کو طلب کر کے کہا:۔ ”فرزند! کیا تیرے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ کہ تو مجھے افطار کرا دے۔ یہ تیسری رات ہے کہ تو نے میرے لئے کچھ بھی نہ پکایا۔“ ہمام نے عرض کیا۔ ”اے میرے آقا! میں روزانہ روٹی پکا کر خیمہ میں رکھ دیتا ہوں۔ میں سمجھتا تھا کہ آپ کھا لیتے ہیں مگر آج معلوم ہوا۔ آپ نہیں کھاتے بلکہ غائب ہو جاتی ہے۔ حیران ہوں کہاں چلی جاتی ہے۔“ اس رات کو ہمامؓ نے تازی روٹی پکا کر خالدؓ کو کھلائی۔ اور اگلے روز حسب معمول روٹیاں پکا کر خیمہ میں رکھیں۔ اور چھپ کر بیٹھ گیا۔ جب دن چھپا تو ایک کتا شہر کی طرف سے آیا۔ اور روٹیاں منہ میں دبا کر چلتا ہوا۔ ہمام اس کے پیچھے ہو لیا۔ کتا تالاب کے کنارہ کنارہ چل کر شہر پناہ کی دیوار کے پاس گیا۔ اور ایک موری میں گھس گیا۔ ہمامؓ یہ دیکھ کر لوٹ آیا۔ جب حضرت خالدؓ مغرب کی نماز پڑھ کر آئے۔ اور ہمام سے کھانا طلب کیا تب اس نے تمام قصہ انہیں سنایا۔ خالدؓ نے کہا:۔ ”تو مجھے وہ مقام دکھا۔“ ہمام نے انہیں ساتھ لے جا کر دکھا دیا۔ حضرت خالدؓ دیکھتے ہی خوش ہو گئے۔ انہوں نے کہا:۔ ”اللہ تعالیٰ نے ہماری غیب سے مدد کی۔ ہمیں نصرت بخشی۔ وہ وہاں سے لوٹ آئے۔ انہوں نے اپنی سپاہ کو جمع کر کے انہیں یہ تمام واقعہ سنا کر کہا۔ ”شہر سے ایک موری آ رہی ہے۔ شاید برسات کا پانی اس میں سے آتا ہو۔ اور تالاب میں گرتا

ہو۔ میرا ارادہ ہے کہ اس موری کے ذریعہ سے شہر میں داخل ہوں۔ سو ایسے آدمی اپنے ساتھ لے جانا چاہتا ہوں جو زندگی پر موت کی ترجیح دیتے ہوں۔ خوب سمجھ لو۔ دنیا دار فانی ہے۔ جس نے اسے چھوڑا اور آخرت کا طلبگار ہوا۔ اس نے نجات پائی۔ ہم خدا کی عبادت کرتے ہیں۔ خدا ہم سے راضی ہے لیکن وہ ہمارے جہاد سے اور بھی خوش ہو جاتا ہے۔ نیک اعمال ہی آخرت کے لئے زاد راہ ہوتے ہیں۔ میں نے اپنی جان کو راہ خدا میں ھبہ کردیا ہے۔ سچ پوچھو تو پروردعالم نے کل مومنوں سے سودا کرلیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں فرمایا "اللہ نے مومنوں سے ان کی جانوں اور مالوں کو جنت کے عوض میں مول لے لیا ہے۔ جو خدا کی راہ میں اپنا مال اور اپنی جان نثار کرتا ہے اس کے لئے جنت کی خوشخبری دی گئی ہے۔ دین اسلام کی پیروی کرنے والے۔ اسلام پر جانثاری کرنے والے اور قرآن پر عمل کرنے والے قیامت میں سربلند رہیں گے۔ اس روز انہیں نہ کوئی فکر ہوگا۔ نہ غم۔ بلکہ خوش ہوں گے۔ خدا کی مدد پر بھروسہ کرکے تیار ہو جاؤ۔

تمام لوگ تیار ہو گئے۔ خالدؓ نے ان میں سے سو آدمی منتخب کئے۔ انہیں مسلح ہو جانے کا حکم دیا۔ اور خود عیاضؓ بن غنم کے پاس پہنچے۔ انہیں تمام حالات سنائے۔ اور کہا: "میں موری کے ذریعہ سے شہر میں داخل ہونے والا ہوں۔ تم معہ لشکر کے ہوشیار و مستعد رہنا۔ پھاٹک کھلتے ہی شہر میں گھس جانا۔" عیاضؓ اس تجویز کو سن کر بہت خوش ہوئے۔ انہوں نے کہا: "اطمینان رکھو صدائے تکبیر و تہلیل سنتے ہی میں حملہ کردوں گا۔" وہ عیاضؓ سے رخصت ہو کر واپس آئے۔ اس عرصہ میں ان کے صحابی تیار ہو گئے تھے۔ انہیں ساتھ لے کر چلے۔ سب پیادہ تھے۔ رات کا قدرت سکوت ہر طرف پھیلا ہوا تھا۔ تالاب کو طے کرکے وہ موری پر پہنچے۔

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ سب سے پہلے موری کے اندر جو داخل ہوئے وہ خالدؓ بن الولید تھے۔ ان کے پیچھے عامرؓ بن الاخوز اور حذیفہ بن ثابت اور عمرانؓ بن بشر گھسے۔ غرض ایک کے بعد ایک مسلمان داخل ہونے لگے۔ لیکن کچھ لوگ جسیم تھے۔ وہ موری میں داخل نہ ہو سکے۔ اسی آدمی داخل ہو گئے۔ بیس رہ گئے۔ ان آدمیوں کو اپنے بچھڑ جانے اور موری میں داخل نہ ہونے کا سخت افسوس اور بڑا قلق تھا۔ حسرت سے کہنے لگے۔ "ہیہات ہم رہ گئے۔ خدا غارت کرے ان کافروں بے ختنہ بریدہ کو انہوں نے موری بھی اس

قدر کشادہ نہ رکھی کہ ہم بھی داخل ہو جاتے۔" کئی آدمیوں نے ہوشیاری اور احتیاط سے سوراخ کو کشادہ کرنا شروع کیا۔ بڑی مشکل سے وہ اس میں کامیاب ہوئے اور داخل ہو کر حضرت خالدؓ سے جا ملے۔ انہوں نے شکریہ ادا کیا۔

حضرتؓ اپنے تمام صحابیوں کو ساتھ لے کر وسط شہر میں پہنچے۔ اس وقت آدھی رات آ گئی تھی۔ عیسائی نہایت آرام اور اطمینان سے میٹھی نیند کے مزے لے رہے تھے۔ کچھ دیدبان فصیل پر موجود تھے۔ انہوں نے قدموں کی چاپ اور ہتھیاروں کے کھڑکھڑانے کی آواز سنی۔ وہ نیچے کی طرف دوڑے۔ حضرت خالدؓ نے سنگ باری کر کے انہیں روک دیا اور دس آدمیوں کو دروازہ کی طرف بھیجا۔ ان لوگوں نے باب شہر پر پہنچ کر محافظوں کو مار ڈالا۔ قفل کھول دیئے۔ زنجیریں کھینچ دیں۔ لوہے کی سلاخیں نکال ڈالیں اور پھاٹک کھول دیا۔ پھاٹک کھولتے ہی انہوں نے پکار کر اللہ اکبر کے نعرے لگائے۔ حضرت خالدؓ اور ان کے ہمراہیوں نے بھی تکبیریں کہنی شروع کر دیں۔ ان آوازوں کو سن کر رومی اٹھے ہتھیاروں کی طرف دوڑے۔ اور آلات ضرب و حرب لے کر مسلمانوں کے مقابلہ میں آ گئے۔ اندھیری رات تھی۔ عیسائیوں کو یہ معلوم نہ ہو سکا۔ کہ مسلمانوں کے مقابلہ میں آ گئے۔ خونریزی شروع ہو گی۔ لاشوں پر لاشے گرنے لگیں۔ خون کی چھینٹیں اڑنے لگیں۔ عیسائی شور کرنے لگے۔ مسلمان تکبیر و تہلیل کے نعرے لگانے لگے۔

عیاضؓ بن غنم اور ان کا لشکر بھی گھوڑے دوڑا کر شہر میں گھس گئے انہوں نے جاتے ہی عیسائیوں کو بے دریغ قتل کرنا شروع کر دیا۔ کشتوں کے انبار لگا دیئے۔ خون پانی کی طرح بہہ نکلا۔ بقیہ رات لڑتے ہوئے گذری۔ صبح کو جب عیسائیوں نے اپنے مقتولوں کے ڈھیر دیکھے اور مسلمانوں کو جلد جلد حملے کر کے قتل کرتے دیکھا۔ تو ان کے حوصلہ پست ہو گئے۔ وہ گھبرا گئے۔ دوڑ کر قصر شاہی پر پہنچے فریاد و بکا کرنے لگے۔ ملکہ مریم کو پکارا۔ قصر کے اندر سے کوئی جواب نہیں آیا۔ ڈرتے ڈرتے وہ قصر میں گھس گئے۔ دیکھا تو خوبصورت چڑیا اڑ گئی تھی۔ ملکہ معہ اپنے خاص خاص مصاحبوں کے غائب تھی۔

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ ملکہ مریم نے جب شور و غل سنا تو اس نے واقعہ کی تفتیش کی۔ اسے معلوم ہوا کہ مسلمان قلعہ کے اندر گھس آئے ہیں۔ اسے اپنی سلطنت کے زوال اور اپنی ہلاکی کا یقین ہو گیا۔ اس نے زر و جواہر لئے اور اپنے معتمد رفیقوں

کی معیت میں سرنگ کے ذریعہ سے جو قلعہ کے اندر سے پہاڑ تک گئی تھی۔ نکل گئی اور وہاں سے رومی شہروں کی طرف چلی گئی۔

راوی نے بیان کیا ہے کہ جب رومیوں کو معلوم ہوا کہ ملکہ مریم انہیں ان کے حال پر چھوڑ کر بھاگ گئی تو وہ اور بھی بدحواس ہو گئے۔ انہوں نے لفون لفون (امان امان) چلانا شروع کیا۔ مسلمانوں نے ان کے سروں پر سے تلواریں اٹھالیں۔ ان کے قتل سے ہاتھوں کو کھینچ لیا۔ انہیں حراست میں لے کر ایک بڑے میدان میں جمع کیا۔ عیاض ؓ بن غنم وہاں پہنچے اور ان سے مخاطب ہو کر کہا "میں اس خدائے عزوجل کی تعریف کرتا ہوں جو یکتا ہے۔ جس کے نہ کوئی اولاد ہے نہ جس کی خدائی میں کوئی شریک ہے۔ اس نے ہماری مدد کی اور ہم تمہارے اس شہر پر قابض ہو گئے جسے تم ناقابل تسخیر سمجھے ہوئے تھے۔ ہم نہ بے جا جوش میں آتے ہیں اور نہ بلا وجہ غصہ کرتے ہیں۔ اگر کبھی ہمیں غصہ آ بھی جاتا ہے تو ہم اسے پی جاتے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں ارشاد فرمایا ہے جو لوگ غصہ کو ضبط کرتے ہیں اور لوگوں کو معاف کر دیتے ہیں۔ اللہ ان احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ تم میں سے جو کوئی مسلمان ہو جائے گا۔ وہ ہمارا بھائی ہو گا۔ جو مسلمان نہ ہو گا سے جزیہ دینا پڑے گا"۔

بہت سے لوگ مسلمان ہو گئے۔ جو مسلمان نہ ہوئے انہوں نے جزیہ دینا منظور کیا۔ ان پر اسی سال سے جزیہ عاید کر دیا گیا۔

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ فتح آمد کے وقت شہر میں ایک یہودی بھی موجود تھا۔ جو اپنے مذہب کا زبردست عالم تھا۔ اس کا نام ملیا بن حنیتا بن حالوک تھا۔ شہر میں بہت سے یہودی بھی رہتے تھے۔ عیسائی اور یہودی دونوں مذہب والے اس کی بڑی عزت و عظمت کرتے تھے۔ وہ حضرت داؤد علیہ السلام کی اولاد میں سے تھا۔ جب عیسائی اور یہودی میدان میں جمع ہوئے۔ اور عیاض ؓ بن غنم نے وہ تقریر کی جس کا اوپر ذکر کیا گیا ہے تو ملیا اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے اپنی قوم سے مخاطب ہو کر کہا "اے بنی اسرائیل! خوب غور سے سن لو۔ تمہاری کتابوں میں صراحت کے ساتھ یہ ذکر ہے کہ آخر زمانہ میں ایک نبی مبعوث ہوں گے۔ جو امی (ان پڑھ) ہوں گے۔ ان کی امت کو ساری امتوں پر برتری اور فضیلت ہو گی۔ وہ نبی وہی ہیں جو عرب میں مبعوث ہوئے۔ جب حضرت داؤد علیہ السلام سے گناہ سرزد ہوا اور وہ معتوب ہوئے تو صحرائی جانور بھی ان کے قرب سے اس خوف سے بھاگنے لگے کہ کہیں ان پر

بھی خدا کا غضب نازل نہ ہو جائے۔ اس وقت داؤد علیہ السلام نے دعا مانگی کہ اے اللہ اپنے نبی عربی کے صدقہ میں میرے گناہ معاف کر دے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کی۔ ان کے گناہ معاف کر دیئے۔ یہ مسلمان ان کے امتی ہیں۔ جس طرح ان کے نبی حلم و عفو کے پیکر تھے اسی طرح ان کے امتی بھی عفو و مہربانی کو دوست رکھتے ہیں۔ دین یہی سچا ہے۔ میں مسلمان ہوتا ہوں تم سب بھی مسلمان ہو جاؤ"۔ بہت سے یہودی مسلمان ہو گئے جو مسلمان نہ ہوئے ان پر عیاضؓ بن غنم نے یہ مہربانی کی کہ آئندہ سال سے ان پر جزیہ مقرر کیا۔ اس طرح پر کہ ہر بالغ پر چار مثقال سونا یعنی چار چار دینار (اس وقت اشرفی دینار کہلاتی تھی ایک دینار ایک مثقال کا ہوتا تھا) مقرر کئے۔ اور ان جزیہ ادا کرنے والوں کے ہتھیار لے لئے۔ مال غنیمت میں جو ان کا مال بھی آ گیا تھا۔ اس میں سے کچھ انہیں واپس کر دیا۔ بارہ روز تک عیاضؓ وہاں مقیم رہے۔ پھر انہوں نے معتمہ العبدیؓ کو انہیں کے قبیلہ کے پانچ سو آدمی دے کر آمد کا حاکم مقرر کیا اور وہاں سے آگے کوچ کر دیا۔

فتوحات یمانیہ و جبل جودی

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ عیاض بن غنم نے یمانیہ اور جبل جودی کی طرف کوچ کیا۔ راستہ میں بہت سے ایسے قلعے ملے جن کے فرمانروا بڑے مغرور سرکش تھے۔ جب عیاضؓ بن غنم کسی قلعہ پر پہنچتے تو وہاں کا قلعہ دار ڈر جاتا اور وہ یا تو مسلمان ہو جاتا یا اطاعت قبول کر کے باجگزار بن جاتا۔ امیر عیاضؓ نے نعمانؓ بن مغرت کو انکل کی طرف بھیجا۔ ابھی وہ وہاں پہنچے بھی نہ تھے کہ حذیفہ بن الیمان وہاں وارد ہوئے۔ اور انہوں نے انکل کو فتح کر لیا۔ انکل کا نام یمانیہ رکھا گیا۔ کیونکہ خدیفہ بن الیمان نے اسے فتح کیا تھا۔

امیر عیاضؓ بن غنم جابیہ کی طرف روانہ ہوئے۔ جب وہاں پہنچے تو اہل قلعہ نے مصالحت کر لی۔ وہاں سے کوہ جودی کی طرف چلے۔ اہل جودی نے بھی صلح کر لی۔ پھر وہ سیورن اور ذوالغرض کی طرف بڑھے۔ ان مقامات کے باشندوں نے بھی ادائے جزیہ پر مصالحت کر لی۔ وہاں سے وہ ہتاج کی طرف روانہ ہوئے۔

اہل ہتاج کی سرکشی

راوی نے بیان کیا ہے کہ ہتاج نہایت مضبوط قلعہ تھا۔ اس میں فوج بھی بہت زیادہ

تھی اور سامان حرب بھی کافی تھا۔ رسد اس قدر فراہم کرلی تھی کہ قلعہ والوں کے لئے دو سال تک کے لئے کفایت کرے۔ امیر عیاضؓ کو جاسوسوں نے اطلاع دی کہ اہل ہتاج سرکشی اور تمردی پر آمادہ ہیں بعض لوگوں نے امیر کو مشورہ دیا کہ وہ اس قلعہ کو چھوڑ کر دوسری طرف چلیں۔ امیر عیاضؓ نے کہا۔ یہ مناسب نہیں ہے اس سے ہتاج والوں کے حوصلے بڑھ جائیں گے اور جو قلعے ہم نے فتح کئے ان کے باشندے پچھتاویں گے کہ انہوں نے ہماری اطاعت کیوں کی۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ہتاج والے ان قلعہ والوں پر تاخت کرکے انہیں نقصان پہنچائیں یا وہ لوگ ہی ہم سے بغاوت و سرکشی پر آمادہ ہو جائیں۔ جب تک یہ قلعہ فتح نہ ہو ہمارا اور طرف جانا مناسب نہیں ہے۔ حضرت خالد بن الولیدؓ نے کہا تمہاری یہ رائے درست ہے قلعہ پر چلو۔ خدا پر نظر رکھو۔ وہ مشکل کو آسان کردے گا"۔

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ ہتاج کا فرمانروا نہایت مغرور اور بڑا متکبر تھا۔ وہ شیطان سیرت تھا۔ رومی بادشاہوں میں اپنے آپ کو سب سے افضل سمجھتا تھا۔ اس کا نام یانس بن کلبوس تھا۔ اس نے مسلمانوں کے اس نواح میں پہنچنے سے چند ہی ماہ پہلے اپنی شادی کی تھی۔ یہ شادی محبت کے نتیجہ کے طور پر ہوئی تھی۔ بات یہ ہے کہ قلعہ استوار کا فرمانروا پریول بن کالوس تھا۔ اس کی بیوی پریونہ تھی جو نہایت خوبصورت تھی۔ پریونہ کے بطن سے ایک لڑکی ہوئی۔ اس کا نام میرونہ رکھا گیا۔ جب وہ جوان ہوئی تو ماہ پیکر نکلی۔ نہایت حسین و جمیل دلربا اور نازک ادا تھی۔ بہت سے شہزادے اس پر فریفتہ ہو گئے۔ یانس بن کلبوس نے بھی اس غارت گر دین و ایمان کو دیکھ لیا۔ ایک ہی نظارہ میں دل ہار بیٹھا۔ ہزار جان سے عاشق ہو گیا۔ جان کی بازی لگا دی۔ میرونہ کے باپ پریول بن کالوس کو پیغام دیا۔ چونکہ ہتاج کے بادشاہ کی رومی بڑی عزت و عظمت کرتے تھے اس لئے پریول نے اس کا پیغام منظور کرلیا۔ اور اس کے ساتھ اپنی بیٹی میرونہ کی شادی کردی۔

میرونہ پہلی بار عروس بن کر ہتاج میں آئی اور کچھ دن رہ کر اپنے میکہ قلعہ استوار میں چلی گئی۔ وہاں ایک مہینہ رہ کر ہتاج کی طرف چلی۔ یانس نے اس کے لینے کے لئے اپنے ایک معتمد کو ایک فوجی دستہ کے ساتھ بھیجا تھا۔ جب وہ نصف راستہ طے کر چکی تو اسے معلوم ہوا کہ مسلمانوں نے قلعہ ہتاج کا محاصرہ کرلیا ہے۔ اسے بڑا تذبذب اور بڑی پریشانی لاحق ہوئی۔ وہ وہیں مقیم ہو گئی۔ اور اس نے اپنے شوہر کو اپنے آنے کی اطلاع دی۔

ادھر مسلمانوں نے قلعہ ہتاج کا اس سختی سے محاصرہ کیا کہ کسی کا قلعہ میں داخل ہونا یا باہر نکلنا مشکل ہو گیا۔ جب یانس کو اطلاع ہوئی کہ اس کی محبوبہ میرونہ راستہ میں ٹھہر گئی ہے۔ تو اسے بڑا املال ہوا۔ یہ خوف ہوا کہ کہیں مسلمانوں کو علم نہ ہو جائے۔ اور وہ اسے بڑھ کر گرفتار نہ کرلیں۔ اس نے حسرت بھرے لہجہ میں کہا "کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ میں اپنی بیوی کی مفارقت میں تڑپ رہا ہوں۔ لیکن نہ وہ یہاں آسکتی ہے اور نہ میں اس کے پاس جاسکتا ہوں ان منحوس مسلمانوں کو بھی اسی وقت یہاں آنا اور قلعہ کا محاصرہ کرنا تھا"۔

امیر عیاضؓ نے محاصرہ کرتے ہی اس کے پاس صلح کی پیش کش کی تھی۔ لیکن اس نے بڑی حقارت سے انکار کر دیا تھا۔ اب اس نے ازراہ مکر یہ حیلہ تجویز کیا کہ مسلمانوں سے ایک سال کے لئے مصالحت کرلے۔ اور جب صلح ہو جائے۔ تو اپنی بیوی کو اپنے پاس بلالے۔ اور جس وقت بیو آجائے تو عہد شکنی کر کے مسلمانوں کی اطاعت سے انحراف کرلے۔ اور ان سے جنگ شروع کردے۔ چنانچہ اس نے اپنے ایک معتمد کو جو عرب مستنصرہ سے تھا اور اس کے بزرگ ایک دو ہی پشت سے عیسائی ہو گئے تھے بلایا۔ اس کا نام مرہف بن واقد تھا۔ وہ ملک ربیعہ الفرس کا رہنے والا تھا۔ بڑا زیرک، ذی علم اور مدبر تھا۔ یانس نے اسے شہر کا ناظم یعنی کوتوال مقرر کر رکھا تھا۔ اس سے یانس نے کہا "مرہف! میں نے تم پر احسان کیا تمہیں شہر کا کوتوال بنایا۔ آج تم اس احسان کا بدلہ دو۔ عربوں کے پاس جا کر انہیں ایک سال کے لئے صلح پر آمادہ کرو۔ ان سے کہو کہ یہ قلعہ نہایت مضبوط ہے۔ اس کا فتح کرنا ناممکن ہے لیکن حاکم قلعہ خونریزی کو پسند نہیں کرتا۔ وہ ایک سال کے لئے مصالحت کرتا ہے۔ اگر اسی عرصہ میں تم نے اس کے نواحی قلعے فتح کر لئے۔ تو پھر ہمیشہ کے لئے صلح کرلی جائے گی۔

مرہف نے کہا "مگر آپ تو پہلے صلح سے انکار کر چکے ہیں"۔ یانس نے کہا صلح تو میں اب بھی نہ کروں گا۔ یہ تو فریب ہے جو میں عربوں کو دینا چاہتا ہوں۔ میری بیوی راستہ میں مقیم ہے۔ اس حیلہ سے میں اسے یہاں بلانا چاہتا ہوں۔ جب وہ قلعہ میں آجائے گی تو میں عہد شکنی کرکے مسلمانوں سے منحرف ہو جاؤں گا"۔

مرہف امیر عیاضؓ کی خدمت میں آیا۔ ان سے صلح کی درخواست کی۔ امیر عیاضؓ نے اس بات کو غنیمت سمجھا۔ وہ آمادہ ہو گئے۔ مرہف نے واپس لوٹنے کا قصد کیا۔ لیکن وہ عرب تھا۔ عربوں سے اسے قدرتی طور پر ہمدردی تھی۔ اس نے امیر عیاضؓ سے یانس کا

فریب ظاہر کر دینا ضروری سمجھا۔ چنانچہ وہ پھر بیٹھ گیا اور کہنے لگا "یا ۔ جیش اسلام میں عرب ہوں۔ جی چاہتا ہے کہ عربوں کی خیر خواہی کروں۔ یانس کا ارادہ صلح کرنے کا نہیں ہے بلکہ وہ آپ کو دھوکہ دینا چاہتا ہے۔ بات یہ ہے کہ اس نے حال ہی میں میرونہ بنت پریونہ یعنی پریول بن کالوس کی بیٹی سے شادی کی ہے۔ اسے اپنی بیوی سے محبت نہیں عشق ہے۔ میرونہ اپنے باپ کے یہاں گئی تھی۔ اب وہ آ رہی تھی۔ کہ اسے معلوم ہوا مسلمانوں نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا ہے۔ وہ درمیان راستہ میں ہی ٹھہر گئی ہے۔ یانس کا منشاء اس صلح سے یہ ہے کہ وہ اپنی بیوی کو اپنے پاس بلا لے۔ عیاضؓ نے کہا انشاء اللہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو گا۔ کیا عجب ہے کہ خدا اس کی بیوی کو ہمارے قبضہ میں دے دے۔

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ مجھ سے مالک بن بشر نے یہ واقعہ بیان کیا ہے اور مالک بن بشر وہ شخص ہے جو دیار بکر اور دیار ربیعہ کی فتوحات میں موجود تھا۔ اس نے کہا کہ ابھی مرہف اور امیر عیاضؓ میں یہ باتیں ہی ہو رہی تھیں کہ ناگاہ سامنے سے ایسی گرد اڑی جیسے کوئی لشکر آ رہا ہو۔ عیاضؓ نے میسرہؓ بن مسروق العبسی سے کہا "ذرا دوڑ کر دیکھو یہ غبار کیسا اڑ رہا ہے۔ میسرہؓ جلدی سے چلے انہوں نے صحابہ میں سے کچھ جمعیت ساتھ لے لی۔ گھوڑے اڑاتے ہوئے روانہ ہوئے۔ اور بہت جلد واپس لوٹ آئے۔ انہوں نے آتے ہی کہا۔ اے امیرؓ مژدہ ہو۔ اور فتح مبارک ہو۔ یہ لشکر ابن ہبیرہ المازنی کا ہے جو کفار کے شہروں کو تاراج کرتا ہوا آیا ہے۔ بے شمار مال غنیمت اور قیدی ساتھ لایا ہے"۔ یہ خوشخبری سن کر حضرت عیاضؓ بن غنم کا چہرہ چمک اٹھا۔ وہ ابن مازنی کی پیشوائی کو بڑھے۔ ادھر سے ابن ہبیرہ المازنی آ گئے۔ انہوں نے امیر عیاضؓ اور مسلمانوں کو سلام کیا۔ مسلمانوں نے انہیں جواب دیا۔ امیر عیاضؓ پھر اپنی جگہ پر آ بیٹھے۔ ابن ہبیرہ المازنی نے امیر عیاضؓ کے سامنے اول مال غنیمت اور پھر قیدی پیش کئے۔ قیدیوں میں مردوں کے علاوہ عورتیں اور بچے بھی تھے۔ مرہف بن واقد بھی وہیں بیٹھا تھا اور وہ بھی سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ ابن ہبیرۃ المازنی نے ایک رومی لڑکی کو پیش کیا۔ وہ بہت زیادہ حسین و جمیل' کافر ادا اور دلربا تھی۔ اس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح جگمگا رہا تھا۔ صورت سے عجمی شاہزادیوں کی شان ظاہر تھی۔ اسے دیکھتے ہی مسلمانوں نے اپنی نگاہیں جھکا لیں۔ کیونکہ ایسے موقعوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے انہی فرما دیا تھا۔ اے نبی مسلمانوں سے کہہ دو کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں۔ اس لڑکی کو دیکھتے ہی

مرہف نے کلمہ پڑھ کر کہا۔ اے مسلمانوں خدا کی قسم تمہارا دین سچا ہے۔ تم راستی پر ہو۔ خدا تمہاری مدد کرتا ہے۔ امیر عیاضؓ نے کہا تم نے کیا بات دیکھی؟ مرہف نے کہا یہی لڑکی میرونہ ہتاج کے بادشاہ یانس کی بیوی ہے۔ میں اسی کا ذکر کر رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے تمہارے ہاتھوں میں دے دیا۔ یہ سنتے ہی امیر عیاضؓ نے سجدہ شکر ادا کیا۔ اور سجدہ سے سر اٹھا کر کہا "جو اللہ سے ڈرتا ہے تقویٰ اور پرہیزگاری کرتا ہے۔ اللہ اس کے کام سنوارتا ہے۔ اس کی مدد کرتا ہے۔ اور اسے وہاں سے روزی دیتا ہے جہاں سے اس کا گمان بھی نہیں ہوتا۔"

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ جب میرونہ اپنے میکہ سے چلی تھی تو اس کے ساتھ اس کی بہت سی سہیلیاں بھی تھیں۔ جو شہر استوار کے رئیسوں کی بیٹیاں تھیں۔ بے شمار کنیزیں تھیں۔ وہ ہتاج سے کچھ فاصلہ پر مقیم ہو گئی تھی کہ یانس اسے لینے کیلئے لشکر بھیجے لیکن مسلمانوں نے ہتاج کا محاصرہ اس شدت سے کر رکھا تھا کہ یانس لشکر نہ بھیج سکا۔ اتفاق سے ادھر سے قیس بن ہیرۃ لمازنی معہ لشکر موحدین کے گزرے۔ انہوں نے میرونہ اور اس کے ساتھیوں کو گرفتار کر لیا۔ اور عیاضؓ بن غنم کے حضور میں لا کر حاضر کر دیا۔ عیاضؓ بن غنم نے مرہف سے کہا: "تم یانس کے پاس واپس جاؤ۔ اس سے اپنے مسلمان ہونے کا ذکر نہ کرو۔ اور کہہ دو کہ مسلمانوں نے اس کی بیوی میونہ کو گرفتار کر لیا ہے۔ اگر وہ اپنی بیوی کو واپس لینا چاہتا ہے تو ہماری اطاعت کرلے۔ قلعہ ہمارے سپرد کردے۔ اور ہماری شرائط کو تسلیم کرے۔"

مرہف یانس کے پاس پہنچا۔ اس نے میرونہ کی گرفتاری کا حال بیان کیا۔ یانس کو سخت رنج و قلق ہوا۔ اس نے مرہف سے کہا: "اے میرے ہمدرد! مجھے ایسا مشورہ دے جس سے میں اپنی مراد کو پہنچوں۔" مرہف نے کہا "اے بادشاہ! میں نے آزمایا ہے مسلمان وعدہ نبھاتے اور قول کو پورا کرتے ہیں۔ وہ صادق القول اور صادق الوعدہ ہیں۔ پرہیزگار اور عبادت گزار ہیں۔ اسی لئے خدا ان کی مدد کرتا ہے اور وہ کامیاب ہوتے ہیں۔ میری رائے یہ ہے کہ آپ ان کی اطاعت کرلیں۔ قلعہ ان کے حوالہ کردیں۔ وہ آپ کی بیوی اور اس کا تمام مال و اسباب واپس کردیں گے۔ جن بادشاہوں نے ان کی اطاعت کی وہ بے ڈر ہو گئے۔ اور جو ان سے لڑے انہوں نے اپنا سب کچھ کھو دیا۔" یانس نے کہا: "مرہف تو نے ٹھیک

کہا۔ ان کی اطاعت ہی میں بھلائی ہے۔ تو امیر جیش اسلام کے پاس واپس جا۔ ان سے کہہ کہ وہ اپنے دس معتمد اور معزز لوگ بھیجیں۔ تاکہ میں ان سے ایفائے عہد کا حلف لوں۔ لیکن وہ تمام مسلمانوں کو نہ بھیجیں بلکہ مشہور لوگوں کو روانہ کریں۔ بہادر ہوں۔ نڈر ہوں اور صادق القول ہوں۔"

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے۔ کہ یانس کا منشاء یہ تھا کہ ان دس آدمیوں میں خالدؓ بن ولید آویں۔ اور وہ انہیں اپنے پاس روک کر ان کے عوض میں اپنی بیوی کو طلب کرے۔ مرہف نے امیر عیاضؓ کے پاس جا کر یانس کا پیغام دیا۔ عیاضؓ نے کہا: "مرہف اس دشمن خدا کا ارادہ ہمیں فریب دینے کا ہے۔ لیکن قسم ہے اس خدا کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ کہ وہ پانے مکر میں کامیاب نہ ہو گا۔ اس کا فریب خود اس کے اوپر لوٹ جائے گا۔ کیا عجب ہے کہ وہ اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ خدا مفسدوں کے کام درست نہیں کرتا۔ یانس نے درپردہ خالدؓ کو طلب کیا ہے۔ خالدؓ بن ولید بھی وہیں بیٹھے تھے۔ انہوں نے کہا: "یا امیر! دشمن خدا مجھے طلب کرتا ہے۔ میں شہادت کا طلبگار ہوں۔ مجھے جانے کی اجازت دو۔ شاید اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے لئے کوئی بہتری کی راہ نکال دے۔"

امیر عیاضؓ نے اجازت دے دی۔ خالدؓ بن الولید نے پکارنا شروع کیا۔ "کہاں ہیں مقدادؓ بن اسود الکیدی۔ کہاں ہیں عمارؓ بن یاسر۔ کہاں ہیں سعیدؓ بن زید۔ کہاں ہیں عمرؓ بن معدی کسب۔ کہاں ہیں مسیبؓ بن نجیتہ انغزاری۔ کہاں ہیں قیس بن ہیرۃ المرادی۔ کہاں ہیں. ضرارؓ بن الازور۔ کہاں ہیں عبدالرحمٰنؓ بن ابی بکر صدیق۔ دو نام اور پکارے جو راوی کو یاد نہیں رہے۔ یہ دس وہ آدمی تھے۔ جن میں سے ہر شخص ایک ایک ہزار کا مقابلہ کر سکتا تھا۔ یہ سب لوگ مسلح ہو کر حضرت خالدؓ کی معیت میں مرہف بن واقد کے ساتھ چلے۔ جب قلعہ کے پھاٹک پر پہنچے۔ تو محافظوں نے ان کے ہتھیار طلب کئے۔ یانس نے پہلے ہی ان کے پاس حکم بھیج دیا تھا کہ دروازہ پر ہی مسلمانوں کے ہتھیار لے لئے جائیں۔ اوروں نے تو ہتھیار دے دیئے۔ لیکن خالدؓ۔ ضرارؓ اور عبدالرحمٰنؓ نے دینے سے انکار کر دیا اور کہا: "ہم یانس کے بلائے ہوئے آئے ہیں۔ اگر اسے یہ منظور ہو کہ ہم معہ اپنے ہتھیاروں کے آویں تو اس کے پاس چلیں ورنہ واپس لوٹ جائیں۔

مرہف نے یانس کے پاس جا کر کہا: "کہ اور سب نے تو ہتھیار دے دیئے۔ لیکن تین

آدمیوں نے نہیں دیئے۔ میرے خیال میں مسلمانوں سے ہتھیار لینے کے یہ معنے ہیں کہ ہم ان سے ڈرتے ہیں۔ اس سے ہماری بزدلی ظاہر ہوتی ہے۔ ہمیں یہ چاہیئے۔ کہ جس طرح وہ آنا چاہتے آنے دیں اور ان پر یہ ثابت نہ ہونے دیں کہ ہم ان سے خوف رکھتے ہیں۔" یانس نے کہا: "حضرت مسیح کی قسم تو نے سچ کہا: جا ان سے کہہ دے کہ وہ سب ہتھیار باندھ کر آویں۔" مرہف نے جا کر غلاموں سے کہا انہوں نے جن مسلمانوں کے ہتھیار لے لئے تھے انہیں واپس کردیئے۔ اور مرہف انہیں ساتھ لے کر چلا۔ یانس نے فوج کی نمائش کی تھی۔ ہتھیار بند سپاہی راستوں پر دو رویہ کھڑے کردیئے تھے۔ جب مجاہدین اسلام یانس کے پاس پہنچے۔ جو قلعہ کے صحن میں رسالہ و خاص کے جھرمٹ میں کھڑا تھا۔ تو مسلمانوں کو دیکھتے ہی اس کے دل پر رعب و خوف طاری ہوگیا۔ پچھتایا کہ کیوں نہ ان لوگوں کو معہ ہتھیاروں کے آنے دیا۔ اس نے اپنے امراء اور فوجی سرداروں کو، ہدایت کردی تھی کہ جب میں مسلمانوں سے مصافحہ کروں تو تم اچانک ان پر ٹوٹ پڑنا اور انہیں گرفتار کرلینا۔ لیکن مسلمانوں کو دیکھ کر اس کے جسم میں تھرتھری پیدا ہوگئی۔ بڑھنے، مصافحہ کرنے اور کچھ کہنے کی جرات ہی نہ ہوئی۔

حضرت خالدؓ بن الولید نے تلوار میان سے کھینچ لی اور اسے چمکاتے اور ہلاتے ہوئے بڑھے۔ یانس کے پاس پہنچ کر کہا: "او دشمن خدا! تو نے ہمیں فریب دے کر گرفتار کرنے کے لئے طلب کیا ہے۔ تو نہیں جانتا ہم مکر کی تہہ کو پہنچ جاتے ہیں۔ ہم وہ ہیں۔ جنہوں نے اللہ کے حکم اور اس کی مدد سے تیرے دسیوں بھائیوں کو جو بڑے جاہ و جلال کے بادشاہ تھے۔ مقہور و ذلیل۔ رسوا اور ہلاک کیا۔ اب تیری باری ہے۔"

راوی نے بیان کیا ہے کہ مسلمانوں کا کچھ ایسا رعب یانس پر چھایا۔ کہ اس نے گھبرا کر جس طرف بھی نظر کی اسی طرف اسے مسلمان نظر آئے۔ وہ کانپ اٹھا۔ خالدؓ نے بڑھ کر اس کی شہ رگ پر تلوار ماری۔ سر کٹ کر دور جا گرا۔ اور مسلمانوں نے اہل قلعہ پر حملہ کردیا۔ قلعہ والے بھی لڑنے لگے۔ قتل و خونریزی کا بازار گرم ہوگیا۔ لاشوں پر لاشیں گرنے لگیں۔ قلعہ کے اندر فسطاس اور فرساط کے باشندے بھی آ گئے تھے۔ یانس نے انہیں اپنی مدد کے لئے بلایا تھا۔ لیکن جب خالدؓ نے یانس کو سب کے سامنے قتل کر ڈالا۔ اور دس مسلمانوں نے بے شمار عیسائیوں پر حملہ کرکے انہیں قتل کرنا شروع کردیا۔ تو اہل فسطاس اور فرساط نے

صحابہ کی یہ اولوالعزمی اور جرات دیکھ کر کہا: "قسم ہے حضرت مسیح کی اس قوم (مسلمانوں) پر کوئی قوم فتح نہیں پا سکتی۔ ان کی جرات قابل داد ہے۔ ان کے بھائی ان کی طرف سے غافل نہ ہوں گے۔ ضرور قلعہ کے آس پاس لگے ہوں گے۔ اور عنقریب قلعہ میں دھنس آویں گے۔ اس وقت ہمیں کون ان کی تلواروں سے بچائے گا۔ کون ہماری مدد کرے گا۔ بہتر یہ ہے کہ ہم ان مسلمانوں کی مدد کر کے ان کی ہمدردی حاصل کر لیں۔ پھر ہمیں کوئی خطرہ نہیں رہے گا۔" چنانچہ انہوں نے خالدؓ بن الولید کے گرد ہو کر قلعہ والوں سے لڑنا شروع کر دیا۔ انہوں نے بھی بے شمار عیسائیوں کو مار ڈالا۔ ادھر عیاضؓ بن غنم لشکر لے کر قلعہ کے قریب آ گئے تھے۔ انہوں نے جب قلعہ میں شور و غوغا ہوتے سنا تو مجاہدین سے کہنے لگے: "آگاہ ہو اے مسلمانو! یانس نے بد عہدی کی۔ تمہارے بھائی جنگ میں مبتلا ہو گئے۔ ان کی مدد کرو۔ دوڑو اور قلعہ میں گھس جاؤ۔" یہ سنتے ہی وامس ابوالہولؓ چار سو غلاموں کو ساتھ لے کر جھپٹے۔ پہاڑی پر چڑھے اور قلعہ میں اتر پڑے۔ اہل قلعہ میں بھگدڑ پڑ گئی تھی۔ جو اس طرف سے بھاگ کر آئے۔ وامسؓ اور ان کے ساتھیوں نے انہیں سب کو تہ تیغ کر ڈالا۔ ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑا۔ ابھی وامسؓ خالدؓ کے پاس قلعہ کے صحن میں نہ پہنچے تھے کہ خالدؓ نے قلعہ پر قبضہ کر لیا۔ فوراً ہی عیاضؓ بن غنم بھی معہ لشکر کے قلعہ میں پہنچ گئے۔ انہوں نے خالدؓ ان کے ہمراہیوں اور اہل فسطاس اور فرساط کا شکریہ ادا کیا۔ اور اپنے آزاد کردہ غلام کو ہتاج کا والی مقرر کر دیا۔ اور اہل ہتاج سے یہ عہد لیا کہ وہ کبھی کسی عورت کو نہ ستائیں۔ زناکاری نہ کریں (اہل ہتاج بڑے بدکار تھے۔ عورتوں کو چھیڑتے تھے اور ان کی عصمت دریاں کرتے تھے۔ صرف عام آدمی ہی نہیں بلکہ بڑے بڑے شریف اسی لعنت میں گرفتار تھے) اس عہد نامہ پر خالدؓ۔ مقدادؓ۔ عمارؓ۔ معاذؓ۔ شرجیلؓ۔ عبدالرحمنؓ بن ابی بکر صدیق۔ اور ضرارؓ بن الازدو کو گواہ کیا۔ اس کے بعد امیر عیاضؓ نے ان قیدیوں کو بھی چھوڑ دیا۔ جنہیں قیس بن ہبیرۃ المازنی گرفتار کر کے لائے تھے۔ وہاں سے انہوں نے میانارقین کی طرف کوچ کیا۔ راستہ میں اہل جزیرہ۔ اہل قلب۔ اہل اقتنان۔ اہل حمزت اور اہل انکلاب عیاضؓ کے پاس حاضر ہوئے۔ عیاضؓ نے انہیں امان دی۔ ان پر جزیہ مقرر کر دیا۔ وہ لوگ خوش ہوتے چلے گئے۔ جب مسلمان میانارقین پہنچے۔ تو اہل شہر نے ان کی دعوت کی۔ مسلمانوں نے قلعہ کوہ پر اپنا کیمپ ڈالا۔ اور دس روز تک وہاں قیام کیا۔ اب عیاضؓ نے آرمینیہ کی طرف کوچ

کرنے کا ارادہ کیا۔ انہوں نے اہل الرائے سے مشورہ لیا۔ اور کہا میرا ارادہ آرمینیہ کی طرف کوچ کرنے کا ہے۔ تم مجھے مشورہ دو کہ کس طرف پیشقدمی کروں۔ ایک عیسائی نے جو معاہدین میں سے تھا۔ یعنی ان لوگوں میں سے جن سے امیر عیاضؓ نے یہ معاہدہ کر رکھا تھا کہ ان کے اہل و عیال اور جان مال کو امان ہے وہ مسلمانوں کی رہنمائی کریں گے اور دشمنوں کی خبریں لا کر دیں گے۔ اس صلہ میں انہیں حق الخدمت ملے گا۔ اس معاہدی نے کہا۔ کہ ابھی اس نواح میں بہت سے قلعے ایسے رہ گئے ہیں۔ جنہوں نے گورنمنٹ اسلامیہ کی اطاعت قبول نہیں کی ہے۔ اگر تم آرمینیہ چلے گئے۔ تو یہ لوگ سرکشی کریں گے۔ یہاں سے قریب ہی ایک عالیشان اور مضبوط قلعہ ہے جس کا نام حصن لغوب ہے۔ اس قلعہ کے بادشاہ کا نام یطالقون بن کنعان بن عیدیوس ہے اس کے پاس لشکر بھی کافی ہے۔ پہلے اس پر یورش کیجئے۔"

فتح حصن لغوب

معاہدی کی یہ گفتگو سن کر عیاضؓ سوچنے لگے۔ اس نے پھر کہا: "اے امیرو! یطالقون کے پاس کئی گڑھیاں اور کئی قلعے ہیں۔ چونکہ اس کی طاقت زبردست ہے۔ اس لئے وہ جس طرف چاہتا ہے لشکر کشی کر کے غارت گری کرتا ہے۔ پہلے اس پر لشکر کشی کرنی ضروری ہے۔ اگر اس کے قلعہ پر قبضہ ہو گیا۔ تو یہ تمام علاقہ آپ کے تصرف میں آجائے گا۔ پھر کوئی خطرہ باقی نہ رہے گا۔" عیاضؓ نے صحابہ کرام سے مشورہ لیا۔ حضرت خالدؓ نے کہا: "اس شخص معاہدی نے بالکل ٹھیک کہا ہے۔ اول حصن لغوب کا فتح کرنا ضروری ہے۔" عیاضؓ نے دریافت کیا۔ "اس مہم پر کسے نامزد کیا جائے۔" سب نے یوقنا کا نام لیا۔ امیر عیاضؓ نے یوقنا کو بلا کر کہا: "صحابہ کی یہ رائے ہے کہ تم حصن لغوب پر جاؤ۔ تم کیا کہتے ہو؟" یوقنا نے کہا۔ "مین نے اپنی جان کو راہ خدا میں ہبہ کر دیا ہے۔ جہاں بھیجو گے جاؤں گا۔ مجھے معلوم ہے حصن لغوب نہایت مضبوط قلعہ ہے۔ یطالقون بڑے جاہ جلال کا بادشاہ ہے۔ میں نہیں جانتا وہاں کیا معاملہ پیش آئے۔ میں نے ارادہ کیا ہے کہ اپنے ہمراہیوں میں سے سواروں کو ساتھ لے کر فلاحین پر جاؤں اور وہاں کے لوگوں کے ساتھ مل کر حکمت عملی سے قلعہ میں داخل ہوں۔ اپنے اہل و عیال کو مقام بقر میں چھوڑ دوں۔" عیاضؓ نے کہا: "اے عبداللہ یوقنا! تمہاری

حیلہ گری نصرانیوں میں مشہور ہو چکی ہے۔ مجھے خوف ہے کہیں تم کسی آفت میں نہ پھنس جاؤ۔ اور خود ہی اپنی ہلاکت کا باعث نہ بنو۔ اللہ تعالٰی نے اس سے منع فرمایا ہے۔ چنانچہ قرآن شریف میں ارشاد کیا ہے۔ "اپنے ہاتھوں کو خود ہلاکت میں نہ ڈالو۔" یوقنا نے کہا: "تب مجھے اجازت دو۔ کہ میں ان کے شہروں پر تاخت کروں۔" عیاضؓ نے اجازت دے دی۔ یوقنا ایک ہزار سواروں کو ساتھ لے کر ارزن۔ سرد۔ سعدو۔ یاباسا۔ خیران اور معدن کی طرف روانہ ہوئے۔

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے۔ کہ سعدو۔ خیران۔ معدن۔ بمہر۔ طراجر اور سلواس بڑے شہر تھے۔ اور ان شہروں کا فرمانروا حرسلوا تھا۔ اسے یطالقون سے عداوت تھی۔ حرسلوا اور یطالقون ایک دوسرے کے شہروں پر تاخت اور لوٹ مار کرتے رہتے تھے۔ دراصل دونوں کی طینت میں "وحشیانہ پن تھا۔ طبیعتیں ڈکیتی اور رہزنی کی طرف راغب تھیں۔ جب حرسلوا نے سنا۔ کہ عربوں نے میافارقین فتح کرلیا ہے اور دوسری طرف آمد پر ڈیرے ڈالے پڑے ہیں۔ تو وہ اپنی حکومت کے لئے ڈرا۔ اسے اندیشہ ہوا۔ کہیں عرب اس کے ملک پر قبضہ نہ کرلیں۔ اس نے سوچا۔ کہ اگر میں یطالقون دونوں مل کر مقابلہ کریں تو مسلمانوں کو ضرور ہزیمت دے کر بھگا دیں گے۔ چنانچہ وہ یطالقون کے لئے تحفے اور ہدیئے لے کر چلا۔ اور ایک قریہ میں جس کا نام ارخبرتھا پہنچا۔ اس نے وہاں قیام کردیا۔ گھوڑوں کو چرنے کے لئے کھلا چھوڑ دیا۔ اور وہ خود اور اس کے ساتھی کھانا کھانے لگے۔ یوقنا کو اس کے آنے کی خبر ہو گئی تھی وہ اس کی گھات میں لگ گئے تھے۔ جب انہوں نے حرسلوا اور اس کے ساتھیوں کو غافل دیکھا تو اچانک کمینگاہ سے نکل کر انہیں گھیر لیا۔ چنانچہ لڑائی جھگڑے کے بغیر انہیں سب کو گرفتار کرلیا۔ چونکہ رات ہو گئی تھی۔ اس لئے یوقنا نے قیدیوں کو آرام سے رکھا۔ صبح ہوتے ہی قیدی یوقنا کے سامنے پیش کئے گئے۔ یوقنا نے انہیں سب کو مخاطب کر کے کہا: "اے رومی برادرو! تم مجھے پہچان گئے ہو گے میرا نام یوقنا ہے۔ میں حلب کا بادشاہ تھا۔ میری بہادری۔ دانشمندی اور علم و دولت کی شہرت تھی۔ میں ایسا کٹر عیسائی تھا کہ میں نے محض اس بات پر ناراض ہو کر کہ میرا بھائی یوحنا دین اسلام کو اچھا سمجھتا تھا۔ اسے اپنے ہاتھ سے قتل کر ڈالا تھا۔ میں مسلمانوں سے بڑی بہادری سے لڑا۔ لیکن وہ حق پر تھے۔ انہوں نے فتح پائی۔ میں مقہور اور ذلیل ہوا۔ میں نے اسلام قبول کرلیا۔ اور اپنی ان آنکھوں سے

یکھا۔ کہ مسلمان بڑے عبادت گزار۔ محسن۔ عادل اور راست گو ہیں۔ ان میں کسی کو بھی دوسرے پر برتری نہیں ہے۔ غلام اور آقا۔ سپاہی اور افسر سب ایک حالت میں رہتے ہیں۔ البتہ جو ان میں زیادہ پرہیز گار ہیں ان کی عزت کی جاتی ہے۔ ان میں مساوات ہے اور ان کی ایسی ہیبت ہے کہ تمام شام کے بادشاہوں نے ان سے شکست کھائی۔ حتیٰ کہ ہرقل اعظم بھی ہزیمت اٹھا کر بھاگ گیا۔ جو لوگ مسلمان ہو جاتے ہیں۔ تمام مسلمان انہیں اپنا بھائی سمجھتے ہیں اور جو ان کی اطاعت کر لیتے ہیں۔ وہ اپنے ہر دشمن سے بے ڈر ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ مسلمان ان کی حفاظت کرتے ہیں۔ اس حفاظت کے صلہ میں جو ٹیکس وہ لیتے ہیں۔ اس کا نام جزیہ ہے۔ وہ کسی کے مذہب میں مداخلت نہیں کرتے۔ کسی کو ذلیل نہیں سمجھتے۔ نہ ذلیل کرتے ہیں۔ بلکہ ہر شخص کی اس کے رتبہ کے موافق عزت کرتے ہیں۔ اگر تم لوگ بھی مسلمان ہو جاؤ۔ خدائے واحد پر ایمان لاؤ۔ تو دنیا اور آخرت میں بے نیاز ہو جاؤ۔ ہر قسم کا آرام و آسائش حاصل ہو۔"

رومیوں پر ان کی تقریر کا اچھا اثر ہوا۔ انہوں نے ایک رات کی مہلت مانگی۔ یوقنا نے مہلت دے دی۔ اور حرسلوا بطریق کو اپنے پاس تخلیہ میں بلا کر کہا: "سنو اسلام میں توحید ہے۔ عیسائی تین خدا مانتے ہیں۔ مسلمان صرف ایک خدا کے قائل ہیں۔ اگر تم یہ چاہتے ہو کہ جہنم سے نجات پاؤ۔ تو مسلمان ہو جاؤ۔ تم اپنے دشمن یطالقون پر مسلمان ہو کر ہی فتح پا سکتے ہو۔" حرسلوا نے حیران ہو کر دریافت کیا: "تمہیں میری عداوت کا حال کیسے معلوم ہوا؟" یوقنا نے جواب دیا: "یہ باتیں تو مشہور ہیں۔ لکن عداوت کی وجہ کیا ہے۔؟"

حرسلوا: "عداوت کی وجہ یہ ہے کہ میری ایک بیٹی ہے جو بہت زیادہ خوبصورت اور دلربا ہے۔ یطالقون نے اس کی خواستگاری کی۔ میں نے اس لئے انکار کر دیا۔ کہ اس کی پہلی بیوی موجود ہے۔ وہ اس بات پر ناراض ہو گیا۔ اور میرے شہروں پر لوٹ مار کرنے لگا۔ میں بھی اس سے کم نہیں ہوں۔ میں نے اس کے شہروں پر تاخت شروع کر دی۔ اس وقت میں اس لئے اس کے پاس تحفے لے کر جا رہا تھا۔ کہ وہ میرے ساتھ مل کر مسلمانوں کا مقابلہ کرے۔"

یوقنا: "اگر تم اپنے دشمن پر فتح پانا چاہتے ہو تو ایسا کرو کہ یطالقون کے پاس جاؤ۔ اس سے کہو کہ میں نے جب غور کیا تو غلطی میری ہوئی۔ کہ میں نے تمہارے ساتھ اپنی بیٹی کا عقد

کرنے سے انکار کر دیا۔ میں نے اسے معہ تحائف اپنے ساتھ لیا۔ اور یہاں تمہارے پاس لا رہا تھا۔ کہ قریہ ار غبر میں دفعتہ مسلمان آ پڑے۔ میرے ہمراہیوں اور میری بیٹی کو گرفتار کر لیا۔ سامان لوٹ لیا۔ بڑی مشکل سے میں ان سے بچ کر بھاگ آیا ہوں۔ تم میری مدد کرو۔ اور میری بیٹی کو عربوں کی قید سے چھڑاؤ۔ یقین ہے کہ وہ تمہارے بیٹی کو چھڑانے کے لئے قلعہ سے باہر نکل آوے گا۔ پھر ہم اسے سمجھ لیں گے۔ اگر خدا نے چاہا تو اس کے قلعہ پر قابض ہو جائیں گے۔ اس طرح اس کا ملک جاتا رہے گا۔ اور تمہارا ملک اور تمہاری حکومت باقی رہے گی۔ تم اطمینان اور فارغ البالی سے رہنا۔ یہ سمجھ لو کہ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ تمام مسلمانوں کی طرف سے ہے۔"

حرسلوابطریق نے کہا: "میں ڈرتا ہوں کہ کہیں یہ گناہ کی بات نہ ہو۔ اور حضرت مسیح کا غضب مجھ پر نہ ٹوٹ پڑے۔"

یوقنا: "اگر تم سے گناہ سمجھتے ہو تو اس کا عذاب میری گردن پر رہے گا۔ حضرت عیسیٰ اور حضرت مریم قیامت کے روز مجھ سے اس کا مطالبہ کریں گے۔"

حرسلوا: "اب مجھے کوئی عذر نہیں ہے۔ لیکن ایک اندیشہ ہے کہ میں نے اس سے فریاد بھی کی۔ اور پھر بھی وہ قلعہ سے باہر نہ نکلا۔ اور میری مدد کے لئے کسی اور سردار کو بھیج دیا۔"

یوقنا: "یہ تم نے ٹھیک کہا۔ لیکن پھر کیا تدبیر ہو؟"

حرسلوا: "میرے رائے یہ ہے کہ تم قلعہ کی طرف چلو۔ مجھے اور میرے ساتھیوں کو باندھ لو صبح سے پہلے قلعہ کے پاس جا پہنچو۔ وہاں پہنچ کر میرے ہتھیار اور میرا گھوڑا مجھے دے دو۔ میں سرپٹ گھوڑا دوڑاتا ہوا قلعہ میں داخل ہوں۔ سر پر خاک ڈال لوں اور فریادوں کی صورت بنا کر بطالقون کے حضور جا کر کہوں۔ کہ اے بادشاہ عربوں نے میرے غلاموں اور معتمدوں کو گرفتار کر لیا۔ میں آپ کے لئے تحفے اور ہدیئے لایا تھا اور لوٹ لئے۔ اگر میں یہاں نہ آتا تو یہ نقصان نہ اٹھاتا۔ وہ یقیناً پوچھے گا۔ کہ عرب کہاں ملے۔ میں کہوں گا۔ قلعہ سے ایک فرسخ کے فاصلہ پر مجھے یقین ہے وہ جوش و غصہ میں آکر میرے ساتھ چل کھڑا ہو گا۔ مجھے معلوم ہے کہ اس کے لشکر کی جمعیت بہت زیادہ ہے اسی ہزار سوار تو حسن لغوب میں ہیں اور باقی لشکر دوسرے قلعوں میں ہے۔

یوقنا نے اس کی رائے کو پسند کیا۔ اور حرسلوا کے ساتھ جن لوگوں کو قید کیا تھا۔ انہیں امیر عیاضؓ کے پاس بھیج دیا۔ عیاضؓ نے ان لوگوں کو اس خیال سے رہا کر دیا۔ کہ وہ اپنے شہروں میں جاکر مسلمانوں کے احسان و اخلاق کا ذکر کریں۔ چنانچہ جب وہ اپنے اپنے وطن میں پہنچے۔ تو انہوں نے مسلمانوں کے حسن سلوک اور حسن اخلاق کا ذکر بڑے شدومد کے ساتھ بیان کیا۔ ان شہروں کے لوگ امیر عیاضؓ کی خدمت میں حاضر ہو ہو کر امان حاصل کرنے لگے۔ ادھر یوقنا حرسلوا کو لے کر حصن لغوب کی طرف چلے اور جب سپیدہ سحر نمودار ہوا۔ یہ قلعہ کے سامنے جا پہنچے۔ حرسلوا کو اس کے ہتھیار اور گھوڑا دے دیا۔ وہ وہاں سے اس طرح بھاگ کر چلا۔ جس طرح قید سے چھوٹ کر بھاگا ہو۔ وہ تھوڑی ہی دور وقار کی طرف گیا تھا۔ کہ اس نے یطالقون کو کچھ لشکر کے ساتھ قلعہ معرو کی طرف جاتے ہوئے دیکھا۔ ایک ہزار سوار اس کے ساتھ تھے۔ وہ اس طرف اس لئے جا رہا تھا کہ اسے کینہ قدیم کے باشندوں نے فریاد کی تھی کہ یوقنا نے ان کے بہت سے آدمیوں کو قید کر لیا ہے۔ وہ انہیں رہائی دلانے کے لئے جا رہا تھا۔ کہ حرسلوا کے پاس پہنچا۔ یطالقون کو دیکھتے ہی حرسلوا پیادہ ہو گیا۔ اور الحاج و زاری سے فریاد کرتے ہوئے کہا: "فریاد ہے فریاد ہے۔" اس کے بعد اس نے یطالقون سے وہ کہانی بیان کی جو اس نے یوقنا سے کہی تھی۔ یطالقون نے دریافت کیا۔ "تو اس کے پاس کیسے بھاگ آیا۔" حرسلوا نے کہا۔ "ابھی اندھیرا باقی تھا کہ مجھے موقع مل گیا۔ اور بھاگ گیا۔ وہ میرے تعاقب میں آ رہے ہیں۔" یطالقون نے کہا میں اسی شخص (یوقنا) کی تلاش و تجسس میں جا رہا تھا۔ حضرت مسیح نے خود اسے میرے سامنے پہنچا دیا۔ میرے بہادرو (اپنے لشکر سے مخاطب ہو کر) یوقنا اور اس کے ساتھیوں کو تیروں سے چھید ڈالو۔" چنانچہ وہ معہ اپنے لشکر کے یوقنا پر آ ٹوٹا۔ خونریز جنگ شروع ہو گئی۔ یوقنا اور ان کے ساتھی تعداد میں کم تھے۔ اگرچہ وہ بڑی جانبازی سے لڑے۔ لیکن یطالقون اور اس کے ساتھیوں نے ان پر سختی سے حملے کر کے انہیں ہلاکت کے قریب پہنچا دیا۔ مسلمانوں نے خدا سے دعا مانگی۔ خدا نے قبول کی۔ اسی وقت ایک بلندی کے اوپر سے گھوڑوں کی کنوتیاں نظر آئیں۔ تیزی سے گھوڑے بھاگتے ہوئے آ رہے تھے۔ جب وہ قریب ہوئے تو یوقنا نے پہچان لیا۔ وہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ تقریباً تین ہزار تھے۔ ان کے سردار خالدؓ بن ولید تھے۔

واقدی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ اس لشکر کے آنے کا سبب یہ ہوا۔ کہ

جب یوقنا عیاضؓ بن غنم سے رخصت ہو کر معہ اپنے ساتھیوں کے قلعہ لغوب کی طرف روانہ ہوئے تو عیاضؓ کو یہ اندیشہ ہوا کہ ان کے ساتھ جمیعت تھوڑی ہے کہیں دشمن انہیں نقصان نہ پہنچائیں۔ انہوں نے اپنا یہ اندیشہ خالدؓ سے بیان کیا۔ خالدؓ نے بھی تائید کی۔ عیاضؓ نے خالدؓ کو لشکر دیکر روانہ کیا۔ جب خالدؓ اس نواح میں پہنچے۔ جہاں یوقنا اور یطالقون کی جنگ ہو رہی تھی تو انہیں کا حال معلوم ہوا۔ انہوں نے اور ان کے ساتھیوں نے گھوڑوں کی باگیں ڈھیلی کر دیں اور عین وقت پر میدان جنگ میں پہنچے۔ حضرت خالدؓ نے پکار کر کہا: "اے اہل ایمان اور اے حاملان قرآن! ان صلیب پرستوں کو گھیر لو۔ اللہ کے ذکر میں اپنی آوازیں بلند کرو اور تلواریں خرچ کرو۔" مسلمانوں نے تکبیریں کہہ کر حملہ کر دیا۔ تلواریں چلنے لگیں۔ لاشیں گرنے لگیں۔ خوب بہنے لگا۔ یوقنا نے یطالقون کو تلاش کرنا شروع کیا۔ انہوں نے اسے اس کی شان و عظمت سے پہچانا۔ اس کے پاس جا کر اس زور سے اس کے نیزہ مارا۔ کہ وہ مردہ ہو کر گھوڑے سے نیچے گرا۔ یوقنا نے اپنے گھوڑے سے اتر کر اس کا سر کاٹ لیا۔ اور نیزہ بلند کر کے پکار کر کہا: "عیسائیو! تمہارا بادشاہ مارا گیا۔ اب کیوں اپنی جانیں دیتے ہو۔" اہل لغوب نے جب یطالقون کا سر نیزہ پر دیکھا تو حسرت و افسوس کرتے ہوئے بھاگ کھڑے ہوئے۔

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ یطالقون کی بیوی بڑی دانا اور عاقل تھی۔ یطالقون حسن پرست تھا۔ بدکار اور آوارہ تھا۔ وہ اسے سمجھاتی رہتی تھی۔ لیکن وہ اپنی حرکتوں سے باز نہ آتا تھا۔ اس لئے وہ اس سے آزردہ رہتی تھی۔ جب اس نے سنا کہ یطالقون مارا گیا ہے اور اس کے لشکر والے کچھ مارے گئے اور کچھ پہاڑ پر چڑھ کر غاروں میں جا چھپے۔ تو اس نے شہر کے رئیسوں اور سربر آوردہ لوگوں کو بلایا۔ اور ان سے کہا۔ "تم نے دیکھا عربوں کے ہاتھوں سے ہم پر کیا گزر گئی۔ بادشاہ مارا گیا۔ لشکر تباہ ہو گیا۔ ان مسلمانوں نے ملک شام کے بادشاہوں کو زیر کر لیا۔ ان کے شہروں پر قابض ہو گئے۔ سرزمین۔ بیعہ۔ دیار بکر اور مصر اور شام پر قابض ہو گئے۔ اکثر فرمانروا اور یطالقون ان کے دین میں داخل ہو گئے۔ وہ لوگ جس قلعہ پر جاتے ہیں اسے فتح کر لیتے ہیں۔ جس لشکر سے مقابل ہوتے ہیں اسے شکست دے کر بھگا دیتے ہیں۔ اب وہ ہمارے قلعہ پر آنے والے ہیں۔ مشورہ دو کہ ہمیں کیا کرنا چاہیے؟"

لوگوں نے عرض کیا۔ "یہ تمام باتیں معلوم ہیں۔ ہماری عقلیں حیران ہیں۔ کیا مشورہ دیں۔ جو رائے آپ کی ہو اس پر عمل کیجئے۔ ہم آپ کے ساتھ ہیں۔" ملکہ نے کہا: "مناسب یہ ہے کہ جس طرح اور شہر والوں نے ان سے مصالحت کر کے اپنے ننگ و ناموس اور جان و مال کی حفاظت کر لی ہے اسی طرح ہم بھی ان سے صلح کر کے بے خوف ہو جائیں۔ وہ جو عہد کرتے ہیں اسے پورا کرتے ہیں۔ غداری اور بے وفائی ان کی عادت میں داخل نہیں ہے۔"

لوگوں نے عرض کیا: "یہ تجویز مناسب ہے۔"

ملکہ: "اچھا تو تم چند ہوشیار آدمیوں کو منتخب کر کے عربوں کے پاس بھیجو۔ وہ ہماری طرف سے ان سے صلح کی درخواست کریں۔"

راوی نے بیان کیا ہے کہ ان لوگوں میں سے تیس آدمی عربوں کے پاس جانے کے لئے منتخب ہو گئے۔ یہ لوگ سنجیدہ۔ دوربین۔ عالم اور سربر آوردہ لوگ تھے۔ وہ پھاٹک سے نکل کر خندق کو عبور کر کے خالدؓ کی طرف بڑھے۔ خالدؓ نے انہی آتے ہوئے دیکھ لیا۔ انہوں نے رئیسان قوم کو ان کے استقبال کے لئے روانہ کیا۔ مہمان بڑھ کر بڑی شان سے ان کا استقبال کر کے انہیں اپنے ساتھ لشکر میں لائے۔ جب حضرت خالدؓ کے خیمے پر پہنچے تو عیسائیوں نے دیکھا کہ خالدؓ اور ان کے ساتھ تمام سردار زمین پر بغیر کسی فرش کے نہایت بے تکلفی کے ساتھ بیٹھے ہیں۔ نہ وہاں کوئی حاجب تھا۔ نہ پہرہ دار تھا۔ سارے مسلمان ایک ہی رنگ میں ڈوبے ہوئے نظر آتے تھے۔ عیسائی مساوات کا یہ رنگ دیکھ کر بہت حیران ہوئے۔ انہوں نے سلام کیا۔ مسلمانوں نے سلام کا جواب دیا۔ عیسائیوں نے دریافت کیا: "تمہارا امیر کون ہے جس کے سامنے ہم اپنی درخواست پیش کریں۔" مسلمانوں نے جواب دیا: "ہمارا کوئی امیر ایسا نہیں ہے جو اپنے آپ کو اپنے بھائیوں سے افضل سمجھے ہم میں مساوقت ہے۔ غلام۔ آقا۔ سپاہی۔ سردار۔ رعایا اور بادشاہ سب برابر ہیں۔ کسی کو کسی پر فضیلت نہیں ہے۔ کبھی ایک غلام رئیسوں پر سردار بنا دیا جاتا ہے۔ اور کبھی ایک رئیس غلاموں کے سامنے علم لے کر چلتا ہے۔ ہم میں سب سے زیادہ شریف۔ سب سے زیادہ ذی عزت اور سب سے زیادہ قابل احترام وہ شخص ہے جو سب سے زیادہ عبادت گزار اور پرہیزگار ہے۔"

عیسائی عالموں نے کہا: "حضرت مسیح کی قسم اللہ تعالیٰ نے تمہیں اسی لئے فتح و نصرت عطا کی ہے کہ تم اپنے نبی کی پیروی کرتے ہو۔ سنت نبوی پر عمل کرنا ضروری سمجھتے ہو۔ ہم صلح

کی درخواست کرنے آئے ہیں۔" حضرت خالدؓ نے دریافت کیا۔ کس قدر جزیہ دو گے؟"

عیسائی:۔ "جس قدر مال طلب کرو گے دیں گے۔"

خالدؓ:۔ "یہ انصاف نہیں ہے کہ ہم تمہیں عاجز دیکھ کر تم سے زیادہ طلب کریں۔ جس قدر شہر والے اپنی خوشی سے ادا کر سکیں اسی پر ہم صلح کر لیں گے۔ جو شخص دوسروں پر رحم نہیں کرتا اس پر اللہ بھی کوئی رحم نہیں کرتا۔ رسول خدا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ شقی کے قلب سے رحمت نکال لیتا ہے۔"

راوی نے کہا ہے کہ حضرت خالدؓ کی اس بات کا عیسائیوں پر بڑا اثر ہوا۔ انہوں نے کہا :"تمہارے دین میں دینداری اور پرہیزگاری ہے۔ تم خدا سے ڈرتے اور اس کے احکام پر عمل کرتے ہو۔ تم حق پر ہو۔ تمہارا دین حق ہے۔" چنانچہ سب مسلمان ہو گئے۔ اور انہوں نے شہر میں واپس پہنچ کر کینسوں میں لوگوں کو جمع کیا۔ اور مسلمانوں کے اخلاق۔ دینداری اور پرہیزگاری کی تعریف کی۔ اپنے مسلمان ہونے کا ذکر کیا۔ یہ حالت سن کر بہت سے عیسائی مسلمان ہو گئے۔ جو مسلمان نہ ہوئے۔ انہوں نے جزیہ دینا منظور کیا۔ ملکہ (اس مالکہ کا نام جانوسہ تھا) نے جس وقت یہ باتیں اور مسلمانوں کی سیرت کا حال سنا۔ تو بہت خوش ہوئی۔ حضرت خالدؓ نے اس کے پس تحائف بھیجے۔ اور ان سے درخواست کی کہ وہ شہر میں آ جائیں۔ ان کے آنے کے لئے خندق پر جو نہر کھدوائی تھی پل بندھوا دیا۔ حضرت خالدؓ معہ اپنے لشکر کے وہاں سے کوچ کرکے نہر پر آئے۔ وہاں سے پل پر سے گذر کر شہر میں پہنچے۔ شہر والوں نے ان کا زبردست استقبال کیا۔ اور شہر کے بڑے بیعہ (عیسائیوں کی مسجد) میں لے جا کر اتارا۔

ملکہ اپنے محل کے بالاخانہ پر چڑھی ہوئی مسلمانوں کی آمد کا شاندار نظارہ دیکھ رہی تھی۔ اسے یہ یقین ہو گیا کہ مسلمان شان و شوکت اور حشمت و جلالت نہیں رکھتے۔ سادگی پسند ہیں۔ تارک الدنیا اور طالب آخرت ہیں۔ اس کے دل پر بھی ان باتوں کا اثر ہوا۔ وہ بالاخانہ سے اتری۔ قصر سے باہر نکلی۔ اور کنیزوں اور غلاموں کے جھرمٹ میں چل کر حضرت خالدؓ کی خدمت میں آئی۔ اور مسلمان ہو گئی۔ مسلمانوں کو اس کے مسلمان ہونے سے بڑی خوشی ہوئی۔ ملکہ کے مسلمان ہونے سے اس کی کنیزوں اور غلاموں میں سے زیادہ عورتیں اور مرد اور بہت سے عیسائی معہ اپنے بیوی بچوں کے مسلمان ہو گئے۔ حضرت خالدؓ نے ملکہ سے

کہا: "تم اپنے محل میں جا کر رہو۔ یہ قلعہ بدستور تمہاری حکومت میں رہے گا۔" ملکہ نے شکریہ ادا کیا۔ اور چلی گئی۔

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ ملکہ نوجوان اور نہایت خوبرو تھی۔ یوقنا کو اس سے محبت ہو گئی۔ اس نے حضرت خالدؓ سے کہا۔ "کہ میں ملکہ سے عقد کرنا چاہتا ہوں۔" خالدؓ نے کہا: "اول تو ملکہ کو پیغام دیا جائے۔ اگر وہ منظور کر لے تو پھر امیر جیش اسلام یعنی عیاضؓ بن غنم کو پیغام دیا جائے۔ یوقنا نے کہا: "یہ دونوں کام آپ ہی کر سکتے ہیں۔" حضرت خالدؓ خود ملکہ کے پاس گئے اسے یوقنا کے تمام حالات سنا کر اسے ان کا پیغام دیا۔ اس نے منظور کر لیا۔ پھر خالدؓ نے عیاضؓ بن غنم کو لکھا۔ وہاں سے بھی اجازت آگئی۔ عیاضؓ نے لکھا۔" ملکہ سے یوقنا کا نکاح کروا دو۔ اور قلعہ اور اس کے متعلقات کا علاقہ ملکہ کو دے دو تاکہ وہ وہاں حکومت کرلے۔" چنانچہ حضرت خالدؓ نے ایسا ہی کیا۔ ملکہ سے یوقنا کا نکاح کرا دیا۔ اور قلعہ اور اس کا ملحقہ علاقہ اسے دے دیا۔

طنزو۔ یہراور سفرو کی فتوحات

ملکہ لغوب جس کا نام جانوسہ تھا اور بطالقون کی بیوی تھی ابھی اس جانوسہ کا نکاح یوقنا کے ساتھ نہ ہوا تھا۔ کیونکہ عدت کی مدت ختم نہ ہوئی تھی۔ اور جانوسہ نے یہ کہا تھا۔ کہ جب تک عدت کی مدت ختم نہ ہو گی۔ اس وقت تک وہ نکاح نہ کرے گی۔ اس لئے نکاح ملتوی ہو گیا۔ حضرت خالدؓ نے واپس آنا چاہا۔ لیکن یوقنا نے انہیں روک لیا۔ مگر مسلمانوں کو خالی بیٹھنا ناگوار ہوتا تھا۔ عبادت اور جہاد ان کے یہ دو شغل تھے۔ چنانچہ حضرت خالدؓ نے سفرو اور یہرو کی طرف روانگی کا قصد کیا یہ دونوں قلعے خاصے تھے۔ ان میں عیسائیوں کی فوجیں بھی کافی رہتی تھیں۔ خالدؓ اپنا لشکر لے کر روانہ ہوئے۔ ابھی کچھ دور نہ گئے تھے۔ کہ شہر طنزو کے عیسائی ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور ان سے مصالحت کی درخواست کی حضرت خالدؓ نے کہا تم میں۔ سے جو مسلمان ہو جائے گا۔ وہ ہمارا بھائی ہو جائے گا۔ ہمارے دکھ سکھ میں شریک ہو گا۔ جو ہم پر حلال ہے وہ اس پر حلال ہو گا۔ جو ہم پر حرام ہے وہ اس پر حرام ہو گا۔ اور جو مسلمان نہ ہو گا۔ اسے آئندہ سال سے جزیہ دینا ہو گا۔" طنزو والوں نے جزیہ دینا قبول

کیا۔ عہد نامہ لکھا گیا طنزوالے چلے گئے۔ حضرت خالدؓ آگے بڑھے۔ وہاں یبر اور سفرد کے لوگ آئے۔ اور صلح کی درخواست کی۔ ان سے بھی ادائے جزیہ پر صلح ہو گئی۔ اس عرصہ میں عدت یا غم کی مدت پوری ہو گئی۔ حضرت خالدؓ نے ملکہ جانوسہ سے یوقنا کا نکاح کر دیا۔ اور قلعہ لغوب سے چل کر عیاضؓ بن غنم کی خدمت میں سوفاریا کے مقام پر حاضر ہو گئے۔ سوفاریا کا دوسرا نام شہر حابوت تھا۔ عیاضؓ بن غنم وہیں مقیم تھے۔ خالدؓ اور ان کے ہمراہی جب وہاں پہنچے۔ تو مسلمانوں نے ایک دوسرے کو سلام کیا۔ اور دعا دی۔ پانچ روز تک وہاں قیام کرکے عیاضؓ نے بدلیس کی طرف کوچ کرنے کا قصد کیا۔ دفعتہ وہاں یہ خبر پہنچی اور تمام اسلامی لشکر میں آگ کی طرح پھیل گئی۔ کہ شاہزادی طاریوں جس کی شادی ریغون کے ساتھ ہوئی تھی مرتد ہو کر اپنے باپ کے پاس بھاگ گئی۔ مسلمانوں کو یہ سن کر بڑا افسوس ہوا۔

طاریوں کا فرار

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ مجھ سے محمد بن یونس نے بیان کیا کہ ان سے اسمٰعیل نے اور اسمٰعیل سے قیس نے روایت کی ہے کہ طاریوں عیسائی نہیں ہوئی نہ مرتد ہوئی تھی۔ نہ اس نے اسلام چھوڑا تھا بلکہ وہ اپنے باپ کے پاس اس خیال سے گئی تھی۔ کہ کسی مکر وحیا سے اپنے باپ کا قلعہ اسی طرح مسلمانوں کے سپرد کرا دے جس طرح اس کے شوہر ریغون نے قلعہ کفرتوتا مسلمانوں کے حوالے کرا دیا تھا۔ چنانچہ اس نے اپنے شوہر ریغون سے اس معاملہ میں مشورہ لیا۔ اس نے نہ صرف تائید کی بلکہ اسے اور آمادہ کر دیا۔ طاریوں نے اسے بھی چلنے کے لئے کہا۔ مگر ریغون نے یہ کہہ کر اسے سمجھا دیا۔ کہ تیرے باپ کی طرف سے مجھے اندیشہ ہے اسے مجھ سے عداوت ہے۔ کہیں وہ گرفتار نہ کر لے۔ طاریوں تنہا جانے پر رضامند ہو گئی۔ اس نے اس بات کو نہایت رازداری میں رکھا۔ کسی پر اپنا خیال ظاہر نہ کیا۔ ایک روز اپنے معتمد غلاموں۔ خادموں اور کنیزوں کو خلوت میں طلب کر کے کہا: "اگر میں تمہیں کسی کام کا حکم دوں تو کیا تم اس کی تعمیل کرو گے؟" انہوں نے جواب دیا: "ہمارا کام جاں نثاری اور اطاعت کرنا ہے جو حکم ہو گا اس کی تعمیل کریں گے۔" طاریوں نے کہا: "مجھے ان عربوں کے پاس رہنا ناگوار ہے حب وطن مجھے اب وطن جانے پر ابھار رہی ہے اور ماں باپ کی محبت اور برانگیختہ کر رہی ہے۔ میرا قصد یہاں سے بھاگ جانے کا ہے۔ کھلم کھلا

تو نکل بھاگنا ناممکن ہے۔ البتہ مکرو حیلہ کرنے سے شاید کامیابی ہو جائے۔ میرا ارادہ ہے کہ میں تمہیں ساتھ لے کر شکار کے بہانہ سے چلوں اور پہاڑوں میں دن بھر شکار کھیلوں۔ رات ہوتے ہی اپنے وطن کی طرف بھاگ نکلو۔" سب نے کہا:"نہایت معقول رائے ہے۔ چلئے" طاریون نے کہا:"میں کسی پر جبر نہیں کرتی۔ جو یہاں رہنا چاہے۔ وہ یہاں رہ جائے جو میرے ساتھ چلنا چاہے وہ ساتھ چلے۔ لیکن یہ تمہیں سمجھائے دیتی ہوں۔ کہ اگر میرا یہ ارادہ میرے شوہر ریغون پر یا کسی اور پر ظاہر ہو گیا تو میں تم میں سے کسی ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑوں گی۔ تمہیں سب کو قتل کروا دوں گی۔"

طاریون نے اسی وقت سے تیاری شروع کی اور پچھلی رات کو معہ خادموں اور غلاموں کو ساتھ لے کر ریغون سے رخصت ہو کر قلعہ سے نکل کر پہاڑ پر چڑھ گئی۔ اس کے سینکڑوں غلاموں اور خادموں میں سے صرف بارہ غلام ایسے نکلے۔ جن کے دلوں میں کفر کی بیماری تھی اور وہ راسخ العقیدہ مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ وہ اس کے ساتھ ہو لئے۔ باقی قلعہ میں رہ گئے۔ طاریون پہاڑوں میں بڑھتی چلی گئی۔ یہاں تک کہ قلعہ ارزن کو پس پشت چھوڑ کر شہر بدلیس میں جا پہنچی۔ جب بدلیس کے فرمانروا کو یہ بات معلوم ہوئی کہ طاریون مسلمانوں سے بچکر عیسائی ہونے کے لئے بھاگ آئی ہے۔ تو اس نے اس کا استقبال کیا اور اسے اپنے شہر میں لا کر ٹھہرایا۔ چونکہ وہ تھک گئی تھی۔ اس لئے اس روز اس نے وہیں قیام کیا۔ یہاں صبح ہوتے ہی اس کے بھاگ جانے کی اطلاع تمام قلعہ میں ہو گئی۔ اور جاسوسوں نے عیاضؓ بن غنم کو بھی یہ خبر پہنچادی۔ چونکہ مسلمانوں کو اصلیت معلوم نہ ہوئی۔ اس لئے انہیں اس کے مرتد ہو جانے کی خبر سن کر بڑا قلق ہوا۔

واقعات بدلیس وارزن

راوی نے بیان کیا ہے کہ جب سوفاریا کے مقام پر عیاضؓ بن غنم سے حضرت خالدؓ اور یوقنا اپنی جمعیتوں کے ساتھ آ ملے۔ عیاضؓ نے کہا:"میں والی بدلیس کے پاس پیغام حق کے ساتھ ایک سفیر بھیجنا چاہتا ہوں۔ کون اس سفارت پر جائے گا؟"

یوقنا نے کہا:"یہ خدمت میرے سپرد فرمایئے۔"

امیر عیاضؓ:"جاؤ اے یوقنا اللہ تعالیٰ تم پر اپنی رحمت کرے۔ تم بدلیس کے حاکم کو

اول دعوت اسلام دو۔ اگر وہ اپنی شوئے قسمت سے نہ مانے تو اسے جزیہ کی ادائیگی پر آمادہ کرو۔ میں خونریزی کو پسند نہیں کرتا۔"

یوقنا قیس بن ہبیرۃ المرادی کو ساتھ لے کر روانہ ہوئے۔ جب یدلیس کے قریب پہنچے۔ تو انہوں نے اپنے ایک خادم کو والی یدلیس کے پاس اپنے آنے کی اطلاع دے کر بھیجا۔ بدلیس کے حاکم کا نام سروند بن بولص تھا۔ وہ یوقنا کی پیشوائی کے لئے خود آیا۔ ان کا استقبال کر کے قلعہ کے اندر لے گیا۔ ان کی مہمانداری شروع کی۔ طاریون بھی وہیں تھی۔ وہ رات کو موقع پا کر یوقنا کے پاس تنہا آئی۔ اور خلوت میں بیان کیا۔ "کہ میں نے دین اسلام نہیں چھوڑا ہے۔ نہ اپنے آبائی دین نصرانیت کو اختیار کیا ہے۔ بلکہ میں اس لئے بھاگی ہوں تاکہ اپنے باپ کا قلعہ مسلمانوں کے حوالہ کرا دوں۔ اور اس طرح اسلام اور مسلمانوں کو کچھ مدد کروں۔ مگر میں ڈرتی ہوں کہ میرا باپ بڑا جہاندیدہ زیرک اور سخت آدمی ہے۔ اگر اس پر میرا فریب کھل گیا۔ تو میرے ساتھ نہایت سختی سے پیش آئے گا۔ اور مجھے اپنے شوہر ریغون اور مسلمانوں کے پاس نہ آنے دے گا۔"

یوقنا نے اسے تسلی دی اس کی ہمت بندھائی۔ اور ایسی تدبیریں بتائیں جن سے وہ اپنے مقصد میں آسانی سے کامیاب ہو جائے۔ اور کہا۔ "عزیز جب انسان کسی نیک کام کرنے کا قصد کرتا ہے تو خدا اس کی مدد کرتا ہے اور اس کی تمام مشکلوں کو آسان کر دیتا ہے۔ ہمت اور استقلال کی ضرورت ہے۔"

طاریون جس پوشیدگی کے ساتھ آئی تھی اسی طرح چلی گئی۔ اسے کسی نے بھی نہ آتے دیکھا نہ جاتے۔ دوسرے روز صبح ہوتے ہی وہ وہاں سے اپنے باپ کی طرف کوچ کر گئی۔ واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے۔ کہ مجھ سے ابو محمد نے بیان کیا۔ کہ اس سے ایک موثر مرد ثقہ نے یہ کہا تھا۔ کہ یوقنا کے ساتھ یدلیس میں قیس بن ہبیرۃ المرادی بھی گئے تھے اور قیس بن ہبیرۃ نے اس مرد ثقہ سے بیان کیا تھا۔ کہ سروند حاکم یدلیس ہمارا استقبال کر کے ہمیں قلعہ میں لے گیا۔ اس نے دوسرے روز دربار آراستہ کرنے کا حکم دیا۔ جس روز ہم پہنچے اس کی رات کو طاریون یوقنا کے پاس چھپ کر آئی تھی۔ اور تھوڑی دیر یوقنا سے باتیں کر کے واپس چلی گئی۔ اگلے روز سروند نے ہمیں سر دربار طلب کیا۔ میں اور یوقنا دونوں گئے۔ سروند شاہان روم میں سے تھا۔ اس نے نہایت تکلف اور بڑی شان کے ساتھ دربار آراستہ

کیا تھا۔ جب ہم دونوں وہاں پہنچے۔ تو اس کے وزیر نے ہم سے دریافت کیا: "بادشاہ (سروند) دریافت کرتے ہیں تم کیا پیغام لے کر آئے ہو؟"

یوقنا نے سروند سے مخاطب ہو کر کہا: "اے بادشاہ! سرزمین بیعہ میں جو اسلامی سردار آئے ہیں ان کا نام عیاضؓ بن غنم ہے۔ وہ اس سرزمین کے والی یعنی گورنر بھی ہیں۔ اور جیش اسلام کے سپہ سالار بھی ہیں۔ وہ خونریزی کو پسند نہیں کرتے۔ انہوں نے مجھے تمہارے پاس یہ پیغام دے کر بھیجا ہے کہ تم تین خداؤں کی پرستش چھوڑ دو۔ خدا ایک ہے اور یکتا ہے۔ نہ کوئی اس کا نظیر ہے نہ کوئی اس کی خدائی میں شریک ہے نہ کوئی اس کا بیٹا ہے۔ حضرت عیسیٰ اس کے بندہ اور پیغمبر تھے۔ ایک خدا کے سامنے جھک جاؤ۔ مسلمان ہو جاؤ۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ایمان لاؤ۔ جو ہم پر حلال ہے وہ تم بھی حلال سمجھو۔ جو ہم پر حرام ہے اسے حرام جانو۔ اس طرح تم ہمارے بھائی ہو جاؤ گے۔ اور ہمارے نفع نقصان میں شریک ہو گے۔ تم ان بادشاہوں کے حالات سے عبرت و نصیحت حاصل کرو۔ جنہوں نے اپنی نادانی سے ہمارا مقابلہ کیا۔ اور یا تو مارے گئے۔ یا گرفتار ہوئے۔ یا بھاگ کر ذلیل و خوار ہو کر رہ گئے۔"

سروند نے کہا: "یوقنا! تم نے خوب حق سفارت ادا کیا۔ میں اپنا مذہب تو کسی طرح نہیں چھوڑ سکتا۔ کیا اس کے سوائے اور کوئی تدبیر ایسی نہیں ہے کہ جنگ نہ ہو؟"

یوقنا:۔ "اگر پہلی بات (مسلمان ہونے کی) تمہیں منظور نہیں ہے تو دوسری بات یہ ہے کہ تم اپنی اور اپنی رعایا کی طرف سے جزیہ دو۔"

سروند:۔ "یہ مجھ پر آسان ہے۔ اور میں جزیہ دینے پر تیار ہوں بشرطیکہ میں اپنے مذہب پر اور اپنے ملک پر بدستور قائم رہوں۔"

یوقنا:۔ "یہ دونوں باتیں ہمیں منظور ہیں لیکن اس میں ایک شرط ہو گی۔ کہ اگر تمہاری رعایا یا تمہارے خاندان میں سے کوئی شخص مسلمان ہونا چاہے گا تو تم اسے نہ روکو گے۔"

سروند:۔ "مجھے یہ بھی منظور ہے لیکن اس شرط کے ساتھ کہ ہمارے مذہب میں مداخلت نہ کی جائے۔ کسی کو زبردستی مسلمان نہ کیا جائے۔ نہ گرجوں کو گرایا جائے یا نقصان پہنچایا جائے۔"

یوقنا:۔ "مسلمان نہ کسی کو زبردستی مسلمان کرتے ہیں نہ کسی کے مذہب میں مداخلت کرتے ہیں نہ کسی کے معبد گاہوں کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ خدا نے قرآن شریف میں فرمایا ہے "دین میں زبردستی نہیں ہے۔"

سروند:۔ "تب مجھے صلح منظور ہے۔ خود میرا ارادہ امیر اسلام کے پاس اپنا سفیر مصالحت کے لئے بھیجنے کا تھا۔ ابھی میں غور و خوض ہی کر رہا تھا کہ تم آ گئے۔ میں نے تمہارے آنے کو غنیمت سمجھا۔"

یوقنا:۔ "تم کس قدر زر نقد دو گے؟ تاکہ میں عربوں کو اس پر رضامند کروں۔

سروند:۔ "میں ایک لاکھ دینار اور پانچ سو زرہیں اور ایک ہزار کمانیں اس وقت دوں گا۔ اور ایک لاکھ دینار سالانہ دیتا رہوں گا۔ مگر اس وقت جب تا اپنی حیات کے میں اپنے ممالک محروسہ پر قابض رہوں۔ کوئی دوسرا شخص حاکم مقرر نہ کیا جائے۔ عربوں میں سے ایک دو آدمی میرے پاس رہیں جو اس بات کی نگرانی کریں کہ میں مسلمانوں کے دشمنوں سے کوئی سروکار نہ رکھوں گا۔ اور جو عیسائی مسلمان ہوں گے۔ انہیں منع نہیں کروں گا۔"

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ یوقنا نے ایک عہد نامہ تیار کیا۔ اس میں تمام شرائط لکھ دیں اس پر اپنے دستخط کئے اور قیسؓ نے شہادت کرا دی۔ اور اس کی ایک نقل کر کے اس پر سروند اور اس کے مصاحبوں کے دستخط لے لئے۔ دونوں نے حلف اٹھائے۔ اس کے بعد سروند نے یوقنا کو ہدیئے دیئے اور یوقنا نے سروند کو تحفے پیش کئے۔ یوقنا نے اپنے ایک خط کے ساتھ عہد نامہ امیر عیاضؓ کے پاس روانہ کیا۔ اور انہیں صلح کی خوشخبری بھیجی۔ امیر عیاضؓ سوفاریا سے کوچ کر کے یدلیس میں آئے۔ سروند نے یوقنا کا عہد نامہ ان کے سامنے پیش کیا۔ اور امیر عیاضؓ کی خدمت میں تحفے اور کثیر مال و اسباب پیش کیا۔ انہیں اپنا مہمان رکھا۔ امیر عیاضؓ نے یوقنا کے عہد نامہ کی تصدیق کر دی۔

یدلیس کی عیسائی لڑکیاں نہایت حسین اور ماہ پیکر تھیں۔ مسلمانان اہل یمن اور عربی بدو ان لڑکیوں پر مائل و فریفتہ ہو گئے۔ لڑکیوں نے بھی اشارے کنائے کئے۔ مسلمانوں کو جسارت ہوئی۔ وہ گناہ میں ڈوب گئے۔ اور ان لڑکیوں سے مباشرت کر بیٹھے۔ جب امیر عیاضؓ بن غنم کو اس کی خبر ہوئی تو وہ نہایت برحم ہوئے۔ انہوں نے لشکر میں اعلان کرا دیا۔ کہ جن لوگوں نے یہ فعل قبیحہ کیا ہے وہ اقرار کر کے اپنے اوپر حد قبول کریں۔ ورنہ قیامت کے روز

ان پر عذاب ہو گا۔ اس منادی کے سنتے ہی لوگ امیر عیاضؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے اپنے گناہوں کا اقرار کر کے کہا: "شیطان نے ہمیں ورغلا دیا۔" امیر عیاضؓ نے کہا: "وائے ہے تم پر ایمان کے بعد تم نے کفر کیا۔ تمہارے دلوں سے فاروقی خوف کیسے نکل گیا۔ کیا تم نہیں جانتے کہ امیر المومنین سیدنا حضرت عمر فاروقؓ کو تمہاری ذرا ذرا سی باتیں پہنچ جاتی ہیں۔ ان کے غصہ سے تمہیں کون بچا سکے گا۔ افسوس تم نے خدا کا خوف دلوں سے بھلا دیا۔ قیامت کے روز اس کے غضب سے تمہیں کہاں پناہ ملے گی۔"

امیر عیاضؓ نے گنہگاروں پر حد جاری کی۔ راوی نے بیان کیا ہے کہ یوقنا نے تخلیہ میں ملکہ طاریون کی تمام گفتگو سنائی۔ امیر عیاضؓ کو اطمینان بھی ہوا۔ اور خوشی بھی ہوئی۔ یوقنا نے عرض کیا۔ "میں نے ملکہ طاریون سے وعدہ کیا ہے۔ کہ میں اس کی مدد کے لئے اس کے پاس پہنچوں گا۔" عیاضؓ نے کہا: "ہمیں سب ہی کو اس کی مدد کرنی چاہئے۔"

یوقنا:۔ "تب آپ جو مناسب معلوم ہو کریں۔"

امیر عیاضؓ:۔ "میں مسلمانوں کے مشورہ سے بے نیاز نہیں ہوں ان سے مشورہ کر کے کچھ کروں گا۔"

چنانچہ عیاضؓ نے خالدؓ بن ولید۔ معاذؓ بن جبل۔ قیسؓ بن ہبیرۃ المرادی۔ مسیبؓ بن نجیبۃ الفزاری۔ عمروؓ بن معدی کرب۔ اور عبدالرحمٰنؓ بن ابی بکر صدیق کو اپنے پاس طلب کیا۔

طاریون کی اپنے باپ کے پاس آمد

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ ملکہ طاریون بدلیس سے اخلاط کی طرف روانہ ہوئی۔ جب کہ اس کے باپ کا قلعہ اخلاط قریب رہ گیا۔ تو اس نے اپنے غلاموں میں سے ایک غلام کو اپنے باپ کے پاس اپنے آنے کی خوشخبری کہلا بھیجی۔ اس کا باپ یعنی اخلاط کا فرمانروا اپنی بیٹی کی پیشوائی کے لئے معہ لشکر اور حشم و خدم کا قلعہ سے نکل کر آیا۔ مقام خضر کے قریب طاریون سے ملاقات ہوئی۔ طاریون اپنے باپ کی سواری دیکھتے ہی سواری سے اتری اور پیادہ بڑھی۔ اس کا باپ بھی گھوڑے سے اتر پڑا۔ تمام لشکری اور رئیس اور امیر بھی

گھوڑوں سے اتر کر پیادہ ہو گئے۔ طاریون نے بڑے ناز اور بڑے ادب سے باپ کو سلام کیا۔ باپ نے اسے اپنے سینہ سے لگالیا۔ اور استفسار حال کیا۔ طاریون نے کہا۔ "پیارے باپ! مجھے یرغون نے دھوکا سے گرفتار کرلیا۔ اور مسلمانوں کے لشکر میں لے گیا۔ وہ مسلمان ہو گیا۔ مجھے بھی اس خوف سے مسلمان ہونا پڑا۔ کہ کہیں مسلمان مجھے اپنی کنیز نہ بنالیں۔ مسلمانوں کو مجھ پر اور یرغون پر جب اطمینان ہو گیا۔ تو ہمیں کفرتوتا میں بھیج دیا۔ میں عرصہ سے نکل بھاگنے کی فکر میں تھی۔ ایک روز موقع مل گیا۔ بھاگ آئی۔"

اس کے باپ نے کہا۔ "اطمینان رکھ میں یرغون اور مسلمانوں سے تیری تکلیفوں کا بدلہ لوں گا۔ یہ ہم پر حضرت مسیح کا احسان ہے کہ تو پھر ہمارے پاس آگئی۔"

بادشاہ اور ملکہ طاریون گھوڑوں پر سوار ہوئے۔ اور سب لوگ بھی سوار ہو کر چلے۔ شہر میں پہنچے۔ طاریون کو دیکھنے کیلئے مرد عورتیں اور بچے اس کثرت سے آئے کہ راستے اور چھتیں ان سے پٹ گئیں۔ جب طاریون قصر میں پہنچی۔ تو شاہی خاندان کے تمام مرد۔ خواتین۔ بچے۔ اور کنیزیں اور غلام سب امنڈ آئے۔ طاریون سے مل کر سب روئے بھی اور خوش بھی ہوئے۔ سب نے طاریون کو اعلیٰ قدر مراتب نذریں گزاریں۔ تحفے دیئے۔ طاریون نے بھی سب کو انعامات تقسیم کئے۔ بادشاہ اور اس کے خاندان والوں نے نذریں دیں۔ نیازیں کیں اور بھوکوں کو کھانے کھلائے۔

ایک روز بادشاہ نے طاریون سے شہریاض کی کیفیت اور شہر راس العین کی حالت دریافت کی۔ طاریون نے مفصل واقعات بیان کئے۔ بادشاہ نے اس سے پوچھا۔ "تو مسلمانوں میں رہی ہے تونے دیکھا وہ کیسے لوگ ہیں۔ ان کے اخلاق کیسے ہیں۔ عبادت کا کیا حال ہے؟

طاریون نے جواب دیا۔ "اے باپ! میں نے مسلمانوں میں عدل و راستی پائی۔ وہ عدالت کرتے ہیں۔ سچ بولتے ہیں۔ بڑے عبادت گزار اور پرہیزگار ہیں۔ اخلاق نہایت اچھے ہیں۔ برائی سے بھاگتے ہیں۔ دنیا کو برا کہتے اور برا سمجھتے ہیں۔ آخرت کے طالب ہیں۔ ان کا سونا۔ اٹھنا۔ مرنا جینا سب دین کے اور اللہ کے لئے ہے۔ دین کے لئے لڑتے اور دین پر ہی مرتے ہیں۔ ان میں اس قدر مساوات ہے کہ غلام و آقا میں کوئی فرق نہیں۔ افسروں میں کوئی شان امتیاز نہیں ہے۔ سب ایک ہی قسم کا لباس پہنتے ہیں۔ افسروں میں کوئی شان امتیاز نہیں ہے۔ تکلفات سے نفرت کرتے ہیں۔ سادہ زندگی بسر کرتے ہیں۔ سادہ کھانے کھاتے ہیں۔

لیکن میں ان باتوں کو اچھا نہیں سمجھتی۔ شریف اور رذیل میں ضرور فرق ہونا چاہیے۔ ماتحت سے افسر کی شان بالا ہونی چاہیے۔ میں دین مسیحی کو اچھا سمجھتی ہوں۔"

بادشاہ :۔ "بیٹی! وہ اپنے انہیں اوصاف کی وجہ سے ہر دلعزیز ہیں۔ انہیں وجوہات سے خلقت ان کی طرف رجوع کرتی ہے۔

طاریون :۔ پیارے باپ! میں نے منت مانی تھی کہ اگر میں عربوں کے ہاتھوں سے خلاصی پاکر اپنے باپ کے پاس پہنچ جاؤں گی۔ تو دو مہینے تک بیعہ یوحنا میں رہوں گی۔ عبادت و ریاضت کروں گی۔ رہبانیت کی زندگی بسر کروں گی۔ لذیذ غذائیں نہ کھاؤں گی۔ تکلفات کو ترک کردوں گی۔ جب تک یہ دو مہینے پورے نہ ہو جائیں گے۔ نہ میں کسی قربان گاہ میں جاؤں گی۔ نہ شراب پیوں گی۔ نہ سور کا گوشت کھاؤں گی۔ نہ آب معمودیہ (وہ پانی جس میں غسل دے کر یا جسے چھڑک کر کسی کو نصرانی بناتے ہیں۔ اسے بپتسما دینا بھی کہتے ہیں) سے غسل کروں گی۔ تاکہ دو مہینے کی عبادت و ریاضت سے میں پاک ہو جاؤں۔ اور جو گندگی مجھے مسلمانوں کے پاس رہنے سے لگ گئی ہے۔ وہ دور ہو جائے۔ پھر میں بتسمالوں گی۔ ماءمعمودیہ میں غسل کروں گی۔ اور لذیز غذائیں کھاؤں گی۔ شراب پیوں گی۔ صلیب اور صلبان کو مس کروں گی۔"

اس کے باپ نے کہا :۔ "بیٹی تجھے اختیار ہے جس طرح چاہے کر۔"

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ اس حیلہ سے طاریون کا یہ مقصد تھا کہ وہ شریعت اسلامیہ کے خلاف کوئی بات نہ کرے۔ چنانچہ وہ بیعہ یوحنا میں چلی گئی۔ اور اس کے ایک گوشہ میں اقامت اختیار کر کے یوقنا نے جو آنے کا وعدہ کیا تھا۔ ان کا انتظار کرنے لگی۔

اخلاط میں اسلامی سفارت

جب امیر عیاضؓ نے خالدؓ بن ولید وغیرہ کو اپنے پاس بلا لیا۔ تو انہیں طاریون کا وہ تمام واقعہ سنایا جو یوقنا نے ان سے بیان کیا تھا۔ اور ان سے مشورہ لیا۔ کہ کس طرح اس کی مدد کی جائے۔ خالدؓ نے کہا :۔ "خدا طاریون کی مدد کرے گا میری رائے یہ ہے کہ آپ اخلاط میں بوسیلوس کے پاس (اخلاط کے بادشاہ یعنی طاریون کے باپ کا نام بوسیلوس تھا) سفارت روانہ کریں۔ یوقنا کو بھیجئے۔ اور ان کے ساتھ ہمیں کر دیجئے۔ ہم لوگ وہاں پہنچ کر جو مناسب وقت

ہو گا۔ وہ کریں گے۔ کیونکہ عرب کی مشہور مثل ہے۔ "یعنی جو کچھ حاضر وقت دیکھتا ہے وہ غائب نہیں دیکھ سکتا۔ اللہ تعالیٰ ہر حال ہر وقت حاضر و ناظر ہے وہ عالم الغیب ہے۔ ہر شے پر قادر ہے۔ ہم پوشیدہ باتوں کو نہیں جانتے۔"

عیاضؓ نے کہا: "رائے مناسب ہے۔ بسم اللہ کرو۔ خدا پر بھروسہ رکھو اور روانہ ہو جاؤ۔" چنانچہ یوقنا کے ساتھ پینتیس مرد صحابہ جن میں خالدؓ بن الولید۔ عبدالرحمٰنؓ بن ابی بکر صدیق۔ معاذؓ بن جبل وغیرہ شامل تھے اور بیس مرد یوقنا کے معتمدوں میں سے کل پچپن آدمی روانہ کئے۔ یہ لوگ جب اخلاط کے دروازہ پر پہنچے۔ اور بوسطیوس کو ان کے آنے کی اطلاع ہوئی۔ تو اس نے انہیں قلعہ میں آنے کی اجازت دی۔ دروازہ یدلیس سے انہیں قلعہ میں داخل کیا۔ جب وہ دارالامارۃ کے قریب پہنچے تو ملک بوسطیوس کے خدام نے ان سے کہا: "رومی بادشاہوں کا یہ قانون ہے کہ ان کے سامنے ہتھیار لے کر کوئی شخص نہیں جا سکتا۔ لہٰذا تم ہتھیار ہمارے حوالہ کر دو۔" حضرت خالدؓ نے کہا: "ہم تمہارے بادشاہوں کے قانون کے پابند نہیں ہیں۔ ہمیں ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تلواریں رکھنے کا حکم دیا ہے۔ ہم ہتھیار نہیں دے سکتے۔" خدام نے بوسطیوس سے جا کر کہا۔ "کہ مسلمانوں کا جو وفد آیا ہے وہ ہتھیار نہیں دیتا۔" بوسطیوس نے کہا: "ان سے ہتھیار نہ لو۔ اور جس طرح وہ آنا چاہیں آنے دو۔ ہم ان کے ہتھیاوں سے ڈرتے نہیں ہیں۔" خدام نے انہیں معہ ہتھیاروں کے دربار میں جانے کی اجازت دے دی۔ مسلمان دربار میں داخل ہو کر بوسطیوس کے تخت کے سامنے پہنچے۔ انہوں نے بادشاہ کو سلام کیا۔ اور ان کے لئے جو کرسیاں بچھائی گئی تھیں انہیں ہٹا کر زمین پر نہایت بے تکلفی سے بیٹھ گئے۔ اس طرح جیسے شیر بیٹھے ہوں۔ سب نے تلواروں کے دستوں پر اس طرح ہاتھ رکھ لئے۔ کہ ضرورت کے وقت فوراً میان سے کھینچ لیں۔

رومیوں نے ان کی یہ کیفیت دیکھی تو کچھ مرعوب ہو گئے۔ بوسطیوس نے ایک ایسے مترجم کو بلایا جو ارمنی اور رومی دونوں زبانیں خوب جانتا تھا۔ اور اس کے ذریعہ سے گفتگو شروع ہوئی۔ راوی نے قدامہ کے ذریعہ سے روایت کی ہے کہ بوسطیوس اور صحابہ کے درمیان کوئی مترجم نہیں تھا بلکہ یوقنا رومی زبان میں گفتگو کر رہے تھے۔ لیکن واقدی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ مجھے معتبر ذریعہ سے روایت پہنچی ہے کہ گفتگو مترجم کے ذریعہ

سے شروع ہوئی۔ کیونکہ بوسطیوس ارمنی تھا اور ارمنی زبان جانتا تھا۔ یوقنا رومی تھے رومی زبان سے واقف تھے۔ ارمنی زبان نہ جانتے تھے۔

غرض ترجمان کے ذریعہ سے گفتگو شروع ہوئی۔ یوقنا نے نہایت نرمی سے حق سفارت ادا کرنا شروع کیا۔ انہوں نے کہا:۔ "اے ارمنی بادشاہ ہمیں جیش اسلام کے امیر نے جو سرزمین بدلیس میں مقیم ہیں آپ کے پاس دعوت اسلام کے لئے بھیجا ہے۔ ہم اپنا فرض ادا کرتے ہیں۔ خوب سمجھ لو۔ خدا ایک ہے۔ وحدہ لاشریک لہ ہے۔ یکتا ہے۔ بے مثل ہے۔ اس کی خدائی میں کوئی شریک نہیں۔ نہ کوئی اس کا مشیر ہے۔ نہ صلاح کار ہے۔ نہ بیٹا ہے۔ نہ بیوی ہے۔ وہ ان اتہامات سے پاک ہے۔ اس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی مبعوث کیا ہے ان کی رسالت کو مانو۔ خدا کی وحدانیت پر ایمان لاؤ۔"

بوسطیوس نے کہا:۔ "ہم اپنے مذاہب کو اچھا سمجھتے ہیں۔ اسے کسی حالت میں بھی نہیں چھوڑ سکتے۔"

یوقنا:۔ "تب جزیہ دو۔ اور ہماری حفاظت میں آجاؤ۔"

بوسطیوس نے غصہ میں آکر کہا۔ "ہم مرجائیں گے مگر یہ ذلت برداشت نہ کریں گے۔"

یوقنا:۔ "تب تلوار ہمارے اور تمہارے درمیان تصفیہ کردے گی۔"

بوسطیوس:۔ "تم ہمیں جنگ کی دھمکی دیتے ہو۔ نہیں جانتے کہ ہم لڑائی سے ڈرتے نہیں۔ ہم ارمنی ہیں۔ رومی نہیں۔ رومی بزدل ہیں۔ ہم بہادر ہیں۔ جب ہم سے مقابلہ ہو گا۔ تو جانو گے۔ کہ کن شیروں سے سابقہ پڑا ہے۔ ہم اپنی کمانوں سے وہ تیر چلاتے ہیں۔ جنہیں نشاب (ایک قسم کے نہایت خطرناک تیر) کہتے ہیں۔ عرب انہیں قاطع اسباب جانتے ہیں۔ اول تو خود میرے پاس ہی کافی لشکر ہے۔ اس کے علاوہ میں سطورس حاکم خوئی اور اسلاغورس حاکم مرج سے مدد طلب کروں گا۔ یہ دونوں بڑی قوت والے بادشاہ ہیں۔ ان کی مدد آتے ہی میں تم پر یورش کر کے تمہیں سرزمین جزیرہ سے نکال دوں گا۔ اور اب تک جو کچھ تم نے لیا ہے۔ وہ سب چھین لوں گا۔"

یوقنا:۔ "اگر تمہارا ارادہ لڑنے کے ہے تو تیاری کرو۔ ہمیں اجازت دو۔ تاکہ تمہارا پیغام اپنے امیر کو پہنچادیں۔"

بوسطیورس:۔ "تم ہمارے مہمان ہو۔ آج کی شب قیام کرو۔"

یوقنا اور خالدؓ تو خدا سے یہی چاہتے تھے۔ وہ تیار ہو گئے۔ بوسطیوس نے انہیں ایک عالیشان قصر میں ٹھہرایا۔ اور خود طاریون کے پاس بیعہ یوحنا میں گیا۔ اور اس کے پاس جا کر اپنی اور یوقنا کی تمام گفتگو بیان کی۔ طاریون نے دریافت کیا۔ "کون لوگ آئے ہیں۔"

بوسطیوس نے جواب دیا: "کوئی بھی انہیں جانتا کہ وہ کون ہیں۔ سب کا ایک ہی سا لباس ایک ہی وضع قطع ہے۔"

طاریون:۔ "میں دیکھوں تو شاید پہچان لوں۔ وہ لوگ کہاں ہیں؟"

بوسطیورس:۔ "آج کی رات میں نے انہیں روک لیا۔ اور فلاں قصر میں ٹھہرایا ہے۔"

طاریون:۔ "اگر تم اجازت دو تو میں ان سے باتیں کر کے معلوم کروں کہ کون لوگ ہیں اگر وہ مسلمانوں کے سرداروں میں سے ہیں تو مناسب یہ ہے۔ کہ انہیں گرفتار کر لیا جائے۔ اور مسلمانوں کے سپہ سالار کے پاس کہلا بھجا جائے۔ کہ اگر تم نے ہمارے قلعہ کا رخ کیا۔ تو ہم تمہارے آدمیوں کو قتل کر ڈالیں گے۔ یقین ہے مسلمان اس قلعہ کا رخ نہ کریں گے۔"

بوسطیورس:۔ "قرۃ العین تیرا مشورہ نہایت مناسب معلوم ہوتا ہے۔ تو اس دیرانہ بیعہ کو چھوڑ دے عملرا کے بیعہ میں قیام کر۔ تیرا مقصد عبادت کرنا ہے۔ عبادت وہاں بھی ہو سکتی ہے۔ اور تو مسلمانوں کو دیکھ کر اور ان سے گفتگو کر کے بتانا ہو کون لوگ ہیں۔"

طاریون:۔ "جب تک اس بیعہ کا پادری اجازت نہ دے۔ یہاں سے کیسے جا سکتی ہوں۔"

بوسطیورس نے اس بیعہ کے پادری کو بلایا۔ جب وہ آیا تو باپ بیٹی دونوں اس کی تعظیم کیلئے جھک گئے۔ بوسطیورس نے پادری سے اجازت چاہی کہ طاریون کو شاہی بیعہ میں جانے دے۔ پادری نے طاریون سے کہا: "بیٹی میں نے مسیح سے تیرے گناہوں کی بخشش کی درخواست کر کے معاف کر دیئے ہیں۔ اب تو گنہگار نہیں رہی بلکہ اس طرح معصوم ہو گئی ہے۔ جس طرح بچہ ماں کے پیٹ سے نکلا ہوا ہوتا ہے۔ جہاں تیرا جی چاہے رہ اور جو چاہے کر۔"

طاریون بہت خوش ہوئی۔ اپنے باپ کے ساتھ وہاں سے چلی اور اس مکان میں آئی۔ جس میں مسلمان فروکش ہوئے تھے۔ بوسطیورس کے ساتھ جس قدر خدام اور امیر و رئیس تھے وہ سب قصر کے باہر ہی رہ گئے۔ صرف طاریون اور بوسطیورس اندر گئے۔ مسلمانوں نے ان کا احترام کیا۔ یوقنا طاریون کو دیکھ کر خوش ہو گئے۔ طاریون نے یوقنا سے گفتگو شروع کی۔ اس نے کہا: "اے سردار! میرا باپ تم سے واقف نہیں ہے نہ تمہارے حالات جانتا ہے۔ وہ مزاج کا بھی ذرا سخت ہے۔ خدا کی قسم تم لوگوں نے میرے ساتھ بڑا احسان کیا ہے۔ میں اس احسان کا بدلہ دینا چاہتی ہوں۔ میں جس مصلحت سے یہاں آئی ہوں۔ وہ تم پر ظاہر ہو جائے گا۔ میں نے تمہیں سب کو پہچان لیا ہے۔ اب میں اپنے باپ کو تمہارے حال سے خبردار کر دوں گی۔"

اس قدر گفتگو کر کے طاریون اپنے باپ کے ساتھ قصر شاہی میں آئی۔ اور اپنے باپ سے بولی: "اے باپ مژدہ ہو میں ان لوگوں کو پہچانتی ہوں۔ یہ سب معزز اور قوم کے سردار ہیں۔ جس شخص سے میں نے گفتگو کی تھی۔ اگرچہ اس نے بھی لباس عربی پہنا ہوا تھا۔ لیکن اس کی ہیئت کذائی رومیوں جیسی ہے۔ وہ یوقنا ہے۔ حلب کا بادشاہ۔ جو حضرت مسیح کی درگاہ سے راندہ گیا ہے۔ مسلمان ہو کر مسلمانوں کی مدد کرتا ہے۔ حضرت مسیح نے ان لوگوں کو ہماری طرف بھیجا ہے۔ تم انہیں اسی قصر میں بلا لو۔ تاکہ موقع اور وقت دیکھ کر انہیں گرفتار کر لو۔"

بوسطیورس نے اس بات کو پسند کیا۔ اس نے چند معتمدوں کو بھیج کر تمام مسلمانوں کو اپنے خاص قصر میں بلا لیا۔ اور ایک علیحدہ حصہ میں انہیں ٹھہرا دیا۔

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے۔ کہ طاریون کے واپس آنے اور عیسوی مذہب پھر اختیار کرنے کی خبر بوسطیوس کے فوجی افسروں۔ ملکی اہلکاروں اور دوسرے شہر کے رئیسوں اور امیروں کو پہنچی۔ وہ سب بادشاہ کو مبارکباد دینے اور طاریون کو بہ سلامت واپس آنے کی تہنیت کی غرض سے شہر اخلاط میں آئے۔ اور اس روز پہنچے جس روز طاریون قصر شاہی میں آ گئی تھی۔ اور اس نے مسلمانوں کو وہیں بلوا لیا تھا۔ ان کے آنے سے طاریون اور بادشاہ خوش ہوئے۔ ان کی دعوت کی گئی۔ طاریون نے اپنے باپ سے کہا۔ "کہ اس موقع پر مسلمانوں کو بھی مدعو کرو۔ اور انہیں کھانے میں بھنگ یا اور کوئی نشیلی چیز کھلا دو جب وہ مدہوش

ہو جائیں تو انہیں گرفتار کرلو۔" طاریون کی اس رائے کو بو سطیورس نے بہت پسند کیا۔ دونوں رات کو صحابہؓ کے پاس پہنچے اور انہیں اگلے روز رات کے وقت کھانا کھانے کے لئے مدعو کیا۔

جب صبح ہوئی تو بو سطیورس امورات ملکی میں مصروف ہوا تو طاریون تنہا صحابہ کرام کے پاس پہنچی۔ اور یوقنا سے نہایت رازداری کے ساتھ کہنے لگی۔ میرے باپ نے تمہاری گرفتاری کی تجویز کی ہے۔ جب رات کو میں اور میرا باپ تمہارے پاس آویں۔ تو تم اسے فوراً گرفتار کرلینا۔" مسلمانوں نے اس کا شکریہ ادا کیا وہ اسی وقت واپس چلی گئی۔ شام کو اپنے باپ کے ساتھ آئی۔ مسلمانوں نے اس کے باپ کو گرفتار کرنے کا قصد کیا۔ لیکن طاریون نے آنکھوں کے اشارہ سے انہیں منع کر دیا۔ اور وہ رک گئے۔ تھوڑی دیر باتیں کرنے کے بعد طاریون اور بو سطیوس دونوں وہاں سے رخصت ہو کر محلسرا خاص میں گئے۔ بو سطیورس نے طاریون سے کہا:۔ "جان پدر! تو نے جو مسلمانوں کے گرفتار کرنے کا مشورہ دیا ہے وہ اگرچہ نہایت مناسب ہے۔ لیکن میں اسے اس لئے اچھا نہیں سمجھتا۔ کہ شاہان ارمنی میں سے کسی نے بھی آج تک سفیروں کو قید نہیں کیا ہے۔ اگر میں نے انہیں قید کرلیا تو ساری دنیا میں بدنام ہو جاؤں گا۔ میں ان عربوں سے مطلق بھی نہیں ڈرتا ہوں۔ میں نے یہ تجویز سوچی ہے کہ اپنی مملکت کے تمام شہروں اور قلعوں کے افسروں کو معہ لشکروں کے طلب کرلوں۔ ان سے عہد لوں کہ وہ ہمیشہ تیری اطاعت کریں۔ کبھی تیری مخالفت نہ کریں۔ تجھے اور تمام خزانہ کو اور ان تمام چیزوں اور سامان کو جو بیش بہا ہیں۔ اور جن کے ضائع ہو جانے سے نقصان کا اندیشہ ہے۔ قلعہ پرقوس میں بھیجدوں۔ کچھ لشکر وہاں حفاظت کیلئے متعین کردوں۔ وہ قلعہ تمام قلعوں میں مضبوط و مستحکم اور وسیع و عالیشان ہے۔

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ یہ وہ قلعہ ہے جو وسط بحیرہ ارجس میں واقع ہے۔ بو سطیورس نے طاریون سے یہ بھی کہا۔ کہ "تو اس وقت ان سفیروں کو رخصت کر دے۔" طاریون نے کہا: "اے باپ! تم نے عربوں کی جنگ نہیں دیکھی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ تمہارا لشکر ان کا مقابلہ ہرگز نہ کرسکے گا۔ وہ بڑے بڑے بادشاہوں کو شکست دے چکے ہیں۔"

بو سطیورس:۔ "مجھے سب معلوم ہے میں نے بادشاہ درخشیل کے پاس جوارزن الروم

کا زبردست فرمانروا ہے اپنے سفیر کی مدد کے لئے بھیجا ہے۔ اس کا بیٹا تیری بہن فارونہ پر فریفتہ ہے۔ میں نے اسے لکھا ہے کہ میں فارونہ کا عقد اس کے بیٹے کے ساتھ کر دوں گا۔ بشرطیکہ وہ خود معہ لشکر کے میری مدد کو آئے اور مسلمانوں کی بلا کو میرے ملک سے دور کر دے۔ یقین ہے وہ ضرور آئیگا۔ اور اپنے ساتھ زیادہ سے زیادہ لشکر لائے گا۔"

طاریون:۔ "یہ تدبیر نہایت مناسب ہے لیکن میرا کہنا مانئے اور ان عربوں کو یہاں سے نہ جانے دیجئے۔

بوسطیورس:۔ "بیٹی! اگر میں انہیں گرفتار کرلوں گا۔ تو عیسائی دنیا یہ کہے گی۔ کہ میں نے مسلمانوں سے ڈر کر ان کے سفیروں کو گرفتار کرلیا۔ اس سے میں سبک سر ہو جاؤں گا۔ میرا ارادہ مسلمانوں سے جنگ کا ہے۔ مسیح نے چاہا تو میں ان کے امیر کو میدان جنگ میں گرفتار کروں گا۔"

راوی نے بیان کیا ہے کہ طاریون یہ نہ چاہتی تھی کہ مسلمان اخلاط سے چلے جائیں۔ کیونکہ وہ شہر ان کے قبضہ میں دلا دینے کی فکر میں تھی۔ اس نے پھر کہا: "اچھا اگر آپ کا ارادہ انہیں گرفتار کرنے کا نہیں ہے۔ تو نہ کیجئے لیکن جب تک ارزن الروم کا بادشاہ درخشیل اپنی فوجیں لے کر آئے۔ اس وقت تک انہیں بلطائف الحیل روکے رکھئے۔ تاکہ مسلمان جنگ شروع نہ کر دیں۔ جب درخشیل اور وہ لوگ جنہیں تم نے مدد کے لئے طلب کیا ہے آ جاویں تو تم انہیں چلتا کر دینا اور ان کے پیچھے ہی اپنے لشکر لے جانا۔ تاکہ اچانک مسلمانوں پر حملہ کر کے انہیں ہزیمت دے سکو۔"

بوسطیورس:۔ "یہ رائے مناسب ہے۔ میں عربوں کے امیر کے پاس قصد بھیج کر کہلائے دیتا ہوں۔ کہ تمہارے سفیر ہمارے پاس عزت و احترام کے ساتھ مقیم ہیں۔ عنقریب ہمارے یہاں عید ہونے والی ہے۔ اس موقع پر قرب و جوار کے تمام عقلا۔ راہب اور امراء آویں گے۔ ان سے مشورہ کر کے تمہاری باتوں کا جواب دیا جائے گا۔ اگر وہ سب صلح پر متفق ہو جائے تو جزیہ کی ادائیگی پر صلح کرلی جائے گی۔ جنگ پر متفق ہوئے تو جنگ کی جائے گی۔ پھر ہم میدان لطان میں اپنے لشکر جمع کریں گے۔ وہ میدان نہایت وسیع ہے۔ اور وہیں لڑیں گے مجھے یقین ہے ہم ان پر فتح یاب ہوں گے۔ اور ان سے وہ تمام شہر اور قلعے چھین لیں گے۔ جنہیں اب تک وہ فتح کر چکے ہیں۔ اس وقت ہم ایسے زبردست بادشاہ ہو جاویں گے کہ کوئی

ہمارا مقابلہ نہ کر سکے گا۔

طاریون:۔ "جو مناسب سمجھیں کریں۔"

طاریون اپنے محل میں چلی گئی۔ جب رات ہوئی۔ اور قصر کے تمام دروازے بند ہو گئے۔ تو طاریون خفیہ دروازہ سے صحابہ کے پاس آئی۔ اور ان سے اپنے باپ کی تجویز من و عن بیان کر دی۔ حضرت خالدؓ نے واقعات سن کر یہ دعا مانگی۔ "اے اللہ ہمارے کاموں کو بغیر کسی دشواری کے آسان کر دے۔" پھر انہوں نے کہا: "اللہ تعالیٰ جس کام کے کرنے کا قصد کرتا ہے اس کے اسباب پہلے ہی مہیا کر دیتا ہے۔" یوقنا نے کہا: "میں مانتا ہوں کہ یہ درست ہے لیکن آپ نے ملک بوسطیورس کی تجویز سے کیا نتیجہ نکالا ہے۔

خالدؓ:۔ "جو کچھ ہونے والا ہے اسے تو خدا ہی جانتا ہے لیکن میں نے یہ سمجھا ہے کہ تمام سرداروں اور دوسرے شہر کے حاکموں اور ارزن الروم کے بادشاہ کے یہاں جمع ہونا حکمت خداوندی کے مطابق ہے تاکہ جب وہ سب لوگ آجاویں تو ہم ان پر کسی طرح قبضہ کر لیں۔ اور پھر صرف یہی شہر اخلاط نہیں بلکہ وہ تمام شہر بھی ہمارے قبضہ میں آجاویں گے۔ جن کے والی یہاں آکر جمع ہوں گے۔ ہمیں اس وقت تک صبر کرنا چاہئے۔"

طاریون:۔ "واللہ آپ کا خیال صحیح معلوم ہوتا ہے کیونکہ میرے باپ کا ارادہ مجھے ولی عہد مقرر کرنے کا ہے۔ جو والیان شہر آویں گے خود میرے پاس ہی ٹھہریں گے۔ جب بیعہ میں یہ لوگ میری ولی عہدی پر حلف اٹھانے کے لئے جمع ہوں گے تب شاید تم سب ان پر حملہ کر کے انہیں آسانی سے مغلوب کر لو اور پھر ان کے شہروں کے مالک ہو جاؤ۔"

اس گفتگو کے بعد طاریون چلی گئی۔ کسی کو بھی اس کے آنے جانے کی اطلاع نہ ہوئی۔

طاریون کی ولی عہدی

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ مجھے صالح بن عمران نے ان سے عبدالرحمن بن الحسن نے اور ان سے اس شخص نے جو خالدؓ کے ساتھ اخلاط میں تھے روایت کی ہے کہ ملک سطیورس نے اپنے سفیر فراہمی لشکروں کیلئے بھیجدیئے۔ یہ لوگ حاضر ہونے شروع ہو گئے۔ درخشیل بھی معہ اپنے بیٹے کے وہاں آگئے۔ یہ سب لوگ زیادہ سے زیادہ لشکر اپنے

ساتھ لائے تھے۔ وہ اس رات کو جس کی صبح کو ان کی عید تھی بیعہ یوحنا میں جمع ہوئے۔ اس بیعہ کو اس روز اس قدر آراستہ کیا گیا تھا۔ کہ عروس نو سے بھی بڑھ گیا تھا۔ بڑے بڑے قیس۔ رہبان۔ پادری اور اہل الرائے جمع ہوئے۔ ننیں بھی آئیں۔ زیادہ تر ننیں نوعمر اور خوبصورت تھیں۔ سب سے پہلے نماز پڑھی گئی۔ فتح کی دعا مانگی گئی۔ پھر قربانیاں کی گئیں۔ ان مذہبی امور سے فراغت کر کے بوسلیورس تخت پر بیٹھا۔ اس کے داہنی طرف ملکہ طاریون بیٹھی۔ ایک تو وہ تھی ہی ماہ پیکر اور پری چہرہ دوسرے اس روز اس نے اپنا بہترین لباس پہنا تھا۔ جواہرات کے زیوارت میں جگمگا رہی تھی۔ اور بھی خوبصورت معلوم ہو رہی تھی۔ نوجوان للچائی ہوئی نظروں سے اسے دیکھ رہے تھے۔ بوسلیورس نے سب سے مخاطب ہو کر کہا: "مسیحی رہنماؤ! تمہیں معلوم ہے کہ عربوں نے ہمارے ملک پر چڑھائی کر دی ہے۔ ان کے سفیر آئے ہیں وہ تین باتیں کہتے ہیں یا تو مسلمان ہو جاؤ یا جزیہ دو یا لڑو۔ نہ ہم مسلمان ہو سکتے ہیں۔ نہ جزیہ دے سکتے ہیں۔ اس لئے لڑائی یقینی ہے۔ میرے کوئی بیٹا نہیں ہے جسے میں اپنا ولی عہد مقرر کروں۔ صرف دو بیٹیاں ایک طاریون اور دوسری فارونہ ہیں۔ ان دونوں بیٹیوں میں طاریون خوبصورت۔ بہادر۔ دانشمند اور اصول سیاست و حکومت سے خوب واقف ہے۔ میرا ارادہ یہ ہے کہ میں اپنی نور چشمی طاریون کو اپنا ولی عہد بناؤں۔ تمہاری سب کی اس میں کیا رائے ہے۔" سب نے کھڑے ہو کر کہا: "بادشاہ کی یہ رائے نہایت مناسب ہے۔"

بوسلیورس نے: "تم کسی وقت یہ خیال کر کے کہ ایک عورت کی اطاعت کیوں کریں۔ اس کے خلاف تو نہ ہو جاؤ گے۔

سب نے: "ہم بحلف کہتے ہیں کہ ملکہ طاریون کی اطاعت سے کبھی باہر نہ ہوں گے۔"

بوسلیورس اسی وقت اٹھ کھڑا ہوا۔ راہبوں نے انجیل مقدس کی آیتیں پڑھنی شروع کیں۔ بوسیلورس نے اپنے سر سے تاج اتار کر ملکہ طاریون کے خوبصورت سر پر رکھ دیا۔ تاج نے اس کے حسن کو اور چمکا دیا۔ طاریون کو تخت پر بٹھایا گیا۔ اس کے داہنی طرف بوسلیورس اور بائیں طرف درخشیل جوارزن الروم کا بادشاہ تھا کھڑے ہوئے۔ ننوں نے سریلے انداز میں ایک گیت گایا۔ اس کے بعد پادریوں نے تمام حاضرین سے عہد وفاداری لیا۔ اسی مجمع میں طاریون کی بہن فارونہ کا عقد درخشیل کے بیٹے سے ہو گیا۔ پھر وہ سب بیعہ

سے نکل کر طاریون کے جلو میں چل کر اس کے قصر میں پہنچے۔ دعوت کا وہیں انتظام کیا گیا۔ وہیں کھانا کھایا۔ طاریون نے سب کو علی قدر مراتب خلعتیں عطا کیں۔ شہر کی آراستگی کا حکم دیا۔ حوالی شہر میں مہمانوں کے کیمپ قائم کرائے۔ اور سب کو مسلمانوں سے جنگ کرنے پر آمادہ کیا۔

عیاضؓ بن غنم کا اضطراب

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ اسرائیل بن اسحاق نے ابی الاخوض سے بیان کیا ہے کہ عیاض بن غنم یوقنا اور خالدؓ کو معہ ان کے ساتھیوں کے ملک آرمینیہ کے شہر اخلاط کی طرف روانہ کر کے ان کے حالات معلوم کرنے کا انتظار کر رہے تھے۔ چونکہ وہ سفارت پر بھیجے گئے تھے۔ اس لئے خیال یہ تھا۔ کہ دو چار ہی روز میں واپس آجاویں گے۔ مگر خلاف توقع انہیں زیادہ عرصہ لگ گیا۔ اور ان کی کوئی خبر نہ آئی۔ تو عیاضؓ کو بڑا اضطراب لاحق ہوا۔ طرح طرح کی بدگمانیاں ہونے لگیں۔ خوف ہوا۔ کہ کہیں انہیں والی اخلاط نے ہلاک نہ کر ڈالا ہو۔ چنانچہ عیاضؓ معہ تمام لشکر کے یدلیس سے روانہ ہو کر ارزن کے نواح میں جا اترے۔ اور جاسوسوں کو اخلاط میں حضرت خالدؓ کی خبر لانے کے لئے بھیجا۔ یہ جاسوس ایک دن غائب رہے۔ اگلے دن واپس آکر انہوں نے بیان کیا کہ بوسطیورسؔ نے اپنی بیٹی ملکہ طاریون کو اپنا ولی عہد مقرر کیا ہے اور اس کے سر پر تاج رکھ دیا ہے۔ اخلاط کے ملحقہ قلعوں اور شہروں کے حاکم اور فوجی افسر اور ارزن کا بادشاہ سب اخلاط میں جمع ہوئے ہیں۔ شہر خوب آراستہ کیا گیا ہے کیونکہ ارزن کے بادشاہ کے بیٹے کا عقد ملکہ طاریون کی بہن فارونہ کے ساتھ ہوا ہے۔ شہر میں دور دور سے فوجیں آآکر جمع ہو گئی ہیں۔ ان کا ارادہ تم سے جنگ کرنے کا ہے۔ لیکن وہ خالد اور یوقنا کی کوئی خبر نہیں لائے۔ عیاضؓ نے یہ باتیں سن کر کہا: "یعنی نہیں ہے خوف اور قوت مگر ساتھ اللہ کے۔" مسلمان یہ اندیشہ ناک کلمہ اپنے سردار کی زبان سے سن کر ان کے گرد آگئے۔ اور واقعات دریافت کرنے لگے۔ انہوں نے جاسوسوں سے جو کچھ سنا تھا بیان کر کے کہا: "خالدؓ اور ان کے ہمراہیوں کے واقعات معلوم نہیں ہوئے۔ مجھے خوف ہے کہیں وہ کسی مصیبت میں مبتلا نہ ہو گئے ہوں۔" مسلمانوں نے انہیں تسلی دی اور کہا: "خوف اور فکر نہ کرو۔ وہ خدا کے کام کیلئے گئے ہیں۔ خدا ان کی حفاظت اور مدد کرے گا۔"

لیکن عیاضؓ کو اتنا غم اور پریشانی ہوئی کہ وہ بیمار ہو گئے۔ دس روز تک وہیں مقیم رہے۔ لوگ ان کی عیادت کو آنے لگے۔ عیاضؓ نے مسلمانوں سے کہا: "جب خدا اپنے کسی بندہ کے حق میں کوئی امر خیر کرتا ہے تو اس کی نشانی یہ ہے کہ لوگ اس کی زیارت کو آنے لگتے ہیں۔ میری عیادت کو آنے کے یہی معنے ہیں۔"

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ جب عیاضؓ بن غنم کو صحت ہوئی۔ تو ایک روز وہ مخصوص صحابہ کو ساتھ لے کر ہوا خوری کے لئے چلے۔ اس وقت بھی وہ حضرت خالدؓ اور ان کے ساتھیوں کی وجہ سے رنج و قلق میں گرفتار تھے۔ دفعتہ سعیدؓ بن زید جو خالدؓ بن الولید کے ہمراہ اخلاط میں گئے تھے۔ دوڑتے ہوئے آئے اور دور ہی سے پکارے۔ "اے دین کے مددگار چلو چلو۔" عیاضؓ دوڑ کر ان کے پاس پہنچے۔ اور دریافت کیا: "اے بیٹے زید کے تمہارے پیچھے کیا حال ہے۔" سعیدؓ نے کہا۔ "ہلاکت اور نیستی ہے۔ اے امیر جلد خالدؓ اور ان کے ساتھیوں کی مدد کو پہنچو۔ کیونکہ وہ سب ورطہ ہلاکت میں پھنس گئے ہیں۔"

امیر عیاضؓ:۔ "آخر ماجرا کیا ہے؟"

سعیدؓ:۔ "طاریون کو اس کے باپ نے اپنے ولی عہد مقرر کیا تھا دور وہ نزدیک کے تمام قلعہ دار اپنی اپنی فوجیں لے لے کر آئے تھے۔ ارزن کا بادشاہ درخشیل بھی آیا تھا۔ ملکہ طاریون نے موقع پا کر اپنے باپ کو قتل کر ڈالا۔ اور دھوکہ سے اپنے باپ کی طرف سے قلعداروں کو محل میں طلب کیا۔ کچھ لوگ آ گئے کچھ اس وقت نہ آ سکے۔ ملکہ نے ان لوگوں کو بھی جو محل میں آ گئے تھے قتل کرا دیا۔ اور جو باقی رہ گئے تھے ان کی فکر میں مشغول ہوئی۔ لیکن اس کے معتمد خادموں اور غلاموں میں سے بعض نے قتل و خونریزی کے ان واقعات کو ان قلعداروں سے جو باقی رہ گئے تھے بیان کیا۔ یہ سنتے ہی وہ لوگ بھڑک اٹھے اور آمادہ بجنگ ہو کر ملکہ کے مقابلہ پر آئے۔ ملکہ نے اسی وقت خالدؓ یوقنا اور ان دونوں کے ساتھیوں کو ہمراہ لیا۔ اور اپنے باپ کے لشکر کو بھی ساتھ لے لیا۔ اور میدان میں نکل کر لڑنے لگی۔ طاریون کی فوج بہت کم تھی۔ دشمن کی فوجیں بہت زیادہ تھیں۔ وہ ہم پر ٹوٹ پڑے۔ چاروں طرف سے حملے کرنے اور کہنے لگے۔ "تم یہ سمجھتے تھے کہ مسیح تمہارے کرتوت سے واقف نہیں ہیں۔ وہ تمہارے گناہوں کی تمہیں سزا نہ دیں گے۔ اب تم صلیب برداروں کے قابو میں ہو۔ پکارو کسے اپنی مدد کے لئے پکارتے ہو۔" انہوں نے نہایت سخت حملہ کیا۔ ہم نے مدافعت

میں جان لڑا دی۔ بڑی خونریز جنگ ہوئی۔ ہمارے گرد لاشوں کے ڈھیر لگ گئے۔ ہم نے اس قدر قتال کیا کہ دشمنوں کی صفیں کی صفیں بچھادیں۔ واسطہ خدا کے تھی خالدؓ اور عبدالرحمنؓ کی نیکو کاری۔ اس بہادری اور پھرتی سے لڑے کہ دلیران رومن کی لاشوں سے زمین کو پاٹ دیا۔ صبح سے دن چھپے تک لڑائی ہوتی رہی۔ رات کو دونوں فریق جدا ہوئے۔ ساز حرب بدن سے کھول کر رکھے۔ درخشیل نے طاریون کے باپ کی فوج اور افسروں کو خفیہ پیغامات بھیجے کہ طاریون مسلمان ہے اور وہ اخلاط اور دوسرے شہروں پر مسلمانوں کا قبضہ کرا دینا چاہتی ہے۔ تم ہم سے جنگ کر کے گنہگار نہ بنو۔ چنانچہ رات کو تمام لشکر طاریون کا اس سے جدا ہو کر درخشیل سے جاملا۔ صرف غلاموں اور خادموں کے چند نفوس ملکہ کے پاس رہ گئے۔ ملکہ اپنی تدبیروں سے پھر بھی باز نہ آئی۔ اس نے ارمنی افسروں کے پاس یہ پیغام بھیجا۔ کہ رومی عربوں کو قتل کرنا چاہتے تھے۔ یہ عرب سفیر تھے۔ میں نے انہیں قتل کرنے سے اس لئے منع کیا کہ سفیروں کو قتل کرنا بڑی سبکی اور بدنامی کی بات ہے انہیں چھوڑ دو۔ اور جانے دو۔ لیکن رومیوں نے نہ مانا۔ دراصل وہ عربوں کو قتل کر کے دنیا بھر کے مسلمانوں کو تمہارا دشمن بنا دینا چاہتے تھے۔ وہ یہ بھی چاہتے تھے کہ مسلمانوں کو قتل کر کے رومنوں کے معزز لوگوں کو مار ڈالیں۔ اور اخلاط کے خود مالک ہو جائیں۔ مجھے یہ باتیں معلوم ہو گئیں۔ میں نے حکمت عملی سے رومی سرداروں کو اپنے پاس بلا کر انہیں قتل کر ڈالا۔ کچھ لوگ باقی رہ گئے۔ انہوں نے فتنہ شروع کر دیا۔ تم ان کا ساتھ نہ دو۔ ورنہ وہ تمہیں تباہ کر دیں گے۔ چنانچہ ملکہ کا یہ افسوں چل گیا۔ پانچ ہزار رومن ملکہ کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو گئے۔ صبح کو جب لڑائی شروع ہوئی۔ تو میں بھاگ کر یہاں خبر پہنچانے کے لئے آیا ہوں۔"

عیاضؓ بن غنم ان باتوں کو سنتے ہی لشکر گاہ میں آئے۔ منادی والوں نے پکار دیا۔ کہ تمام مسلمان مسلح ہو کر چلیں۔ جلدی جلدی لشکر موحدین مسلح ہو کر روانہ ہوا۔ عیاضؓ بن غنم کو کیونکہ اخلاط میں پہنچنے کی جلدی تھی اس لئے باگیں اٹھائے گھوڑا دوڑائے چلے جا رہے تھے۔ تمام مسلمان گھوڑے دوڑائے اڑے جا رہے تھے۔ یہاں تک محاذ جنگ پر جا پہنچے۔ وہاں جاتے ہی مسلمانوں نے اس زور سے تکبیر کہی کہ زمین لرز گئی۔ پہاڑ گونج گئے۔ قلعہ تھرا گیا۔ عیسائی کانپ اٹھے۔

اخلاط کی فتح

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ اس روز رومیوں نے ملکہ طاریون پر نہایت شدت سے حملہ کیا تھا۔ یوقنا۔ حضرت خالدؓ۔ عبدالرحمن بن ابی بکر صدیق اور معاذؓ بن جبل اور دوسرے تمام مسلمان بڑی دلیری سے لڑ رہے تھے۔ ان کی تلواریں عیسائیوں کو بے دریغ قتل کر رہی تھیں۔ لاشوں پر لاشیں گر رہی تھیں۔ خالدؓ اور ان کے ساتھی قتل کرتے کرتے تھک گئے تھے۔ ان کی قوت جواب دے چکی تھی اور وہ ہلاکت کے قریب پہنچ گئے تھے۔ دفعتہ امیر عیاضؓ اور ان کا لشکر پہنچ گیا۔ ان تازہ دم مسلمانوں نے جاتے ہی اس زور سے حملہ کیا کہ رومیوں کی صفیں زیر و زبر ہو گئیں۔ ہر مسلمان خونخوار شیر بن گیا۔ بڑی بیبناک جنگ شروع ہوئی۔ تلواریں اس زور سے چل رہی تھیں جیسے آندھی تلواروں کو ٹکرا رہی ہو۔ سر کٹ کٹ کر اچھل رہے تھے۔ غبار اس قدر بلند ہوا تھا کہ دونوں لشکر اس کے اندر چھپ گئے تھے۔ مسلمانوں نے قتال کر کے اپنے خدا کو راضی کیا۔ اس قدر رومیوں کو قتل کیا کہ بہت کم لڑائیوں میں اتنے مارے گئے تھے۔ رومی دب کر پیچھے ہٹ گئے۔ لڑائی کا زور کم ہو گیا۔ جب غبار چھٹا تو معلوم ہوا۔ کہ ایک سو بیس بدو عرب شہید ہوئے ہیں۔ معاذ بن جبل کا بیٹا بے اس ہنگامہ میں گم ہو گیا تھا۔ لوگوں نے تلاش شروع کی۔ یہاں تک کہ رات ہو گئی۔ معاذؓ کچھ آدمیوں کے ساتھ اپنے بیٹے کو ڈھونڈ رہے تھے۔ جب مقام مغمہ پر پہنچے تو وہاں انہیں اپنا بیٹا خاک و خون میں غلطاں ملا۔ وہ بری طرح مجروح تھا۔ عیاذؓ اسے اپنے خیمہ پر اٹھا لائے۔ فوراً اس کی تیمارداری شروع کی۔ تمام رات دیکھ بھال کرتے رہے لیکن اسے افاقہ نہ ہوا۔ اگلے روز دوپہر کے قریب اس کی حالت خراب ہو گئی۔ بہت سے مسلمان اس کی بالیں پر بیٹھے تھے۔ عیاضؓ بن غنم کے بھائی عبدالرحمنؓ بن غنم کہتے ہیں کہ میں اس کی حالت زار دیکھ کر ضبط نہ کر سکا۔ بلند آواز سے رونے لگا۔ اس لڑکے نے آنکھیں کھولیں اور کہا۔ "چپ رہو۔ یہ غزوہ ان تمام غزوات سے جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ہو کر کئے بہت زیادہ عزیز ہے۔ کیونکہ میں اپنی مراد کو پہنچا۔ میں وہ دیکھ رہا ہوں۔ جو تم نہیں دیکھتے۔" معاذؓ نے کہا۔ "اے بیٹے تو اپنے پروردگار سے ملاقات کرنے والا ہے۔" چنانچہ ظہر

کے وقت اس نے وفات پائی۔ اس وقت لوگ ظہر کی نماز پڑھنے گئے تھے۔ چند لوگ معاذؓ کے پاس موجود تھے۔ معاذؓ نے اسے انہیں کپڑوں میں جسے پہنکر وہ شہید ہوا تھا نماز جنازہ پڑھ کر دفن کر دیا۔ جب وہ تدفین سے فارغ ہوئے تو لوگ آئے اور کہنے لگے۔ "اے معاذؓ تم نے اتنی دیر کیوں نہ انتظار کیا کہ ہم بھی جنازہ کی نماز میں شریک ہو جاتے۔ معاذؓ نے کہا: "میت کی تدفین میں تاخیر اور انتظار کرنا سنت نبوی کے خلاف ہے۔ ایام جاہلیت میں ہم ایسا کیا کرتے تھے۔"

معاذؓ اپنے خیمہ پر آئے۔ وضو کیا۔ سر اور داڑھی دھوئی۔ لباس پہنا۔ سرمہ لگایا۔ اسی وقت عیاضؓ بن غنم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اگرچہ ان کا دل بیٹے کی موت سے سخت اذیت اٹھا رہا تھا۔ لیکن ان کے لبوں پر تبسم تھا۔ تکبیریں کہہ کر اپنے دل کو تسلی دے رہے تھے۔ اور کہتے تھے۔ "اے فرزند تجھے شہادت مبارک ہو۔" عبدالرحمٰنؓ بن غنم نے کہا: "یہ تمہاری کیا باتیں ہیں۔" معاذؓ بن جبل نے کہا: "میں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے وہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی شخص کا بیٹا مر جائے اور اسے فرزند سے بہت محبت ہو۔ اور اس کی موت سے اسے صدمہ عظیم پہنچے۔ لیکن وہ ضبط و صبر کرتے تو اس کا یہ غزوہ بہترین غزوہ ہو گا۔ باپ اور بیٹے دونوں کے حق میں مغفرت ہو گی۔ دونوں کو وہ جنت ملے گی۔ جس میں سرخ و سفید رنگ کی بڑی بڑی سیاہ آنکھوں والی حوریں ہوں گی۔"

راوی نے بیان کیا ہے کہ اس بقیہ دن مسلمان نہیں لڑے۔ دوسرے روز مسلح ہو کر سوار ہوئے اور میدان جنگ میں نکلے ابھی لڑائی شروع نہ ہوئی تھی۔ کہ ایک دستہ رومی سواروں کا نمودار ہوا۔ وہ سب بے ہتھیار تھے۔ جب مسلمانوں کے قریب پہنچے تو گھوڑوں سے اتر کر پیادہ لشکر اسلام کی طرف بڑھے۔ یوقنا بڑھ کر آگے پہنچے اور للکار کر دریافت کیا۔ "تم کون لوگ ہو اور کہاں سے آئے ہو؟"

چند لوگوں نے جواب دیا۔ "ہم ارزن الروم کے لشکری ہیں۔" ایک بوڑھے شخص کی طرف اشارہ کر کے کہا: "یہ ہمارا سردار ہے۔" یوقنا نے درشتی سے اس پیر مرد سے دریافت کیا۔ "سختی ہو تجھ پر تو کس لئے آیا ہے؟" اس پیر مرد نے کہا: "میرا نام درخشیل ہے۔ میں ارزن الروم کا بادشاہ ہوں۔ رات جب میں سویا تو میرا ارادہ تھا کہ صبح میں مسلمانوں سے لڑوں گا۔ لیکن رات کو حضرت مسیح میرے خواب میں آئے۔ انہوں نے فرمایا۔ مسلمانوں

سے مت لڑو۔ یہ نبی عربی کی شریعت کے پابند ہیں۔ اور نبی عربی وہی نبی تھے۔ جس کی بشارت خدا نے مجھے دی تھے۔ جو ان کی شریعت سے روگردانی کرے گا۔ وہ مجھ سے نہیں ہے۔ میں تمہارے پاس آیا ہوں۔

یہ سنتے ہی یوقنا بھی درخشیل کی تعظیم و تکریم کے لئے اپنے گھوڑے سے اتر پڑے۔ اسے سلام کیا۔ مرحبا کہی اور اپنے ساتھ لے کر عیاضؓ بن غنم کی خدمت میں آئے۔ درخشیل نے اپنا خواب عیاضؓ کے سامنے بھی بیان کیا۔ عیاضؓ نے بھی اس کی عزت و تکریم کی۔ تمام مسلمانوں نے مصافحہ کیا۔ چنانچہ درخشیل اور اس کے تمام ساتھی مسلمان ہو گئے۔ مسلمان انہیں سب کو شیخ کہنے لگے (چونکہ خود عرب شیخ تھے۔ اس لئے جو شخص مسلمان ہوتا تھا۔ اسے شیخ ہی کہتے تھے۔ جس قوم کا شخص بھی مسلمان ہو جائے۔ اسے شیخ ہی کہا جاتا ہے۔

ملکہ ملاریون درخشیل اور اس کے بیٹے کے مسلمان ہونے سے بہت خوش ہوئی۔ طاریون کی بہن فارونہ بھی مسلمان ہو گئی تھی۔ طاریون نے اسی وجہ سے درخشیل کے بیٹے کے ساتھ اپنی بہن کو بھیجنے سے انکار کر دیا۔ مگر جب درخشیل اور اس کا بیٹا دونوں مسلمان ہو گئے تو طاریون نے فارونہ کو ان کے ساتھ کر دیا۔ درخشیل نے ملک روم جاتے وقت عیاضؓ بن غنم سے درخواست کی کہ چند ایسے مسلمان ان کے ساتھ کر دیئے جائیں جو انہیں شریعت اسلامیہ کی تعلیم دیں اور ان کی قوم میں جا کر اسلام کی تبلیغ کریں۔ قرآن شریف پڑھائیں۔ اور حدیث کا درس دیں چنانچہ عیاضؓ بن غنم نے ان کے ساتھ دس آدمی کر دیئے ان کے نام یہ ہیں:۔ راحتہؓ بن عبداللہ' سلامتہؓ بن عدی' مرقالؓ بن الاکوع' ابن خویلدؓ' جریرؓ بن صاعد' عبداللہؓ بن جبرۃ' سہلؓ بن سعد' مصعبؓ بن ثابت' حازمؓ بن معمر اور ابو غیریؓ بن بشار۔ یہ واضح رہے کہ مسلمان صرف مجاہد اور جنگجو ہی نہ تھے بلکہ مبلغ' مقرر' شاعر' ادیب' حافظ قرآن' غرض سب کچھ تھے۔

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ درخشیل اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے رخصت ہو کر اور دسوں مبلغوں کو ساتھ لے کر ارزن الروم میں پہنچا۔ اہل شہر کو اس کے بخیریت آنے سے بڑی خوشی ہوئی۔ اس کی پیشوائی کو شہر سے نکلے۔ اور شاند ر استقبال کر کے قلعہ میں لے گئے۔ درخشیل نے ارزن الروم کے تمام رئیسوں' امیر ں ور معزز لوگوں کو جمع کر کے اپنا خوب ان سے بیان کیا۔ اپنے مسلمان ہو جانے کا حال کہا۔ اور

انہیں اسلام کی دعوت دی۔ بہت سے لوگ ان کے کہنے سے مسلمان ہو گئے۔ جو دس اصحابی ان کے ساتھ آئے تھے۔ انہوں نے انہیں قرآن شریف پڑھانا اور شریعت اسلام سے آگاہ کرنا شروع کیا۔ درخشیل نے اپنے تمام قلعے مسلمانوں کے حوالے کر دیئے۔ ہر قلعہ اور شہر کے بہت سے لوگ مسلمان ہو گئے۔ جو مسلمان نہ ہوئے انہوں نے آئندہ سال سے جزیہ دینا شروع کر دیا۔

ادھر عیاضؓ بن غنم نے خوئے سلوس اور دوسرے قلعوں اور شہروں کی طرف مبلغ روانہ کئے۔ ان لوگوں نے عیسائیوں میں تبلیغ کی۔ بہت سے لوگ مسلمان ہو گئے مسلمانوں نے انہیں قرآن شریف کی تعلیم دینی شروع کر دی۔ عیاضؓ بن غنم نے کفرتوتا سے یرغون کو طلب کیا اور اسے اور ملکہ طاریون کو اخلاط اور اس کے نواحی قلعوں کا حاکم مقرر کر دیا۔ ان سے یہ عہد لیا کہ وہ سب کے ساتھ عدل و انصاف کریں گے۔ شریعت اسلامیہ کی پیروی اور پابندی کریں گے۔ گورنمنٹ اسلامیہ کے وفادار رہیں گے۔ خلیفہ وقت کے احکام کی تعمیل کریں گے۔

فتوحات سعرد اور جبل مارون

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ اخلاط ہی سے عیاضؓ بن غنم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام افلحؓ کو ایک سو سواروں کی جمعیت کے ساتھ عراق کی طرف روانہ کیا۔ انہیں حکم دیا کہ وہ وہاں جا کر دعوت اسلام دیں۔ خود بھی وہیں آکر ان سے ملنے کا وعدہ کیا۔ اور افلحؓ کی عراق کی طرف روانگی کے بعد خود معہ لشکر کے آرمینیہ کی سرزمین اخلاط سے کوچ کر کے ارزن الروم کے راستہ سے سعرد اور جبل مارون کی طرف چلے۔

راوی نے بیان کیا ہے کہ سعرد کی بنیاد جس شخص نے ڈالی وہ سمول بن ماریا تھا۔ یہ شخص زمین ابلق (نام مقام)' میں رہتا تھا۔ جو حدود تما میں ہے۔ لیکن اس نے شاہ کسریٰ سے نافرمانی کی اور اس کا وزیر اس کی گرفتاری کے لئے آیا۔ تو وہ ابلق سے بھاگ کر ایک خوش سواد میدان میں آیا۔ یہاں اس نے ایک شہر آباد کیا اور اس کا نام سعرد رکھا۔ چند روز کے بعد سمول مر گیا۔ اس کی اولاد وہاں حکومت کرتی رہی جب عیاضؓ بن غنم سعرد میں پہنچے۔ اور انہوں نے اہل شہر کو دعوت اسلام دی۔ تو بہت سے لوگوں نے اسلام قبول کر لیا۔ جو اپنے مذہب پر قائم رہے ان پر جزیہ مقرر کیا گیا۔ اور انہیں ایک عہد نامہ لکھ دیا گیا۔ وہاں سے کوچ

کر کے وہ شہر شمطار اور دو ساوج میں آئے۔ وہاں کے لوگوں نے بھی بے چون و چرا اسلام قبول کر لیا۔ اس وقت تک جزیرہ کی حد بندی نہ ہوئی تھی۔ جس شخص نے اس کی حد بندی کی اس کا نام عبدالعزیز بن عمرو تھا۔ نہر دجلہ پہلے سے تھی۔ وہ مشہور شہر نقید کا رہنے والا تھا۔

جب عیاضؓ بن غنم جزیرہ میں پہنچے تو انہوں نے سب سے پہلے کوہ جودی اور مقام سفنے کی زیارت کی۔ وہاں دلدل تھی۔ لوگ اس دلدل کو ہر سال سینچکر خشک کیا کرتے تھے۔ اس وقت جزیرہ کا حاکم صالح تھا۔ عیاضؓ نے اسے دعوت اسلام دی۔ وہ مسلمان ہو گیا۔ وہ شہر عادیہ میں رہتا تھا۔ اس کے زیر حکومت کراس، زعفران، تفیس، دربیس اور کئی اور شہر اور قلعے تھے۔ ان سب شہر والوں نے اسلام قبول کر لیا۔

فتوحات اسماعیلیات

اسماعیلیات اس آبادی کو کہتے تھے جسے حضرت اسماعیل اور ان کی اولاد نے آباد کیا تھا۔ عیاضؓ بن غنم جزیرہ سے فارغ ہو کر غربی ممالک کی طرف چلے۔ اور ایک شہر میں پہنچے۔ جس میں بدیع قبطی رہتا تھا۔ اس نے ادائیگی جزیہ پر صلح کر لی۔ عیاضؓ معہ لشکر وہاں سے اسماعیلیات کی طرف روانہ ہوئے۔ اس سرزمین میں پہنچ کر انہوں نے عمرؓ بن جندب کو ایک دستہ فوج کا دے کر شہر موصل کی طرف بھیجا۔ انہوں نے موصل کے مضافات میں تاخت کی۔ بہت کچھ مال غنیمت ہاتھ آیا۔ اس غنیمت اور قیدیوں کو لے کر وہ واپس لوٹے۔ جب موصل میں پہنچے۔ تو قیدیوں کی شور و فریاد سن کر اہل موصل نکل آئے۔ وہ مسلمانوں سے لڑے۔ ان کی جمعیت بہت زیادہ تھی۔ انہوں نے جندبؓ کو شہید کر دیا۔ اور مال جمعیت چھین کر شہر میں چلے گئے۔ جندبؓ کے ہمراہیوں نے جندبؓ کو شہر کے غربی جانب دفن کر دیا۔ جب عیاضؓ کو یہ خبر پہنچی تو وہ بہت برہم ہوئے۔ اور اسماعیلیات سے کوچ کر کے موصل میں آئے۔ موصل والے ان کے مقابلہ کو نکلے۔ خالدؓ بن الولید اپنا لشکر لے کر ان کے سامنے گئے۔ اور اس شدت سے جنگ کی کہ اہل موصل پریشان و خستہ ہو کر شکست کھا کر بھاگے اور شہر میں جا چھپے۔ اس وقت موصل میں چہار دیواری نہ تھی یعنی قلعہ نہ تھا۔ حضرت خالدؓ نے شہر پر حملہ کر کے بزور شمشیر اسے فتح کر لیا۔ وہاں سے قریب ایک شہر تھا۔ جس کا کچھ حصہ زمین پر تھا اور کچھ پہاڑ پر۔ خالدؓ نے لوگوں سے دریافت کیا "یہ کون سا شہر ہے؟" لوگوں نے

جواب دیا اسے نینوی کہتے ہیں۔ خالدؓ نے کہا "عجب نہیں یہ شہر نینوی حضرت یونس بن متیٰ علیہ السلام کا ہو۔"

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ نینوی کا بادشاہ انطاق تھا۔ عیاضؓ بن غنم نے اسے دعوت اسلام کا خط لکھا۔ اس نے نہ مانا۔ عیاضؓ بن صالح کو جو جزیرہ کا حاکم تھا اور مسلمان ہو کر مسلمانوں کے ساتھ ہو گیا تھا۔ انطاق کو فہمائش کرنے کے لئے بھیجا۔ انطاق نے اسے جا کر مسلمانوں سے ڈرایا کہا "اگر تو نے امیر اسلام کی اطاعت نہ کی تو وہ تجھے زندہ نہ چھوڑیں گے"۔ اس نے کہا میں شاہ کسریٰ کے ماتحت ہوں۔ چھ مہینے کے لئے ادائے جزیہ پر صلح کرتا ہوں۔ اگر اس عرصہ میں مسلمانوں نے شاہ ایران کو شکست دے دی۔ تو میں ہمیشہ کے لئے انکا مطیع ہو جاؤں گا۔" عیاضؓ نے اس بات کو منظور کر کے صلح کی دستاویز لکھ دیں۔

نامۂ فتح

ان فتوحات کے بعد عیاضؓ بن غنم نے امیر المومنین سیدنا حضرت عمر فاروقؓ کو اس مضمون کا خط لکھا۔

یہ خط ہے عیاضؓ بن غنم الاشعری کی طرف سے عمرؓ بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں۔ تم پر سلامتی ہو اللہ کی رحمتیں اور اس کی برکتیں نازل ہوں۔ میں اس خدا کا شکر گذار ہوں جس کے سوائے کوئی معبود نہیں ہے اور درود بھیجتا ہوں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر۔ تعریف ہے اس خدا کی جس نے اسلام کو فتح دی۔ اور اپنے قہر سے کفر کو ذلیل کیا۔ اور اس خدا کی تعریف ہے جس نے نعمتیں بخشیں۔ احسان کیا۔ ہم سے اندوہ و ملال دور کر دیئے۔ اور غنیمتیں عطا کیں۔ خدا کی شکر گذاری ہماری مزید کشائش کا موجب ہے۔ حال یہ ہے کہ ہماری تکلیفیں سختی کے بعد سہل ہو گئیں اور برے دن تلخیوں کے بعد نرم ہو گئے۔ اب اللہ تعالیٰ ہمارے کاموں کو آسان کر دے گا۔ تحقیق ہمارے دشمن ہلاکت میں پڑ گئے۔ راہیں ان پر بند و تنگ ہو گئیں۔ وہ خواری میں شریک معاہدہ ہوئے۔ نہ انہیں زمین میں جگہ ملی نہ آسمان پر چڑھ سکے۔ ان میں سخت تفرقہ پڑ گیا۔ بیقراری نے انہیں از خود رفتہ کر دیا۔ انہوں نے بڑے بڑے حیلے کئے۔ باہم نگہداری اور پاسداری کی نہایت چرب زبانی سے لاف زنی کرتے رہے۔ بہت کچھ کاغذی گھوڑے دوڑائے۔ اسلام لانے کا بہانہ کر کے کچھ دنوں

ایام گذاری کی۔ جہل کی تاریکی کی وجہ سے اسلام لانے میں متردد ہے۔ بہت کچھ صلح کی خواہش رکھتے تھے۔ ہم نے ان سے صلح کرلی۔ جب وہ قریب ہلاکت پہنچے تو بعض ان میں سے اسلام لائے۔ بعض نے ذمہ داری قبول کی۔ اللہ تعالیٰ نے ہر جگہ ہمارے علموں کو بلند کیا۔ ان کے پھریروں کو کھلا رکھا۔ ہمارے دین کو غالب اور دشمنوں کو مغلوب کیا۔ ہماری تلواروں کو تیز حملہ آور اور ہمارے کلمات کو بالا رکھا۔ ہماری شریعت کو غلبہ دیا۔ ان کی صورتوں کو بدل ڈالا۔ ان کے چہرے تاریک ہو گئے۔ ان کی نصرت کو دور کیا۔ انہیں ایک دوسرے کی مدد سے باز رکھا۔ حق تعالیٰ بلاد اسلامیہ اور مسلمانوں کی کفالت کے لئے کافی ہے۔ تعریف ہے خدائے یکتا کی۔ درود و سلام ہو اوپر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمارا آپ پر اور تمام مسلمانوں پر سلام ہو۔ اور اللہ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں"۔

یہ خط شرجیلؓ بن حسنہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب تھے۔ روانہ کیا۔ ان کے ساتھ دو سو سوار کر دیئے۔ اور مال غنیمت کا خمس بھی ساتھ کر دیا۔ شرجیلؓ کی مدینہ منورہ کی طرف روانگی کے چند روز بعد سعدؓ بن وقاص کی جانب سے جو عراق میں سپہ سالار تھے اور شاہ ایران سے لڑ رہے تھے۔ عامرؓ بن قرینہ کمک کی درخواست لے کر آئے۔ عیاضؓ نے اپنے لشکر میں سے کچھ سپاہ عراق میں سعدؓ بن وقاص کی مدد کے لئے بھیج دی۔

عراق کے واقعات

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ مجھ سے اس شخص نے روایت کی جس کی سچائی پر مجھے اطمینان ہے امیر المومنین سیدنا حضرت عمر فاروقؓ نے عراق کی مہم پر سعدؓ بن وقاص کو جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ماموں تھا۔ مقرر کیا۔ وہ مدینہ منورہ سے روانہ ہو کر سرزمین رخبہ میں پہنچے۔ اس وقت عراق عرب کا حاکم شاہ ایران کی طرف سے عمور بن میسرۃ العیسی تھا اور عراق کے سرحدی مقامات کا والی نعمان بن منذر تھا۔ جو شاہ کسریٰ ابن یزد شیر کی جانب سے اس نواح میں حکومت کرتا تھا۔ ان دونوں نے شاہ ایران کو لکھا کہ مسلمانوں کے بادشاہ عمرؓ بن الخطاب نے مسلمانوں کا انتقام لینے کے لئے عراق پر عام لشکر کشی کا حکم دے دیا ہے۔ اسلامی لشکر بڑھا چلا آ رہا ہے۔ اس لشکر کی شان کہہ رہی ہے کہ وہ عراق کو زیر و زبر کر ڈالے گا۔ آج فتح مسلمانوں کے ہمرکاب ہے۔ ان سے الجھنا بڑی غلطی ہوئی۔ ایرانیوں کو

خواب میں بھی یہ خیال نہ تھا کہ بھوکے ننگے عرب ان کے ملک پر حملہ آور ہوں گے۔ آج تک عرب کے کسی نبی اور کسی بادشاہ کو عراق پر لشکر کشی کی جرات نہیں ہوئی تھی۔ لیکن وہ وقت آگیا جس کا ہم ذکر سنا کرتے تھے۔ عمرؓ بن الخطاب بڑی عظمت و جلال کا بادشاہ ہے۔ اس کے اشارہ پر عربی فوجیں نقل و حرکت کرتی ہیں۔ تمام مسلمان اس سے ڈرتے اور اس کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں۔ اس نے ملک شام کی حکومت کا تختہ الٹ دیا ہے۔ وہاں کے کئی فرما نرواؤں کو مار ڈالا۔ کئی کو مسلمان کرلیا۔ کئی بھاگ گئے۔ اگر مسلمانوں کو فوراً ہی نہ روکا گیا۔ تو عراق بھی ان کے گھوڑوں کا جولان گاہ بن جائے گا۔ حال یہ ہے کہ شروع میں جنگ ایک چنگاری معلوم ہوتی ہے اور بعد میں بھڑک کر شعلہ بن جاتی ہے"۔

راوی نے بیان کیا ہے کہ جب یہ خطوط شاہ ایران کے پاس پہنچے تو وہ پڑھ کر جوش و غضب سے کانپ اٹھا۔ ایرانی سلطنت کی بھی بڑی شان و حشمت کی تھی۔ اس نے اپنے ملک کے چنیدہ والیان ملک اور بہادروں کو جمع کیا۔ اقوام ویلم اور سمارجہ کو طلب کیا۔ ان کے سامنے ان خطوں کو پڑھوایا اور کہا کس قدر تعجب کی بات ہے کہ عرب ہمارے ملک پر اپنے آدمیوں کا انتقام لینے کے لئے حملہ آور ہوئے ہیں۔ ان کی بھی یہ مجال ہوئی کہ ہمیں ڈرائیں۔ دنیا میں کس نے ہمارا مقابلہ کیا ہے۔ اگر ہم نے دو چار عربوں کو مار ڈالا۔ تو ان کا کیا حق ہے کہ وہ ہم سے انتقام لیں۔ کمزور پسنے کے لئے اور زبردست پیسنے کے لئے ہوتا ہے۔ ان عربوں کے حوصلے اس وجہ سے بڑھ گئے ہیں کہ انہوں نے ملک شام کی سلطنت روم پر حملہ کر کے رومیوں کو بڑا نقصان پہنچایا۔ ان کے شہروں کو تاراج کر دیا۔ ان کے خزانوں کو لوٹ لیا۔ ان کی جمعیتوں کو پراگندہ کر دیا۔ رومی خوبصورت لڑکیوں کو اپنی کنیزیں بنا لیا۔ رومیوں نے یرموک کے مقام پر اپنی قوت جمع کرلی تھی۔ کوئی بادشاہ ایسا نہ رہا تھا جو لشکر لے کر شریک نہ ہوا ہو۔ خود ہرقل اعظم نے بے شمار فوجیں ملک کے مایہ ناز افسروں کی ماتحتی میں بھیجیں لیکن انہوں نے ان متفقہ فوجوں کو شکست دے کر رومیوں کی قسمت پلٹ دی۔ اب ان عربوں نے تمہاری طرف رخ کیا ہے۔ اس وقت جو ان کا لشکر آرہا ہے وہ بہت معمولی اور مختصر ہے۔ اگر انہیں فوراً ہی نہ روکا گیا اور قرار واقعی ان کی گوشمالی نہ کی گئی۔ تو مسلمانوں کی طمع بڑھے گی اور وہ زیادہ سے زیادہ تعداد میں تمہارے ملک پر حملہ آور ہوں گے۔ تمہاری دولت چھین لیں گے۔ تمہارے شہروں اور املاک پر قبضہ کرلیں گے۔ تمہارے اہل و عیال کو غلام اور لونڈیاں

بنالیں گے۔ تمہارے ننگ و ناموس کی دھجیاں اڑ جائیں گی۔ تمہارا نام و نشان بھی باقی نہ رہے گا۔ کیونکہ عرب دراصل سرزمین عرب کے ریگستانوں سے تنگ آ گئے ہیں۔ وہ سرسبز و شاداب ممالک میں رہنا چاہتے ہیں۔ اس کے لئے انہوں نے ایران کو منتخب کیا ہے۔ تم سب ملک کر پوری قوت سے ان کا مقابلہ کرو۔ اور انہیں عرب کے ریگستانوں ہی میں دھکیل دو"۔

سب یک دل ہو کر مقابلہ کرنے کو تیار ہو گئے۔ نقیب و سفیر دوڑائے گئے۔ وہ تمام ملک میں منادی کر آئے۔ کہ عرب ایران کو فتح کرنے کے لئے حملہ آور ہوئے ہیں۔ ان کا مقابلہ کرو۔ وہ کہتے تھے۔ جو انجام پر نظر رکھتا ہے وہ ناگہانی افتاد سے امن میں رہتا ہے۔

لشکروں کی آمد شروع ہو گئی۔ شاہ کسریٰ نے (ایران کے بادشاہ کا لقب کسریٰ تھا) خزانے کھول دیئے۔ ہتھیار اور وردیاں تقسیم کیں۔ افسروں کو خلعتیں دیں۔ سواروں اور پیادوں کو زرہ بکتریں دیں۔ غرض فوجوں کو لیس کر کے ایک مشہور اور بہادر سردار ہرمزان کو پچاس ہزار سوار و پیادے دے کر مسلمانوں کے مقابلہ میں روانہ کیا۔ اس کے بعد عطار بن مہرود کو بیس ہزار فوج اور عارین بن ہمان کو بیس ہزار لشکر دے کر ہرمزان کی مدد کو بھیجا۔ والی خراسان اور والی ماوراء النہر کو لکھا کہ تم بھی مدد کرو اور مسلمانوں سے جنگ کرنے میں شریک ہو جاؤ۔ چنانچہ ہر طرف سے ایرانی جوق جوق آنے لگے۔ جو مشہور سردار فوجیں لے کر آئے ان کے نام یہ ہیں۔ شہریان بن کباد' فرجان الاہوازی' ہدیل بن جسوم' جاسرا لھدانی' اس جاسر کے ساتھ چالیس ہاتھی بھی تھے۔

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ شاہ کسریٰ خود ان فوجوں کو لے کر زمین شہر طارق سے ہو کر مقام فراشتہ میں پہنچا۔ اس نے اس تمام لشکر کا سپہ سالار ہرمزان کو مقرر کیا تھا۔ ایرانیوں کا کل لشکر جو مسلمانوں کے مقابلہ کو روانہ ہوا ایک لاکھ اور پچاس ہزار جنگجو تھے۔ اور فراش' راستہ بنانے والے' رسد پہنچانے والے اور دوسرے وہ لوگ جو جنگ میں اشد ضرورت کے وقت حصہ لیتے تھے۔ اس کے علاوہ تھے۔ بھیڑں کے بے شمار گلے تھے۔ اونٹوں کی میلوں لمبی قطاریں تھیں۔ بہت سے ہاتھی تھے ان پر دیباج کی گدیاں کسی ہوئی تھیں۔ ایک ایک ہاتھی پر چالیس چالیس آدمی سوار ہو جاتے تھے۔ ہر ہاتھی کی سونڈ میں ایک ایک تلوار تھی۔ جس سے وہ فریق مخالف کے سپاہیوں کو قتل کر سکے۔ ہاتھیوں میں سب سے آگے ایک ہاتھی تھا جو اوروں سے بہت زیادہ تنومند تھا۔ اس کا نام اعور تھا۔ اس کا اتنا بڑا تن و

نوش تھا کہ چھوٹی پہاڑی معلوم ہوتا تھا۔ ہاتھیوں اور اونٹوں پر طبل جنگ تھا۔ جب اس پر چوٹ پڑتی تھی تو میدان گونج اٹھتا تھا۔ ہاتھیوں کے پیچھے بے شمار بیل تھے ان پر ہتھیار۔ زرہیں، خزانہ اور رسد بار تھا۔ اس وقت ایران کا بادشاہ یعنی شاہ کسریٰ آروشیر تھا۔ اس نے تمام افسروں کے سامنے پھر پر زور تقریر کی۔ آخر میں کہا "اے اہل فارس تم ہمیشہ فرمانروا رہے ہو کبھی تم نے کسی کی غلامی نہیں کی۔ تمہاری ہیبت اقوام ترک، دیلم، روم اور جرامقہ پر جو بڑی شان و جلالت کی تھیں بیٹھی ہوئی تھی۔ اول عربوں کو دولت کا لالچ دو۔ اگر وہ کچھ مال لے کر واپس لوٹ جائیں تو یہ بہت اچھا ہے اگر وہ لڑیں تو پھر ان سے لڑو اور انہیں ان کی پشت کی طرف لوٹا دو" اس کے بعد آردشیر نے لشکر روانہ کر دیا اور خود مدائین اپنے دارالسلطنت میں چلا گیا۔

اسلامی سفیر

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ مجھ سے حسن بن اسحاق نے اور حسن سے سلیمان بن عامر نے بیان کیا ہے کہ مجھے ان لوگوں سے جو معرکہ عراق میں شریک تھے معلوم ہوا ہے کہ حضرت سعدؓ بن ابی وقاص تیس ہزار سوار لے کر مدینہ سے عراق روانہ ہوئے تھے۔ اور بجیلہ و نخع و شیبان و ربیعہ اور اخلاط کے راستہ سے چلے جو سرزمین عرب میں واقع ہیں۔ سعدؓ کے لشکر کا ہر سپاہی اپنے اہل و عیال کو ساتھ لایا تھا۔ اور ملوک فارس اپنے ساتھ دولت لائے تھے۔

راوی نے بیان کی اہے کہ سعدؓ نے منزل رخبہ میں چند روز قیام کر کے حیرۃ الیضا کی طرف کوچ کیا۔ اسی مقام پر نعمان بن منذر اسی ہزار لشکر لئے مقیم تھا۔ اس کے خیموں کی قطاریں حد نگاہ تک پھیلی ہوئی تھیں۔ اس کے لشکر میں وہ تمام عرب تھے جو مذہبا عیسائی تھے۔ یہ عیسائی چونکہ ایران کے قریب کے علاقہ میں تھے۔ اس لئے شاہ ایران کے مطیع اور باجگزار تھے۔ نعمان نے ایک روز اپنے لشکر کے سامنے تقریر کرتے ہوئے کہا "عرب کے بھوکے ننگے عربوں نے تم پر خروج کیا ہے۔ تم بھی عرب ہو۔ بہادری اور شجاعت میں ان سے کم نہیں ہو۔ بلکہ زیادہ ہی ہو۔ ہلاکت ہر شے کی اسی کے جنس سے ہوتی ہے۔ ان عربوں نے اپنے ہی ہم جنسوں یعنی تم پر حملہ کیا ہے۔ یقیناً ان کی ہلاکت قریب آگئی ہے۔ انہیں ہم پر کوئی فضیلت

نہیں ہے۔ ہم میں بادشاہ ہیں۔ ہمارے پاس دولت ہے۔ ہم ایک دوسرے کے مددگار ہیں۔ عربوں میں بادشاہ نہیں ہیں۔ ان کے پاس دولت نہیں ہے ان کا کوئی مددگار نہیں ہے۔ عربوں کو ہم پر کوئی فخر بھی نہیں ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ خدا نے ان میں نبی مبعوث کیا۔ اس نبی پر قرآن نازل کیا۔ لیکن ہمارے پاس خدا نے اپنا بیٹا عیسیٰ بھیجا۔ عیسیٰ کو انجیل دی ہمارے لئے قربان گاہ ہے۔ ہم میں قسیس، رہبان اور بوشماسہ ہیں، وہ اذان دیتے ہیں ہم ناقوس بجاتے ہیں۔ ہمارا دین پہلے سے ہے ان کا نیا ہے۔ تمہارا حامی و مددگار شاہ کسریٰ ہے ان کا حامی کوئی بادشاہ نہیں ہے۔ تم انہیں ہزیمت دے کر شاہ کسریٰ کی عنایت کے مستحق ہو جاؤ۔ وہ بخشش و عطا کر کے تمہیں مالا مال کر دے گا۔

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ نعمان بن منذر نے یہ باتیں اپنے دربار میں کہی تھیں۔ ابھی وہ تقریر کر کے فارغ ہی ہوا تھا کہ اس کا یعنی نعمان کا چچا الیاس جو حرس کا فرمانروا تھا اور لشکر پاسبانی اور نگہبانی پر مقرر تھا۔ دوڑتا ہوا آیا اور کہنے لگا "مسلمانوں کا سفیر آیا ہے" نعمان نے کہا "اسے آنے دو" الیاس نے سفیر کو حاضر کیا۔ یہ سفیر سعدؓ بن ابی عبد القاری تھے۔ وہ نہایت بے خوفی سے آئے اور اسلامی طریقہ پر نعمان کو سلام کر کے کھڑے ہو گئے۔ لیکن ان عیسائی عربوں میں بھی رومیوں کی طرح سلام کا یہ قاعدہ تھا کہ ہر بڑے آدمی کو چھوٹا آدمی سجدہ کرتا تھا۔ نعمان کے درباری یہ دیکھ کر کہ سعدؓ نے سجدہ کر کے سلام نہیں کیا بگڑ گئے۔ اور قہر و غضب کی نظروں سے انہیں گھورنے لگے۔ لیکن انہوں نے پرواہ بھی نہیں کی۔ ایک افسر نے کہا "تم کیسے وحشی ہو سلام کرنا بھی نہیں جانتے" اس نے سجدہ کر کے بتایا اس طرح سلام کیا کرتے ہیں۔ سعدؓ بن عبید القاری نے کہا "ایام جاہلیت میں یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے ہم بھی اسی طرح سلام کیا کرتے تھے۔ مگر رسول عربی صلعم نے اس طریقہ کو منع کر دیا۔ اب ہم صرف السلام علیک کہتے ہیں۔ کیونکہ سلام کے معنے سلامتی کے ہیں۔ ایکدوسرے کو سلامتی کی دعا دیتا ہے۔ اور سلام خدائے عزوجل کے ناموں میں سے ایک نام بھی ہے۔ سجدہ کر کے سلام کرنے کا طریقہ نہایت ہی ناقص ہے۔ یہ شیوہ ملوک جبابرہ کا ہے۔ اس سے جسے سلام کیا جاتا ہے وہ متکبر ہو کر یہ سوچنے لگتا ہے کہ وہ بندوں کا خداوند ہے"۔

نعمان نے کہا "ہم ملوک جبابرہ میں سے نہیں ہیں۔ البتہ تم سے جلالت و عظمت میں

بڑھے ہوئے ہیں۔ تم خدا کو واحد یعنی یکتا جانتے ہو۔ خدا کے بیٹے عیسی کے منکر ہو۔

سعدؓ نے دریافت کیا " عیسی بن مریم میں جو قدرت تھی اس سے شان بندگی ٹپکتی تھی یا خدائی شان ظاہر ہوتی تھی "۔

نعمان اس کا جواب نہ دے سکا۔ دیر تک اسی قسم کا مکالمہ ہوتا رہا۔ نعمان سعدؓ کی معلومات سے بہت حیران ہوا۔ اس نے آخر میں کہا " افسوس ہے تجھ پر ایسا عقلمند آدمی ہو کر بہک گیا۔ حضرت عیسی کو ابن مریم کہتا ہے۔ خدا کا بیٹا نہیں کہتا کس قدر گمراہی ہے۔ تیری قوم پر بھی حیف ہے۔ اچھا تو میرے پاس کس لئے آیا ہے؟

سعدؓ مجھے تیری عقل پر افسوس آتا ہے اگر تو کہے کہ خدا نے عیسی کو بغیر باپ کے پیدا کیا تو آدم کے تو نہ ماں تھی نہ باپ تھا۔ آدم کو کیوں خدا کا بیٹا نہیں مانتا۔ یہ موٹی سی بات بھی تیری سمجھ میں نہیں آتی۔ شیطان نے تیری اور تیری قوم کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی ہے۔ اب رہا میرے آنے کا معاملہ مجھے سعدؓ بن ابی وقاص امیر جیش اسلام نے تیرے پاس اس لئے بھیجا ہے کہ ہم بھی عرب ہیں۔ تو بھی عرب ہے تو ایرانی نہیں ہے۔ ایرانی آتش پرست ہیں۔ تو آتش پرست بھی نہیں ہے۔ افسوس ہے کہ تو ایرانیوں کا ساتھ دے ان سے تجھے کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ ہم تجھے اسلام کی دعوت دیتے ہیں۔ یعنی شہادت دیتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔ اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے رسول ہیں۔ پڑھ لے تاکہ ہمارا بھائی بن جائے تو ہمارا مددگار ہو۔ ہم تیرے مددگار ہوں۔ اگر اس سے انکار ہو تو ہماری حفاظت میں آجا۔ ہم تیرے دشمنوں سے تیری حفاظت کریں گے۔ اس صلہ میں تجھے جزیہ دینا ہوگا۔ اگر جزیہ دینے سے بھی انکار کیا تو پھر تلوار ہمارے اور تیرے درمیان فیصلہ کرے گی۔

نعمان یہ باتیں سن کر ہنسا اور استہزا کے طور پر کہا " تم نے رومیوں کو زیر کر کے ان سے جو جزیہ لیا ہے اس سے خیال کرتے ہو کہ ہم سے بھی جزیہ لے لو گے۔ ہمیں بھی تم نے رومی سمجھا سنو وہ بزدل تھے۔ پست ہمت تھے۔ ہم ان جیسے نہیں ہیں۔ ہماری بہادری کا امتحان تم خود کر لو گے۔ مسیح کی قسم ہم نہ تمہارا دین قبول کریں گے۔ نہ جزیہ دیں گے اور اگر تم نے غلطی کی اور ہم سے جنگ شروع کر دی تو تمہیں معلوم ہو جائے گا۔ کہ ہم کس قدر ثابت قدم اور مضبوط دل ہیں۔ ہماری نیزہ بازی کس قدر سخت اور ہماری تیغ زنی کیسی خوفناک ہے۔ کس نے تمہارے کانوں میں یہ پھونکا کہ ہم تمہاری اطاعت کر لیں گے۔ تم اس ملک کے رہنے

والے ہو جہاں نہ پانی ہے۔ نہ سبزہ نہ غلہ ہوتا ہے۔ ہر وقت قحط رہتا ہے تم قحط سے تنگ آکر بھاگ آئے ہو چاہتے ہو کہ قوم اساورہ کا ملک لے لو۔ اقوام مرادزہ۔ ویلم اور سہارجہ کو مغلوب کر لو۔ شاہ کسریٰ کو زیر کر لو۔ تم نے غلط قدم اٹھایا۔ خیریت چاہتے ہو تو واپس چلے جاؤ۔ ہم تم سے کچھ تعرض نہ کریں گے۔ ہمارے پاس بے شمار ہتھیار ہیں۔ لاتعداد فوجیں ہیں۔ ہمارے شہنشاہ آردشیر نے اپنی ٹڈی دل فوجیں تمہارے مقابل کے لئے بھیج دی ہیں۔ وہ آنے والی ہیں اور تم گویا ان کے پنجوں میں ہو۔ وہ تمہیں قتل و اسیر کریں گے۔ اور تمہارے دل میں فتح کی جو امید ہے اسے نکال دیں گے۔

سعدؓ بن ابی عبید نہایت تحمل سے اس کی لاف زنی سنتے رہے۔ جب وہ خاموش ہوا تو انہوں نے کہا خدا کی قسم تو نے بڑی شیخی کی اور اپنے کلام میں حد سے نکل گیا۔ ہم وہ ہیں جو سوائے خدا کے کسی سے نہیں ڈرتے اسی کی عبادت کرتے ہیں۔ اسی سے اعانت چاہتے ہیں۔ وہ ہماری مدد کرتا ہے۔ ہمیں فتح حاصل ہوتی ہے۔ تجھے معلوم نہیں ہے کہ ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشین گوئی کے طور پر فرمایا ہے قریب ہے کہ میری امت کے لئے قیصر و کسریٰ کے خزانے کھل جائیں۔ قیصر کے خزانوں کے ہم مالک ہو گئے ہیں۔ انشاء اللہ کسریٰ کے خزانوں کے بھی عنقریب مالک ہو جائیں گے ہمیں بالکل یقین ہے کہ ایران پر ہمارا قبضہ ہو جائے گا"۔

نعمان "لیکن تمہارا نبی محمد کو کہاں سے یہ علم ہوا تھا حالانکہ میں نے سنا ہے کہ وہ لکھے پڑھے نہ تھے۔ امی تھے۔

سعدؓ ہمارے نبیؐ کو خدا نے علم دیا تھا۔ اس خدا نے جس نے سب سے پہلے آدم کو علم سکھایا"۔

نعمان: "حیف ہے تجھ پر اور تیری قوم پر کہ تم ان پڑھ نبی کے پیرو ہو جاؤ ہمارے پاس تمہاری بات کا جواب سوائے تلوار کے اور کچھ نہیں ہے"۔

سعدؓ بن ابی عبیدہ یہ سن کر دربار سے نکل آئے۔ اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے اور لشکر اسلام کی طرف چلے کچھ تھوڑا ہی فاصلہ طے کیا تھا کہ حضرت سعدؓ بن وقاص کو معہ لشکر اسلام کے آتے ہوئے پایا۔ سعدؓ بن ابی عبیدہ نے سعدؓ بن وقاص سے اپنی اور نعمان بن منذر کی تمام گفتگو بیان کی۔ امیر سعدؓ نے کہا "خدا ہمارے لئے کافی ہے"۔

نعمان بن منذر کا قتل

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ امیر سعدؓ بن ابی وقاص معہ لشکر کے چل کر نعمان بن منذر کی فوجوں کے سامنے جا پہنچے۔ مسلمانوں کو دیکھتے ہی عرب مستنصرہ نے تیاری جنگ کی شروع کر دی۔ نعمان نے انہیں مسلح ہو کر میدان میں نکلنے کا حکم دیا۔ عراق کے عرب جو سب عیسائی تھے۔ سیلاب کی طرح چلے سب گھوڑوں پر سوار تھے۔ بلکہ ان کے پاس اس کثرت سے گھوڑے تھے۔ کہ کچھ گھوڑے اپنے ساتھ کوتل لے لئے تھے۔ انہوں نے جنگی باجے بجائے۔ دف وغیرہ بجاتے ہوئے بڑھے۔ ان کی صفیں دور تک پھیلی ہوئی تھیں ان کے نشانوں کے پھریرے ہوا میں لہرا رہے تھے۔ مسلمانوں کے رسالے بھی بڑھے۔ اسلامی علم بڑے رعب و داب کے ساتھ لہرا رہے تھے۔ سعدؓ بن وقاص نے اپنے لشکر کو اس طرح صف بستہ کیا۔ کہ میمنہ پر سعدؓ بن ابی عبید القاری کو میسرہ میں سعدؓ العشیرہ کو۔ ہراول پر سعدؓ بن نجیبہ کو۔ ساقہ میں سعدؓ بن الاقیس الہلالی کو مقرر کیا۔ اور قلب میں خود سعدؓ بن وقاص رہے۔ اس جنگ میں پانچ سعد پانچوں مقامات پر افسر ہوئے۔ امیر سعدؓ بن وقاص کے ساتھ ابو بحجنؓ الثقفی جو بڑے [illegible] اور مشہور شاعر تھے اور زہیرہؓ بن حویہ۔ اور شرجیلؓ بن کعب بھی تھے۔

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ مجھ سے روایت کی احمد بن عامر نے ان سے علی بن مسہر نے ان سے ابان نے۔ ان سے حسن نے۔ حسن نے کہا۔ جب دونوں لشکروں کی صفیں مرتب ہو چکیں۔ تو امیر سعدؓ رسالوں کے سامنے نکلے۔ وہ دیکھتے جاتے تھے کہ گھوڑوں کی کنوتیاں ملی ہوئی ہیں۔ کوئی گھوڑا آگے پیچھے تو نہیں ہے اور ساتھ ہی ساتھ وعظ و نصیحت بھی کرتے جاتے تھے۔

قبیلہ طے۔ بنی ہلال اور تحج وغیرہ میں انہوں نے گشت کیا اور اپنی تقریر سے ان میں جوش جہاد کی روح پھونک دی۔ انہوں نے سب سے کہا: ''اے دلیران اسلام! تمہیں معلوم ہے کہ تمہارے بھائیوں نے ملک شام پر حملہ کر کے رومی عیسائیوں کی صفیں الٹ دی ہیں۔ ان کے شہروں اور خزانوں پر قبضہ کر لیا ہے۔ آج دنیائے اسلام میں ان کی شہرت ہے۔ خدا اور خدا کا رسول ان سے راضی ہے۔ تم بھی ان عراقی عربوں کی صفیں الٹ دو ناموری حاصل

کرو۔ خدا اور خدا کے رسول ؐ کو راضی کرلو۔ یادرکھو اگر گھبرا کر بھاگو گے تو امیر المومنین عمر فاروق ؓ تم پر سخت خشمناک ہوں گے۔ خدا ناراض ہو جائے گا۔ نہ دنیا ملے گی اور نہ آخرت"۔

ابھی امیر سعدؓ گشت ہی کر رہے تھے کہ نعمان بن منذر نے حملہ کر دیا۔ امیر سعدؓ نے پیچھے ہٹ کر اللہ اکبر کے تین نعرے لگائے۔ مسلمانوں کی صفیں پہاڑ کی چٹانوں کی طرح بڑھیں اور نعمان کے لشکر سے ٹکرا گئیں۔ نیزے اور تلواریں کھنچ گئے۔ جنگ شروع ہو گئی۔ طرفین کے لوگ کٹ کٹ کر گرنے لگے۔ خون کی بارش شروع ہو گئی۔ ایک فریق دوسرے کو زیر کرنے کے لئے بڑے شدومد سے حملے کر رہا تھا۔ نہایت خونریز جنگ ہو رہی تھی۔ مسلمانوں کی تعداد کل تیس ہزار تھی۔ نعمان کا لشکر اسی ہزار کا تھا۔ مسلمان تقریباً تہائی تھے۔ لیکن وہ اس جوش و جرات سے لڑ رہے تھے کہ عراق کے نصرانی عرب ان کے حملوں کی شان دیکھ کر سہم گئے۔ لڑائی صبح کے وقت شروع ہوئی تھی۔ دوپہر تک نہایت شدت سے ہوتی رہی۔ عین دوپہر کے وقت قعقاعؓ عمرا تمیمی یا بشیر ر.حیتہ ا تمیمی (راوی کو شک ہے کہ قعقاع تھے یا بشیر) ان دونوں میں کسی ایک نے نعمان بن منذر کے رسالہ خاص پر حملہ کر دیا۔ اس کے رسالوں کے سواروں نے انہیں روکا لیکن وہ جدال و قتال کرکے بڑھتے ہی رہے یہاں تک کہ وہ اس دستہ کو پراگندہ کرتے بڑھ کر نعمان کے قریب پہنچے اور اس زور سے اس کے نیزہ مارا کہ انی پشت کے پار نکل گئی۔ وہ چلایا اور مردہ ہو کر گھوڑے سے نیچے گرا۔ اس کا لشکر اپنے سردار کو مردہ دیکھ کر بے تحاشا بھاگ کھڑا ہوا۔ مسلمانوں نے تعاقب کرکے ہزاروں آدمیوں کو قتل و گرفتار کیا۔ اور ان کے کیمپ پر چھاپہ مار کر جو کچھ مال و اسباب تھا۔ سب اپنے قبضہ میں کر لیا۔ اس معرکہ میں بے شمار عیسائی مارے گئے۔ مسلمان پانچ سو شہید ہوئے۔ ان میں سے اکثر اہل تجع یعنی یمن والے تھے۔

راوی نے بیان کیا ہے کہ سعدؓ بن وقاص نے شہیدوں کو احترام کے ساتھ جنازہ کی نماز پڑھ کر دفن کرا دیا۔ اور حیترۃ البیضا میں داخل ہو کر قصر خودنقا میں قیام کیا۔ وہاں تخت شاہی تھا اس پر قبضہ کر لیا۔ رات آرام سے گذاری صبح ہونے پر تمام مال غنیمت حیرہ میں چھوڑا اور اس شہر یعنی حیرۃ پر سالمؓ بن مسروق کو سو جوانمردوں کے ساتھ جن میں مہاجرین و انصار کی اولاد تھی مقرر کیا اور خود معہ لشکر کے آگے بڑھے۔

قادسیہ میں لشکر اسلام کی آمد

راوی نے بیان کیا ہے کہ نعمان بن منذر کے مغرور لشکری بھاگ کر قادسیہ میں پہنچے۔ وہاں رستم زاد بن اسفندیار معہ بے شمار ایرانی لشکر کے مقیم تھا۔ اس کے ساتھ چند در چند امراء اور ملوک ایرانی تھے۔ ان میں مشہور لوگ یہ تھے۔ شہریار بن کنار، مرزبل بن حسوم، حشر سوم الہمدانی، جنانیوس بن فناک اور شماہیر بن جسوسا۔

جب نعمان بن منذر کے بھاگے ہوئے سپاہی رستم زاد کے لشکر میں پہنچے اور انہوں نے مسلمانوں کے دلیرانہ حملوں، نعمان بن منذر کے قتل، حیرہ پر عربوں کے تسلط، قصر خورنق اور شاہی تخت پر قبضہ کر لینے کے واقعات کچھ اس انداز سے بیان کئے کہ تمام ایرانی لشکر میں ہلچل پڑ گئی۔ سب کے دلوں پر ہیبت چھا گئی۔ چہروں پر زردی چھا گئی اور جسم کانپ گئے۔ رستم زاد نے اقوام اساورہ (اہل عجم کو اساورہ کہتے تھے) اور دیلم کے امیروں اور فرمانرواؤں کو اپنے خیمہ میں طلب کیا۔ تخت پر بیٹھا اور تقریر کرتے ہوئے کہا "اے قوم آگاہ ہو کہ سلطنت سیاست ہے۔ اور ننگ و ناموس کی حفاظت ریاست سے ہے عرب تم پر آپڑے ہیں۔ تمہیں چاہئے کہ ان پر جا پڑو۔ مسلمانوں سے ڈرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ وہ بھی تمہاری طرح انسان ہیں میں نے سنا ہے کہ ان کی تعداد بہت ہی کم ہے۔ وہ قریب آگئے ہیں۔ مسلح ہو کر ان کے مقابلہ میں نکلو۔ اپنی قومی دیرینہ روایت کو برقرار رکھتے ہوئے اپنے ملک اور اپنے ننگ و ناموس کی حفاظت کے لئے لڑو اور انہیں ملک عرب کی طرف پلٹ دو"۔

لوگ رخصت ہو کر اپنے اپنے دستہ فوج میں گئے کمربندی کا حکم دیا۔ اور مسلح ہو کر گھوڑوں پر سوار ہونے لگے۔ ابھی یہ لوگ سازو سامان حرب سے آراستہ بھی نہ ہوئے تھے کہ دفعتہ جیش اسلام نمودار ہوا۔ مسلمان پورا عربی لباس پہنے۔ ہتھیار لگائے باریک کمر اور سبک سیر گھوڑوں پر سوار آپہنچے انہیں دیکھتے ہی رستم زاد نے اپنے لشکر کی صف بندی شروع کی۔ ملوک فارس و روم کو داہنی طرف اور ملوک دیلم کو بائیں طرف قائم کیا۔ خود قلب میں رہا۔ اور اپنے گرد امراء اور ملوک کا زبردست حلقہ قائم کر لیا۔ جب وہ لشکر کی درستی سے فارغ ہوا تو ابو موسیٰ اشعری جنہیں امیر سعدؓ بن وقاص نے سفیر مقرر کر کے بھیجا تھا۔ ایرانی لشکر میں پہنچے اور رستم زاد کے پاس جانے کا قصد کیا۔ ایرانی خادموں اور غلاموں نے انہیں

روک دیا۔ ان کے ساتھ ایک ایسا ترجمان تھا۔ جو عربی اور فارسی دونوں زبانیں جانتا تھا۔ اس ترجمان کے ذریعہ سے ایرانیوں نے ابو موسیٰ سے دریافت کیا تم کون ہو۔ کس ارادہ سے آئے ہو؟" ابو موسیٰ نے جواب دیا میں اسلامی سفیر ہوں تمہارے سپہ سالار کے پاس آیا ہوں"۔

ایرانیوں نے رستم زاد سے جاکر بیاں کیا رستم زاد نے ان سے کہا کہ میں مسلمانوں کے سفیر سے ملاقات کرنا نہیں چاہتا۔ اس سے جاکر کہو کہ جو پیغام لایا ہے وہ بیان کرے۔ اس کا جواب لا دیا جائے گا۔ رستم زاد یک حامیوں نے آکر ابو موسیٰ نے کہا کہ اس فخرو غرور کے پتلہ سے کہہ دو کہ ہم اسے اور تمام ایرانیوں کو دعوت اسلام دیتے ہیں۔ وہ خدا کی یکتائی اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی شہادت دے۔ اگر وہ اسلام سے انکار کرے تو جزیہ دے اور اگر جزیہ سے بھی انکار ہو تو پھر تلوار ہے جو حق و صداقت کا فیصلہ کردے گی۔ اس سے کہہ دینا کہ حق تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے مومنوں کی نصرت ہم پر لازمی ہے" اس لئے فتح ہماری ہو گی۔ وہ اپنے لشکر کے زعم میں نہ رہے۔ ترجمان نے ان کا یہ پیغام رستم اور اس کے مشیروں اور مصاحبوں کو سنایا۔ رستم زاد بہت بگڑا۔ اس نے کہا "سفیر سے کہہ دو ہمارے پاس اس کی باتوں کا کوئی جواب نیں ہے۔ ابو موسیٰ اشعری امیر سعدؓ بن وقاص کے پاس لوٹ آئے اس عرصہ میں مسلمانوں کے خیمے کھڑے ہو گئے تھے۔ اور اسلامی کیمپ قائم ہو گیا تھا۔ جب رات ہوئی تو وہ لشکر جو حیرہ کی جنگ میں عربوں کے سامنے سے شکست کھا کر بھاگ آیا تھا۔ رستم زاد کے پاس سے بھاگ کر مسلمانوں میں پہنچا اور سب مسلمان ہو گئے۔ یہ لوگ عرب تھے۔ صبح کو جب رستم زاد کو یہ بات معلوم ہوئی تو اس نے امیر سعدؓ بن وقاص کے پاس سفیر بھیجا سفیر نے امیر کی خدمت میں حاضر ہونا چاہا امیر سعدؓ نے کہلا دیا "تم لوگ ایسے نامعقول اور بد تہذیب ہو کہ سفیروں کی قدر و منزلت نہیں کرتے۔ ہمارے دلوں میں بھی تمہاری کوئی وقعت نہیں ہے۔ جو کچھ تمہیں کہنا ہو وہیں سے کہو" ایرانی سفیر نے کہا "کچھ لوگوں نے ہمارے لشکر سے بھاگ کر تمہارے پاس پناہ لی ہے انہیں واپس بھیج دو" امیر سعدؓ نے کہا "جو لوگ ہماری ذمہ داری کو قبول کرلیتے ہیں ہماری ذمہ داری میں آجاتے ہیں ہم ان کی حفاظت کرتے ہیں ہم اپنے عہد کو نہیں توڑتے اپنے امیر سے جاکر کہہ دے کہ اس کے سر پر موت گھوم رہی ہے۔ اگر اس سے بچنا چاہتا ہے تو ہماری ذمہ داری میں آجائے۔ جزیہ دے۔ ہم اس کی اس کے دشمنوں سے حفاظت کریں گے۔" ایرانی سفیر یہ جواب پاکر واپس گیا اور

اس نے رستم زادے سے بیان کیا۔ رستم زاد کو بہت غصہ آیا۔ اس نے اسی وقت لشکر کو مسلح ہو کر میدان میں نکلنے کا حکم دیا۔ ایرانی لشکر آراستہ ہو کر میدان میں نکلنے لگا۔

راوی نے بیان کیا ہے کہ جو لوگ رستم کے لشکر سے بھاگ کر لشکر اسلام میں آئے تھے وہ شاور بن سلیم و نسلیک بن اکثم اور ضرار بن مکتال اور ان کے سپاہی تھے۔

قادسیہ کی ہولناک جنگ

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ ایرانی لشکر بڑے جاہ و جلال کے ساتھ مسلمانوں کی طرف بڑھا۔ سب سے آگے ہاتھیوں کا پرا تھا۔ ہاتھی کالی پہاڑی کی طرف بڑھے چلے آ رہے تھے قعقاع نے یہ کیفیت دیکھ کر امیر سعدؓ سے کہا "یا امیر دشمن نے حملہ کر دیا ہے ہاتھیوں کا پرا سب سے آگے ہے۔ عربی گھوڑوں نے یہ کالی بلائیں نہیں دیکھی ہیں۔ ان کے قریب آتے ہی بھڑکنے لگیں گے۔ ہاتھیوں کی چنگھاڑ سن کر بھاگ کھڑے ہوں گے۔ ان کا کیا انتظام کیا جائے"۔

امیر سعدؓ نے کہا "اپنی نیتوں کو بخیر رکھو۔ خدا سے اعانت کی درخواست کرو۔ بیدھڑک ہاتھیوں میں گھس جاؤ۔ ان کی آنکھوں میں تیر اور نیزے مارو اور سونڈیں تلواروں سے کاٹ ڈالو"۔

راوی نے بیان کیا ہے کہ ان ہاتھیوں کے آگے ایک کوہ پیکر ہاتھی تھا جب وہ جھومتا ہوا چلتا تھا۔ تو سب ہاتھی اس کے پیچھے جاتے تھے۔ اور جب وہ رکتا تھا تو سب رک جاتے تھے۔ جس طرف وہ گھومتا تھا سب گھوم جاتے تھے۔ ہاتھیوں پر بڑے بہادر اور صف شکن ایرانی سوار تھے۔ ہاتھیوں کا پرا مسلمانوں کے سامنے آ کر ایرانی اور اسلامی لشکروں کے درمیان پہاڑ کی طرح حائل ہو گیا تمام ہاتھی سونڈوں میں تلواریں لئے ہوئے تھے۔ ان کی تلواریں بڑی اور اس قسم کی تھیں کہ ہاتھی انہیں سونڈ میں پکڑ کر نہایت آسانی سے دشمن پر وار کرتے تھے۔ ہاتھیوں کو دیکھتے ہی مسلمانوں کے گھوڑے بھڑک کر پیچھے ہٹ گئے۔ کچھ مسلمان گھوڑوں سے کود کر تلواریں اور نیزے لے کر ہاتھیوں پر حملہ آور ہوئے۔ اسی وقت حضرت سعدؓ بن وقاص نے یہ دعا مانگی "اے پروردگار! ہمیں صبر دے اور ہمارے قدموں کو قائم رکھ۔ ہمیں کافروں پر فتح دے" زہیرہؓ بن الحویہ نے بیان کیا ہے کہ میں نے سعدؓ کو دعا مانگتے دیکھا۔

میری نگاہ ہاتھیوں پر تھی۔ مسلمانوں کے حملوں سے گھبرا کر دفعتہ پیش رو ہاتھی پیچھے ہٹا اور
این کی طرف چل دیا۔ ہر چند ہاتھیوں اور آدمیوں نے اسے روکا۔ اس کے بھاگتے ہی تمام
ہاتھی اس کے پیچھے بھاگ کھڑے ہوئے۔ مسلمانوں نے کہا "اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو ہاتھیوں
کے قتال سے کفایت کی۔ ہاتھی کفار کے لشکر میں ہلاکت آفرینی کرتے بڑھے چلے گئے۔ رستم
یہ کیفیت دیکھ کر بہت غضبناک ہوا۔ اس کے ہاتھ میں گرز تھا۔ جس کا دستہ سونے کا تھا۔ اس
نے ہاتھیوں کے مستکوں اور سونڈوں پر گرز مارے اور فارسی زبان میں انہیں گالیاں دیں
لیکن ہاتھی نہ پھرے اور اس کے لشکر کو ہلاکت و تہلکہ میں ڈالتے ہوئے بھاگے چلے گئے۔
ادھر مسلمانوں نے ایرانیوں پر اس شدت سے حملہ کا کہ ان کی صفیں درہم برہم ہو گئیں۔
ایرانیوں پر دوہری مصیبت آپڑی۔ ایک ہاتھیوں کی دوسری مسلمانوں کے حملہ کی ایرانی گھبرا
کر بھاگنے لگے۔ مسلمانوں نے بھگوڑوں کا تعاقت نہیں کیا بلکہ جو جم کر لڑ رہے تھے ان پر حملہ
کرتے رہے۔

مسلمان نہایت ثابت قدمی سے لڑ رہے تھے۔ نیزوں سے دشمنوں کے سینے توڑ رہے
تھے اور تلواروں سے سر کاٹ رہے تھے۔ امیر سعدؓ مسلمانوں کو ترغیب جہاد بھی دے رہے
تھے اور لڑ بھی رہے تھے۔ دفعتہ ان کے پاس اسود العین آئے۔ وہ کچھ ہیبت زدہ تھے۔ بدحواس
معلوم ہوتے تھے۔ امیر نے ان سے دریافت کیا "اے ابو قیس (اسود کی کنیت ہے) تیرے
پیچھے کیا حال ہے۔ رحمت کرے اللہ تعالیٰ تجھ پر" اسود نے کہا اے امیر! ایرانیوں کی اس صف
سے دور ہو جاؤ اس کے اندر موت ہے۔ ایک زبردست شیر ہے ملوک فارس میں سے ایک
بادشاہ ہے جو بڑا جبار ہے۔ اس کے ہاتھ میں گرز ہے۔ اس نے چار بہادر مسلمانوں کو قتل کر
ڈالا ہے۔ میں نے اس کا مقابلہ کیا قریب تھا کہ وہ مجھے بھی ہلاک کر ڈالے کہ خالدؓ بن جعفر بن
قرط نے مجھے بچایا"۔

امیر سعدؓ نے کہا "تم شفقت کی نظر سے مجھے اس صف سے دور رہنے کی ہدایت کر
رہے ہو مگر موت کسی جگہ بھی نہ چھوڑے گی کیا تم نے پروردگار عالم کا یہ کلام نہیں سنا۔ "تم
جہاں کہیں ہو گے موت تمہیں پکڑ لے گی۔ اگرچہ تم محفوظ ترین برجوں ہی میں کیوں نہ ہو" یہ
کہہ کر سعدؓ بن وقاص نے اسی صف پر حملہ کر دیا جس صف سے بچنے کی اسود نے ہدایت کی
تھی۔ وہ ایرانیوں کو قتل کرتے ہوئے بڑھے چلے جا رہے تھے۔ کہ خالد بن جعفر ملے۔ ان کا

چہرہ متغیر تھا۔ امیر سعدؓ نے ان سے دریافت کیا "اے ابن جعفر تمہارے پیچھے کیا حال ہے؟" خالدؓ بن جعفر نے جواب دیا "نیستی اور ہلاکت ہے۔ ایک اژدھائے سیاہ ہے جو دشمن کو زندہ نہیں چھوڑتا ہے۔ ایک شہ سوار ہے جس کے جلو میں موت ہے اس سے دور رہو۔ وہ بڑا سخت ہے اس کے ہاتھ میں سونے کا گرز ہے وہ اس سے دشمنوں کو ہلاک کرتا ہے میں نے اس پر جب حملہ کیا تو وہ موت کی طرح میری طرف جھپٹا اگر سعد العشیرہؓ میری مدد کو نہ پہنچ جاتے تو وہ مجھے مار ڈالتا۔

امیر سعدؓ یہ سن کر بڑے متاثر ہوئے۔ انہوں نے کہا "اگر خدا نے چاہا تو میں اس خونخوار اژدھا کو ہلاک کروں گا۔ یا راہ خدا میں نثار ہو جاؤں گا" چنانچہ وہ صف کو چیرتے ہوئے بڑھے تھوڑی ہی دور چلے تھے کہ سعد العشیرہؓ ملے ان سے امیر نے دریافت کیا اے ابن لوی تمہارے پیچھے کیا خبر ہے "سعد العشیرہؓ نے کہا "اے امیر میرے پیچھے ایک خونخوار مرد ہے اس کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا ہے۔ وہ ایسا دلیر مرد ہے کہ اس پر کسی کا وار نہیں چلتا ہے۔ اگر بشرؓ بن ربیعہ میری اعانت نہ کرتے تو اس بدبخت نے مجھے ہلاک ہی کر ڈالا تھا۔ سعدؓ تیزی سے اس مرد جبار کی طرف بڑھے راستہ میں انہیں بشر بن ربیعہ ملے ان کا چہرہ کا رنگ زرد تھا۔ امیر سعدؓ نے ان سے دریافت کیا تمہارے پیچھے کیا حال ہے؟ ابن ربیعہ نے کہا یا امیر میں نے سمجھ لیا تھا کہ میرا وقت آ ہی گیا لیکن قعقاعؓ پہنچ کر مجھے ایک خونخوار بھیڑیئے سے نجات دلائی اے سردار میرا کہا مانئے آگے نہ بڑھیئے۔ وہ درندہ یہاں سے بہت قریب ہے۔ سعدؓ جوش میں آکر آگے بڑھے۔ انہوں نے دیکھا کہ قعقاعؓ نہایت جوش سے ایرانیوں سے جنگ کر رہے ہیں۔ امیر سعدؓ نے ان کے قریب پہنچ کر کہا اے ابن عمرو خدا تجھے جزائے خیر دے تو خوب حق جہاد ادا کر رہا ہے۔ رحمت کرے اللہ تعالیٰ تجھ پر وہ شہ سوار جسے درندہ کہا جاتا ہے کہاں ہے اور تیرے ہاتھ سے کیسے بچ گیا؟۔ قعقاعؓ نے کہا "اے امیر! وہ مجھ سے تھوڑی دیر مقابلہ کر کے اپنی صفوں کے بیچ میں گھس گیا۔ اگر وہ بھاگ کر چھپ نہ جاتا تو قسم ہے پروردگار عالم کی میں ضرور موت کا پیالہ اس کے منہ میں لگا دیتا"۔ سعدؓ ایرانیوں کی صفوں میں گھس گئے۔ اور نہایت دلیری سے جنگ کرتے ہوئے اس سوار کو تلاش کرتے رہے، جو گرز سے لڑ رہا تھا۔ لیکن وہ نہ ملا۔

لیلتہ الہدیر (شوروغل کی رات)

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ دن چھپے تک لڑائی ہوتی رہی۔ رات کو دونوں لشکر جدا ہو کر اپنے اپنے کیمپ میں پہنچ گئے۔ رستم نے اپنے تمام فوجی افسروں اور مصاحبوں کو طلب کر کے کہا "اے یزدانیوں! تم ہمیشہ اپنے ہر دشمن پر فتح یاب ہوتے رہے ہو۔ کسی کو تم میں طمع نہیں ہوئی۔ سب تم سے ڈرتے رہے۔ عرب تو تمہارا نام سن کر ہی لرز جاتے تھے لیکن تعجب ہے کیسا زمانہ پلٹا ہے آج وہی عرب تم پر غالب آتے جا رہے ہیں۔ انہوں نے تمہارے رئیسوں اور شہ سواروں کو قتل کر ڈالا۔ تم ان سے ڈر گئے اپنی جانیں چھپانے لگے۔ ان کے سامنے سے بھاگنے لگے۔ تم بادشاہ کسریٰ کو کیا منہ دکھاؤ گے۔ دنیا تمہیں کیا کہے گی۔

چند لوگوں نے عرض کیا "اے ملک! معلوم ایسا ہوتا ہے کہ دولت و سلطنت ہم سے چھن جانے والی ہے۔ ہماری فارغ البالی کا زمانہ ختم ہو گیا۔ ہمارا مقابلہ ایسی قوم سے ہے جو مرنے سے نہیں ڈرتے۔ جس وقت ہم نے ان کے سینوں میں نیزے مارے تو انہوں نے اپنے سینے ہمارے سامنے پیش کر دیئے۔ وہ زخمی ہوئے قتل ہوئے۔ مگر انہیں کچھ بھی غم و فکر نہ ہوا۔ مطلق بھی پرواہ نہ کی۔"

رستم نے کہا "تم نے ٹھیک کہا۔ وہ لوگ موت کا استقبال کرتے ہیں۔ ہم مرنے سے ڈرتے ہیں۔ ان پر فتح پانا نہایت دشوار ہے۔ صرف ایک تدبیر ہے ہم ان پر آدھی رات کے وقت شبخون ماریں۔ اس وقت وہ غافل ہوں گے۔ سو رہے ہوں گے۔ آسانی سے ہمارے قابو میں آجائیں گے۔ ہم ان کے دلیروں کو مار ڈالیں گے۔ بزدل بھاگ جائیں گے۔ شاہ کسریٰ کے سامنے ہم سرخرو ہوں گے۔" سب نے رستم کی رائے کو پسند کیا۔ اور وہاں سے رخصت ہو کر اپنی اپنی فوج کو تیار کرنے لگے۔

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ مجھ سے عامر بن سوید نے کہا کہ جب ہم میدان جنگ سے واپس لوٹ کر امیر سعدؓ بن وقاص کے خیمہ پر پہنچے تو دیکھا کہ وہ اندوگین فرش خاک پر بیٹھے ہیں۔ ہمیں دیکھتے ہی خوش ہو کر کہا! وہ قوم قابل مبارک باد ہے۔ جس نے دنیا کو چھوڑا اور آخرت کو طلب کیا۔ تم نے آج کا دن کس طرح گذارا؟ لوگوں نے عرض کیا۔

ہم نے لوگوں کو قتل کر کے اپنے دلوں کو تسکین دی۔ دین اسلام کی مدد کی۔ اعدائے اسلام میں خوب تیغزنی کی۔ لیکن ہمارے بھی بہت سے لوگ شہید ہو گئے۔"

امیر سعدؓ نے کہا "تمام لشکر مسلح ہو کر جمع ہو جائے۔ اور غلاموں کو حکم دیا کہ شیخ و قیصوم (ایک قسم کی گھاس) فراہم کرو۔ غلاموں نے شیخ و قیصوم گھاس بڑی تعداد میں جمع کر دی۔ امیر سعدؓ نے کہا (اے لوگو) میں ایک تدبیر کرنا چاہتا ہوں۔ شاید اللہ تعالیٰ فتح و کامیابی عطا فرمائے۔ تم شیخ و قیصوم گھاس اونٹوں کی پیٹھ پر لادو اور انہیں ایرانیوں کے لشکر کی طرف ہانک لے چلو۔ جب دشمن کے فرودگاہ کے قریب پہنچ جاؤ۔ تو گھاس میں آگ لگا دو۔ اور اونٹوں کو ایرانیوں کی طرف دھکیل دو۔ تاکہ اونٹ لشکر اعداد کو کچل ڈالیں"۔ چنانچہ جب کچھ رات آ گئی تو اونٹوں پر گھاس لاد کر ساربان بجائے آگے چلنے کے پیچھے ہو لئے۔ لشکر اسلام بھی ان کے پیچھے چلا۔ جب وہ ایرانیوں کے کیمپ کے قریب پہنچے۔ تو چند لوگوں نے گھاس میں آگ لگا دی۔ اور اونٹوں کو نیزوں کے کچوکے لگا کر آگے بڑھا دیا۔ اونٹ آگ کی گرمی اور نیزوں کی انیوں سے بیتاب ہو کر ایرانی لشکر میں جا گھسے۔ ایرانی شبخون مارنے کی تیار کر رہے تھے۔ اونٹوں نے انہیں اس طرح روند ڈالا جس طرح کھیتی کو پامال کر دیتے ہیں۔ مجوسی فوجیں اس بلائے ناگہانی کو دیکھ کر بڑی بدحواس ہوئیں۔ اسی وقت مسلمانوں نے شدت سے حملہ کر دیا۔ اور مار دھاڑ شروع کر دی۔ جبکہ شور و غوغا بلند تھا۔ دفعتہ فارس و روم کی فوجیں ایرانیوں کی مدد کے لئے آ پہنچیں۔ ان کے آنے سے اور بھی شور مہیب ہو گیا۔ اسی وجہ سے عربوں نے اس رات کا نام لیلتہ الہدیر یعنی شور والی رات رکھ دیا۔

قادسیہ کی فتح

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ جبکہ ایرانیوں کو روم و فارس کی مدد پہنچی اور وہ خوش ہو کر شور و غل کرنے لگے۔ اسی وقت اللہ اکبر کی آواز آئی۔ ساتھ ہی کسی نے پکار کہا یعنی "ہم کافی ہیں" ایک مرد مجاہد نے بڑھ کر ان سے دریافت کیا "تم کون ہو؟" انہوں نے کہا "ہم قبیلہ خزعتہ التجع کے جوانمرد ہیں" یہ کہتے ہی انہوں نے اس سختی سے حملہ کیا کہ ایرانی جو آگے بڑھتے چلے آ رہے تھے۔ پیچھے دب گئے۔ یہ لڑائی پچھلی رات کو شروع ہوئی تھی۔ لڑتے لڑتے دن نکل آیا۔ رستم بن اسفندیار معہ تمام لشکر کے سوار ہو کر مسلمانوں پر آ

ٹوٹا۔ مسلمانوں نے بڑی جوانمردی اور بڑے استقلال سے ان کا مقابلہ کیا۔ نہایت خونریز جنگ شروع ہوئی۔ لاشوں پر لاشیں گرنے لگیں۔ ایرانی شور و غوغا کر رہے تھے مسلمان تکبیر و تہلیل کر نعرے لگا رہے تھے۔ تمام میدان جنگ گونج رہا تھا۔ سعدؓ بن وقاص لڑ بھی رہے تھے اور نصیحت بھی کر رہے تھے۔ اس روز تمام دن لڑائی جاری رہی۔ رات کو دونوں لشکر جدا ہوئے۔ سعدؓ بن وقاص لشکر میں گشت کرنے لگے۔ انہوں نے ابو محجن الثقفی کو دیکھا وہ شراب پی رہے تھے۔ سعدؓ نے کہا "او دشمن اپنی جان کے یہ تو کیا کر رہا ہے۔ تو نے جہاد کے ثواب کو کھو دیا قسم ہے خدا کی شراب خمر کی حد جاری کروں گا"۔ چنانچہ انہوں نے ان کے کوڑے لگوائے اور انہیں قید کر دیا۔

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ مجھے خبر دی یوسف بن حمر نے اسے طلحہ و محمد نے ان دونوں نے کہا کہ صبح ہوتے ہی رستم نے جنگ شروع کر دی۔ خود رستم میدان میں نکل کر آیا۔ اس نے لڑنے والے کو طلب کیا۔ اول ابن نجیتہ اس کے مقابلہ میں نکلے۔ رستم نے انہیں شہید کر دیا۔ ان کے بعد زبیرؓ بن حوبہ اس کے سامنے آئے۔ اس نے انہیں بھی شہید کر دیا۔ قعقاعؓ کو یہ دیکھ کر جوش آگیا۔ انہوں نے اپنا گھوڑا ایڑھایا۔ مگر جب صف سے باہر نکلے تو دیکھا کہ ایک شہ سوار ان سے پہلے میدان میں نکل کر رستم کے مقابلہ میں پہنچا اور اس زور سے اسے للکارا اور ڈانٹا کہ وہ سہم گیا۔ قعقاعؓ رک گئے۔ اس شہ سوار نے رستم کے نیزہ مارا۔ سعدؓ اور تمام مسلمان دیکھ رہے تھے۔ نیزہ کاری پڑا انی سینہ توڑ کر پشت کے پار نکل گئی۔ رستم چیخ مار کر گرا۔ سعدؓ نے ابو محجن کو اپنے روبرو طلب کر کے ان کی بہادری کی تعریف کی اور کہا خدا کی قسم میں ایسے بہادر آدمی کو قید میں نہیں رکھ سکتا۔"

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے مجھ سے یوسف بن عبدالاعلیٰ نے ان سے ربیع بن ابراہیم نے ان سے عبداللہ بن المبارک نے بیان کیا کہ جب سعدؓ بن وقاص محاذسیہ میں گئے اور ایران و روم کے لشکروں سے مقابلہ کیا اول ہی روز ہاتھیوں کا گروہ مداین کی طرف بھاگ نکلا۔ ایک رات کو امیر سعدؓ بھیس بدل کر لشکر میں گشت کر رہے تھے۔ انہوں نے ابو محجن کو شراب پیتے دیکھا اور شراب کی تعریف میں اشعار گاتے سنا۔ انہیں بڑا غصہ آیا۔ انہوں نے کہا "تو نے شراب پی کر جہاد کے ثواب کو کھو دیا۔ خدا کی قسم میں تجھ پر حد جاری کروں گا" چنانچہ اس پر شراب خمر کی حد جاری کی۔ کوڑے لگوائے اور قید کر دیا۔ جب

رستم خود میدان میں نکلا اور اس نے دو مسلمانوں کو شہید کر دیا تو ابو محجن نے میدا ں میں نکل کر اسے مار ڈالا۔ سعدؓ نے انہیں رہا کر دیا ابو محجن نے اسی وقت توبہ کی اور پھر مر تے دم تک شراب کو نہ چھوا۔

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ قادسیہ کے مقام پر ایک روز نہایت شدت سے جنگ ہوئی۔ رستم اور اس کا بیٹا بجز شیر دونوں میدان میں نکل کر بہادری سے لڑنے لگے۔ لیکن دونوں ہی مارے گئے۔ اس روز مسلمانوں نے ایرانی اور رومی لشکروں کی صفیں الٹ دیں۔ اس قدر کشت و خون کیا کہ تمام میدان لاشوں سے پٹ گیا۔ بے شمار ایرانی اور رومی مارے گئے۔ رستم اور اس کا بیٹا بجز شیر بھی قتل ہو گئے۔ ایرانی بدحواس ہو کر بھاگ نکلے۔ مسلمانوں کو عظیم الشان فتح حاصل ہوئی۔ ایرانی تمام سامان چھوڑ کر بھاگ نکلے۔ ایرانیوں کے بھاگتے ہی خواتین عرب مشکیزے اور چھاگلیں لے لے کر میدان میں بکھر گئیں۔ جس مسلمان کو انہوں نے سسکتے دیکھا۔ اس کے منہ میں پانی چوایا۔ اس طرح انہوں نے بہت سے مسلمانوں کی جانیں بچالیں۔

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ مجھ سے سلیمان بن بشر نے ان سے ام کثیر زوجہ ہمام بن الارث نے روایت کی ہے کہ میں ہمراہ سعدؓ بن وقاص کے معرکہ قادسیہ میں موجود تھی جس وقت مسلمانوں کو فتح ہوئی۔ ایرانی بھاگ گئے۔ تو ہم تمام عورتیں چادریں اپنے جسموں میں لپیٹ کر مشکیزے اور شربے لے کر میدان جنگ میں پہنچ گئیں۔ جس مسلمان کی لاش پاتی تھیں اسے اٹھالے جاتی تھیں اور جن زخمیوں کو دیکھتی تھیں۔ انہیں پانی پلاتی تھیں ان کے منہ پر پانی کے چھینٹے دیتی تھیں۔ جب وہ ہوش میں آتے تھے تو انہیں دارالشفا میں لے جاتی تھیں۔ وہاں جراح ان کا علاج شروع کر دیتے تھے۔ بعض عورتیں تیمار داری کے لئے ان کے پاس رہ جاتی تھیں۔

راوی نے بیان کی اہے کہ مسلمانوں نے ایرانیوں کے لشکر گاہ پر قبضہ کر لے وہاں کا تمام سامان اپنے قبضہ میں کر لیا مال غنیمت میں مسلمانوں کو ایسا ایسا عجیب سامان ہاتھ آیا کہ دیکھنے والوں نے کبھی ایسا نہ دیکھا تھا۔ ایسے ہتھیار ملے جو انہوں نے کبھی نہ دیکھے تھے۔

راوی نے بیان کیا ہے کہ امرائے مسلمین میں سے جو لوگ شہید ہوئے ان کے نام یہ ہیں، سعیدؓ بن عبید، سفیانؓ بن سلیم، مہلبؓ بن غزوان، قادحؓ بن عنبہ، نعمانؓ بن نعیم اور

چالیس مرد مہاجرین و انصار کے کئی حافظ قرآن بھی شہید ہو گئے۔ جب وہ تلاوۃ کرتے تھے تو شہد کی مکھیوں کی سی آواز گونجا کرتی تھی۔ ہم ان کا عنقریب ذکر کریں گے۔

راوی نے بیان کیا ہے فتح قادسیہ کے ایک روز بعد وہ فوج بھی آگئی جو عیاضؓ بن غنم نے سعدؓ کی مدد کے لئے بھیجی تھی۔ یہ جماعت موصل سے آئی تھی۔ سات سو مردان کارزار تھے۔ عامر بن الجراح کی سرکردگی میں آئے تھے۔ جب عامرؓ عین التمر کے مقام پر پہنچے تو انہیں قادسیہ میں خونریز جنگ ہونے کا حال معلوم ہوا۔ وہ لشکر کو تیزی سے آنے کا حکم دے کر اونٹ پر سوار ہو کر چلے آئے۔ ستر اور لوگ بھی ان کے ساتھ ہو گئے۔ ان میں قیسؓ بن ۔غوث' قیسؓ بن ابی عازم' سعیدؓ بن نذار اور مالک اشتر نخعیؒ بھی تھے۔ لیکن جب وہ لوگ قادسیہ میں پہنچے تو معلوم ہوا کہ ایرانی بھاگ گئے ہیں انہیں افسوس ہا کہ ایک روز پہلے کیوں نہ آئے۔

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ جب سعدؓ بن وقاص نے مال غنیمت تقسیم کیا تو ہر مسلمان کے حصہ میں بڑی دولت آئی۔ ایک مرد تمیمی کی بیوی نے بیان کیا ہے کہ ہر عورت کو سونے اور چاندی کے علاوہ تینتیس مثقال عنبر اور اسی قدر مشک ملا۔ کافور اتنا تھا کہ لاپرواہی سے اسے تقسیم کر دیا۔ بلکہ اہل عرب نے اسے ایرانیوں سے نمک کے تبادلہ میں بدل لیا۔ عرب ان ایرانیوں سے جو عربی لشکر میں بازار لگاتے تھے دریافت کرتے تھے کہ کیا تمہیں خوشبودار نمک (عرب کافور کو خوشبودار نمک سمجھتے تھے) چاہئے اگر وہ خواہش کرتا تو اسے اس کا قدردان سمجھ کر ایک پیالہ کافور کا دے کر اس کے بدلہ میں ایک پیالہ نمک لے لیتے تھے۔ ایک عرب نے آٹے میں خمیر کیا اور اس میں بجائے نمک کے کافور ملا دیا۔ جب روٹی پکا کر کھانے لگا اور اس میں نمک کا ذائقہ نہ آیا تو کہنے لگا یہ خوشبودار نمک کیسا بدمزہ ہے کہ اس میں نمکینیت نہیں ہے۔ ایک ایرانی بھی وہاں تھا۔ اس نے کہا ٹھہرو میں تمہیں نمک دیتا ہوں۔ چنانچہ اس نے اسے ایک تھیلہ بھر کر نمک دے دیا۔ اس عرب نے وہ تھیلہ کافور سے بھر کر اسے لوٹا دیا۔

نامہ فتح

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ جب امیر سعدؓ کو حق تعالیٰ نے فتح و نصرت عطا کی۔ ایرانیوں کا مال و اسباب مسلمانوں کے ہاتھ آگیا۔ سلیمان بن ربیعہ سارے مال پر

قابض ہو گئے۔ اور ملک عراق پر مکمل تسلط ہو گیا۔ تو امیر سعدؓ نے امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس مضمون کا خط لکھا۔

شروع ہے ساتھ نام اللہ کے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔ یہ خط ہے سعدؓ بن ابی وقاص عامل عراق کی طرف سے امیر المومنین عمرؓ بن الخطاب (خلیفہ دوم کے نام) اس کے بعد آپ پر سلام ہو۔ تعریف ہے اس خدا کی جس کے سوائے کوئی معبود نہیں ہے۔ میں تحفہ درود بھیجتا ہوں نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر حال یہ ہے ہم عراق میں پہنچے۔ توفیق الہٰی ہمارے پیش پیش اور نصرت خداوندی ہماری مددگار تھی۔ اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں کے حالات سے واقف تھا۔ اس نے ہمارے اسرار باطنی اور راز ظاہری کو جانچ لیا تھا۔ ہم سوائے اس کے اور کسی کی عبادت نہیں کرتے۔ چنانچہ اس نے اپنے وعدہ کو وفا کیا۔ جب ہم نے دشمن کا مقابلہ کیا وہ مسلح تھے۔ سرکشی اور تمردی سے باز آنے والے نہ تھے۔ ہم پر نہایت شدت سے حملہ آور ہوئے ہم نے خداؤ کے فضل سے انہیں شکست دی۔ ان کا استیصال کیا۔ ان کے مقدموں کو مار ڈالا۔ علاوہ سابقہ ازلی پورا ہوا۔ ہم نے ان پر سخت گیری کی۔ گرفت غالب اور قدرت والوں کی۔ ہم حیرہ اور قادسیہ کے شہروں کے مالک ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے دشمنوں پر مصیبت اور ہلاکی نازل کی۔ فتح کے دوسرے دن مرقالؓ اور ہشامؓ ستر صحابہ کے ساتھ آئے۔ ان کے تین روز بعد سات سو مجاہد لشکر ابو عبیدہؓ سے شام سے یہاں پہنچے میں نے ابھی کسی کو مال غنیمت میں سے حصہ نہیں دیا۔ کیونکہ اس امر میں آپ کے حکم کا منتظر ہوں۔ سلام ہمارا اور رحمت اور برکتیں خدا کی آپ پر اور تمام مسلمانوں پر"۔

یہ خط زیدؓ بن عمر کو دیا۔ وہ اپنے تیز رفتار اونٹ پر سوار ہو کر مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے۔

راوی نے کہا ہے کہ مجھے خبر دی احمد بن عمرو نے ان سے سابق بن مسلم نے روایت کی ہے کہ عمرؓ بن الخطاب سعدؓ بن وقاص اور ان کے لشکر کی خبر لینے روزانہ عراق کے راستہ پر اونٹ پر سوار ہو کر جایا کرتے تھے۔ اور ظہر تک انتظار کر کے واپس لوٹتے تھے۔ ایک روز حسب معمول وہ قاصد کے آنے کا انتظار کر رہے تھے کہ زیدؓ بن عمر نظر آئے۔ حضرت عمرؓ خوش ہو کر ان کی طرف دوڑے۔ زیدؓ بن عمر نے بھی انہیں دیکھ لیا۔ وہ جلدی اپنے ناقہ سے اترے اور امیر المومنین کے سامنے جا کر سلام کیا۔ اور حیرہ اور قادسیہ کی فتح کی خوشخبری

سنائی۔ حضرت عمرؓ نے سجدہ شکر ادا کیا۔ وہاں سے لوٹے زیدؓ بن عمر سے حالات پوچھتے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ مدینہ منورہ میں پہنچ کر مسجد نبوی میں داخل ہوئے۔ ہر طرف سے لوگ دوڑ پڑے۔ انبوہ کثیر جمع ہو گیا۔ حضرت عمرؓ منبر پر گئے۔ اور سعدؓ بن وقاص کا خط سب کو سنایا۔ خط سنانے کے بعد کہا "مسلمانو تمہارے ان بھائیوں نے جو عراق میں جہاد کر رہے ہیں۔ کتاب اللہ (قرآن شریف) اور سنت نبوی پر عمل کیا۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے" پھر اہل مشورہ سے یہ مشورہ لیا کہ قادسیہ کی فتح کے تین دن بعد جو مسلمان موصل سے عیاضؓ بن غنم کے بھیجے ہوئے وہاں پہنچے۔ انہیں مال غنیمت میں سے حصہ ملنا چاہئے یا نہیں"۔ سب نے کہا آپ کی رائے مقدم ہے" حضرت عمرؓ نے فرمایا میری رائے یہ ہے کہ جو لوگ کسی معرکہ میں تین روز کے بعد پہنچیں انہیں مال غنیمت میں سے حصہ لینے کا کوئی حق نہیں ہے۔ البتہ ان کی مدارات میں کچھ خرچ کیا جا سکتا ہے۔ اور اگر فتح کرنے والے کچھ حصہ دے دیں تو یہ ان پر احسان ہو گا" چنانچہ منبر سے اتر کر امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ نے سعدؓ بن وقاص کو اس مضمون کا خط لکھا:۔

شروع ہے ساتھ نام اللہ کے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔ اس کے بعد تم پر سلامتی ہو۔ میں اس خدا کی تعریف کرتا ہوں جس کے سوائے کوئی معبود نہیں ہے۔ اور اس کے نبی پر درود بھیجتا ہوں۔ تمہارا خط پہنچا میں نے خدا کا بہت شکر کیا۔ اس امر پر کہ اس نے تمہارے ہاتھوں پر فتح بخشی۔ حال یہ ہے کہ تم میرے لئے مبتلائے رنج رہے۔ اور میں تمہارے لئے مبتلائے قلق رہا۔ تمہارے نیک اعمال اس قدر ہیں کہ میں ان میں سے ایک شمہ بھی شمار نہیں کر سکتا۔ جب لوگ جمع ہوں تو ان کے ساتھ نیکی کرو۔ رعیت کے لئے صبر و شکر واجب ہے۔ جب انہیں نصیحت کی جائے اور مال غنیمت ان کا حصہ ہے۔ جو شریک جنگ رہے ہوں۔ جو لوگ تین روز کے بعد آئے ان کی خاطر اور مواسات ہے۔ لیکن جو لوگ تمہارے پاس تین دن کے بعد آئے ہیں انہیں بھی (مال غنیمت میں) شریک کر لو۔ یہ احسان ہے ان پر اس احسان کے صلہ میں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں فتح عطا کی"۔

زیدؓ بن عمر یہ جواب لے کر نہایت عجلت سے چلے اور سعدؓ بن وقاص کی خدمت پہنچ کر نامہ فاروقیؓ ان کے حوالہ کیا۔ انہوں نے پڑھ کر ایک اور خط ان جدید واقعات کے متعلق جو اس عرصہ میں پیش آئے تھے۔ امیر المومنین کی خدمت میں بھیجا! اس میں لکھا کہ یا امیر

المومنین میں نے قعقاعؓ جیسے بہادر بہت کم دیکھے ہیں۔ انہوں نے ایک ہی روز میں دشمنوں کے لشکر پر تیس حملے کئے۔ اور ہر حملہ میں ایک سوار کو قتل کر ڈالا۔ اسی طرح حارث النندی بھی بڑے بہادر اور شہ سوار ہیں۔ وہ بار بار حملہ کر کے دشمنوں کی جمعیت کو توڑ دیتے تھے۔ اس خط کے ساتھ مال غنیمت کا پانچواں حصہ بھی بھیجا۔

شاہ کسریٰ اردشیر کی وفات

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ معرکہ قادسیہ کے وقت ایران کا بادشاہ اردشیر تھا۔ ایرانی بادشاہوں کا لقب کسریٰ تھا۔ جب قادسیہ کی شکست یافتہ فوجیں مداین میں پہنچیں اور لوگوں کو ہزیمت کا حال معلوم ہوا۔ تو گھر گھر کہرام مچ گیا۔ اودشیر نے افسروں کو طلب کر کے ان سے لڑائی کے واقعات اور رستم کے مارے جانے کے حالات سنے۔ اسے مسلمانوں کی بہادری کا حال معلوم کر کے بڑی حیرت ہوئی۔ اسے یہ یقین ہو گیا کہ اس کی سلطنت کا زوال قریب آگیا۔ اس کا اسے اتنا رنج ہوا کہ امور مملکت سے دست کش ہو کر گوشہ نشین ہو گیا۔ لیکن زیادہ عرصہ زندہ نہ رہا۔ تین روز بڑی مشکل سے بسر کئے۔ چوتھے روز اسی قلق میں مر گیا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا یزدجرد تخت نشین ہوا۔ وہی اردشیر کا وارث تھا۔

فاروق اعظم کی دولت سے بیزاری

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ مجھ سے روایت کی عبداللہ بن مروان نے ان سے نقل کی ابو نعیم نے اور ابو نعیم سے ان کے جد نے جو عراق کی فتوحات سے خوب واقف تھے۔ بیان کیا کہ اردشیر نے رستم کو بے شمار خزانہ اس لئے دیا تھا۔ تاکہ وہ اعلان کر دے کہ جو کوئی مسلم سوار کا سر لائے گا۔ اسے اس قدر انعام ملے گا اور جو پیدل کا سر لائے گا اسے اتنا انعام لے گا۔ ان کے الفاظ یہ ہیں۔

جب کسریٰ بن اردشیر داروی نے غلطی سے الٹا کر دیا۔ اردشیر کسریٰ ہونا چاہئے) نے رستم کو سعدؓ کے ساتھ لڑنے بھیجا۔ تو نصف خزانہ اس کے ساتھ کر دیا جو ساٹھ کروڑ تھا۔ جب میدان جنگ میں صفیں مرتب ہوئی تو رستم نے تمام خزانہ سپاہیوں کے سامنے کر کے کہا

جو سوار کو قتل کرے اسے اس قدر ملے گا اور جو پیادہ کو قتل کرے گا اسے اتنا ملے گا۔

راوی نے بیان کیا ہے کہ قادسیہ کی فتح کے بعد وہ سارا خزانہ مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ بیچارہ کوئی ایرانی بھی اس میں سے انعام نہ لے سکا۔ سعدؓ نے اس میں سے پچاس کروڑ درم اور دو کروڑ دینار امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ کی خدمت میں مدینہ منورہ میں روانہ کئے۔ جب یہ دولت حضرت عمر فاروقؓ کی خدمت میں پہنچی اور آپ نے دیکھی تو آپ رو پڑے۔ اور فرمایا تف ہے اس شخص پر جو اس سے نزدیکی چاہتا ہے اور اس کی طرف مائل ہوتا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ "متاع دنیا قلیل ہے اور آخرت پرہیزگاروں کے لئے بہتر ہے"۔

راوی نے بیان کیا ہے کہ قسم ہے خدائے یکتا کی کہ امیر المومنین نے اس دولت میں سے اپنے لئے کچھ بھی نہ لیا۔ سب تمام مسلمانوں کو تقسیم کر دیا۔ ان کی بیٹی ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کی۔ "یا امیر المومنین کاش آپ اپنے نفس کو کچھ تھوڑی سی راحت دیتے۔ معمولی قسم کا کھانا تو کھا لیا کرتے۔ اس مرقع (پیوندوں کا لباس) کو اتار کر کسی قدر اچھا لباس پہنتے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر اور ہم پر سب پر مہربانی کی ہے۔ فتوحات عطا کی ہیں۔ دولت بخشی ہے۔ آپ بھی اپنا حصہ لیتے"۔

یہ سن کر امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ شہنشاہ اسلام کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ انہوں نے کہا "بیٹی تجھ سے میں خدا کی قسم دیتا ہوں مجھ سے بیان کر کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لئے مسلمانوں کے بیت المال میں سے کیا کیا چیزیں لی تھیں۔ اور کس قدر مال لے کر جمع کیا تھا" حضرت حفصہؓ نے فرمایا آنحضرت علیہ السلام کے پاس لباس میں صرف دو جوڑے تھے۔ انہیں ہی روزمرہ پہنتے تھے۔ انہیں ہی جمعہ اور عیدین میں پہنا کرتے تھے"۔

امیر المومنینؓ کھانا کیا کیا پکتا تھا اور فخر دو عالمؐ کیا کیا کھاتے تھے۔"

حضرت حفصہؓ اکثر تو کھانا پکتا ہی نہ تھا۔ اگر پکتا بھی تھا تو جو کی روٹی کبھی نمک کی اور کبھی پھیکی۔ ہمارے پاس مسکہ کا ایک برتن تھا۔ اگر ہم کچھ مسکہ روٹی پر لگا دیتے تھے اور روٹی ذائقہ دار ہو جاتی تھی تو آپ فرمایا کرتے تھے کہ آج تم لوگوں نے روغن زیادہ کر دیا ہے"۔

امیر المومنینؓ آنحضرتؐ کے پاس بستر کیا تھا اور تم بیبیوں کے لئے کیا فرش تھا؟

حضرت حفصہؓ آنحضرت کھجور کے بوریہ پر سو رہتے تھے۔ ہم بیبیوں کے پاس ایک کملی

تھی کہ گرمی کے موسم میں اسے بچھالیتے تھے اور جاڑوں میں اوڑھ لیتے تھے"۔

امیر المومنین اور ابوبکر بن قحامہ کا کیا حال تھا؟"

حضرت حفصہؓ یہی ان کی کیفیت تھی۔ اکثر کھجور کھا کر دن گذار دیتے تھے کبھی کبھی جو کی پھیکی روٹی کھاتے تھے۔ بستر تک نہ تھا۔"

امیر المومنینؓ اے حفصہ میری اور میرے دونوں صاحبوں کی مثال ایسی ہے جیسے تین آدمی ایک ہی راستہ پر چلے۔ چنانچہ پہلا جو آگے چلا گیا۔ اس کے پاس زاد راہ تھی۔ وہ منزل مقصود پر جا پہنچا۔ دوسرا بھی اسی راہ پر گیا۔ اور پہلے کے پاس پہنچ گیا۔ اب تیسرا چلا یہ ان دونوں کی راہ پر لگ گیا۔ اگر انہیں کے راستہ پر چلتا رہا۔ تو ان کے پاس پہنچ جائے گا۔ ان کے راستہ سے الگ ہو گیا۔ تو پھر وہاں نہ پہنچ سکے گا"۔

عراق کی فتوحات

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ امیر المومنین سیدنا حضرت عمر فاروقؓ نے سعدؓ کو حکم بھیجا کہ تمہاری فوج کے ساتھ جس قدر عورتیں اور بچے ہیں انہیں جبرہ میں چھوڑ دو۔ اور تم مدائین پر جو ایران کا دار السلطنت ہے لشکر کشی کرو۔ اس فاروقی فرمان کے انتظار میں سعدؓ کو دو مہینے تک قادسیہ میں قیام کرنا پڑا تیسرے مہینہ کا چاند دکھائی دیا تھا کہ مداین پر لشکر کشی کا حکم آگیا۔ سعدؓ نے زنان عربیہ اور بچوں کو حیرہ میں پہنچا دیا اور فوجوں کو اس طرح آگے بڑھایا کہ سب سے پہلے زہیرؓ بن الجویہ کو کچھ فوج دے کر بطور ہراول کے روانہ کیا۔ ان کے پیچھے عبداللہؓ کو بھیجا۔ ان کے پیچھے شرجیلؓ بن السمط کو چلتا کیا۔ ان کے پیچھے ہاشمؓ بن عتب کو روانہ کیا۔ اور ان کے پیچھے خالدؓ بن عرفجہ کو بھیجا اور ان کے بعد خود معہ بقیہ تمام لشکر کے چلے۔

چونکہ قادسیہ کی جنگ میں بے شمار ہتھیار مسلمانوں کے ہاتھ آئے تھے اور وہ سب ہتھیار حضرت سعدؓ بن وقاص نے فوج میں تقسیم کر دیئے تھے اس لئے ہر مسلمان کے پاس کافی ہتھیار ہو گئے تھے۔ اسلامی لشکر کی مدائین کی طرف پیشقدمی شروع ماہ شوال میں ہوئی تھی۔ زہیرؓ مقام کولہ میں پہنچے۔ عبداللہؓ اور شرجیلؓ بھی وہیں ان سے جا ملے۔ اور لوگ بھی وہیں زہیرؓ کے پاس پہنچ گئے۔ زہیرؓ نے وہاں سے اس تمام فوج کو ساتھ لے کر بالس کی طرف کوچ

کیا۔ اس لشکر کی آمد نے ایرانیوں میں تھرتھری ڈال دی۔ بالس کے نواح میں کچھ زنگی آباد تھے۔ جب زہیرؓ نے بالس میں قیام کیا تو زنگی زہیرؓ کے پاس امان مانگنے آئے۔ زہیرؓ نے ان کی دلجوئی کی انہیں امان دی اور ان سے دشمنوں کا حال دریافت کیا۔ انہوں نے کہا "اے امیر لشکر اسلام! خبردار اور ہوشیار رہو کہ مرزبان (ایرانی جاگیرداروں کو مرزبان کہتے تھے۔ یہ لوگ فوجیں رکھتے تھے اور بڑے بہادر اور دلیر ہوتے تھے) ایران میں سے ایک مرزبان نے شاہ کسریٰ (ایران کے بادشاہ) سے یہ وعدہ کیا ہے کہ وہ تمہیں ہزیمت دے کر بھگا دے گا۔ کسریٰ نے بے شمار لشکر اس کے ساتھ کر دیا ہے۔ وہ تمہارے قریب ہی فروکش ہے"۔

زہیرؓ بن الجویہ نے کہا "خدا ہمارا مددگار ہے ہمیں کامل یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس پر فتح کرے گا۔ ابھی یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ ایرانی لشکر نمودار ہوا۔ بیرقیں نظر آنے لگیں۔ زہیرؓ بھی لشکر لے کر چلے۔ جب دونوں لشکر بالمقابل ہو گئے۔ تو زہیرؓ نے مسلمانوں سے کہا "اے مجاہدین اسلام! وہ وقت آ گیا جس کا تمہیں انتظار تھا۔ جوش جہاد اور شوق شہادت تمہیں یہاں لایا ہے۔ خدا پر نظر رکھو۔ وہ تمہیں فتح عطا فرما دے گا۔ تم خدائے یکتا کی عبادت کرتے ہو۔ انشاء اللہ کوئی تم پر غالب نہ ہو گا"۔

مسلمانوں نے کلمہ طیبہ اور درود شریف کا ورد کیا۔ ایرانی صفیں آگے بڑھیں۔ زہیرؓ نے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا' پہلے نعرہ پر مسلمان حملہ کے لئے مستعد ہو گئے۔ دوسرے نعرہ پر انہوں نے ہتھیار سنبھال لئے۔ تیسرے نعرہ پر حملہ کر دیا۔ جنگ شروع ہو گئی۔ تلواریں اور نیزے اپنا کام کرنے لگے۔ لاشوں پر لاشیں گرنے لگیں۔ سبز میدان لالہ زار ہو گیا۔ خون برسنے لگا۔ ایرانیوں نے اس قدر غوغا کیا کہ میدان گونج اٹھا۔ مسلمان کبھی کبھی نعرہ تکبیر لگاتے تھے۔ اگرچہ ایرانی بڑی بہادری سے لڑ رہے تھے لیکن مسلمانوں کی تیغ زنی نے ان کے حوصلے پست کر دیئے تھے۔ زہیرؓ لڑتے ہوئے مرزبان کے پاس پہنچے اور اس کے سینہ میں اس زور سے نیزہ مارا کہ انی پشت کے پار ہو گئی۔ وہ جام مرگ پی کر گھوڑے سے نیچے گرا۔ اسے مقتول ہوتے دیکھ کر اس کا بقای ماندہ لشکر بھاگ کھڑا ہوا۔ کچھ دور چل کر یہ ہزیمت یافتہ فوج جمع ہوئی۔ ان میں ایک شخص جو عقیل و فہیم تھا۔ زہیرؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور نہایت عاجزی اور انکساری کے ساتھ صلح کی درخواست کی۔ زہیرؓ نے اسے امان دی۔ اس سے کسریٰ کے لشکر کا حال پوچھا۔ اس نے کہا "اے سردار! قادسیہ سے جو ایرانی لشکر بھاگا تھا۔ وہ بھرجان' مہراق

الداری اور ہرمزان کے پاس جمع ہوا ہے۔ یہ تینوں مرزبان ایران بڑے دلیر ہیں۔ ان کے پاس لشکر بھی کافی ہے۔ قیروان ان سب کا افسر ہے۔ قیروان نے ان ایرانیوں کو جو قادسیہ سے شکست کھا کر آئے تھے۔ نہایت غیرت دلائی اور کہا "تف ہے تم پر تم شکست کھا کر بھاگ آئے۔ اب بادشاہ کو کیا منہ دکھاؤ گے۔ شاہ کسریٰ نے تمہیں جاگیریں دیں۔ تم پر بخشش و عطا کی۔ وظیفے اور روزینے دیئے کیا اس لئے کہ جب بہادری کے امتحان کا وقت آئے تو تم پشت پھیر کر بھاگ جاؤ۔ تم یہیں ٹھہرو اور جو بدنامی کا درجہ تمہاری نیک نامی کے دامن پر لگ گیا ہے اسے دھو ڈالو۔ عربوں سے لڑو۔ اور انہیں ہزیمت دے کر بادشاہ کے سامنے سرخرو ہو جاؤ"۔ وہ سب وہیں رک گئے ہیں اس سے ایرانی لشکر کی جمعیت بہت بڑھ گئی ہے"۔

زہیرؓ یہ خبر سن کر وہیں مقیم ہو گئے اور حضرت سعدؓ بن وقاص کے آنے کا انتظار کرنے لگے۔ جب وہ آئے تو زہیرؓ نے ان سے ایرانی لشکر کا حال بیان کیا۔ سعدؓ نے کہا "خدا پر بھروسہ رکھو! اس سے مدد چاہو وہ ضرور مدد کرے گا" راوی نے بیان کیا ہے کہ زہیرؓ اور دوسرے سرداران اسلام نے جسر کا علاقہ فتح کر لیا تھا۔ جسر نامی دریا پر قابض ہو گئے تھے۔ اب سعدؓ اسے پار کر کے آگے بڑھے۔ کچھ تھوڑا ہی سا فاصلہ طے کیا تھا کہ عظیم الشان ایرانی لشکر سامنے آگیا۔ ایرانیوں میں لشکر اسلام کو دیکھ کر خوف چھا گیا۔ جسموں میں لرزہ پڑ گیا۔ اتفاق سے ہرمزان و قیروان میں کچھ نااتفاقی ہو گئی تھی۔ لیکن پھر بھی دونوں نے اپنے اپنے لشکروں کو ترتیب دی حضرت سعدؓ بن وقاص بھی میدان میں فوج اسلام لے کر پہنچ گئے۔ جنگ شروع ہو گئی۔ مسلمانوں نے اس شدت سے حملے کئے اور ایسی شدید تیغ زنی اور نیزہ بازی کی کہ ایرانیوں کے کشتوں کے پشتے لگا دیئے۔ ایرانی تاب مقابلہ نہ لا کر بھاگے۔ اور پہاڑ پر چڑھ گیا اور بہرجان اور مہراق مدائین کی طرف بھاگے اور نہرشیر کے پار مدینتہ الذہب میں اتر گئے۔ وہاں سے مدائین پہنچے قصر شاہی میں گئے۔ اور یزد جرد کے حضور میں باریاب ہو کر اسے جنگ کا تمام حال سنایا۔ اسے اپنی مملکت کے زوال اور سلطنت و حکومت کے جاتے رہنے کا یقین ہو گیا۔ رات کو اس نے اپنا تمام خزانہ اور بیش قیمت چیزیں نہاوند کے پاس اہواز کے پہاڑوں میں بھیجدیں اور لشکر گراں شہریاز مرزبان کو دے کر عربوں کے مقابلہ کے لئے بھیجا۔ ادھر نہاوند کو جب یہ معلوم ہوا کہ ایرانیوں کو ہر معرکہ میں شکست ہوئی ہے تو اس نے اس تمام خزانہ کو لوٹ لیا۔ جو یزد جرد نے اس کی حفاظت میں بھیجا تھا۔

معرکہ کوثریا

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ سعدؓ بن وقاص نے لشکر کو پھر اسی ترتیب سے روانہ کیا۔ جیسا پہلے روانہ کیا تھا۔ یعنی زہیرؓ کو سب سے آگے ان کے پیچھے عبداللہؓ کو ان کے پیچھے شرجیلؓ بن السمط کو ان کے پیچھے ہاشم بن. عشب کو ان کے پیچھے خالدؓ بن عرفجہ کو۔ زہیرؓ وہاں سے چلے اور موضع مسوار سے گذر کر ایک اچھے مقام پر قیام کیا۔ اور لوگ بھی ان سے وہیں آملے۔ انہیں معلوم ہوا تھا کہ شہریاز معہ لشکر کے قریب ہی فروکش ہے۔ جب سعدؓ بن وقاص بھی وہاں آگئے تو سب نے کوثریا کی طرف کوچ کیا۔ زہیر ہراول کے طور پر آگے تھے۔ جب کوثریا کے سامنے پہنچے تو دفعتہ ایرانی لشکر سامنے آگیا۔ شہریاز نے اپنا لشکر صف بستہ کیا اسلامی لشکر کی صفیں بھی مرتب ہوئیں۔ زہیرؓ معہ اپنے دستہ خاص کے شہریاز کے بالمقابل ہو گئے۔ ایرانیوں پر ان کا رعب و خوف چھا گیا۔ اگر انہیں شہریاز کا خوف نہ ہوتا تو وہ یقیناً بھاگ جاتے۔

جب دونوں لشکروں کی صفیں درست ہو گئیں۔ تو شہریاز بادشاہوں کی شان سے میدان میں نکلا۔ وہ چاندی کی زرہ اور ہاتھوں میں سونے کے کڑے پہنے تھا۔ سر پر سونے کا تاج اوڑھے تھے۔ اس کے گھوڑے کا سازو سامان چاندی سونے کا تھا۔ درہ پر زرتار خلعت پہنے تھے۔ جو شاہ کسریٰ نے اسے مرحمت کی تھی۔ اس نے رجز کے طور پر للکار کر کہا "میں وہ ہوں جس کی بہادری کی شہرت ہے میں دشمن کی پرواہ نہیں کرتا ہوں۔ بولو مجھ سے ایک سوار لڑنے کو نکلے گا یا چار یا دس۔ میں ایک دفعہ ہی دس سواروں کو کافی ہوں"۔

زہیرؓ نے جب اس کی یہ لاف زنی سنی تو پکار کر کہا "او دشمن خدا! او دشمن اپنی جان کے میرا ارادہ تھا کہ تجھ سے لڑنے کے لئے خود نکلوں مگر تیرا غرور دیکھ میں نے اپنا ارادا بدل دیا ہے۔ اب میں تیرے مقابلہ کے لئے ایک ادنی غلام کو بھیجوں گا۔ اور دیکھوں گا کہ تو اسے قتل کرتا ہے یا وہ تجھے مار ڈالتا ہے چنانچہ انہوں نے اپنے آزاد کردہ غلام ابونباتہ الاعوجیؓ کو طلب کر کے کہا "تم اس بیدین کے مقابلہ میں جاؤ۔ اور اللہ تعالیٰ سے نصرت و مدد طلب کرو۔

ابونباتہؓ خوش ہو گئے۔ وہ گھوڑا دوڑا کر شہریاز کے مقابلہ میں پہنچے چونکہ وہ نحیف الجثہ تھے اور شہریاز بڑا تنومند تھا۔ اس لئے شہریاز نے انہیں بڑی تحقیر کی نگاہوں سے دیکھا اور

تلوار سے ان پر ایسا سخت حملہ کیا کہ اگر وہ دلیری اور ہنر مندی سے کام نہ لیتے تو اس نے انہیں مار ہی ڈالا تھا۔ لیکن جب ابونباتہ نے ان کا حملہ روک کر خود بھی وار کیا تو شہریاز حیران رہ گیا دونوں میں تلواریں چلنے لگیں۔ اور اس قدر لڑے کہ دونوں کی تلواریں ٹوٹ گئیں۔ دونوں نے تلواریں پھینک دیں اور آپس میں گتھ ہوئے زور آزمائی کرنے لگے۔ یہاں تک کہ دونوں گھوڑوں سے زمین پر گر پڑے شہریاز زور کر کے ابونباتہ کے سینہ پر چڑھ بیٹھا۔ اتفاق سے ابونباتہؓ کے منہ میں شہریاز کے ہاتھ کا انگوٹھا آگیا۔ انہوں نے اس زور سے کاٹا کہ شہریاز تلملا گیا۔ اس کی گفت ڈھیلی پڑ گئی۔ ابونباتہ نے جلدی سے اسے پلٹ دیا۔ اس پر سوار ہو گئے۔ اور پھرتی سے خنجر نکال کر اس کے سینہ میں اتار دیا۔ پھر اس کا گلا کاٹ ڈالا اور اس کا تمام سامان معہ زرہ اور تاج سونے کے کڑے اور خلعت وغیرہ اس کے بدن سے اتار لیا۔ اور اپنے لشکر میں واپس آگئے۔ جب ایرانیوں نے شہریاز کو مقتول دیکھا تو بد حواس ہو کر بھاگ گئے۔ زہیرؓ نے رات کو اس مقام پر قیام کیا۔ صبح کو سعدؓ بن وقاص بھی وہاں آگئے۔ زہیرؓ نے ان سے ابونباتہؓ اور شہریاز کی جنگ کا حال بیان کیا۔ سعدؓ بہت خوش ہوئے۔ انہوں نے ابونباتہؓ کو اپنے سامنے بلوایا ان سے لڑائی کا حال پوچھا اور حکم دیا کہ جو ساز و سامان شہریاز کا اتار کر لائے ہو اسے پہن کر آؤ۔ چنانچہ ابونباتہؓ نے اس حکم کی تعمیل کی۔ زرہ اور زرہ پر خلعت ہاتھوں میں سونے کے کڑے پہن کر اور تاج سر پر اوڑھ کر سعدؓ کے سامنے آئے۔ سعدؓ نے وہ سب سامان انہیں ہی عطا کر دیا راوی نے بیان کیا ہے کہ عراق میں اول جس مسلمان کو سونے کے جڑاؤ کڑے پہنائے گئے وہ ابونباتہؓ تھے۔

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ سعدؓ نے کوثریہ سے کوچ کر کے اس مقام پر قیام کیا جہاں ابراہیم خلیل محبوس ہوئے تھے۔ انہوں نے وہاں نماز پڑھی۔ پروردگار عالم کی حمد کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا۔ پھر یہ آیت پڑھی۔ یعنی یہ انقلاب زمانہ ہے کہ "ہم انہیں لوگوں میں گردش دیتے رہتے ہیں۔" اس کے بعد انہوں نے مسلمانوں سے مخاطب ہو کر کہا۔ "اے غازیان اسلام! تم نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اکثر مقامات پر فتح و نصرت عطا فرمائی۔ تمہیں یہ دکھایا کہ پروردگار عالم نے اپنے حبیب رسول عربی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے فتح کا جو وعدہ کیا تھا۔ وہ پورا کر رہا ہے جس کا ذکر رسول اللہ صلعم نے ان الفاظ میں فرمایا تھا۔ "قریب ہے اللہ تعالیٰ قیصر روم اور کسریٰ فارس کے خزانوں پر میری

امت کو فتح دے۔" سو قیصر و کسریٰ کے خزانے تمہارے قبضے میں آتے جا رہے ہیں۔ میں نے قصد کیا ہے کہ میں مدائن پر حملہ کر دوں۔ تمہاری کیا رائے ہے؟"

لوگوں نے عرض کیا:۔ "ہم فرمانبردار ہیں۔ جو حکم دیجئے گا اس کی تعمیل کریں گے۔ خدا کی قسم ہم وہ نہیں ہیں جو خدا اور رسول کے حکم سے گریز کریں۔ ہمارا خدا پر بھروسہ ہے۔ خدا ہماری مدد کرے گا۔" سعدؓ بن وقاص بہت خوش ہوئے۔ انہوں نے زہیرؓ کو بارہ ہزار سوار دے کر بطور ہراول کے روانہ کیا۔

اہل ساباط کی صلح

واقدی نے بیان کیا ہے۔ کہ زہیرؓ نے چند منزلیں طے کی تھیں کہ ایک روز دفعتہ سواروں کا ایک گروہ نظر آیا جو گھوڑے دوڑائے چلا آ رہا تھا۔ مسلمانوں نے جلدی سے ہتھیار سنبھال لئے۔ جب سوار قریب آئے تو معلوم ہوا۔ وہ شمار میں دو سو ہیں۔ ایرانی ہیں۔ مسلمانوں سے کچھ فاصلہ پر آ کر رک گئے۔ ایک سوار نے جیش اسلام میں آ کر کہا:۔ "ہم اہل ساباط ہیں۔ ہمارا سردار سرزاد ہے۔ وہ ساباط والوں کے لئے امان چاہتا ہے۔" زہیر نے کہا۔ "تم اپنی قوم میں واپس جا کر انہیں یہاں بلا لاؤ۔ ان سے کہہ دو کہ ان کی واپسی تک ان کے لئے امان ہے۔ سوار واپس گیا۔ اور تمام سواروں کو اپنے ساتھ لے آیا۔ ایرانیوں نے زہیرؓ کے پاس آتے ہی گھوڑوں سے اتر کر ان کی تعظیم کی۔ زہیرؓ نے بھی ان کی عزت افزائی کے لئے اپنے گھوڑے سے اتر آئے۔ اور ان سے پوچھا۔ "تم کون ہو؟ کیا چاہتے ہو؟" ایک شخص نے جواب دیا۔ "ہم ساباپ کے معزز لوگ ہی (ایک شخص کی طرف اشارہ کر کے) یہ ہمارا سردار سرزاد ہے۔ تم سے مصالحت کرنے آیا ہے۔"

زہیرؓ:۔ "ہم خونریزی کو پسند نہیں کرتے۔ دنیا میں امن و امان چاہتے ہیں۔ جو لوگ ہمارے پاس صلح کی غرض سے آتے ہیں۔ ہم بڑی خوشی سے ان کی درخواست قبول کر لیتے ہیں۔ اور عہد کرتے ہیں۔ اسے پورا کرتے ہیں۔"

راوی نے بیان کیا ہے کہ اہل ساباط نے ادائے خراج پر صلح کر لی۔ زہیرؓ نے صلح نامہ کی دستاویز لکھ کر ان کے حوالہ کی۔ وہ خوش ہوتے چلے گئے۔ زہیرؓ بھی ان کے پیچھے روانہ ہوئے اور چند روز میں ساباط پہنچے۔ وہاں ایرانیوں کا عظیم الشان لشکر موجود تھا۔ اس لشکر کا پہ

سالار فیروز تھا۔ جو بڑا بہادر اور نہایت معزز شخص تھا۔

فیروز کا انجام

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ فیروز کے ساتھ شاہ کسریٰ نے اپنی وہ فوج بھیجی تھی۔ جسے وہ کسی سخت مشکل اور اہم مہم کے وقت ہی میدان جنگ میں بھیجتا تھا۔ زہیرؓ کے بعد وہاں سعدؓ بن وقاص بھی تمام لشکر اسلام کے ساتھ پہنچ گئے۔ فیروز نے اپنے لشکر کی صف بندی کی۔ زہیرؓ اور سعدؓ نے بھی اپنے لشکر کو مرتب کیا۔ جب طرفین کی فوجیں آراستہ ہو گئیں۔ تو فیروز خود میدان جنگ میں نکلا۔ بڑی شان ے ساتھ۔ اعلیٰ قسم کا لباس پہن کر اور اچھے ہتھیار لگا کر۔ اس نے للکار کر کہا: "اے گروہ عرب تم عراق کے مالک ہونا چاہتے ہو۔ اس ملک کو شاہان عجم سے چھین لینے کے خواہشمند ہو۔ لیکن جب تک شاہ کسریٰ کے پاس مجھ جیسے دلاور اور جان نثار موجود ہیں۔ تم اپنی خواہش میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ ہم بڑے سخت گیر۔ شہ سوار اور زور آور ہیں۔ شاہ کسریٰ کے سامنے ہماری بڑی قدر و منزلت ہے۔ بہادر ہمارا نام سن کر کانپ جاتے ہیں۔ تم اپنے کسی افسر کو میرے مقابلہ کے لئے بھیجو۔ اور اگر تمہیں زندگی عزیز ہو تو یہاں سے واپس چلے جاؤ۔ ہم تم سے کچھ تعرض نہ کریں گے۔ ورنہ یزدان کی قسم تمہاری سب کی قبریں اسی میدان میں بنا دیں گے۔"

اس کی لاف زنی سن کر زہیرؓ نے خود اس کے مقابلہ میں نکلنے کا قصد کیا۔ لیکن ہاشمؓ بن مرقال نے ان پر سبقت کی۔ وہ گھوڑا دوڑا کر فیروز کے مقابلہ میں پہنچے۔ ان کے ہاتھ میں نیزہ تھا اور وہ اسے جنبش دے رہے تھے۔ فیروز نے بھی بھالا نکالا۔ اور ہاشمؓ نے حملہ کیا۔ ہاشمؓ نے بڑی پھرتی سے اس کا حملہ روکا اور خود بھی وار کیا۔ دونوں جنگی فنون کے ماہر تھے۔ ہنر آزمائی کرتے رہے۔ ان میں ایسی جنگ ہوئی کہ دیکھنے والے حیران رہ گئے۔ آخر ہاشمؓ نے موقع پا کر اللہ اکبر کا نعرہ لگایا۔ اور اس زور سے نیزہ فیروز کے سینہ میں مارا کہ انئی زرہ کو توڑ کر پشت کے پار نکل گئی۔ وہ تیورا کر گرا۔ ہاشمؓ نے پھرتی سے گھوڑے سے اتر کر اس کا سر کاٹ لیا۔ اور وہاں سے اپنے لشکر میں آ گئے۔ سعدؓ بن وقاص نے بڑھ کر ان کی پیشانی کو بوسہ دیا۔ (عرب کسی کی پیشانی کو بوسہ اظہار محبت یا عزت افزائی کے لئے دیا کرتے تھے) ان کی تعظیم کے لئے گھوڑے سے اتر پڑے۔ اور کہاں گیا وہ لاف زن (فیروز) جسے اپنی بہادری پر ناز تھا۔ جو

ہماری قبریں اس میدان میں بنانا چاہتا تھا۔ خدا کو بھول گیا تھا۔ خدا نے اس کا زعم خاک میں ملا دیا۔" پھر انہوں نے یہ آیت پڑھی "کیا تم نے پہلے یہ قسم نہ کھائی تھی کہ تمہارے لئے زوال نہیں ہے؟"

راوی نے بیان کیا ہے کہ جب فیروز کو اس کے لشکر نے دیکھا کہ وہ مار ڈالا گیا تو ایرانیوں پر مسلمانوں کا ایسا رعب طاری ہوا۔ کہ وہ بغیر لڑے ہوئے وہاں سے بھاگ گئے۔ اور قلعہ نہمشیر میں جا داخل ہوے۔

قلعہ نہمشیر کی فتح

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ زہیرؓ اور سعدؓ اپنے اپنے لشکر لے کر قلعہ نہمشیر کے سامنے جا پہنچے۔ اہل شہر قلعہ بند ہو گئے۔ مسلمانوں نے محاصرہ کر لیا۔ ایرانیوں نے شہر پناہ کی دیوار پر مورچہ بندی کر لی۔ سنگ اندازی کی کلیں جگہ جگہ کھڑی کر دیں۔ تیروں اور پتھروں کے قدم قدم پر ڈھیر لگا دیئے۔ سعدؓ نے خیال کیا۔ کہ ایرانی خود ہی تنگ آ کر یا تو لڑیں گے یا پیغام صلح دیں گے۔ لیکن دو مہینے ہو گئے۔ اور قلعہ والوں کے کانوں پر جوں نہ رینگی۔ اس عرصہ میں انہوں نے مسلمانوں سے کوئی بات بھی نہ کی۔

سعدؓ بن وقاص نے کچھ مسلمانوں کو دجلہ اور فرات کے دو آبہ کے درمیان تاخت و تاراج کرنے کے لئے بھیجا۔ ان لوگوں نے ایک ہزار کاشتکاروں کو گرفتار کر لیا۔ سرزاد نے یہ استغاثہ کیا کہ وہ لوگ اس کے ساتھی اور صلح میں شریک ہیں۔ سعدؓ بن وقاص نے یہ حال امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ کو لکھا۔ انہوں نے اس مضمون کا عریضہ بھیجا۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یعنی شروع اللہ کے نام کے ساتھ جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔ ہمارا آپ پر سلام ہو اور خدا کی رحمتیں اور برکتیں آپ پر اور تمام مسلمانوں پر نازل ہوں۔ تحقیق میں حمد و ثنا کرتا ہوں۔ اس خدائے بے نیاز کی جس کے سوائے کوئی معبود نہیں ہے اور درود و سلام بھیجتا ہوں اس کے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر۔ حال یہ ہے کہ ہم قلعہ نہمشیر پر پہنچ گئے ہیں اور قلعہ کا سختی سے محاصرہ کئے ہوئے ہیں۔ اس سے پہلے قادسیہ اور نہمشیر کے درمیان میں ایرانیوں سے ہمارا مقابلہ ہوا۔ ایرانی فیروز کی ماتحتی میں آئے تھے جو مشہور اور بڑا شہ سوار تھا۔ ہاشمؓ بن مرقال نے فیروز کو قتل کیا۔ ایرانی وہاں سے بھاگ گئے۔ ہم نے

آگے بڑھ کر نمشیر کا محاصرہ کر لیا۔ اور میں نے مسلمانوں کی ایک جمیعت کو اس نواح کے اطرف میں تاخت و تاراج کے لئے روانہ کیا۔ مسلمانوں نے ایک ہزار کاشتکاروں کو اسیر کر لیا۔ ساباط کے والی سرزاد نے ہم سے صلح کر لی تھی۔ وہ کہتا ہے کہ یہ لوگ اس کے ہیں اور صلح میں داخل ہیں۔ ان لوگوں کیلئے حکم صادر فرمایئے کیا کیا جائے؟"

امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب میں لکھا کہ اپنے عہد کو پورا کرو۔ اگر سرزاد کہتا ہے کہ وہ لوگ اس کے ہیں۔ تو انہیں فوراً رہا کرو۔ اور جو لوگ تمہارے پاس امان مانگنے کے لئے آویں انہیں امان دو۔ جو لوگ تم سے لڑیں۔ اور میدان جنگ میں گرفتار ہوں ان کا تمہیں اختیار ہے۔ خواہ انہیں قتل کرو۔ یا جزیہ لے کر چھوڑ دو۔ یا غلام بنالو۔"

جب یہ خط امیر المومنین کا سعدؓ بن وقاص کے پاس پہنچا۔ تو انہوں نے سرزاد کو اپنے پاس بلا کر اس سے معذرت کی۔ قیدیوں کو چھوڑ دیا۔ اس کا اثر ایرانیوں پر بڑا اچھا ہوا۔ وہ دہقانی جو سرزاد کے ماتحت نہ تھے۔ از خود سعدؓ کے پاس آنے اور جزیہ ادا کر کے مسلمانوں کی ذمہ داری قبول کرنے لگے لیکن نمشیر والوں نے اس سے بھی کوئی اثر نہ لیا۔ وہ مستعد بہ جنگ رہے۔ بلکہ انہوں نے لڑائی شروع کر دی۔ فصیل کے اوپر سے تیروں اور پتھروں کی بارش کرنے لگے۔ مسلمان بھی روزانہ ان کے مقابلہ میں نکلتے تھے۔ تیرا فگنی کرتے تھے۔ لیکن قلعہ اتنا بلند تھا کہ مسلمانوں کے تیر وہاں کارگر نہ ہوتے تھے اور ان کے تیر اور پتھر مسلمانوں کو نقصان پہنچاتے تھے۔

سعدؓ بن وقاص نے سرزاد کے بلا کر اس سے درخواست کی کہ چند لکڑی کی منجنیقیں تیار کروا دیں۔ اس نے بڑھیوں کو بلا کر بیس منجنیقیں صرف تین روز میں تیار کروائیں۔ سعدؓ نے کاریگروں کو معقول اجرت دی اور سرزاد کا شکریہ ادا کیا۔ اور منجنیقیں چاروں طرف قلعہ کے کھڑی کرا کر اس شدت سے پتھر برسائے کہ ایرانی گھبرا کر فصیل سے ہٹ گئے۔ مسلمانوں کو ان کے تیروں اور پتھروں سے امن ملی۔ وہ بہت خوش ہوئے۔ جب ایرانی شہر پناہ کی دیوار پر نظر آتے مسلمان منجنیقوں سے پتھر برسا کر انہیں پیچھے ہٹا دیتے۔ ایک عرصہ تک ایسا ہی ہوتا رہا۔ آخر ایرانی محاصرہ سے تنگ آکر سر ہتھیلیوں پر رکھ کر ایک روز قلعہ سے باہر نکل ہی آئے۔ فریقین نے صفیں مرتب کیں اور اول تیروں سے لڑنے لگے۔ ایرانی ایک قسم کا تیر چلاتے تھے۔ جو نشاب کہلاتا تھا۔ نہایت خطرناک اور بڑا کارگر ہوتا تھا۔ عرب بھی ایک

تیر استعمال کرتے تھے۔ جو نبال کہلاتا تھا۔ وہ نشاب سے بھی زیادہ خطرناک اور نقصان دہ تھا۔ دیر تک طرفین تیر اندازی کرتے رہے آخر نوبت دست بدست لڑائی کی پہنچ گئی۔ تلواریں اور نیزے چلنے لگے۔ قتل و خونریزی کا بازار گرم ہو گیا۔ مسلمان ایرانیوں کے گھر گھس گئے۔ زہیرؓ اور سعدؓ بن وقاص سے اجازت لے کر دشمنوں میں دھنس گئے اور اس شان سے لڑے کہ ایرانیوں کے چھکے چھوٹ گئے۔ لڑتے ہوئے ایک ایرانی شہ سوار کے پاس پہنچے جس کا نام شہریار تھا۔ اس کے پیٹ میں ایسا بھالا مارا کہ انتڑیاں باہر نکل آئیں۔ عجمیوں نے ان پر نرغہ کیا۔ وہ بڑی ثابت قدمی سے ان کا مقابلہ کرتے اور انہیں موت کے گھاٹ اتارتے رہے۔ آخر بہت سے سوار ان پر آن پڑے۔ اور انہیں شہید کر دیا۔ مسلمانوں نے پر زور حملے کر کے انہیں بے دریغ قتل کرنا شروع کر دیا۔ وہ گھبرا کر بھاگے اور قلعہ میں گھس کر پھاٹک بند کر کے بیٹھ رہے۔

ایک روز اہل شہر کا ایک قاصد مسلمانوں کے پاس آیا۔ اس نے کہا کہ نمشیر کا بادشاہ اس شرط پر صلح کرنے کے لئے تیار ہے کہ دریائے دجلہ سے اوپر کا قلعہ تمہارے قبضہ میں رہے۔ اور ادھر کا علاقہ ہمارے بادشاہ کے قبضہ میں رہے۔ یہ سن کر ابو مقرۃ الاسود بن قطبہ نے آگے بڑھ کر فارسی زبان میں کچھ کہا۔ حالانکہ وہ فارسی کا ایک لفظ بھی نہ جانتے تھے۔ خود حیران تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی زبان پر کیا جاری کیا۔ سفیر ان کا کلام سن کر حیران رہ گیا۔ اور تیزی سے شہر کی طرف لوٹ گیا۔

راوی نے بیان کیا کہ جو لوگ ابو مقرۃ کے قریب تھے وہ بھی صرف عربی جانتے تھے۔ فارسی زبان سے واقف نہ تھے۔ انہوں نے ابو مقرۃ سے دریافت کیا۔ "تم نے اس سفیر کو کیا جواب دیا؟" ابو مقرۃ نے جواب دیا۔ "قسم ہے اس خدا کی جس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ مبعوث کیا۔ میں خود نہیں جانتا میں نے اس سے کیا کہا۔ خدا نے ایک بات میری زبان پر جاری کر دی اور میں نے وہی کہدیا۔ لیکن اس کا ایک لفظ بھی میں نہیں سمجھا۔ البتہ میں نے اسے پسند نہیں کیا۔ مگر خدا کی ذات سے مجھے یہ امید ہے کہ وہ مسلمانوں کے لئے بہتر کرے گا۔"

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ ہر ایک اس سے پوچھتا تھا اس نے ایرانی سفیر کو کیا جواب دیا۔ وہ کہتا میں خود نہیں جانتا میں نے کیا کہا۔ سعدؓ بن ابی وقاص نے بھی

دریافت کیا۔ ان سے بھی اس نے یہی عرض کیا کہ واللہ میں اپنے کلام کو خود نہیں سمجھا۔ سعدؓ کو بڑا تعجب ہوا۔ انہوں نے حکم دیا کہ شہر پر تیز چلاؤ۔ مسلمانوں نے تیر برسائے۔ لیکن کوئی سامنے نہ آیا نہ کسی نے جواب دیا۔ مسلمانوں نے سمجھا۔ کہ اہل شہر مکرو فریب دینے کا حیلہ سوچ رہے ہیں۔ اگلے روز یکایک ایک شخص الامان الامان پکارتا ہوا آیا۔ سعدؓ بن وقاص نے اسے امان دی۔ اسے اپنے پاس طلب کر کے پوچھا: "شہر والوں کا کیا حال ہے؟" اس نے جواب دیا۔ "یا امیر ساری قوم شہر سے بھاگ گئی۔" سعدؓ نے حیران ہو کر دریافت کیا "کیسے بھاگ گئی۔" شہری نے عرض کیا۔ "بادشاہ نے تمہارے پاس اپنا ایک ایلچی بھیجا تھا۔ اس نے صلح کی درخواست کی۔ تم میں سے کسی نے اسے جواب دیا۔ کہ ہمارے اور تمہارے درمیان کبھی صلح نہ ہو گی۔ یہاں تک کہ ہم شہد افریزیا کا کھاویں جسے نوح کوتا کہتے ہیں۔ (افریزیا ایک مقام کا نام ہے اور نوح کوتا شہد کی مکھی کی ایک قسم ہے) اس کے الفاظ یہ ہیں یہاں تک کہ ہم شہد افریزیا کا کھاویں جسے نوح کوتا کہتے ہیں یہ سنتے ہی ایلچی واپس لوٹ گیا۔ اور اس نے بادشاہ سے تمہارا جواب کہا۔ بادشاہ نے کہا۔ واحسرتا اور واویلا ان کی زبان اور ان کے منہ سے فرشتے بولتے ہیں۔ وہی عربوں کی جانب سے ہمیں جواب دیتے ہیں۔ واللہ اگر یہ بات نہیں ہے تو اس میں کوئی شک نہیں کہ عالم الغیب نے انہیں یہ بات سکھائی۔ یا ان کے دل میں ڈالی۔ جو ان کی زبان سے ادا ہوئی۔ اس شہر سے فوراً نکل چلو اور شہر قصور میں جو دریائے دجلہ کے اس پار ہے۔ چلے جاؤ۔ وہ ایسی عجلت میں گئے کہ اپنا تمام سامان اور دولت بھی چھوڑ گئے۔ جن کے پاس سواری نہ تھی وہ پیادہ ہی چلے گئے۔ انہوں نے اسی بات کو غنیمت سمجھا کہ اپنی جانیں بچا کر لے جائیں۔"

راوی نے بیان کیا ہے کہ سعدؓ بن وقاص نے یہ مژدہ سن کر خدا کا شکر ادا کیا۔ لشکر کو شہر میں داخل ہونے کا حکم دیا۔ مجاہدین اسلام کے دستے اس شان سے چلے کہ جنگی ساز و سامان سے آراستہ تھے۔ انہوں نے شہر میں داخل ہو کر ہر طرف دیکھا۔ کوئی ایک بھی عیسائی سوار نظر نہ آیا۔ البتہ مال و منال جوں کا توں موجود تھا۔ یہ سب سامان لے لیا گیا۔ حضرت سعدؓ وہاں تین روز مقیم رہے۔ چوتھے روز دریائے دجلہ کے ساحل کی طرف کوچ کر گئے۔ ان کا ارادہ تھا کہ وہ دریا پار ہو کر شہر اسبانیر میں پہنچیں۔ مگر جب دجلہ کے کنارہ پر پہنچے تو نہ دریا کا پل تھا نہ کشتیاں تھیں۔ ناچار کنارہ دریا پر قیام کیا۔ یہ ذکر ماہ صفر کا ہے۔ اکثر مسلمان حضرت

سعدؓ کو بغیر کشتیوں کے دریا پار ہونے کا مشورہ دیتے تھے۔ اور اکثر غیر مسلم جو جاسوسی کی خدمت پر مامور تھے تیر کر دریا کو پار کرنے کی ترغیب دیتے تھے مگر وہ مسلمانوں پر شفقت کے خیال سے تامل کر رہے تھے۔ اس عرصہ میں ایک ایسا شخص بھی آیا جو دریا کے گھاٹ سے خوب واقف تھا۔ یہ جانتا تھا کہ کہاں دریا پایاب ہے اس نے رہبری کر کے لشکر کو دریا پار پہنچا دینے کا وعدہ کیا۔ لیکن حضرت سعدؓ کو خیال ہوا۔ کہ کہیں وہ دھوکا نہ دیتا ہو۔ اس لئے انکار کر دیا۔

دریائے دجلہ کا عبور

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ اس زمانہ میں دریائے دجلہ نہایت جوش سے رواں تھا۔ پانی کی عظیم موجیں ہر اس چیز کو خس و خاشاک کی طرح بہالے جاتی تھیں جو اس میں جا پڑتی تھی۔ حضرت سعدؓ امداد غیبی کے منتظر تھے۔ دریا کے اس طرف مسلمان فروکش تھے اور اس پار ایرانی لشکر خیمہ زن تھا۔ مسلمانوں کی یہ کوشش تھی کہ دریا کو کسی طرح عبور کرلیں۔ اور ایرانی اس فکر میں تھے کہ مسلمان دریا پار نہ ہونے پائیں۔ ایک روز ایک گبر سامنے سے نمودار ہوا۔ سعدؓ نے دیکھا کہ اس کے کپڑے تر تھے وہ سمجھے گبر دریا پار کر کے آیا ہے۔ انہوں نے اسے اپنے پاس طلب کر کے پوچھا: "تو کہاں سے آ رہا ہے اور تیرے پیچھے کیا حال ہے؟" اس گبر نے جواب دیا: "میں دریا پار کر کے آیا ہوں۔ حال یہ ہے کہ ہمارے بادشاہ کسریٰ (یزدجرد) نے خواب میں دیکھا ہے کہ اہل اسلام دریا پار کر کے اس کے شہر میں جا پہنچے اور شہر پر قابض ہو گئے۔ اسے اپنی سلطنت کے زوال کا یقین ہو گیا۔ وہ وہاں سے اپنا مال و اسباب لے کر خراسان بھاگ جانے کی تیاری کر رہا ہے۔"

حضرت سعدؓ بن وقاص نے مسلمانوں کو جمع کر کے کہا: "مسلمانو! مجھے معلوم ہوا ہے کہ کسریٰ خراسان بھاگنے کی تیاری کر رہا ہے تمہارے پیچھے کوئی قلعہ نہیں رہ گیا ہے جس کا تمہیں خوف ہو۔ حق تعالیٰ نے تمام شہروں اور قلعوں کا تمہیں مالک کر دیا ہے۔ میری رائے یہ ہے کہ میں دریا کو تیر کر پار اتر جاؤں۔ تمہاری اس میں کیا رائے ہے؟" لوگوں نے عرض کیا۔ "بسم اللہ کیجئے۔ ہم آپ کے ساتھ ہیں۔" سعدؓ نے کہا: "اللہ تعالیٰ تم پر اپنی رحمت نازل کرے۔ کون تم میں سے پہلے دریا میں اترے گا تاکہ پانی کی گہرائی معلوم کرے۔ اور یہ پتہ

لگائے کہ کس طرف دریا پایاب ہے۔ وہ دریا کے اس پار پہنچ جائے۔ اور مسلمان اسی خط پر چل کر پار اتر جائیں۔"

یہ سنتے ہی عاصمؓ بن عمر تیار ہو گئے۔ وہ گھوڑے پر سوار ہو کر دریا میں اترے۔ قبیلہ نخوات کے چھ آدمیوں نے بھی ان کا ساتھ دیا۔ یہ لوگ مشاہیر وقت سے تھے ان کی بہادری اور جرات کا شہرہ تھا۔ اس قبیلہ (نخوات) کے اور لوگ کنارہ پر کھڑے ہو کر دیکھنے لگے۔ قعقاعؓ بن عمرو کے ساتھ بھی ایک گروہ عاصمؓ بن عمرو کے پیچھے ہی دریا میں اتر گیا۔

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ ان سے بیان کیا یوسف بن عبد الاعلیٰ نے اور ان سے یوسف بن عمرو نے کہ سب سے پہلے جو لوگ دریا میں کودے وہ عاصمؓ اور شرجیلؓ۔ ابو نفرنؓ۔ عجلؓ اور مالکؓ بن کعب الهدانی اور مثل ان کے دوسرے اکابر قوم تھے۔ وہ سب گھوڑوں پر سوار تھے۔ انہوں نے گھوڑے دریا میں ڈال دیئے ان کے پیچھے چھ سو ساٹھ آدمی اور دریا میں کود گئے۔ ایک لڑکا بنی الحارث سے بھی تھا۔ عجمی دوسرے کنارے پر کھڑے حیرت سے مسلمانوں کو دیکھ رہے تھے جب انہوں نے دیکھا کہ مسلمان دریا پار ہو کر دوسرے کنارے کے قریب پہنچ گئے۔ تو افسروں کے کہنے سے عجمی لوگوں کا ایک رسال مسلمانوں کو روکنے کے لئے دریا میں اترا۔ لشکر سعدؓ میں سے اول جس شخص نے عجمیوں سے مقابلہ کیا وہ عاصمؓ بن عمرو تھے انہوں نے اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر کہا۔ "ان بیدین گبروں کے بھالے مارو اور تاک کر ان کی آنکھیں پھوڑ ڈالو۔ مسلمان بھالے لے کر عجمیوں کی طرف بڑھے عجمیوں نے جب دیکھا کہ دریا میں پیرنے سے مسلمانوں کے دامن تک نہیں بھیگے ہیں۔ اور وہ بے تکلف نیزے اور تلواریں لے کر اس طرح بڑھ رہے ہیں۔ جس طرح خشکی میں بڑھا کرتے ہیں تو ان پر رعب و خوف چھا گیا۔ وہ اپنے پشت کی طرف پلٹ کر بھاگے۔ مسلمان ان کے قریب پہنچ گئے تھے۔ انہوں نے گبروں کا تعاقب کیا۔ اور ان میں سے بہتوں کو قتل کر ڈالا۔ بہت تھوڑے بچ کر بھاگ سکے۔ مسلمان بعافیت دوسرے کنارہ پر پہنچ گئے۔

جب سعدؓ بن وقاص نے دیکھا کہ مسلمانوں کا پہلا دستہ دریا پار ہو گیا۔ تو انہوں نے اذن عام دیا کہ اب تمام لشکر دریا میں پھاند پڑے۔ مسلمان پہلے ہی تیار تھے حکم ہوتے ہی دریا میں کودنے لگے۔ اس وقت دریائے دجلہ بڑے جوش سے موجزن تھا۔ پانی کا زور تھا۔ اونچی اونچی لہریں اٹھ رہی تھیں۔ لیکن مسلمانوں نے کچھ خوف نہیں کیا۔ خدا کا نام لے کر دریا میں

اترنا اور کوہ شکن موجوں میں تیرنا شروع کر دیا۔ وہ تلاطم گرداب سے مطلق خوف نہ کرتے تھے بلکہ گہرے پانی میں اس طرح چلے جا رہے تھے جیسے خشکی پر چل رہے ہوں۔ ایرانی دوسرے کنارہ پر کھڑے نہایت حیرت سے اس منظر کو دیکھ رہے تھے۔

راوی نے بیان کیا ہے کہ جب سعدؓ دریا میں اترے تو یہ آیت پڑھتے تھے۔ "یہ اندازہ کیا ہوا خدائے غالب بڑے علم والے کا ہے۔" راوی نے بیان کیا ہے کہ عاصمؓ کہتے تھے کہ ہم نے دریائے دجلہ کو سواروں۔ پیادوں اور چوپایوں سے ایسا ڈھانپ لیا تھا کہ آدمیوں اور جانوروں کی کثرت سے دریا کا پانی نظر نہ آتا تھا۔ جب ہمارے گھوڑے پانی سے نکلتے تھے تو اپنی دم اور ایال جھاڑتے تھے۔ اور لب دریا کھڑے ہو کر ہیلہ کرتے تھے یعنی ہنہناتے تھے۔ گھوڑوں کا بولنا فرط شادمانی اور الہام خداوندی سے تھا۔

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ مجھ سے نعمان بن عامانے ان سے نصی نے اور ان سے ان کے باپ عثمان نے بیان کیا ہے کہ دریا پار ہونے والے مسلمانوں میں سے ایک شخص بھی غرق نہیں ہوا۔ سب مع الخیر پار ہو گئے۔ ایک شخص قبیلہ بارق کا جس کا نام عرقدہ تھا دریا میں پشت زین سے پھسل کر گرا اس کا گھوڑا سرخ تھا۔ اس کی دم اور ایال بھی سرخ تھی۔ عرقدہ اور اس کا گھوڑا دونوں دریا میں ڈوبنے لگے۔ قعقاعؓ بن عمرو نے دیکھا۔ وہ گھوڑا پیرا کر اس کے پاس پہنچے۔ اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچ لیا۔ گھوڑے کو بھی روکا۔ عرقدہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر پار اتر گئے۔ لوگ کہتے تھے۔ اے قعقاعؓ "برادر اس بات سے عاجز ہیں کہ تیرے مثل پیدا کریں۔" گویا لوگوں نے قعقاعؓ کی تعریف کی۔ یہ بھی ایک امر عجیب ہے کہ اس پانی میں نہ کسی کی کوئی چیز دریا میں گری نہ ضائع ہوئی۔ ایک شخص کا لکڑی کا پیالہ تسمہ سے ٹوٹ کر پانی میں گرا اور بہہ گیا۔ مالک کاسہ نے کہا: "اے اللہ میں تجھ سے شکایت کرتا ہوں اس امر کی جو مجھے پہنچا ہے۔ میرا پیالہ گر گیا ہے۔ اس کے نہ ہونے سے مجھے سخت تکلیف پہنچے گی۔ یا اللہ کیا سارے لشکر میں سے میرا پیالہ ہی ایسا تھا۔ کہ تو اسے مجھ سے چھین لیوے۔" جب تمام لشکر اس پار پہنچ گیا تو مسلمانوں میں سے ایک شخص غسل کرنے دریا پر آیا۔ لہروں نے ایک پیالہ اچھال کر اس کے سامنے ڈال دیا۔ وہ اسے اٹھا کر لشکر میں لایا۔ مالک پیالہ نے اسے پہچان کر لے لیا۔ اور کہا: "میں جانتا تھا کہ خدا میرے پیالہ سے مجھے محروم نہ کرے گا۔"

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے بواسطہ عبداللہؓ بن بشر اور سلیمان بن عامر کے روایت کی ہے کہ جس روز اہل اسلام خدا کا نام لے کر دریا میں اترے اس وقت بادشاہ یزدجرد قصر کی چھت پر چڑھا ہوا دیکھ رہا تھا۔ اس نے دیکھا کہ مسلمان عظیم الشان موجوں سے کچھ نہیں گھبرا رہے ہیں۔ بے تکلف باتیں کرتے چلے آ رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر اسے اور بھی اپنی سلطنت جانے کا یقین ہو گیا۔ بے اختیار اس کے آنسو جاری ہو گئے۔ وہ بام ایوان سے اتر کر سیدھا خزانہ میں پہنچا۔ خزانہ و جواہر سونے چاندی کے برتن خلعت ہائے گراں بہا اور تمام بیش قیمت چیزیں ساتھ لے کر اپنے ندیموں۔ مشیروں اور خواصوں کے ہمراہ وہاں سے نکل گیا۔

مدائین کی فتح

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ عمرو بن تمیم نے مجھ سے کہا ہے کہ مجھے روایت پہنچی ہے کہ جب مسلمان دوسرے دریا کے قریب پہنچے۔ تو اہل فارس نے جنگ شروع کر دی۔ عجمیوں کی بھاری جمعیت مسلمانوں کو روکنے کے لئے وہاں موجود تھی۔ اس میں ملک کسریٰ کے مشہور بہادر اور شہسوار اور اس کے خواص تھے۔ ایوان کسریٰ کے محافظ خاص بھی تھے۔ دوسرے قلعوں کے والی بھی تھے۔ ان سب کا افسر شہریار بن ساور تھا۔ اس نے عجمیوں کو لڑائی پر برانگیختہ کیا۔ وہ مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے۔ مسلمان بھی کنارہ پر پہنچ کر ان سے دست و گریبان ہو گئے۔ خونریز جنگ شروع ہو گئی۔ سروں پر سر اور دھڑوں پر دھڑ گرنے لگے۔ مسلمانوں نے کشتوں کے انبار لگا دیئے۔ خالدؓ بن نمیر نے شہریار کی آنکھ میں تاک کر نیزہ مارا۔ انی گدی توڑ کر پار نکل گئی۔ وہ چلا کر اوندھا گرا۔ خالدؓ بن نمیر نے ایک ضرب تلوار کی ماری۔ وہ قتل ہو گیا۔ جبکہ لڑائی زوروں پر تھی۔ اس وقت ایک جماعت ایوان کسریٰ سے نکل کر وہاں آئی۔ اس گروہ نے عجمیوں سے کہا: "اب تم کس کے لئے لڑتے ہو۔ ملک کسریٰ (یزدجرد) تو فرار ہو گیا۔ اپنے ساتھ اپنی دولت۔ اپنا حشم و خدم اور اہل و عیال سب لے گیا۔ یہ سنتے ہی ایرانی بدحواس ہو کر بھاگ گئے۔

راوی نے کہا ہے کہ مدائین میں کوئی بات عجوبہ تر مسلمانوں کے دریا پار پایاب ہونے سے نہ تھی۔ عربوں نے دجلہ سے یوم عبور کا نام یوم الجراثیم رکھا تھا (جراثیم جمع ہے جرثومہ کی) جراثیم کھجوروں کی شاخوں کے مٹھوں کو کہتے تھے۔ یہ منجانب اللہ بات تھی کہ جراثیم

جس طرف پانی پایاب تھا اس طرف بہتے تھے۔

قیسؓ بن ابی خارم نے روایت کی ہے۔ کہ جب ہم لوگوں نے اپنے تئیں دریائے دجلہ میں ڈالا۔ تو اس وقت دریا کی طغیانی بڑے جوش پر تھی ایسی زبردست موجیں اٹھ رہی تھیں جو ہاتھیوں کو بہا لے جائیں۔ پانی شور کے ساتھ رواں تھا۔ جب ہم دریا کے بیچ دھارے میں پہنچے تو خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ پانی کی چھاپ گھوڑوں کے تنگ میں لگتی تھی۔ ہم لوگ بڑی بے تکلفی سے باتیں کرتے چلے جا رہے تھے عجمی دوسرے کنارہ پر کھڑے دیکھ رہے تھے وہ فارسی زبان میں کہنے لگے۔ "یعنی یہ لوگ جو دریا میں اس بیباکی سے چلے آ رہے ہیں جن اور آسیب ہیں۔" بعض کہتے ہیں کہ جن آ گئے ہیں جن آ گئے کہتے ہوئے بھاگ کھڑے ہوئے۔ کہتے جاتے تھے ہم آدمیوں سے لڑ سکتے ہیں جنوں سے نہیں۔ لیکن شہریار نے انہیں روکا۔ اور سب کو جمع کر کے مسلمانوں سے لڑا اور لڑتا ہوا مارا گیا۔ جیسا پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ مسلمانوں نے ارادہ کیا کہ ایوان کسریٰ میں اسی وقت داخل ہو جائیں۔ لیکن سعدؓ نے انہیں روکا۔ اور کہا: "جلدی نہ کرو۔ کہ جلدی کام شیطان کا ہے۔ کیونکہ جلدی کرنے والا اکثر ندامت و پریشانی اٹھاتا ہے۔ عجمیوں کا اس طرح اچانک بھاگ جانا ممکن ہے کسی فریب دہی کی وجہ سے ہو۔ مسلمان یہ سن کر رک گئے۔

راوی کہتا ہے کہ سلام المحارنی ایک لڑکا تھا۔ اس نے سعدؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا: " اے امیر واللہ آج میں نے خدا اور اس کے رسول صلعم کو رضا مند کیا۔ میں نے عجمیوں کے سپہ سالار شہریار کو قتل کیا ہے۔ سعدؓ نے گواہی چاہی۔ کسی نے گواہی نہ دی۔ سعدؓ نے کہا: "نوجوان! معلوم ہوتا ہے تم نے شہریار کو قتل نہیں کیا۔" سلام المحارنی نے سر جھکا لیا۔ اور وہاں سے چلے جانے کا قصد کیا۔ لیکن ایک صحابی نے جن کا نام ہاشمؓ بن تبہ تھا پکار کر کہا "اے امیر! میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ کہ شہریار کو اسی لڑکے نے قتل کیا ہے۔" خالدؓ بن نمیر نے بھی شہادت دی کہ تلوار کی ضرب سلام المحارنی نے ہی لگائی تھی جس سے شہریار قتل ہوا۔ سعدؓ نے سلام کو شاباش دی۔ مرحبا کہی۔ خلعت دیا اور مقتول کا تمام ساز و سامان اسے ہی بخش دیا۔

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ کچھ توقف کے بعد سعدؓ نے مدائین کی طرف پیش قدمی کی۔ مدائین بڑا زبردست شہر تھا۔ کئی شہر مل کر ایک شہر بنا تھا۔ اس میں ایک

شہر قصوئی تھا۔ جو مدائین کے آخری کنارہ پر آباد تھا۔ اسے بستانیر بھی کہتے تھے۔ وہاں شاہی تخت گاہ تھا۔ اس کے قریب ایک اور شہر تھا۔ اسے ایوان شاہی کہتے تھے۔ مسلمان مدائین میں گھس گئے۔ وہ ہر طرف پھیل گئے۔ شہر قصوئی میں جو شخص اول داخل ہوا۔ وہ یعقوب الھندلی تھے۔ ان کے ساتھ ان کے قبیلہ والوں کے علاوہ قعقاعؓ بن عمرو کی جماعت بھی تھی سعدؓ نے زہیرؓ بن جوہریہ کو شہر قصوئی میں داخل ہونے کا حکم دیا تھا لیکن ان سے پہلے یعقوب الھندلی مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ داخل ہوئے۔

سعدؓ بن وقاص نے مدائین میں داخل ہو کر ان ایرانیوں کو جو میدان جنگ سے بھاگ کر آئے تھے۔ تلاش کرنا شروع کیا۔ ایک طرف سے مرقالؓ گھس گئے تھے مرقال کو ایک شخص ملا جو کسریٰ کا حاجب و مصاحب تھا۔ وہ فارسی زبان میں مرقال سے کہنے لگا: "تعجب کی بات ہے کہ عرب دریا کو پایاب عبور کر کے مدائین میں گھس آئے ہیں۔" وہ نہیں جانتا تھا کہ مرقالؓ عرب ہیں۔ مرقالؓ فارسی زبان جانتے تھے انہوں نے کہا: "بختی ہو تم پر ہم عرب ہیں۔ خدا کی عبادت کرتے ہیں۔ خدا ہر کام میں ہماری مدد کرتا ہے۔ تم پوجو تو آگ کو چاہو یہ کہ خدا تمہاری مدد کرے یہ کیسے ممکن ہے۔" یہ کہتے ہی انہوں نے اس کے نیزہ مارا اور وہ قتل ہو کر گرا۔ مرقالؓ اس کے غلاموں کو قید کر کے حضرت سعدؓ کے پاس لے آئے۔

راوی نے کہا ہے کہ مرزبان کسریٰ سے ایک بڑا مرزبان تھا۔ جب مسلمان مدائین میں داخل ہوئے تو وہ وہاں موجود تھا۔ لیکن اسے عربوں سے کوئی خوف نہ تھا۔ وہ کسی کام سے گھر سے نکل کر باہر گیا تھا جب گھر واپس آیا تو اس نے دیکھا کہ اس کے غلام۔ خادم اور گھر والے نہایت عجلت سے گھر کا سامان نکال رہے ہیں اس نے پوچھا۔ "تمہار کیا حال ہے؟" انہوں نے جواب دیا۔ "بھڑوں کے چھتوں نے ہمارے گھر پر ہلہ بول دیا ہے یعنی عرب گھس آئے ہیں۔ ان کے خوف سے ہم نکلے جاتے ہیں۔ اسی وقت شہر سے نالہ فریاد کی آوازیں بلند ہوئیں۔ لوگ آہ و واویلا کر رہے تھے۔ اپنا منہ پیٹ رہے تھے۔ عورتیں مردوں کا بال نوچ رہی تھیں۔ اس مرزبان کو بڑا جوش آیا۔ اس نے ہتھیار لگائے۔ گھوڑے پر زین کسنے لگا۔ اتفاق سے رکاب کا تسمہ ٹوٹ گیا۔ اس نے اسے مضبوط کر کے باندھا وہ پھر ٹوٹ گئی۔ یہاں تک کہ تین مرتبہ باندھی اور تینوں دفعہ ٹوٹ گئی۔ اتنے میں اک سوار آیا۔ وہ عرب تھا۔ اس نے مرزبان پر تلوار ماری۔ وہ دو ٹکڑے ہو کر گرا۔ عرب سوار نے کہا۔ میں ابن مخارق ہوں

وہ اُسے قتل کر کے چلا گیا۔ اس کے ساز و سامان کی طرف کچھ توجہ نہ کی۔ دراصل وہ لوگوں کو جلدی جلدی قتل کرتا پھر رہا تھا۔ مقتولوں کا سامان لینے میں وقت ضائع نہ کرتا تھا۔

راوی نے بیان کیا ہے کہ سعدؓ مدائین میں داخل ہو کر ایوان کسریٰ کو تلاش کرنے لگے۔ جب جستجو کے بعد وہ انہیں مل گیا۔ تو وہ اس میں مع اپنے صحابیوں کے داخل ہوئے۔ اس وقت وہ یہ آیت پڑھ رہے تھے۔ "یعنی ہم نے ان کا وارث اور قوم کو کیا۔" وہ ایوان میں داخل ہو کر گھوڑے سے اتر پڑے اور آٹھ رکعت نماز فتح شکرانہ کی ادا کی۔ یہ آٹھویں رکعت ایک ہی بار نیت کر کے پڑھیں۔ درمیان میں سلام نہیں پھیرا بلکہ آٹھویں رکعت کے بعد سلام پھیرا۔ ایوان کے اس حصہ کو جہاں سعدؓ نے نماز پڑھی مسجد قرار دیا۔ اسی جگہ مسجد کی بنیاد ڈالی۔ وہاں حضرت خضر علیہ السلام کی تصویر تھی اسے بجنسہ رہنے دیا۔

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ مسلمان جمعہ کے روز مدائین میں داخل ہوئے تھے۔ اس روز سعدؓ نے وہاں چندے قیام کرنے کا قصد کر لیا۔ چونکہ جب سے وہ عراق میں داخل ہوئے تھے اس وقت سے سفر میں تھے۔ اور سفر کی نیت کرتے رہے تھے۔ اس لئے نماز قصر پڑھتے تھے۔ اسی لئے کسی جمعہ کی نماز بھی اہتمام سے نہ پڑھ سکے تھے۔ مدائین میں داخل ہو کر جب قیام کا ارادہ کیا تو نماز قصر ختم ہو گئی۔ سب سے پہلے جمعہ کی نماز پڑھی۔ عراق میں داخل ہو کر یہ پہلا جمعہ تھا۔ جو مسلمانوں نے پڑھا اور اس کے بعد پوری نمازیں ادا کرنے لگے۔ سعدؓ تین روز تک ایوان کسریٰ میں مقیم رہے۔ چوتھے روز وہاں سے چل کر قصر ابیض میں آئے۔ اور عمروؓ بن مقرن کو مال غنیمت جمع کرنے اور فہرست تیار کرنے کا حکم دیا۔ انہوں نے شاہ کسریٰ کا خزانہ کھلوایا۔ اس میں جو سامان باقی رہ گیا تھا۔ جسے یزدجرد اپنے ساتھ نہ لے جا سکا تھا۔ اور ایوان شاہی اور قصر ابیض میں جو ساز و سامان تھا۔ وہ سب ایک جگہ جمع کیا۔ فہرست تیار کی۔ مسلمانوں کو جو مال جہاں سے جس قدر بھی ملتا لا کر عمروؓ بن مقرن کے حوالہ کر دیتے۔ وہ فہرست میں لکھ کر بیت المال میں جمع کر دیتے۔ اہل مدائین عربوں کے خوف سے اپنے اہل و عیال اور مال و اسباب لے کر بھاگنے لگے۔ مسلمانوں نے ان پر حملے کر کے ان سے تمام سامان چھین لیا۔ اور سعدؓ کے پاس لے کر آئے۔ سعدؓ نے عمروؓ بن مقرن کے پاس بھیج دیا۔ انہوں نے بیت المال میں داخل کر لیا۔ اور فہرست میں درج کر لیا۔

راوی نے بیان کیا ہے شہر مدائین کا یہ مال و اسباب اور دولت بیت المال میں جمع

ہوئی۔ اس سے پہلے مسلمانوں کو جو کچھ مال غنیمت میں ملا۔ وہ فوجیوں پر تقسیم ہوتا رہا۔ لیکن یہ مال جمع کیا گیا۔ جمد بن سبار نے بیان کیا ہے کہ ایک روز ہم مدائین میں گشت کرتے ایک طرف پہنچے تو ہم نے ایک انبار پر سرپوش پڑھکا دیکھا۔ ہم نے جانا کچھ کھانا ہے۔ لیکن جب سرپوش کو اٹھایا تو معلوم ہوا کہ ایک بڑا برتن سونے چاندی کا ہے۔ اس میں کافور بھرا تھا۔ ہم سمجھے نمک ہے۔

قسم قسم کا مال غنیمت

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت بیان کی ہے کہ مدائین میں بڑی ابتری پھیل گئی تھے۔ ایرانی لوگ چھپ چھپ کر اپنا ساز و سامان اور اپنے اہل و عیال لے کر بھاگ رہے تھے۔ مسلمانوں کو بھی ان کے فرار ہونے کا علم ہو گیا۔ انہوں نے ان کی جستجو اور تعاقب شروع کیا۔ زہیرؓ (یہ وہ زہیرؓ نہیں ہیں جن کی شہادت کا حال پہلے بیان کیا جا چکا ہے بلکہ ان کے علاوہ دوسرے زہیرؓ ہیں) مفروروں کی تلاش میں روانہ ہوئے۔ جب وہ جسر نہوان پر پہنچے تو دیکھا کہ پل پر بہت سے ایرانی لوگ جمع ہیں۔ ان کے ساتھ بہت کچھ ساز و سامان ہے۔ اس قدر اژدھام ہے کہ پل کے اوپر سے عبور کرنا دشوار ہے۔ ایک خچر جس پر کچھ لدا ہوا تھا پانی میں گر پڑا۔ ایرانیوں نے شور و غوغا کر کے اسے نکالنا شروع کیا۔ اتفاق سے اس کے نکالنے کی جدوجہد میں ایک اور خچر پانی میں گر پڑا۔ اس پر بھی کچھ بار تھا۔ لوگ اسے بھی نکالنے لگے۔ زہیرؓ نے اپنے ہمراہیوں سے مخاطب ہو کر کہا: "ان خچروں پر ضرور کچھ ایسا سامان بار ہے جو ان ایرانیوں کو بڑا عزیز ہے۔ ان پر حملہ کرو اور ان کا سب سامان چھین لو۔"

چنانچہ مسلمانوں نے نہایت شدت سے حملہ کر دیا۔ ایرانی مقابلہ میں آ گئے۔ لیکن مسلمانوں نے تھوڑی دیر میں ہی انہیں سب کو چھانٹ ڈالا جو باقی بچے وہ بھاگ گئے۔ اب مسلمانوں نے دونوں خچروں کو نہایت آسانی سے پانی میں سے نکال لیا۔ اور خچروں پر جو سامان بار تھا۔ اسے کھول کر دیکھا تو ان میں سے ایک میں کسریٰ کی شاہانہ درباری پوشاک تھی اور خلعت پر زر تھا۔ اس میں ہیرے اور جواہرات اس قدر لگے ہوئے تھے۔ کہ انہیں دیکھتے ہی ان کی چمک سے آنکھیں خیرہ ہو گئیں۔ دوسرے خچر پر شاہ کسریٰ کی سونے کی زرہ اور ایک وردی تھی جس میں جواہرات جڑے تھے۔ ان چیزوں کو پہن کر وہ تخت پر بیٹھا کرتا تھا۔ سہیلؓ

بن سابق نے بیان کیا ہے کہ ہم اور وہ دونوں خچر اور ایرانیوں کا وہ تمام سامان جسے وہ پل پر چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔ لے آئے اور عمروؓ بن مقرن کے سپرد کر دیا۔

یعقوب نے اپنے جد سے نقل کی ہے وہ کہتے تھے جو لوگ مفرور ایرانیوں کے تعاقب میں گئے ان میں سے ایک گروہ میں میں تھا۔ ہم نے دیکھا کہ دو ایرانی دو خچروں کو تیزی سے ہانکتے ہوئے لے جا رہے ہیں۔ ہم میں سے جو کوئی ان کے قریب پہنچتا تھا۔ وہ اس کے تیر مارتے تھے۔ کسی کو ان کے نزدیک جانے کی جرات نہ ہوتی تھے۔ مجھے غصہ آگیا میں نے ان پر حملہ کر کے دونوں کو قتل کر ڈالا۔ اور خچروں کو ہانکتا ہوا داروغہ بیت المال (عمروؓ بن مقرن) کے پاس لے گیا۔ انہوں نے دریافت کیا۔ "ان خچروں میں کیا ہے؟" میں نے کہا: "خدا ہی جانتا ہے۔ میں نے نہیں دیکھا۔" انہوں نے کہا: "ٹھہرو میں تمہارے سامنے دیکھتا ہوں۔" انہوں نے سرپوش اٹھا کر دیکھا تو ایک خچر پر شاہ کسریٰ کا تاج تھا۔ اور قسم قسم کے جواہرات تھے۔ دوسرے خچر پر زرشاہی لباس تھا۔ جس میں لعل و جواہر ٹنکے ہوئے تھے۔

محمد بن طلحہ اور مہلب نے روایت کی ہے کہ قعقاعؓ بھی مفروروں کے تعاقب میں گئے تھے۔ کئی مسلمان ان کے ساتھ تھے۔ ایک ایرانی ملا جو مسلمانوں پر حملہ کرنے لگا۔ وہ بڑا جری معلوم ہوتا تھا۔ مسلمانوں کو اس پر حملہ کرنے میں کچھ تامل ہوا۔ قعقاعؓ نے للکار کر کہا۔ "اے سگ پلید تیرا قاتل آپہنچا۔" یہ کہہ کر جھپٹے اور اس کے ایسا نیزہ مارا کہ سینہ توڑ کر انی پشت کے پار ہو گئی۔ وہ مقتول ہو کر گرا۔ اس کے ساتھ بہت کچھ اسباب تھا۔ ان میں دو صندوق مقفل تھے۔ ان میں سے ایک میں پانچ تلواریں تھیں۔ جن کے دستے سونے کے مرصع بہ جواہر تھے۔ شاہ کسریٰ کی زرہ اور مغفر اور کمر پٹکا تھا۔ دوسرے صندوق میں شاہ روم ہرقل اعظم کی زرہ تھی۔ اور کئی زرہیں دوسرے بادشاہوں کی تھیں تلواروں میں ایک تلوار کسریٰ کی تھی۔ ایک ہرقل اعظم کی۔ ایک نعمان بن المنذر کی۔ جب قعقاعؓ نے یہ سامان سعدؓ بن وقاص کے سامنے پیش کیا۔ تو انہوں نے قعقاعؓ سے کہا۔ "ان میں سے جس تلوار کو تم پسند کرو لے لو۔ قعقاعؓ نے ہرقل کو شمشیر اٹھالی۔ سعدؓ نے بہرام گور کی زرہ بھی انہیں دے دی۔ باقی تلواریں اور زرہیں امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ کی نذر گذارنے کے لئے رکھ لیں۔

ایک اور صحابی نے بیان کیا ہے کہ میں بھی مفرور ایرانیوں کے تعاقب میں روانہ ہوا۔

اثنائے راہ میں مجھے ایک ایرانی ملا جو خچر پر سوار چلا جا رہا تھا۔ مجھے دیکھتے ہی وہ خچر کے اوپر سے اترا جلدی جلدی اسے ہانک کر لے چلا۔ یہاں تک کہ نہر پر جا پہنچا۔ اور نہر پار کرنے کے لئے گھاٹ تلاش کرنے لگا۔ جب میں اس کے قریب پہنچا تو اس نے مجھ پر تیر برسانے شروع کئے۔ میں اس کے تیروں سے بچ کر اس پر حملہ آور ہوا۔ اور اسے قتل کر ڈالا۔ اور اس کے خچر پر قبضہ کر لیا۔ لیکن اسی وقت اس کا ایک اور ساتھی نمودار ہوا۔ اس کے ساتھ بھی ایک خچر تھا۔ مگر جب اس نے اپنے ساتھی کو مردہ دیکھا تو ڈر کر خچر چھوڑ کر بھاگ گیا۔ میں ان دونوں خچروں کو ہانک کر لے آیا۔ اور داروغہ بیت المال کے سپرد کر دیا۔ داروغہ نے دریافت کیا۔" تم نے دیکھا ہے کہ ان خچروں پر کیا ہے۔" میں نے انکار کیا۔ ان دونوں خچروں کی پشت سے پاکھر و پوشش اٹھا کر دیکھا تو تماشہ نظر آیا۔ ایک خچر پر ایک گھوڑا لدا ہوا تھا۔ جو سونے اور چاندی کا تھا۔ اس میں قسم قسم کے جواہرات جڑے ہوئے تھے۔ لگام اور زین دونوں سونے کے تھے اور ان میں بیش قیمت جواہرات جڑے ہوئے تھے۔ دوسرے خچر پر چاندی سونے کی اونٹنی تھی۔ اس پر سونے کا جڑاؤ پالان تھا۔ اس کی مہار بھی سونے کی تھی جس میں یاقوت کے نگینے جڑے تھے۔ اس ناقہ پر ایک مرد بھی سوار تھا۔ جو سیم تن اور زریں پیراہن تھا۔ اس کے لباس میں جواہر اور لاجورد جڑا ہوا تھا۔ شاہ کسریٰ کو ان دونوں چیزوں پر بڑا ناز اور فخر تھا۔

ابو عبیدۃ العنبریؒ نے بیان کیا ہے کہ سقوط مدائین کے بعد مسلمان مال غنیمت لا لا کر داروغہ کے پاس جمع کرتے جاتے تھے۔ جب وہ صحابی گھوڑا اور ناقہ لایا۔ تو داروغہ (عمرو بن مقرن) نے کہا: "خدا کی قسم میں نے ایسی چیزیں پہلے کبھی نہیں دیکھیں۔ کیا تم نے (جو شخص ان خچروں کو لایا تھا۔ جن پر گھوڑا اور ناقہ بار تھے) ان چیزوں کے علاوہ کچھ اور بھی خچروں پر لدا ہوا دیکھا تھا؟" صحابی نے جواب دیا: "واللہ نہیں۔ اگر میں خدا سے نہ ڈرتا اور اسے حاضر و ناظر نہ سمجھتا تو یہ دونوں خچر ہرگز تمہارے پاس نہ لاتا۔"

داروغہ:۔ "تمہارا نام کیا ہے؟"

صحابی:۔ "میں اپنا اور اپنے قبیلہ کا نام نہ بتاؤں گا۔ ڈرتا ہوں کہیں تو میری تعریف نہ کرنے لگے۔ حالانکہ تعریف کے لائق وہ خدائے عزوجل ہے جو واحد یکتا ہے۔ خلاق عالم ہے۔ ہر چیز پر قادر ہے۔ میں اس سے عطائے ثواب بے حساب کی امید رکھتا ہوں۔

یہ کہہ کر وہ صحابی چل دیئے۔ داروغہ بیت المال نے اپنا ایک آدمی ان کے پیچھے لگا دیا۔

اس خادم نے لوگوں سے دریافت کیا۔ "یہ کون شخص ہے؟" جو لوگ انہیں جانتے تھے انہوں نے بتایا کہ یہ عامرؓ بن عبدالقیس ہیں۔"

امانت

داروغہ عامرؓ بن عبدالقیس اور داروغہ بیت المال یعنی عمروؓ بن مقرن میں جو گفتگو ہوئی تھی۔ وہ سعدؓ بن ابی وقاص تک بھی پہنچ گئی۔ سعدؓ نے کہا: "قسم ہے اس خدا کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اصحاب جیش قادسیہ میں سے یعنی ہمارے اس لشکر میں کوئی ایک شخص بھی ایسا نہیں ہے جو دنیا کے جاہ و جلال کا طالب ہو یا دولت کی طمع رکھتا ہو۔ اور جو شخص دولت یا جاہ و جلال کا حریص نہیں ہوتا وہ امانت میں خیانت نہیں کیا کرتا بلکہ دیانت دار ہوتا ہے۔ تین شخصوں کے اوپر لوگوں کو کچھ شک ہوا تھا۔ ہم نے ایک شخص کو ان کے حالات جاننے اور اوصاف معلوم کرنے کے لئے ان کے پیچھے لگا دیا۔ چنانچہ معلوم ہوا کہ وہ بڑے امانت دار اور زاہد خشک ہیں۔ دنیا سے بیزار اور دولت دنیا سے سخت متنفر ہیں۔ ان تینوں میں سے ایک طلحہؓ بن خویلد تھے۔ جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ اور پھر تائب ہو کر مسلمان ہو گئے تھے۔ مسلمان ہونے کے بعد عراق میں جہاد کرنے کی غرض سے آئے تھے۔ دوسرے عمروؓ بن معدی کرب اور تیسرے قیسؓ بن ہبیرۃ المرادی تھے۔

سلمان فارسیؓ کی کرامت

راوی نے بیان کیا ہے کہ مجھ سے ان لوگوں نے جو مدائن کی فتح کے وقت وہاں موجود تھے بیان کیا ہے کہ قصر ابیض میں جو اچھا خاصا قلعہ تھا۔ سعدؓ بن ابی وقاص تین روز رہ کر اسے خالی کر کے چلے آئے۔ ان کے وہاں سے ہٹتے ہی چند مرزبان کچھ عجمی سپاہیوں کو لے کر قصر ابیض میں گھس کر قلعہ بند ہو گئے۔ انہوں نے آپس میں یہ حلف اٹھایا کہ وہ اس قلعہ کو ہرگز خالی نہ کریں گے۔ قعقاعؓ کو جب معلوم ہوا۔ کہ عجمی مرزبانوں نے قصر ابیض پر دوبارہ قبضہ کر لیا ہے تو وہ اپنی جمعیت لے کر حملہ آور ہوئے۔ ان عجمیوں نے سرکش ہو کر نہایت بہادری سے مقابلہ کیا۔ تیر اور فلاخنوں کے ذریعہ سے سنگریزے برسانے لگے۔ قعقاعؓ اور

ان کے ساتھیوں نے ان کا محاصرہ کر لیا۔ لیکن جب محاصرہ نے طول کھینچا۔ تو قعقاعؓ نے سعدؓ سے کہلایا کہ ہم ان بیدینوں کے محاصرہ کرنے کی وجہ سے جہاد میں محروم ہیں۔ سعدؓ بن ابی وقاص نے سلمانؓ فارسی کو عجمیوں کے سمجھانے کے لئے بھیجا۔ سلمانؓ فارس ہی کے رہنے والے تھے اسی لئے انہیں سلمانؓ فارسی کہتے تھے۔ انہوں نے قصر ابیض کے پاس پہنچ کر فارسی زبان میں گفتگو شروع کی۔ عجمی شہرپناہ کی دیوار کے اوپر سے جو تیر اور پتھر برسا رہے تھے وہ رک گئے۔ سلمانؓ سے دریافت کیا:۔ "تم کون ہو؟" انہوں نے کہا "مسلمانوں کا سفیر ہوں۔ تم سے یہ کہنے آیا ہوں کہ تم نے یہ کیا طریقہ اختیار کیا ہے۔ جب تمہاری جمعیت تھی۔ مدائین پر تمہارا قبضہ تھا۔ اس وقت تو تم نے مقابلہ نہ کیا۔ اب جبکہ مدائین فتح ہو گیا ہے بیکار مقابلہ کر کے اپنی جانیں گنوا رہے ہو۔ سنو ہر شخص اپنی جان اپنے مال یا اولاد کے لئے مقاتلہ اور مجادلہ اس وقت کرتا ہے جب اسے مخلصی اور رستگاری کی امید ہو۔ تمہاری تمام امیدیں ٹوٹ چکی ہیں۔ خلاصی کی کوئی صورت باقی نہیں رہی ہے۔ تمہارا بادشاہ بھاگ گیا ہے۔ ہم اس کے ملک اور خزانہ پر قابض ہو گئے ہیں۔ اب کوئی تمہارا مددگار باقی نہیں رہا ہے۔ اب مفت اپنی جانوں کو کیوں ہلاک کر رہے ہو۔ اگر تم یہ قلعہ ہمارے حوالہ کر دو۔ تو ہم تمہیں امان دے دیں گے۔ تمہیں اختیار ہو گا۔ جدھر چاہو چلے جاؤ۔ ہم میں سے کوئی بھی تم سے تعرض نہ کرے گا۔"

ان لوگوں نے کہا:۔ "ہم نے عہد کیا ہے کہ جب تک ہم سب لڑ کر مر نہ جائیں۔ ہرگز یہ قلعہ خالی نہ کریں گے۔" یہ کہتے ہی انہوں نے سلمانؓ فارسی پر تیروں کی بارش شروع کر دی۔ سلمانؓ یہ آیت پڑھنے لگے۔ "جن لوگوں نے کفر کیا۔ اللہ نے غیظ کی وجہ سے انہیں مردود کیا۔ اور باز رکھا۔ کہ وہ امور خیر کو نہ پہنچیں۔ حق سبحانہ تعالیٰ مومنوں کے حق میں قتال کے لئے کافی ہے اور وہ خدا بڑا توانا اور غالب ہے۔"

یہ آیت پڑھ کے سلمانؓ نے تیروں کو ہاتھ کا اشارہ کیا۔ وہ دائیں بائیں سے نکل جاتے تھے۔ ان کے جسم پر ایک بھی نہ لگا۔ حالانکہ وہ سامنے بغیر ڈھال کے کھڑے تھے۔ عجمیوں کو بڑا تعجب ہوا۔ انہوں نے پکار کر کہا۔ "اے شخص تجھے قسم ہے اپنے اس خدا کی جس کی تو عبادت کرتا ہے۔ بتا تو کون ہے؟" سلمانؓ فارسی نے کہا:۔ "میں دیرینہ سال بوڑھا ہوں۔ جب میں نے رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر سنا تو ان کی خدمت میں پہنچا۔ انہوں نے

میری بڑی عزت کی اور جب میں نے ان کی خدمت گزاری کی تو انہوں نے مجھے عظمت بخشی۔ یہاں تک کہ مجھے اپنے اہل بیت میں شمار کر کے بڑا مشرف عطا کیا۔ فرمایا۔ "سلمانؓ ہمارے اہل بیت سے ہے۔"

عجمی ان کی یہ گفتگو سن کر ان کی عزت کرنے لگے۔ انہوں نے ان کے سامنے گردن اطاعت جھکا دی۔ ان میں سے بعض نے کہا: "ہم اپنی جان مال یا اولاد کی وجہ سے قتال نہیں کر رہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ شاہ کسریٰ یہاں سے شہر نہاوند کو چلا گیا ہے اس کی ایک بیٹی بیمار ہے۔ وہ ہمیں اس کی حفاظت و نگرانی پر چھوڑ گیا ہے۔ ہم اس کے لئے لڑ رہے ہیں۔ اگر تم وعدہ کرو۔ کہ بنت کسریٰ کو امان دو گے۔ اس کی عزت و حرمت کا خیال رکھو گے۔ بادشاہ کے ناموس کو اپنا ناموس سمجھو گے تو ہم شاہزادی کو تمہارے سپرد کردیں۔" سلمانؓ نے کہا: "ذرا توقف کرو۔ میں امیر سعدؓ سے اس کا ذکر کر کے امان حاصل کرلوں۔"

چنانچہ سلمانؓ وہاں سے لوٹ کر سعدؓ بن ابی وقاص کی خدمت میں پہنچے۔ اور ان سے تمام حال بیان کیا۔ سعدؓ نے کہا "اے عبد اللہ سلمانؓ! ان سے کہہ دو کہ اگر وہ ہماری حمایت میں آجاویں گے تو ہم ان کی حفاظت کے ذمہ دار ہوں گے۔ بنت کسریٰ کو امان دیں گے اور اس کی عزت و حرمت ملحوظ رکھیں گے۔" سلمانؓ نے آکر عجمیوں کو امیر کا یہ پیغام پہنچایا۔ ان میں جو لوگ عقلمند تھے انہوں نے کہا: "یزدان کی قسم عرب ضرور حق پر ہیں۔ اگر وہ حق پر نہ ہوتے تو فارس و روم کو فتح نہ کر سکتے۔ عقل کا یہ تقاضا ہے کہ ہم بھی ان کے دین میں داخل ہو کر بے ڈر ہو جائیں۔ اور سایہ امن میں پہنچ جائیں۔ یہ لوگ ملک گیری کی ہوس نہیں رکھتے۔ بلکہ اسلام کے مبلغ ہیں۔ چاہتے ہیں کہ ساری خدائی خدائے یکتا کی عبادت کرنے لگے۔ تم نے سلمانؓ کی عظمت و کرامت دیکھی ہے۔ ان سے لڑنا خدا سے لڑنا ہے اور خدا سے لڑ کر کوئی فتح یاب نہیں ہو سکتا۔"

چنانچہ وہ خفیہ دروازہ سے نکل کر جس سے قلعہ میں داخل ہوئے تھے۔ اول سلمان فارسیؓ کے پاس آئے۔ اور وہاں سے امیر سعدؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سب ان کے ہاتھ پر ایمان لے آئے۔ سعدؓ اس وقت رو پڑے۔ انہوں نے دعا مانگی: "اے اللہ اسی طرح تو اسلام کی نصرت کر۔" پھر یہ آیت پڑھی۔ "یہ انقلاب زمانہ ہے کہ ہم اسے لوگوں کے درمیان گردش دیتے ہیں۔"

امیر سعدؓ نے عمروؓ بن مقرن داروغہ بیت المال کو حکم دیا۔ کہ وہ قصر ابیض کے مال کا بھی پر قبضہ کرلیں۔ چنانچہ انہوں نے کسریٰ کا جس قدر مال وہاں تھا۔ سب پر قبضہ کرلیا۔ جب مال غنیمت لوگوں پر تقسیم کیا گیا۔ تو جو ایرانی مسلمان ہوئے تھے۔ انہیں بھی حصہ دیا گیا۔ امیر سعدؓ کی یہ نوازش عدالت اور مہربانی دیکھ کر ہزاروں ایرانی مسلمان ہو گئے۔

شاہران یعنی بانو بنت کسریٰ

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے موسیٰ بن عبداللہ سے اس نے عمرو سے اس نے اپنے جد یحیٰ سے انہوں نے کہا بنت کسریٰ کی مذکورہ بالا روایت کے علاوہ مجھے ایک روایت اور بھی پہنچی ہے جو یہ ہے کہ جب کسریٰ کا لشکر پسپا ہوا اور یزدخرد بھاگ گیا۔ مسلمانوں نے مدائین پر قبضہ کرلیا۔ تو مسلمانوں کے چند دستے اہل فارس کے تعاقب میں گئے تھے۔ ہاشمؓ بن عتبہ نے بھی ان کا پیچھا کیا تھا۔ اور ان کے تعاقب کرتے ہوئے حوالی حلوان تک جا پہنچے تھے۔ وہاں انہیں عجمی سواروں کی ایک جماعت ملی۔ وہ لوہے میں اس طرح غرق تھے یعنی زرہیں پہنے ہوئے تھے کہ سوائے آنکھوں کی پتلیوں کے بدن کا اور کوئی حصہ نظر نہ آتا تھا۔ ان کے ساتھ بہت سے ہودج اور محمل تھے اور ان پر عماریاں تھیں۔ ان عماریوں میں زنانی سواریاں تھیں۔ ان میں ایک محافہ چوب رطب سے بنا تھا۔ اس کی پوشش ریشمین رنگ بہ رنگ کی رنگین تھی۔ جس کا تار تار زریں تھا۔ جس کے بیل بوٹے طلائی اور بیش بہا جواہر سے مرضع تھے۔ ان کی چمک سے آنکھیں خیرہ ہوئی جاتی تھیں۔ بے شمار خدام۔ غلام اور کنیزیں اس محافہ کو گھیرے ہوئے تھیں۔

راوی نے بیان کیا ہے کہ ہاشمؓ نے ان سواروں پر حملہ کردیا۔ ایرانی بھی بڑی دلیری سے لڑنے لگے۔ تلواریں چلنے لگیں۔ مسلمان انہیں پسپا کرنا چاہتے تھے۔ لیکن وہ بھاگتے نہیں تھے بلکہ محافہ کے گرد کٹ کٹ کر گر رہے تھے بات یہ تھی کہ وہ محافہ بنت کسریٰ شاہران کا تھا۔ جو یزدجرد بن کسریٰ کی بیٹی تھی۔ (یہ شاہران وہی ہیں جن کا بعد میں نام شہربانو ہوا اور جو حضرت امام حسین علیہ السلام کے عقد میں آئیں) اس شاہزادی کو جو اپنے اہتمام سے لئے جاتا تھا اس کا نام سرقرین ہرمز تھا۔ وہ بڑا بہادر تھا۔ یزدجرد کو اس پر بڑا اعتماد تھا۔ وہ نہایت دلیری سے لڑ رہا تھا۔ ہشامؓ نے ساقر کو قتل کر ڈالا۔ ہشامؓ کے ہمراہیوں نے ساقر کے ساتھیوں کو اس

قدر قتل کیا۔ کہ لاشوں کے ڈھیر لگا دیئے۔ ایرانی گھبرا کر بھاگ گئے۔ ہشامؓ نے تمام ہودجوں اور محملوں پر قبضہ کر لیا۔ بنت کسریٰ کے زرتار محافہ کو زیر حراست لے لیا۔ اور شاہزادی کے تمام غلاموں۔ خادموں اور کنیزوں کو بھی اسیر کر کے وہاں سے امیر سعدؓ بن ابی وقاص کے پاس حاضر ہوئے۔ اور انہی اطلاع دی کہ اس محافہ میں بنت کسریٰ ہے۔ سعدؓ نے سنتے ہی یہ آیت پڑھی۔ "اے پروردگار تو ہی ملک کا مالک ہے۔ جسے چاہتا ہے ملک دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے ملک لے لیتا ہے۔ تو جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ذلت دیتا ہے۔"

بنت کسریٰ کے ساتھ خزانوں کے صندوق تھے۔ امیر سعدؓ نے انہیں کھلوا کر دیکھا۔ ان میں دو صندوق ایسے تھے جو اندر اور باہر سے زر بفت سے منڈھے تھے۔ جب انہیں کھلوایا تو ان میں سے بساط کسریٰ یعنی شاہی مسند نکلی۔ جو عجوبہ روزگار تھی۔ اس بساط کی وجہ سے شاہان کسریٰ روئے زمین کے بادشاہوں پر فخر کیا کرتے تھے۔ ایسی نادر زمانہ چیز کسی اور بادشاہ کے پاس نہ تھی۔ وہ ریشم کے تانے بانے سے بنا تھا۔ اس پر ہر رنگ کے در و یاقوت الماس و زمرد۔ لعل و گوہر اور جواہر گراں بہا لگے تھے۔ اس کی لمبائی تقریباً ستر گز تھی۔ وہ سارا ایک ٹکڑا بے جوڑ تھا۔ اس کے چار ڈورے تھے۔ جو چار باغ یا چار گلزار تھے۔ ہر طرف ہر طرح کی بہار تھی۔ ایک طرف تصویریں بنی تھیں۔ دوسری طرف بوٹے تھے۔ ان میں کلیاں تھیں۔ تیسری طرف فصل ربیع کی کھیتی تھی۔ سبز کھیت لہلہا رہے تھے۔ چوتھی طرف میدان سبزہ زار تھا۔ یہ سب حریر رنگا رنگ۔ جواہر بوقلموں۔ طلائے احمر اور نقرہ خالص سے بنائے گئے تھے شاہان کسریٰ اس بساط کو ایام خزاں میں بچھواتے اور اس پر بیٹھ کر مے نوشی کر کے داد عشرت دیتے تھے۔ اس بساط کے کئی نام تھے۔ بساط نزہت۔ بساط مسرت اور گلشن شاداب کہتے تھے۔ عربوں نے اسے چادر زینت نام دیا۔

مال غنیمت کی تقسیم

راوی نے بیان کیا ہے کہ جب امیر سعدؓ نے مال غنیمت لوگوں میں تقسیم کیا تو ہر سوار کو بارہ بارہ ہزار دینار ملے۔ اس لشکر میں پیدل نہ تھے۔ سب سوار تھے۔ جو لشکر حیرہ میں عورتوں اور بچوں کی حفاظت کر لئے رہ گیا تھا۔ انہیں بھی حصہ دیا گیا۔ مدائین کے مکانات بھی مسلمانوں میں تقسیم کر دیئے گئے۔ مہتمم خزانہ تو عمروؓ بن مقرن تھے۔ اور مہتمم تقسیم عثائم

سلیمانؓ بن ربیعہ مقرر کئے گئے تھے۔ مدائین کی فتح ماہ صفر میں ہوئی تھی۔ اور خمس علیحدہ نکال کر امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ کی خدمت میں بھیجنے کے لئے رکھ دیا گیا تھا۔ جب امیر سعدؓ نے بساط کی تقسیم کا ارادہ کیا۔ تو ذہن میں نہ آیا۔ کہ اسے کس طرح تقسیم کریں۔ چنانچہ امیر سعدؓ نے کہا۔ "اے گروہ مجاہدین میری رائے یہ ہے کہ اس بساط کو بعینہ امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ کی خدمت میں بھیج دیں۔" (مجاہدین میں سے کسی نے بھی یہ اعتراض یا خیال نہ کیا۔ کہ اس قیمتی چیز میں سے ہمیں حصہ کیوں نہ ملے۔) سب نے عرض کیا۔ "جو آپ کی رائے ہے وہ مناسب ہے۔"

حصہ دوئم

نامہ فتح

چنانچہ اس بساط کو پھر صندوقوں میں بند کر دیا۔ اور مال خمس بھی ان میں رکھ دیا۔ اس کے بعد امیر سعدؓ نے امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ کی خدمت میں اس مضمون کا خط لکھا۔

"شروع ساتھ نام اللہ کے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

امیر المومنین عمرؓ بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں ان کے عامل سعدؓ بن ابی وقاص کی طرف سے جو عراق کے والی (گورنر) ہیں۔ آپ پر سلامتی ہو۔ میں اس خدا کی تعریف کرتا ہوں جس کے سوائے کوئی معبود نہیں ہے۔ اور درود بھیجتا ہوں اس کے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اس نے ہم پر احسان کیا بسبب ظفریاب ہونے کے ایسے دشمن پر جو شیطان کا مطیع ہے اور اس نے میدان گمراہی میں اپنی باگ ڈھیلی کر دی ہے حال یہ ہے۔ کہ حق تعالیٰ سبحانہ نے ہمیں عبادت کی خو دی۔ ہم نے یزدجرد بن کسریٰ کا ملک تسخیر کر لیا۔ حالانکہ اس نے بکثرت حملے کئے۔ بارہا جنگ کی۔ باوجود تندہی اور سرکشی اس کے ان سرداران لشکر کے جن کی ہیبت ملک پر چھائی ہوئی تھی حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ فرشتوں نے ضربیں لگائیں یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کا والی اور مددگار ہے اور کافروں کا کوئی حامی اور مددگار نہیں ہے۔ بعد ازاں کہ ہم نے دشمنان خدا کو تہ تیغ کیا تو دشمن خدا (یزدجرد) بھاگ گیا۔ ہم نے اس کی بیٹی کو لے لیا۔ ہم آپ کے حکم کے منتظر ہیں۔ اور مدائین میں مقیم ہیں۔ ہمارا اسلام پہنچے آپ پر اور سب مسلمانوں پر اور اللہ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں۔

یہ عریضہ معہ مال خمس کے بشیرؓ کے حوالہ کیا۔ پانچ سو سواران کی معیت میں دیئے۔

شاہران بنت کسریٰ کو بھی انکے ساتھ کردیا۔ وہ مدینہ منورہ روانہ ہوئے۔ سعدؓ نے بشیرؓ کا ایک بشارت دینے والا بشیر سے آگے روانہ کیا۔ اس کا نام جیش بن ناجذ الاسدی تھا۔ ان کے یہ خدمت سپرد کی کہ وہ ہر بستی میں مسلمانوں کی فتح اور شاہ کسریٰ کے شکست کھاکر بھاگ جانے کے حالات بیان کرتا چلا جائے۔ تاکہ مسلمانوں کا ہیبت و دبدبہ اس نواح کے غیر مسلموں کے دلوں پر چھا جائے۔

مسلمانوں کی مسرت

امیر المومنین سیدنا حضرت عمر فاروقؓ نے جب سے عراق میں شہ سواران اسلام کو بھیجا تھا ان کی طرف سے بڑے متفکر رہتے تھے۔ روزانہ قاصد کے آنے کے انتظار میں اپنے ناقہ پر سوار ہو کر دن نکلتے ہی عراق کے راستہ پر دور تک چلے جاتے۔ جب دوپہر ہو جاتی تو واپس لوٹ جاتے۔ چنانچہ ایک روز وہ حسب معمول عراق کے راستہ پر چلے جا رہے تھے کہ جیشؓ کو انہوں نے آتے دیکھا جب وہ پاس آیا۔ تو خلیفہ نے اس سے دریافت کیا۔ اے بندہ خدا تو کون ہے۔ کدھر سے آتا ہے۔" اس نے عرض کیا: "یا امیر المومنین میں مدائین سے آرہا ہوں۔"

امیر المومنین :۔ " تیرے پاس وہاں کی کیا خبر ہے۔ خدا تیری آنکھیں ٹھنڈی رکھے۔ اور میری اور تیری مغفرت کرے۔"

جیشؓ :۔ " امیر المومنین مژدہ فتح ہے کہ ہر آئینہ اللہ تعالیٰ نے لشکر مشرکین کو ہزیمت دی۔ " حق تعالیٰ نے قوم مجرمین کا پیچھا کاٹ دیا۔" اب ان کی حمایت اور پشت پناہی کرنے والا کوئی باقی نہ رہا۔ ان کی آبادیاں ویرانہ میں تبدیل ہو گئیں۔ ان کے تفاخر کے آثار و نشان مٹ گئے۔ ان کی جمعیتیں منتشر ہو گئیں۔ جماعتیں الٹ گئیں۔ وہ محلات اور عمارات جن پر وہ ناز و فخر کیا کرتے تھے۔ خراب ہو گئے۔"

حضرت عمر فاروقؓ یہ مژدہ سنتے ہی بے اختیار سجدہ میں گر پڑے۔ انہوں نے کہا: " پروردگار عالم مسلمانوں میں کوئی قوت نہیں ہے تیری ہی مدد سے انہوں نے وہ کیا جو میں نے سنا۔ تیرا شکر و احسان ہے۔" اس کے بعد وہ اپنے ناقہ پر اور جیش اپنے اونٹ پر سوار ہو لئے۔ اور دونوں باتیں کرتے چلے یہاں تک کہ مدینہ منورہ میں پہنچ گئے۔ جیش نے روضہ اقدس

میں داخل ہو کر اول قبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور پھر رسول اللہ کے دوست حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی قبر کو سلام کیا۔ اور وہاں سے مسجد نبوی میں آ گیا۔ اس عرصہ میں امیر المومنین کے حکم سے منادی کرنے والے نے تمام شہر مدینہ میں پکار دیا۔ کہ "مسجد میں جمع ہو جاؤ۔" اس آواز کے سنتے ہی امیر و غریب۔ آقا و غلام غرض تمام مسلمان جوق در جوق آ گئے۔ اس قدر لوگوں کا اژدہام ہوا کہ تمام مسجد کھچا کھچ بھر گئی۔ اور کشمکش ہونے لگی۔ امیر المومنین کے اشارہ سے حیش ان کے سامنے کھڑا ہوا۔ اول اس نے خدائے واحد و یکتا کی تعریف کی۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا۔ اس کے بعد جنگ کے حالات اس طرح بیان کئے کہ سامعین حیران رہ گئے۔ اسی عرصہ میں بشیرؓ بھی معہ مال خمس اور بنت کسریٰ کے وہاں پہنچ گئے۔ ان کے ساتھ یزدجرد کا شاہی لباس جو دربار میں پہننے۔ تاج۔ زرہ اور ہتھیار بھی تھے۔ اور بساط مسرت بھی تھی۔ جب امیر المومنین حضرت عمرؓ نے یہ تمام چیزیں اور زر و جواہر دیکھا تو کہنے لگے۔ "جس شخص (سعدؓ بن ابی وقاص) نے یہ تمام چیزیں ہمارے لئے بھیجی ہیں وہ بڑا ہی امین ہے۔"

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہ نے کہا:۔ "خدا نے تمہیں اب تونگر کر دیا۔ تمہیں چاہیئے کہ یہ تمام مال رعایا کو دے ڈالو۔" حضرت عمرؓ نے بیت المال قائم کر دیا تھا۔ اور اس بیت المال سے مسلمانوں کے وظیفے اور روزینے مقرر کر دیئے تھے۔ حضرت علیؓ چاہتے تھے کہ جو کچھ مال غنیمت آئے وہ سب مسلمانوں پر تقسیم کر دیا جایا کرے۔ بیت المال قائم کرنے اور وظیفے دینے کی ضرورت نہیں۔ لیکن حضرت عمرؓ اپنی رائے پر قائم تھے اور اسی پر عمل کرتے تھے۔ البتہ حضرت علیؓ کے اصرار پر اتنا کرنے لگے تھے کہ جب زیادہ مال غنیمت آتا تو اس میں سے کچھ تمام مسلمانوں میں تقسیم کر دیتے اور کچھ بیت المال میں جمع کر لیتے۔

امیر المومنین نے مال غنیمت تقسیم کرنا شروع کر دیا۔ اور جو مجاہدین عراق سے کسی ضرورت کی وجہ سے آ گئے تھے۔ انہیں بھی حصہ دیا جب زر نقد اور جواہر تقسیم کر چکے تو بساط مسرت کے متعلق لوگوں سے مشورہ لیا۔ سب نے عرض کیا۔ "ہم سے آپ کی رائے بلند و برتر ہے۔ جو مزاج اقدس میں آئے کیجئے۔ لیکن حضرت علیؓ نے فرمایا۔ "تم اپنے جہل و نادانی کو راہ نہ دو اور شک و شبہ میں نہ پڑو اس لئے مال دنیا سے کچھ نہیں ہے۔ البتہ جو تم نے کسی کو عطا کیا یا دے دیا۔ اور جو تم نے پہنا وہ بوسیدہ کر ڈالا اور جو کھایا وہ کھو دیا۔"

چنانچہ امیر المومنین نے ان کی رائے کو پسند کیا۔ اور کہا: "اے ابوالحسن (حضرت علیؓ کی کنیت ہے) تم نے سچ کہا۔ اللہ تعالیٰ تم پر رحمت کرے۔"

اسی وقت ایران کی سدا بہار بساط پر خزاں کا دورہ ہوا۔ اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے گئے۔ اور مسلمانوں میں تقسیم کر دیئے گئے۔ ایک مسلمان کے حصہ کا ٹکڑا بیس ہزار دینار میں فروخت ہوا۔ عیسائی مورخین کہتے ہیں۔ کہ مسلمان ایسے وحشی تھے کہ انہوں نے نادر زمانہ سدا بہار کے ٹکڑے کر ڈالے۔ حالانکہ تہذیب کا تقاضا یہ تھا کہ اس بساط کو باقی رکھا جاتا۔ یہ لوگ اس بات کو بھول گئے کہ اس بساط میں تصویریں تھیں۔ اس زمانہ کے مسلمان تصویروں کو اپنے پاس نہ رکھتے تھے۔ اول تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تصویر کشی اور تصویروں کو پاس رکھنے کی مذمت فرمائی تھی۔ دوسرے اس فرش پر شاہان کسریٰ معہ اپنے مصاحبوں اور پری چہرہ محبوبان نازک اندام کے موسم خزاں میں بیٹھ کر شراب نوشی کرتے تھے۔ مسلمانوں کی شریعت میں شراب حرام ہے۔ کوئی بھی اس پر بیٹھ کر شراب نہ پی سکتا تھا۔ تیسرے ایسی فضول چیزوں میں اس قدر دولت لگا کر ضائع کرنے سے یہ کہیں اچھا تھا۔ کہ اسے اہل حاجت میں تقسیم کر دیا جائے۔ یہ مسلمانوں کی جہالت اور وحشیانہ پن نہیں تھا۔ بلکہ عملی طور پر یہ تعلیم دینی تھی کہ واہیات چیزیں جو عام مسلمانوں کے مصرف کی نہ ہوں۔ جس سے کوئی فائدہ نہ ہو نہ بنانی چاہیں نہ حفاظت سے رکھنی چاہئیں۔ مسلمانوں نے کبھی کسی آبادی کو نہ جلایا نہ مسمار کیا۔ لیکن اس زمانہ کے عیسائی جو بڑے مہذب ہیں آبادیوں کو بم گرا کر۔ گولہ باری کر کے تباہ اور برباد کر ڈالنا عین تہذیب سمجھتے ہیں۔ چنانچہ ہٹلر نے جو جرمن کا ڈکٹیٹر ہے لندن کو چھلنی بنا دیا ہے۔ تمام مشہور اور بڑی بڑی عمارتوں کو مسمار کر کے کھنڈر بنا دیئے ہیں۔ انگریزوں۔ روسیوں اور امریکنوں نے برلن کو جو جرمن کا دارالسلطنت ہے ویرانہ کر دیا ہے۔ یہ ذکر ۱۹۴۵ء کا ہے خیال کرنے کی بات ہے کہ وہ مسلمان وحشی تھے جنہوں نے محض ایک کسریٰ کی بساط اس لئے ٹکڑے ٹکڑے کر دی کہ اس پر بیٹھنا اور شراب پینا حرام ہے۔ یا وہ لوگ وحشی ہیں جنہوں نے شہروں کو بمبار کر کے خاک کے کھنڈر بنا دیئے ہیں۔ اس موجودہ تہذیب نے نہ صرف تمدن ہی کو برباد کر دیا ہے۔ بلکہ انسان کو حد درجہ کا وحشی۔ سفاک اور بے رحم بنا دیا ہے۔ تہذیب کا تقاضا یہ تھا کہ شخصی حکومت کا خاتمہ کر دیا جاتا۔ ہر ملک اور قوم کو آزلوی دے دی جاتی۔ حرص و ہوس کا خاتمہ کر دیا جاتا۔ ہر ملک اور قوم کو آزادی دے

دی جاتی۔ انسانی ہلاکت کے تمام ہتھیار ضبط کر لئے جاتے۔ کسی کو ہلاکت آفرین اور زاد بنانے کی اجازت نہ ہوتی۔ دنیا میں امن و امان ہوتا۔ لیکن ان تہذیب کے پتلوں نے انسانوں کے ہلاکت کے ایسے ایسے ہتھیار بنائے ہیں جو شیطان کے دماغ میں بھی نہیں آسکتے۔ دعویٰ ہے مہذب ہونے کا لیکن کام میں وحشیوں۔ بربریوں اور شیطانوں کے سے۔ حرص و ہوس نے پریشان کر رکھا ہے۔ آئے دن آپس میں لڑتے ہیں۔ اور ہر جنگ میں لاکھوں نہیں کروڑوں انسان مارے جاتے ہیں۔ تمام دنیا میں بدامنی پھیل جاتی ہے۔ شہر کے شہر تباہ ہو جاتے ہیں۔ ننگ و ناموس کی دھجیاں اڑ جاتی ہیں کاش ان تہذیب کے پتلوں کو معلوم ہو کہ جس راستہ پر تم جا رہے ہو وہ تباہی کا راستہ ہے جس کو تم تہذیب کہتے ہو۔ وہ انتہائی بدتہذیبی شیطانیت ہے۔ یہ انسانیت نہیں حیوانیت ہے۔ جب تک تم تہذیب حاضرہ کو نہ چھوڑو گے۔ حرص و ہوس اور فرعونیت کو اپنے دماغوں سے نہ نکالو گے۔ جب تک انسان کشی کے آلات بنانے بند نہ کرو گے۔ اس وقت تک انسان نہ کہلاؤ گے۔ خدا جانے آئندہ آنے والی نسلیں اس دور کے انسانوں کو کس نظر سے دیکھیں گی۔ اور کیا کہیں گی۔

جب بساط مسرت کے ٹکڑے کر دیئے گئے اور وہ تقسیم کر دی گئی۔ تو امیر المومنین عمر فاروقؓ نے محکم بن رواحہ کو بلایا۔ یہ شخص مدینہ منورہ میں سب سے زیادہ جسیم اور شان کا آدمی تھا۔ لیکن بڑا تنو خوا اور بدمزاج تھا۔ جب وہ آیا۔ تو امیر المومنین نے اسے ملبوس کسریٰ پہننے کا حکم دیا۔ اس نے حکم کی تعمیل کی خلعت کسریٰ پہنا۔ ہار جو مرصع بہ جواہر تھا۔ گلے میں ڈالا۔ تاج زریں سر پر رکھا۔ دستانے ہاتھوں میں پہنے۔ پٹکا جو جواہر سے مزین تھا کمر میں باندھا۔ ہتھیار لگائے۔ جب وہ ہر طرح آراستہ ہو گیا۔ اور لوگوں نے اس کی طرف دیکھا۔ تو شان کسریٰ نظروں کے سامنے آگئی (ابن رواحہ کو کسریٰ کا شاہانہ لباس اس لئے پہنایا گیا تھا کہ لوگ دیکھ کر عبرت کریں۔) چنانچہ امیر المومنین نے مسلمانوں سے مخاطب ہو کر کہا۔ "اے مسلمانو! دنیا سے عبرت کرو۔ اس کے انقلابات دیکھو۔ یہ اس شاہ کسریٰ کا لباس ہے جو دولت کی کثرت اور لشکر کی زیادتی کی وجہ سے دنیا بھر کے بادشاہوں پر فخر کیا کرتا تھا۔ لیکن باوجود اس قدر قدرت کے اس نے اپنی ذات خاص کے لئے کچھ نہ کیا۔ خدا کو بھول گیا۔ خدا کے سامنے جانے کے لئے کوئی نیک عمل نہ کیا۔ آخرت کو چھوڑ کر دنیا اختیار کی۔ دنیا بھی نہ رہی۔ جس غرور نے اسے فریب نفس میں ڈالا تھا۔ وہ بھی باقی نہ رہا۔ حق تعالیٰ نے اسے سخت پکڑا۔ اور

اسے اس کی جائے پناہ سے باہر نکال دیا۔ اے مومنو! یہ لباس اس مدائین کے بادشاہ کا ہے جس کا جاہ و جلال دنیا بھر میں مشہور تھا۔ لیکن آج نہ اس کا جاہ و جلال رہا۔ نہ دولت و جمعیت رہی۔ نہ حشمت و سلطنت رہی۔ نہ عزیز و اقارب رہے نہ یار و مددگار رہے۔ تنہا اور کس مپرسی کی حالت میں رہ گیا۔ آج اس سے پوچھو اس کے مددگار کہاں گئے۔ خدام اور غلام کیا ہوئے۔ کنیزیں کیا ہوئیں۔ دولت کدھر جاتی رہی۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے۔ "اے نبی کہدو کہ متاع دنیا قلیل ہے۔"

اس کے بعد امیر المومنین حضرت عمرؓ فاروق نے کہا: "اے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اب تم میں سے جو اپنا استحقاق ثابت کرے میں اسے کچھ اور دوں گا۔" سب سے پہلے حضرت عبدالرحمٰنؓ بن ابی بکر صدیقؓ اٹھے۔ انہوں نے کہا: "یا امیر المومنین! میں اس شخص کا بیٹا ہوں جو سب سے پہلے ایمان لائے۔ (مردوں میں سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیقؓ ایمان لائے تھے) ان کی نبوت کی تصدیق کی۔ اسلام کے لئے راہ خدا میں اپنا مال خرچ کیا۔ ہجرت کے وقت رسول اللہ صلعم کے ساتھی ہوئے۔ غار ثور میں آنحضرت کے رفیق رہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں یہ آیت نازل کی۔ "کوئی تم میں سے اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ جس نے فتح مکہ سے پہلے راہ خدا میں مال خرچ کیا اور مقاتلہ کیا۔"

حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا: "واللہ تم اپنے دعوے میں سچے ہو۔" چنانچہ انہیں خلعت اور دس ہزار درہم عطا کئے۔ اور لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا: "حقیقت یہ ہے کہ عبدالرحمٰنؓ نے اپنے باپ کی بہت کم فضیلت بیان کی ہے۔ وہ بڑے پایہ کے بزرگ تھے۔ اب کون شخص اپنا حق ثابت کرتا ہے۔" حضرت عثمان غنی نے کہا: "یا عمرؓ! میں وہ ہوں جس نے جنگ کے وقت مجاہدوں کے لئے لڑائی کا سامان تیار کیا۔ کنوں خرید کر وقف کر دیا۔ میں نے دو رکعت میں قرآن ختم کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دو بیٹیوں سے شادی کی۔ یعنی حضرت زینبؓ اور حضرت کلثومؓ سے دو قبلوں کی جانب نماز پڑھی۔ میرے حق میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔ "یعنی کیا وہ جو فرمانبردار اور نماز گزار ہے رات کو سجدہ اور قیام کرنے والا ہے خدا سے ڈرتا ہے۔ اللہ کی رحمت کا امیدوار ہے ایسے شخص کے برابر کیا وہ ہو سکتا ہے جو ایسا عمل نہیں کرتا۔"

حضرت عمرؓ نے فرمایا: "اے ابو ثبان (حضرت عثمانؓ کی کنیت ہے) تم نے کیا خوب

کہا۔ تمہارے مثل کون ہے تم نے سچ کہا۔" چنانچہ انہیں بھی دس ہزار درہم دے دیے۔

اس مجمع میں حضرت امام حسینؓ اور امام حسنؓ بھی موجود تھے۔ دونوں نو عمر تھے۔ شان امارت دونوں کے چہروں سے ظاہر تھے۔ دونوں گل ریحان تھے۔ جوانان اہل جنت کے سردار تھے نبی زادے تھے۔ امیر المومنین سیدنا حضرت عمر فاروقؓ نے ان سے کہا: "میرے بیٹو! کہو تمہیں کون سی حاجت میرے پاس لائی ہے۔ تم کیوں نہیں اپنا استحقاق ثابت کرتے ہو۔ کہو کیا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے نہیں ہو۔ کیا تمہاری امی فاطمہؓ بتول نہیں ہیں۔ کیا تم پنجتن میں شامل نہیں ہو۔ کیا تم میں زیر عبا چھٹا شخص جبرئیل نہ تھا۔ تمہاری بدولت جبرئیل کو بھی آل عبا ہونے کے شرف عطا ہوا۔ تم کیوں نہیں اپنا فخر بیان کر کے استحقاق ثابت کرتے۔" یہ کہہ کر امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ نے بیس بیس ہزار درہم دونوں کو دیئے۔ حضرت علیؓ نے کہا۔ "اے عمرؓ اللہ تعالیٰ تمہیں جزاء خیر دے۔ تم نے خوب اہل بیت کی تعریف کی۔ کون ہے جو ایسی ثنا خوائی کرتا ہے۔"

آج شیعہ بھائی نادانی یا ناواقفیت کی وجہ سے کہتے ہیں کہ عمرؓ اور علیؓ میں نااتفاقی تھی۔ شیخین یعنی ابو بکرؓ اور عمرؓ نے علیؓ کا حق خلافت غصب کر لیا۔ حالانکہ واقعات جو روز روشن کی طرح ظاہر ہیں ثابت کرتے ہیں کہ ان بزرگوں میں نااتفاقی نہ تھی۔ وہ قرون اولیٰ کے سچے اور پکے مسلمان تھے۔ تقیہ کو جو جھوٹ اور مکر کی جڑ ہے جانتے بھی نہ تھے۔ کسی مسلمان سے بھی کد نہ رکھتے تھے۔ نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علیؓ کو اپنی زندگی میں امام بنایا نہ مسلمانوں نے انہیں خلیفہ اول منتخب کیا۔ ابو بکرؓ کو رسول خدا نے امام بنایا تھا۔ مسلمانوں نے انہیں ہی پہلا خلیفہ مقرر کر لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار اقدس کے پاس ان کے یار غار ابو بکرؓ و عمرؓ کی قبریں ہیں۔ وہ دنیا میں بھی ایک دوسرے کے رفیق تھے۔ مر کر بھی پاس پاس دفن ہوئے۔ آخرت میں بھی ساتھ ساتھ رہیں گے۔ انہیں برا کہنے والے اپنی عاقبت خراب کر لیں۔ کیا غضب کی بات ہے کہ خدا منع کرتا ہے۔ کسی کو برامت کہو۔ رسول اللہ صلعم کی تعلیم ہے کہ کسی کو گالیاں مت دو۔ مگر بعض شیعہ بھائی ہیں کہ تینوں خلفاء پر تبرا بھیج کر دین و دنیا کی روسیاہی مول لیتے ہیں۔ نہیں جانتے کہ ان کی یہ حرکتیں خود علیؓ اور حسینؓ کو بھی پسند نہیں۔

امیر المومنین سیدنا حضرت عمر فاروقؓ نے کہا: "اور کون شخص اپنا استحقاق ثابت

کرتا ہے۔ یہ سن کر عبداللہ بن عمر فاروقؓ اٹھے اور عرض کیا۔ "اے باپ کیا میں آپ کا بیٹا نہیں ہوں کیا آپ کے فضائل کم ہیں۔ کیا آپ وہ نہیں ہیں۔ کہ جب آپ مسلمان ہوئے تو کفار پر مسلمانوں کا رعب طاری ہو گیا۔ مسلمانوں نے حرم میں جا کر علانیہ نماز پڑھی۔ کیا آپ نے اسلام کی اور مسلمانوں کی نصرت نہیں کی۔ کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی پیروی نہیں کی۔ کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کی فضیلت ظاہر کرنے کے لئے یہ آیت نازل نہیں فرمائی۔ "اے نبی تیری امداد کے لئے اللہ کافی ہے اور مومنین میں سے وہ جنہوں نے تیری پیروی کی۔"

حضرت عمر فاروقؓ نے کہا:۔ "اے فرزند! شقی وہ ہے جو دنیائے ساحرہ کی شعبدہ بازی سے فریب کھاوے اور سعید وہ ہے جو عافیت و آخرت کے لئے اچھے عمل کرے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ "یعنی نیک اعمال اس کی ذات کے لئے ہیں۔" اسی طرح برے اعمال بھی اسی کی ذات کے لئے ہیں۔ اس کے بعد انہوں نے ایک ہزار درہم انہیں دیئے جانے کا حکم دیا۔ عبداللہؓ ان کے بیٹے نے کہا:۔ "اے باپ میں نے ہجرت کی ہے۔ دین کی نصرت کے لئے اپنا مال خرچ کیا ہے۔ جہاد کر کے رومیوں کو پراگندہ کیا ہے۔ ان لشکروں کو جنبش میں لایا ہوں۔ لیکن آپ اس پر بھی مجھے بہت کم حصہ دے رہے ہیں۔ حالانکہ آپ نے حسنین (حسنؓ اور حسینؓ) کو بہت زیادہ دیا ہے۔"

حضرت عمرؓ نے کہا:۔ "اے فرزند میں نے انصاف کیا ہے تو بھی انصاف پر نظر رکھ۔ اگر حسنین کے جد امجد کی طرح تیرا بھی جد امجد ہوتا تو تجھے پورا حصہ دیتا۔ جیسی ان دونوں کی والدہ ماجدہ ہیں۔ تیری بھی ایسی ہوتیں۔ تو تو پورا حصہ پاتا۔ اگر تیرا باپ بھی ان کا سا باپ ہوتا۔ تو تجھے پورا حصہ ملتا۔ اے بیٹے قیامت کے روز سب کی قرابتیں منقطع ہو جاویں گی۔ مگر بتول زہرا کا نسب باقی رہے گا۔"

شہربانو آغوش اسلام میں

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ تقسیم غنائم سے فارغ ہو کر امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ نے شاہران بنت کسریٰ کو اپنے روبرو طلب کیا۔ جب وہ آئی تو لوگوں نے دیکھا وہ کمسن اور کمال خوبرو تھی۔ ریشم کا لباس اور سونے اور جواہر کے زیورات پہنے تھی۔

حضرت عمر فاروقؓ نے ایک شخص کو حکم دیا۔ کہ وہ اس کے زیورات اتار لے۔ وہ بڑھا۔ شاہزادی نے اسے منع کیا اور اس کے سینہ پر دو ہتھڑ ماری۔ حضرت عمر فاروقؓ کو غصہ آگیا۔ لوگ تازیانے لے کر اسے مارنے کے لئے حکم کا انتظار کرنے لگے۔ بنت کسریٰ رونے لگی۔ حضرت علیؓ نے کہا: "اے امیر المومنین غصہ نہ کرو۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے وہ فرماتے تھے جو رئیس قوم ذلیل ہو جاوے اور جو غنی محتاج ہو جاوے ان پر رحم کرو۔"

یہ سنتے ہی حضرت عمرؓ کا غصہ جاتا رہا۔ انہوں نے دیکھا کہ شاہران بنت کسریٰ یعنی شاہزادی سیاہ چشم تیز و گرم نظر سے حسین بن علیؓ رضی اللہ عنہ کو دیکھ رہی ہے۔ حضرت نے کہا "میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے وہ فرماتے تھے۔ "فراست مومن سے ڈرتے رہو کہ وہ بقوت نور خدا دیکھتا ہے۔" میں دیکھتا ہوں کہ یہ آتش پرست لڑکی حسینؓ کو نگاہ التفات سے دیکھ رہی ہے۔ معلوم ہوتا ہے اسے ان سے ارادت و عقیدت یا انسیت و محبت ہو گئی ہے۔ سچ ہے کہ حسینؓ میں صباحت و ملاحت ہے۔" انہوں نے حضرت امام حسینؓ سے کہا: "نور چشم! اس لڑکی کو لو یہ میری طرف سے تمہارے لئے ہدیہ ہے۔"

حضرت علیؓ اور وہ تمام لوگ جو وہاں موجود تھے۔ سیدنا حضرت عمر فاروقؓ کے شکر گزار ہوئے۔ عمر بن محمد الواقدی رحمتہ اللہ علیہ نے انس بن عبداللہ سے نقل کی ہے انہوں نے کہا۔ کہ ماہ ربیع الاول ۲۹۰ھ میں بیت المقدس میں مسجد اقصیٰ میں میرے سامنے یہ روایت پڑھی گئی۔ جس کو عدنان بن ماجد الغنوی نے مجھ سے روایت کیا۔ بنت کسریٰ مسلمان ہو گئی۔ اور حسینؓ کے عقد میں آئیں۔

یزدجرد کا تاسف

ابو عبداللہ محمد بن عمر الواقدی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ جب یزدجرد شاہ کسریٰ مدائین سے بھاگ کر حلوان میں پہنچا۔ تمام مرزبانان اور قوم دیلم کے لوگ بھی مدائین اور دوسرے مقامات سے بھاگ کر حلوان پہنچے۔ وہاں آتش پرستوں کی بھاری جمعیت جمع ہو گئی۔ یزدجرد کو اپنے ملک کی تاراجی سلطنت کی تباہی اور اپنی بیٹی کے چھن جانے کا بڑا ملال تھا۔ اس نے حلوان کے بڑے آتش خانہ میں اپنی قوم کے تمام سربر آوردہ لوگوں کو جمع کیا۔

ان بادشاہوں اور مرزبانوں کی عورتیں اور لڑکیاں بھی آئیں۔ جو میدان جنگ میں مارے گئے تھے۔ وہ خون آلودہ لباس پہنے تھیں۔ اور ان بادشاہوں اور مرزبانوں کی عورتیں اور لڑکیاں بھی آئیں جو ابھی زندہ تھیں۔ وہ سرخ لباس پہنے تھیں۔ سب لڑکیاں بھی آئیں جو ابھی زندہ تھے۔ وہ سرخ لباس پہنے تھیں۔ سب لڑکیاں حسین و خوبرو تھیں۔ پریوں کا مجمع معلوم ہوتا تھا۔ یہ لڑکیاں اور عورتیں اس لئے بلائی گئی تھیں۔ تاکہ جنگ کی تحریک میں حصہ لیں اور لوگوں کو لڑائی پر آمادہ کریں۔ برمغوں کی جماعت بھی آئی (مغ آتش پرستوں کے رہنما یعنی مذہبی عالم کہلاتے تھے) کئی برمغ (بڑے عالم یا بڑے رہنما کو برمغ کہتے تھے) بھی آئے۔ جب سب لوگ آتشکدہ میں آگئے۔ تو یزدجرد نے چاندی کے تخت پر بیٹھ کر تقریر کرتے ہوئے کہا: "اے اہل فارس! تم وہ تھے جن کے دبدبہ سے دنیا بھر کے بادشاہ کانپتے اور لرزتے تھے۔ عرب ہمیشہ تم سے ڈرتے رہے۔ تم نے کبھی عربوں کی کوئی اصل حقیقت نہیں سمجھی۔ لیکن انہیں عربوں نے تم پر خروج کر کے آج تمہیں تمہارے مسکنوں سے نکال دیا۔ تمہاری املاک۔ دولت۔ حکومت اور عورتیں چھین لیں۔ تم دیکھتے رہے اور وہ تمہارا سب کچھ لے گئے۔ تم میں ان کے مقابلہ کی جرات ہی نہ ہوئی۔ صدہا سالہ ایرانی حکومت کا خاتمہ ہو رہا ہے۔ ایرانی دارلسلطنت پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔ میری بیٹی کو عرب اسیر کر کے لے گئے۔ غرض کوئی ذلت ایسی نہیں ہے جو ہم نے نہ اٹھائی ہو۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ مسلمانوں نے ہمیں ایران سے نکالنے کا عزم صمیم کر لیا ہے۔ انہوں نے ملک خراسان۔ رے اور ہمدان پر قبضہ کر لیا ہے۔ اب کوئی سمت ایسی باقی نہیں رہی ہے جس طرف کا تم رخ کرو۔ صرف چند قلعے باقی رہ گئے ہیں۔ اگر تم نے اب بھی جرات و ہمت سے کام نہ لیا تو عرب ان قلعوں پر بھی قبضہ کر لیں گے۔ میں نے سنا ہے کہ انوس المارس بن ہرمز بن کیقباد بن یزدجرد اور اسکندر بن القیس رومی نے آپس میں جنگ و جدل کی اور یہاں تک لڑے کہ آخر کار ان میں سے ایک مارا گیا۔ تم بھی آخر دم تک لڑنے کا عہد کر لو۔ کیا عجب ہے کہ مقدس آگ تمہاری مدد کرے۔ اور تم عربوں کو اپنے ملک سے نکال دو۔"

مقتول مرزبانوں کی عورتوں اور لڑکیوں نے بھی فریاد کی۔ دوسری پری زاد لڑکیوں نے مردوں کو ابھارا۔ آخر سب نے مرتے دم تک لڑنے کا حلف اٹھایا۔ حلوان کے نواح میں خیمے نصب کئے گئے۔ اور ان خیموں میں نئی فوج اور فوجی افسر مقیم ہوئے۔ تمام ایرانیوں میں جوش

و خروش پیدا ہو گیا۔ حسن کی کار فرمائی سے ہر شخص مرنے مارنے پر آمادہ ہو گیا۔ آتش پرستوں کے مغوں نے قربانیاں کیں۔ آتشکدوں میں آگ اور تیز کر دی گئی۔

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ عرب ابھی مدائین ہی میں مقیم تھے۔ وہ جس گھر کو کھودتے تھے اس میں دولت ابل پڑتی تھی۔ (جس طرح ہندوستان میں ہندو دولت کو زمین میں دفن کرتے ہیں اسی طرح ایران میں آتش پرست نقد و جواہر زمین میں گاڑ دیتے تھے) بے شمار دفینے نکل پڑے۔ قصر ابغض کے ایک محل میں کھدوائی کرنے پر ایک گھوڑا معہ سوار نکلا۔ جو سونے اور چاندی کا گنگا جمنی تھا اور جس میں قسم قسم کے جواہر جڑے ہوئے تھے۔ مسلمانوں نے جب اس کے اوپر پانی ڈالا۔ تو جس قدر پانی ڈالتے تھے۔ وہ جذب ہو جاتا تھا۔ وہ ایسا بیش بہا تھا۔ کہ جس قبیلہ کے شخص کو وہ ملا اگر اسے تمام قبیلہ میں بانٹ دیا جاتا۔ تو ہر شخص غنی ہو جاتا۔

جبکہ مسلمان مدائین میں زمینیں کھود کھود کر دفینے نکال رہے تھے اس وقت ایرانی جاسوس جو ذمی تھے۔ یہ خبر لائے کہ یزدجرد نے بے شمار فوجیں جمع کر لی ہیں۔ اور وہ حملہ کی تیاری کر رہا ہے۔ انہوں نے دولت اور بیش بہا سامان پہاڑ کے اوپر پہنچا دیا ہے۔ یہ خبریں سن کر مسلمان ایوان کسریٰ میں جمع ہوئے اور سعدؓ بن ابی وقاص سے کہنے لگے۔ "ایرانی حلوان میں جمع ہوئے ہیں۔ وہ ہماری تلواروں کا ذائقہ چکھنا چاہتے ہیں۔ اجازت دیجئے کہ ہم ان پر لشکر کشی کریں۔ کیونکہ وہ مدائین پر حملہ کرنے کا قصد کر رہے ہیں۔"

اس زمانہ میں موصل کا بادشاہ انطاق تھا۔ وہ مر گیا تھا۔ اور اس کے بجائے شکان بن قالوص بادشاہ ہوا تھا۔ وہ مسلمانوں سے مصالحت کرنے پر آمادہ تھا۔ لیکن اس کی رعایا اس بات پر آمادہ نہ تھی۔ چنانچہ سعدؓ نے عربوں سے کہا:۔ "آپ ذرا توقف کریں۔ میں امیر المومنین کو یہاں سے حالات لکھتا ہوں۔ وہاں سے حکم آنے پر تعمیل کی جائے گی۔ چنانچہ انہوں نے اس مضمون کا خط لکھا۔ کہ

موصل کا بادشاہ انطاق تھا۔ وہ فوت ہو گیا۔ اب شکان بن قالوص بادشاہ ہوا ہے۔ وہ ہم سے مصالحت کرنے پر آمادہ ہے لیکن اس کی رعایا تیار نہیں ہے۔ یزدجرد نے حلوان پہنچ کر بڑی بھاری جمعیت فراہم کی ہے۔ اور اس کا ارادہ مدائین پر لشکر کشی کرنے کا ہے۔ آپ پر اور تمام مسلمانوں پر سلام ہو اور خدا کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں۔" یہ خط امیر المومنین

سیدنا حضرت عمر فاروقؓ کی خدمت میں بھیجا گیا۔ دربار فاروقی سے جواب آیا۔ "اے سعدؓ یقین کرو کہ اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کو پورا کرے گا۔ یعنی فارس و روم کی فتح کی جو بشارت دی گئی ہے۔ وہ ضرور پوری ہوگی۔" ساتھ ہی فاروق اعظم نے ہاشمؓ بن عتبہ کو بارہ ہزار سواروں کے ساتھ سعدؓ بن ابی وقاص کی مدد کے لئے بھیجا۔ ان میں دو ہزار تو مہاجرین اور انصار تھے۔ اور دس ہزار عرب کے دوسرے قبائل تھے۔

شہر نشاور کی فتح

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ یزدجرد نے مہران الداری کو بے شمار لشکر دے کر مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے بھیجا۔ مہران الداری بڑا بہادر اور بڑے پایہ کا بادشاہ تھا۔ شاہ کسریٰ اس کی بڑی عزت و حرمت کرتا تھا۔ چنانچہ شاہ یزدجرد اس کی مزید عزت افزائی اور حوصلہ بڑھانے کے لئے ایک لئے ایک میل تک اس کے جلو میں اسے رخصت کرنے آیا۔ اور پھر واپس حلوان لوٹ گیا۔ مہران الداری سے کہہ گیا کہ اس مہم کی فتح یابی کا انحصار تمہاری جرات دلیری پر ہے۔ اگر تم نے ہزیمت اٹھائی تو تمام عراق مسلمانوں کے قبضہ میں چلا جائے گا۔

مہران الداری بڑی شان کے ساتھ کوچ کر کے شہر نشاور میں پہنچا۔ اسے جاسوسوں سے معلوم ہوا کہ مسلمان اس شہر پر حملہ کرنے کے لئے آرہے ہیں۔ چنانچہ وہ قلعہ میں گھس گیا۔ شہر پناہ پر فوجیں چڑھا دیں۔ فصیل کے گرد گہری خندقیں کھدوائیں۔ سامان حرب و رسد جمع کیا۔ عروات و مجانیق فصیل پر نصب کرائے۔ (عروات سنگ اندازی کی چھوٹی کلوں کو اور مجانیق بڑے بڑے پتھر پھینکنے کی کلوں کو کہتے تھے) خندق کے گرد چاروں طرف لوہے کے بڑے بڑے گوکھرو بچھوا دیئے۔ برجوں اور دروازوں میں سپاہی تعینات کر دیئے۔ اس کے پاس دوسرے شہروں سے برابر مدد پہنچ رہی تھی۔ اہل عراق اور شاہ کسریٰ نے آخری بازی لگا دی تھی۔ مہران الداری کو شہر والوں پر یہ اطمینان نہ تھا۔ کہ وہ سرفروشی کے ساتھ جنگ کریں گے۔ اس لئے اس نے ہر خاندان میں سے ایک ایک آدمی ضمانت کے طور پر لیا۔ اور ہر خاندان کے تمام نوجوانوں اور جوانوں کو فوج میں بھرتی کر لیا۔ ان سے کہہ دیا کہ اگر وہ لوگ بھاگے یا لڑائی سے جی چرایا تو جو لوگ ضمانت میں لئے گئے ہیں وہ قتل کر ڈالے جائیں گے۔

جبکہ مہران الداری تیاریاں مکمل کر چکا تو ہاشمؓ بن عتبہ جنہیں امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ نے سعدؓ کی مدد کے لئے بھیجا تھا۔ شہر نشادر کے سامنے جا پہنچے۔ ان کے ساتھ کل بارہ ہزار سوار تھے۔ نشادر میں عراق والوں کی فوجیں بے شمار تھیں۔ مگر انہیں میدان میں نکل کر مقابلہ کرنے کی جرات نہ ہوئی۔ قلعہ بند ہی رہے۔ البتہ شہر پناہ کی دیواروں پر لوگوں کا اس قدر ہجوم ہو گیا۔ کہ تل دھرنے کو جگہ نہ رہی۔ گویا ایرانیوں نے اپنی کثرت کا مظاہرہ کیا۔

راوی نے بیان کیا ہے کہ مسلمانوں کو دیکھتے ہی آتش کدوں میں آگ تیز کر دی گئی۔ برمغوں نے شہریوں کے ساتھ آگ کو سجدہ کر کے فتح کی دعائیں مانگیں۔ شہر کے بڑے مکانوں۔ قلعہ کی فصیلوں۔ برجوں اور دروازوں پر بڑی بڑی انگیٹھیوں میں آگ روشن کر کے لوگ سجدے کرتے اور فتح کی دعائیں مانگتے۔ مسلمان اس کفر و شرک کے منظروں کو دیکھ کر خوف خدا سے کانپ اٹھے۔ وہ سوائے خدا کے کسی اور چیز کو سجدہ نہ کرتے تھے۔ ان کا یعنی مسلمانوں کا عقیدہ تھا۔ کہ جب خدا کے سوائے کسی اور چیز کو سجدہ کیا جاتا ہے تو خدا سخت غضبناک ہو جاتا ہے۔ اور پروردگار کو غضبناک دیکھ کر روئے زمین کی ہر چیز لرز اٹھتی ہے۔ انہیں ایسا معلوم ہوتا تھا۔ جیسے آتش پرستوں کے سجدہ کرنے سے کائنات کانپ رہی ہے۔ مسلمانوں نے سمجھ لیا کہ ایرانیوں کی ہر ہزیمت کا سبب ان کا غیر اللہ کو سجدہ کرنا ہے۔ کیونکہ حق تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے۔ ''کتاب زبور میں ذکر کرکے بعد لکھا ہے۔ کہ روئے زمین کے مالک نیک ہوں گے۔''

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے بواسطہ عمرو بن ربیعتہ الشیبانی جمالطویل سے روایت کی ہے کہ جب ہاشمؓ بن عتبہ غازیان اسلام کے ساتھ شہر نشاور پر پہنچے۔ تو اہل شہر نے ان کی طرف سے کوئی توجہ نہیں کی۔ اور جب مسلمان قلعہ کا محاصرہ کرکے بڑھے۔ تو انہوں نے لڑائی شروع کر دی۔ سنگ باری اور تیر اندازی کرنے لگے۔ مسلمانوں پر یہ امر بڑا شاق گزرا۔ کئی روز تک برابر یورش ہوتی رہی۔ لیکن قلعہ تک رسائی کی کوئی صورت نظر نہ آئی۔ اس عرصہ میں اہل قلعہ کو روزانہ مدد پہنچ رہی تھی۔ یزدجرد برابر لشکر بھیج رہا تھا جس سے ایرانیوں کی جمعیت بڑھتی جاتی تھی۔

جب ایرانیوں نے دیکھا کہ مسلمان ناکام دھاوے کر رہے ہیں اور ان کی جمعیت مسلمانوں سے بہت زیادہ ہے تو ان کے دل قوی ہو گئے۔ ہمتیں بڑھ گئیں۔ انہوں نے مہران

الداری سے کہا۔ "ہم محاصرہ سے تنگ آ گئے ہیں۔ مسلمانوں کی تعداد بہت تھوڑی ہے۔ ہم بہت زیادہ ہیں۔ ہم نے مسلمانوں کا امتحان کر لیا ہے۔ ان میں ہم سے زیادہ دلیری نہیں ہے۔ آپ ہمیں ساتھ لے کر قلعہ سے باہر نکلیں۔ مہرورخشاں اور آتش مقدس ضرور ہماری مدد کریں گے۔ اور ہم فتح یاب ہوں گے۔" مہران الداری بہت خوش ہوا۔ اسے اس کے نفس نے مغرور کر دیا۔ وہ تیار ہو گیا۔ اس نے سواروں پر جوازان بن جران کو افسر مقرر کیا۔ قلعہ کے پھاٹک کھول دیئے۔ اور ایرانیوں کا سیلاب قلعہ سے نکل کر میدان کی طرف بہنے لگا۔ مسلمان ایرانیوں کو میدان میں آتے ہوئے دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ وہ اپنے ہتھیاروں کی طرف دوڑے۔ جلد جلد مسلح ہو کر گھوڑوں پر سوار ہوئے۔ اور غول غول میدان میں نکلنے لگے۔ ہر غازی شوق شہادت اور جوش جہاد میں سرشار ہو گیا۔ جب جیش اسلام کی صف بندی ہو چکی، تو ہاشمؓ نے مقدمتہ الجیش پر طلحہ بن خویلد کو افسر مقرر کیا۔ اور مسلمانوں سے مخاطب ہو کر کہا۔ "غازیان اسلام! اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال اور نیتوں کا امتحان لینا چاہتا ہے۔ اس کی اطاعت کرو۔ جہاد بہترین عمل ہے۔ ایسا جہاد کرو جس سے پروردگار عالم تم سے خوش ہو جائے۔ اور تم جنت کے مستحق ہو جاؤ۔ اس جنت کے جس کے متعلق سبحانہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ "یعنی اس کی وسعت آسمانوں اور زمین کے برابر ہے۔ کیا اچھی جگہ ہے وہ۔ فرشتے شہیدوں کو سلام کریں گے۔" جیسا کہ فرمایا ہے۔ "فرشتے ہر دروازہ سے داخل ہو کر کہیں گے تم پر سلام ہو تم نے خوب صبر کیا تھا۔" دیکھو آتش جنگ بھڑکنے والی ہے تم اپنے گھوڑوں کے ٹاپوں سے اسے بجھا ڈالو۔ بحر جنگ میں دلیری کے سفینہ پر سوار ہو کر پار اتر جاؤ۔ اور سچائی اور خدا پرستی کے جھنڈے اہل باطل میں نصب کر دو۔"

مسلمانوں میں اس تقریر سے نیا جوش پیدا ہو گیا۔ وہ جوش میں آ کر تکبیر و تہلیل کے نعرے لگاتے ہوئے بڑھے۔ اہل عجم نے بھی صف بندی کر لی تھی۔ ان کی بیرقیں اور نشان ہوا میں لہرا رہے تھے۔ طبل جنگ بج رہا تھا۔ قرنوں کی مہیب صدائیں بلند ہو رہی تھیں۔ ابھی لڑائی شروع نہ ہوئی تھی کہ غبار اٹھا۔ عجمی اور عرب دونوں دیکھنے لگے۔ جب غبار کا دامن چاک ہوا تو عجمی لشکر نمودار ہوا۔ رے کا بادشاہ بارہ ہزار سواروں کی جمعیت سے مہران الداری کی مدد کے لئے آیا تھا۔ ہاشمؓ نے یہ دیکھتے ہی بلند آواز سے کہا۔ جوانان عرب! دشمنوں کی کثرت کا خیال نہ کرنا۔ ان کافروں آتش پرستوں کا کوئی مددگار نہیں ہے۔ خدا

تمہارا مددگار ہے۔ تمہیں معلوم ہے ہر معرکہ میں مسلمانوں کی جمعیت کم رہی۔ لیکن خدا نے مدد کی اور مسلمان فتح یاب ہوئے۔ خداوند عزوجل نے ارشاد فرمایا ہے: "اکثر چھوٹی جماعت بڑی جماعت پر خدا کے حکم سے غالب آتی ہے۔ اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔"

مسلمانوں نے آتے ہی جنگ شروع کر دی۔ نہایت شدت سے حملہ کیا۔ مہران الداری کے لشکری بھی ٹوٹ پڑے۔ مسلمانوں پر عجمیوں کا سیلاب امنڈ آیا۔ ہاشمؓ نے پکار کر کہا۔ "مسلمانوں لینا ان کافران ناکس کو۔ خدا نے انہیں ان کے گھروں سے نکال کر تمہارے سامنے لاڈالا ہے۔ ان میں سے کوئی بچ کر نہ جانے پائے۔" مسلمانوں نے پر شور نعرہ تکبیر بلند کیا۔ اور نیزوں اور تلواروں سے ایسا سخت حملہ کیا کہ عجمی جہاں تھے وہیں رک گئے۔ تلواریں زور شور سے چلنے لگیں۔ کشت و خون شروع ہو گا۔ لاشوں پر لاشیں گرنے لگیں خون بہنے لگا۔ غبار چرخ کھا کہ آسمان تک جا پہنچا۔ عرب بڑی دلیری سے لڑ رہے تھے۔ عجمی اپنے کثرت کے زعم پر بے خوفی سے جنگ کر رہے تھے۔ ہنگامہ کارزار گرم تھا۔ جنگ کی چنگاری بھڑک کر شعلہ بن چکی تھی۔ ایسی شدید جنگ ہو رہی تھی کہ سینے تنگ ہو گئے تھے۔ تمام دن لڑائی ہوتی رہی۔ یہاں تک کہ عصر کا وقت آگیا۔ اس روز مسلمان ایسی سخت لڑائی میں مشغول رہے کہ نماز پڑھنے کا موقع نہ مل سکا۔ انہیں نماز ظہر کے قضا ہونے کا افسوس بھی تھا۔ اور رنج بی۔ دشمنوں پر غصہ بھی اور جوش بھی۔ وہ بڑی سرفروشی سے لڑ رہے تھے۔ لیکن تمام دن بے آب و دانہ لڑتے لڑتے گزر گیا تھا۔ کچھ شکستگی کے آثار ظاہر ہونے لگے۔ دفعۃً اللہ اکبر کی آواز آئی۔ مسلمانوں نے گردنیں اونچی کر کے دیکھا۔ مسلمانوں کی جمعیت گھوڑے دوڑاتے نظر آئی۔ اتفاق سے قعقاعؓ بن عمرو بارہ ہزار سوار لے کر آپہنچے۔ ان مسلمانوں نے آتے ہی اس شدت سے حملہ کیا۔ کہ دشمنوں کی صفیں الٹ دیں۔ تمام مسلمانوں نے سنبھل کر تہلیل و تکبیر کے نعرے اس زور سے بلند کئے کہ پہاڑ۔ ٹیلے۔ ریگ کے تودے پتھر اور درخت سب ہی گونج اٹھے۔ ان نعروں کی ہیبت دشمنوں پر چھا گئی۔ ان کی گردنوں کی رگیں پھول گئیں۔ خوف سے دل دھڑکنے لگے۔ بدن کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ مسلمانوں نے انہیں تلواروں اور بھالوں پر رکھ لیا۔ اگرچہ عجمیوں نے بھی خوب تیغ زنی کی۔ بڑی بہادری سے لڑے۔ لیکن آخر کار ان کی ہمتیں پست ہو گئیں۔ مسلمانوں نے انہیں اس قدر قتل کیا کہ وہ بدحواس ہو کر بھاگ نکلے۔ مسلمانوں نے ان کا تعاقب کر کے انہیں قتل و گرفتار کیا۔

بہت کچھ مارے گئے۔ ہزاروں گرفتار ہو گئے۔ بہت کم بھاگ سکے۔

مسلمانوں عجمیوں کو ہزیمت دے کر شہر نشاور میں جا گھسے۔ اہل شہر نے امان مانگی۔ عربوں نے انہیں امان دی۔ لیکن شہر میں جس قدر مال و متاع تھا۔ سب پر قبضہ کر لیا۔ شہر کے وسط میں جمعہ مسجد کی بنیاد ڈالی۔ شہر نشاور کے فتح ہونے سے عراق کی فتح کی تکمیل ہو گئی۔ مسلمانوں نے خدا کا شکر ادا کیا۔ اول قضا نمازیں ادا کیں۔ پھر کھانے کا انتظام کیا۔ اور شہیدوں کو جمع کر کے ان کے جنازہ کی نماز پڑھی اور انہیں دفن کر دیا۔ سعدؓ بن وقاص بھی وہاں آپہنچے۔ انہوں نے امیر المومنین سیدنا حضرت عمر فاروقؓ کی خدمت میں مال غنیمت کا خمس اور مژدہ فتح روانہ کیا۔ جب خلیفہ دوم حضرت عمر فاروقؓ کے پاس خمس اور فتح کا مژدہ پہنچا۔ تو انہوں نے خدا کا شکر ادا کیا۔ تمام مسلمانوں کو اس سے بڑی خوشی ہوئی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے عراق کی فتح مکمل کر دی تھی۔ عراق کی فتح کی تکمیل سعدؓ بن وقاص کے ہاتھ پر ہوئی۔ اکثر غازیان اسلام عراق کے شہروں میں آباد ہو گئے۔

شہر بھنسا

شروع ہے ساتھ نام اللہ کے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔ تعریف کرتا ہوں میں خدا کی اور درود و سلام بھیجتا ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر واضح ہو کہ شہر بھنسا وہ مقام ہے جس کا ذکر مفسرین نے کیا ہے اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں ارشاد فرمایا ہے:۔ " اور کیا ہم نے ابن مریم (عیسیٰ) اور اس کی ماں کو اپنی قدرت کی نشانی اور ان دونوں کو ٹیلہ پر ٹھہرایا۔" مفسرین نے بیان کیا ہے کہ ربوہ سرزمین بھنسا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے وہاں جو کچھ کام کئے وہ ہم انشاء اللہ عنقریب بیان کریں گے۔

راوی نے کہا ہے کہ اس سرزمین میں تقریباً پانچ ہزار اصحاب نبی صلعم شہید ہوئے۔ ان میں عرب کے امیر اور رئیس چار سو تھے۔ باقی اشراف و اصحاب تھے۔ مثل علیؓ بن عقیل بن ابی طالب یعنی حضرت علیؓ کے بھتیجا حسنؓ بن صالح بن حسین بن ابی طالب جنہوں نے اس شہر میں مسجد کی بنیاد ڈالی تھی جس کا انشاء اللہ ہم عنقریب ذکر کریں گے۔ مثل زیادؓ بن ابی سفیان بن حارث بن عبدالمطلب۔ فضلؓ بن عباس عم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم علاوہ ان بزرگوں کے جو اور لوگ شہید ہوئے ان میں سے اکثروں کا ذکر انشاء اللہ کیا جائے گا۔

راوی نے کہا ہے علمائے کرام میں سے ایک جماعت اس بات کی قائل ہے۔ کہ جو شخص اس سرزمین بھنسا کی زیارت کرتا ہے جس میں شہداء کے مزارات ہیں۔ وہ اپنے گناہوں سے ایسا پاک ہو جاتا ہے جیسا ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہو۔ اگر کوئی رنجیدہ اور غمزدہ وہاں پہنچ جاتا ہے۔ تو اس کا حزن و ملال دور ہو جاتا ہے۔ جو حاجت مند وہاں جاتا ہے اس کی حاجت پوری ہو جاتی ہے۔ وہاں جس مقام پر دعائیں مستجاب ہوتی ہیں ان میں سے قریب بحر الحصار ہے یعنی جہاں سیلاب گرتا ہے۔ کیونکہ وہاں مدفن خلق کثیر کا ہے۔ شہداء اور مشہور ہے۔ حسن بن الصباح بن الحسین بن علی بن ابی طالب کا۔ اسی طرح دعا مقبول ہوتی ہے نزدیک قبر زیادؓ بن ابی سفیان بن الحارث اور نزدیک قبر عبدالرزاق کے۔ یہ مقام دروازہ کے اندر ہے۔ اور قریب عبادت گاہ عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے واقع ہے۔ دیگر شہیدوں کی قبریں قلہ کوہ پر واقع ہیں۔ کچھ دامن کوہ میں ہیں ایک مقام دامن کوہ میں ہے۔ اس کا نام صرافہ ہے۔ عراق اور اندلس کے کچھ لوگ وہاں زیارت کے لئے گئے تھے۔ انہوں نے وہاں کچھ ایسی کرامتیں دیکھیں کہ حیران رہ گئے۔ انہوں نے ان کرامتوں کا ذکر دوسرے لوگوں سے کیا وہ بھی آمادہ زیارت ہو کر وہاں گئے۔ اور انہوں نے بھی ایسے فضائل دیکھے کہ اس مقام کی تعریفیں کرنے لگے۔ مورخین کہتے ہیں کہ سرزمین مصر میں اس قدر شہیدوں کے مزارات نہیں ہیں۔ جس قدر بھنسا میں ہیں۔ بھنسا کو شرف شہیدوں کی وجہ سے حاصل ہوا ہے۔

بحر یوسفی

بحر یوسفی ایک نہر ہے اسے نہر یوسفی بھی کہتے ہیں۔ اس شہر کے ایک کنارہ پر شہر بھنسا آباد ہے۔ اس نہر میں بہت کچھ عجائب و غرائب ہیں۔ اس نہر سے بڑا فیض ہے۔ اس نواح میں صرف وہی ایک نہر ہے جس سے آبپاشی ہوتی ہے۔ جن کھیتوں میں اس نہر کا پانی دیا جاتا ہے۔ اس میں پیداوار بہت زیادہ ہوتی ہے۔ یہ سردریائے نیل سے کاٹ کر نکالی گئی ہے لیکن اس نہر میں یہ بات عجیب ہے کہ جس سال دریائے نیل میں طغیانی نہیں آتی تو نہر کے سوئے پھوٹ نکلتے ہیں۔ اور نہریں بدستور پانی جاری رہتا ہے۔ اور اگر کسی سال طغیانی زیادہ آجاتی ہے۔ تب بھی نہر اپنے کناروں سے باہر نہیں جاتی۔ صرف اتنا ہوتا ہے کہ پانی کناروں سے مل کر چلنے لگتا ہے یہ بات کسی اور نہر میں نہیں ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے وہ قدرتی دریا ہے۔

اس نہر میں سے ایک چھوٹی نہر نکالی گئی ہے جسے چشمہ کہتے ہیں۔ یہ چشمہ سے آبپاشی کرتے ہیں۔ کھیتی اور باغات خوب ہوتے ہیں۔ اس نہر کی برکت اس وجہ سے بھی ہے کہ اس کے کنارہ پر حضرت یوسف علیہ السلام کی قبر ہے۔ اس نہر کے بنانے کا واقعہ بھی عجیب و غریب ہے۔ راویوں نے بیان کیا ہے کہ جب حضرت یوسف مصر میں گئے اور بادشاہ مصر نے انہیں حکومت و سلطنت کے کل اختیارات دے دیئے تو بنی اسرائیل ان کے پاس جمع ہو گئے۔ اہل مصر کو اس پر حسد ہوا۔ انہیں یہ بھی خوف ہوا کہ کہیں تمام مصر پر بنی اسرائیل ہی قابض و متصرف نہ ہو جائیں۔ چنانچہ انہوں نے عزیز مصر کو حضرت یوسف سے برگشتہ کر دیا۔ شاہ مصر نے ملک مصر کے دو حصے کئے ایک حصہ پر حضرت یوسف کو قابض کر دیا۔ دوسرے پر خود متصرف ہوا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو مصر کا غربی حصہ دیا۔ جو غیر آباد تھا۔ اس کی زمین خشک اور دشت بے آب و گیاہ تھا۔ نہ وہاں پانی تھا۔ نہ پیداوار ہوتی تھی۔ باران رحمت پر کاشتکاروں کا مدار تھا۔ اگر بارش ہو جاتی تو کچھ پیدا ہو جاتا۔ بارش نہ ہوتی تو کچھ بھی نہ ہوتا۔ پھر اس میں ریگستان تھا۔ اور ریت کے پہاڑ جیسے ٹیلے تھے۔

حضرت یوسف نے دریائے نیل سے نہر کو کھود کر وہاں لانے کا انتظام کیا۔ ایک لاکھ آدمی بیلدار اور مزدور جمع کئے۔ اس زمانہ کے بہترین انجینئر مصر سے بلوائے۔ پہلا نقشہ تیار ہوا۔ پھر نہر کی کھدائی جاری ہوئی۔ تین سال تک برابر کام ہوتا رہا۔ ایک لاکھ آدمی روزانہ کام کرتے رہے۔ ان کی اجرت اور تنخواہیں خزانہ سے دل کھول کر دی جاتی رہیں۔ امید تھی کہ نہر کھد کر تیار ہو جائیں گی۔ اور رعایا خوش الحال اور فارغ البال ہو کر شاہی خزانہ کو بھر دے گی۔ لیکن تیسرے سال دریائے نیل میں اس قدر طغیانی آئی کہ نہر خراب ہو گئی۔ جس قدر کھودی جا چکی تھی سب دریا کی مٹی اور ریت سے بھر کر زمین بن گئی۔ حضرت یوسف کو بڑا افسوس ہوا۔ دوبارہ پھر انجینئروں نے دوسری طرف سے نقشہ تیار کیا۔ اور کھدائی شروع کرا دی۔ پہلے غربی جانب سے کھدائی ہوئی تھی۔ اب شرقی جانب سے شروع ہوئی۔ پھر ایک لاکھ آدمی ہی لگائے گئے۔ سات سال تک نہر کھودی جاتی رہی۔ لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ جب نہر میں پانی چھوڑا گیا تو آگے نہ بڑھا۔ ساری محنت بیکار گئی۔ اور کروڑوں روپیہ ضائع ہوا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو سخت صدمہ اور قلق ہوا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے ان کے پاس وحی بھیجی کہ اے نبی تو اپنے مال اور آدمیوں سے نہر کی کھدائی میں مدد چاہی۔ ہم سے اعانت طلب نہ

کی۔ قسم ہے ہمیں اپنے عزت و جلال کی اگر اس امر میں بھی تو ہم سے مدد چاہتا تو تیرے لئے چشم زدن میں نہر تیار ہو جاتی۔ یہ سنتے ہی حضرت یوسف علیہ السلام لرز گئے اور سجدہ میں گر پڑے۔ کہنے لگے۔ "اے خدا تو بڑا بزرگ و برتر ہے۔ اور تیری سلطنت غالب ہے۔" اس کے بعد یوسف علیہ السلام نے سجدہ میں سر اٹھایا۔ اور اپنا لباس اتار کر خود پانی سے دھویا۔ اور تر کپڑے پہنے ہوئے ربوہ یعنی ٹیلہ پر گئے۔ سجدہ میں گر پڑے اور بارگاہ باری تعالیٰ میں رو رو کر کہنے لگے۔ کہ مجھ سے غلطی ہوئی۔ میں بندہ اور بیچارہ ہوں۔ تو بندہ نواز اور خطاؤں کو بخشنے والا ہے۔ میرا گناہ معاف کر۔ بحر رحمت کو جوش آ گیا۔ اسی وقت وحی نازل ہوئی کہ اے یوسف! اپنا سر اٹھا ہم نے تیرا قصور معاف کر دیا۔ اب تیری حاجت براری بھی کریں گے۔"
چنانچہ حق باری تعالیٰ نے جبرئیل امین کو حکم دیا۔ وہ آئے اور انہوں نے اپنے بازو مار کر زمین کو شق کر دیا۔ ایک روایت ہے کہ جبرئیل نے اپنے ایک پر بال کو حرکت دی۔ اس سے زمین وہیں تک شق ہو گئی۔ جہاں تک نہر تیار کرنی مقصود تھی۔ غرض پروردگار کے حکم و اشارہ سے چشم زدن میں نہر تیار ہو کر پانی اس میں جاری ہو گیا۔ حضرت یوسف ادائے شکریہ کے لئے پھر سجدہ میں گر گئے۔ انہوں نے اس نہر پر نہایت خوبصورت اور مضبوط پل تیار کرایا۔ اور اس ساری زمین کو جس میں سے نہر ہو کر گذری اپنے بھائیوں اور بیٹوں میں تقسیم کر دیا۔ وہ سرزمین جہاں بھنسا آباد ہے حضرت یوسف کے بیٹے افرشیم کے حصہ میں آئی۔

شہر بھنسا کی بنا

راوی نے بیان کیا ہے کہ افرشیم بن یوسف نے نہر کے کنارہ پر ایک عظیم الشان شہر کی بنیاد ڈالی۔ پتھر ترشوا کر شہر پناہ کی دیواریں، فصلیں اور برج بنوائے۔ نہر کو شہر کے بیچ میں لے لیا۔ افرشیم نے بازار نہایت کشادہ اور دکانیں نہایت شاندار تعمیر کرائیں۔ ان کے امیروں اور رئیسوں نے حسب حیثیت اچھے اچھے مکانات بنوائے۔ خود قصر شاہی نہایت رفیع الشان تعمیر ہوا۔ تھوڑے ہی دنوں میں نہایت خوبصورت اور مضبوط شہر تیار ہو گیا۔ تمام شہر میں سوائے بنی اسرائیل کے اور کوئی قوم آباد نہ تھی۔ نہر یوسفی کے دونوں کناروں پر پھلدار درخت اس کثرت سے لگوائے کہ جب وہ بڑے ہو کر بار آور ہوئے تو جو عورتیں ادھر سے نکلتی تھیں۔ اور ان کے سروں پر ٹوکرے ہوتے تھے۔ وہ تمام ٹوکرے پھلوں سے بھر جاتے تھے۔ حالانکہ

عورتیں ہاتھوں سے پھل یا میوہ نہ توڑتی تھیں بلکہ از خود پختہ پھل اور میوے ٹپکتے رہتے تھے اور ان سے ٹوکرے بھر جاتے تھے۔ جب تک بنی اسرائیل دیندار اور پرہیزگار رہے۔ ان پر خدا کی یہ اور دوسری بہت سے نعمتیں جاری رہیں۔ لیکن جب انہوں نے تکبر کیا۔ خدا کی نافرمانی کی۔ گمراہ ہو گئے۔ خدا کو چھوڑ کر دوسری چیزوں کو پوجنے لگے۔ تو خدا نے ان کے گناہوں کی انہیں یہ سزا دی کہ ان سے اپنی نعمتیں چھین لیں۔ ان کے ملک ان کی دولت اور ان کی تمام چیزوں پر دوسروں کو قابض کر دیا۔ وہ ذلیل و حقیر، مفلس و ناکارہ ہو کر رہ گئے۔ اور ایسے ذلیل ہوئے کہ فرعون ان کے بیٹوں کو قتل کر ڈالتا۔ اور بیٹیوں کو زندہ رکھتا۔ آخر وہ پچھتائے تکبر اور سرکشی سے توبہ کی۔ خدا کے سامنے جھکے۔ خدا کو ان پر رحم آگیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان میں مبعوث کیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے انہیں فرعون اور اس کی جابر و قہار قوم کے ہاتھوں سے نجات دلائی۔ جو املاک ان کی نکل گئی تھیں۔ وہ پھر ان کے قبضہ میں آئیں۔ پھر ان کی کھیتیاں اچھی پیداوار دینے لگیں۔ باغات میں میوے اور پھل کثرت سے آنے لگے۔ پھر ایک دفعہ وہ فارغ البال ہو گئے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ملک شام سے اخراج

مورخین اور مفسرین نے بیان کیا ہے کہ جس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔ اس وقت سرزمین شام میں قیصر کی سلطنت قائم ہوئے صرف بیالیس سال گذرے تھے۔ قیصر شاہ روم کہلاتا تھا اور ہرقل اس کا لقب تھا۔ اس کا بیٹا ہیرس تھا۔ جب اس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کی خبر سنی۔ تو اس نے نجوم سے حساب لگایا۔ وہ سیاروں کی گردش سے خوب واقف تھا اسے معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ کی پیدائش اس کے لئے خطرہ ہے۔ ممکن ہے اس کا اپنا ملک جاتا رہے۔ چنانچہ اس نے حضرت عیسیٰ کے قتل کا ارادہ کر لیا۔ لیکن حق تعالیٰ نے ایک فرشتہ یوسف نجار کے پاس بھیجا۔ اور اسے اطلاع دی کہ شاہ ہیرس نے حضرت عیسیٰ کو قتل کرنے کا قصد کیا ہے۔ تم مصر کی طرف نکل جاؤ۔ یوسف نجار نے مریم سے کہا۔ اور خفیہ طور پر تیاری کر کے ایک روز مریم اور عیسیٰ علیہ السلام کو اپنے خچر پر سوار کر کے وہاں سے چل دیا اور سرزمین مصر میں ایک ٹیلہ پر جا کر قیام کیا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے

قرآن شریف میں ارشاد فرمایا ہے۔ "(مریم اور عیسیٰ کو) ایک ٹیلہ پر ٹھہرایا جو جائے قرار تھی۔ وہاں ایک [illegible] تھا۔ اس میں ایک کنواں تھا۔ اس کنوئیں کے پانی سے مریم اور عیسیٰ وضو کیا کرتے تھے۔ اس کے پانی میں [illegible] مریض غسل کرتا شفا پاتا۔ وہاں ایک سرنگ تھی۔ مریم اور عیسیٰ اس سرنگ میں رہتے تھے۔ بعض کہتے ہیں کہ خانہ تھا۔

بعض راویوں نے بیان کیا ہے کہ جب مریم اپنے لخت جگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو لے کر ملک مصر میں آئیں۔ جو آج کل بھنسا کے نام سے مشہور ہے تو اس وقت حضرت عیسیٰ گود میں تھے۔ انہیں پیاس معلوم ہوئی۔ وہاں کنوں تھا لیکن نہ ڈول تھا نہ رسی تھی۔ حضرت عیسیٰ پیاس کی شدت سے رونے لگے۔ حضرت مریم کو بڑا قلق ہوا۔ رحمت خداوندی کو جوش آگیا۔ دفعتہ کنویں میں طغیانی آگئی۔ پانی ابل کر اوپر آگیا۔ عیسیٰ نے پانی پیا۔ اسی روز سے کنوئیں میں پانی کی زیادتی ہو گئی۔ بلکہ یہ مشہور ہے کہ دریائے نیل میں بھی اسی روز سے پانی زیادہ ہوا۔ نصاریٰ اب تک اس کی تائید کرتے ہیں۔ وہاں ایک دیر تعمیر کرایا ہے اور کھیتی ہوتی ہے۔ اس کنوئیں سے کھیتوں میں پانی دیا جاتا ہے۔ اس کے بعد حضرت مریم شہر بھنسا میں داخل ہوئیں اور وہاں رہنے لگیں۔ بارہ برس تک وہیں مقیم رہیں وہ سوت کاتا کرتی تھیں۔ اور کھیت کاٹنے والوں کے ساتھ بالیں چنتی تھیں۔ یہاں تک کہ حضرت عیسیٰ کچھ بڑے ہو گئے۔

حضرت عیسیٰ کے معجزات

امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی والدہ ماجدہ کے ساتھ شہر بھنسا میں [illegible] وقت دو مہینے کے تھے لیکن ایسے توانا تھے کہ دو برس کے معلوم ہوتے تھے۔ جب نو مہینے کے ہوئے تو چھ سات برس کے معلوم ہونے لگے۔ خوب باتیں کرتے تھے۔ حضرت مریم انہیں شہر بھنسا کے مشہور معلم کے پاس تعلیم دلانے کے لئے لے گئیں۔ معلم نے مسیح کو اپنے سامنے بٹھا کر کہا۔ پڑھو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حضرت عیسیٰ نے کہا: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ معلم نے کہا: "کہو ابجد۔" حضرت عیسیٰ نے کہا: "جانتے ہو ابجد کیا چیز ہے۔" اخوند کو غصہ آیا۔ اس نے کوڑا اٹھایا۔ حضرت عیسیٰ نے کہا: "مارتے کیوں ہو۔ اگر نہیں جانتے ہو تو مجھ سے پوچھو۔ میں تمہیں بتاؤں گا۔" اخوند نے

کہا: "بیان کر" مسیح نے کہا "تم اپنی جگہ سے اتر آؤ۔" اخوند اتر آیا مسیح نے اس جگہ بیٹھ کر کہا۔ الف۔ لا اللہ کا الف ہے۔ جس کے سے ہیں خدا کی نعمتیں اور برکتیں۔ ب۔ بہاء اللہ کی ہے۔ جس کے معنے نور اور عظمت الٰہی کے ہیں۔ جیم سے مراد جلالت الٰہی ہے۔ دال سے دین اللہ ہے جس کے معنے اطاعت اور تابعداری کے ہیں۔ ہ سے ہوت جہنم ہے یعنی قعر دوزخ مراد ہے جس کو ہاویہ کہتے ہیں۔ واؤ سے ویل اور ہلاکی ہے اہل دوزخ کی۔ ز سے زخیر دوزخ ہے۔ یعنی صدائے مہیب۔ زخیر گدھے کی آواز کو کہتے ہیں۔ جو کبھی باریک ہوتی ہے اور کبھی بڑی خوفناک ہوتی ہے۔ ح سے حط ذنوب اور سقوط گناہوں کا ہے توبہ اور استغفار کرنے والوں کے لئے۔ ک سے مراد کلام پرودگار عالم ہے۔ جس کے کلام کو تغیر و تبدل نہیں ہے۔ ص سے مراد صاع بصاع یعنی وزن بہ وزن ہے۔ مراد یہ ہے کہ چھ چیزیں مثل گندم۔ جو۔ زبیب۔ تمر۔ سونا چاندی جس وزن سے جس کو قرض دو۔ س وزن سے لو نہ زیادہ نہ کم۔ ورنہ سود ہو جائے گا۔ ق سے مراد ہے کہ صاع کے قریب مارہائے دوزخ ہیں یعنی کم دینے اور زیادہ لینے میں وہ سانپ اذیت دیں گے۔

ابھی مسیح علیہ السلام نے یہیں تک بیان کیا تھا کہ استاد نے حضرت مریم سے کہا۔ "یہ لڑکا تو خود سب کچھ پڑھا ہوا ہے۔ اسے پڑھانے کی ضرورت نہیں۔ میرے پاس سے لیجاؤ۔"

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ مجھ سے روایت بیان کیا ہے کہ محمد بن الحسین مقری نے ان سے محمد بن احمد حمدون نے۔ ان سے حکیم بن نافع نے۔ ان سے اسمٰعیل نے ان سے ملیکہ نے ان سے عطیہ نے۔ ان سے ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے۔ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ جب عیسیٰ علیہ السلام کو ان کی والدہ نے مکتب میں بھیجا۔ تو معلم نے کہا۔ "کہو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ عیسیٰ نے کہا بسم اللہ کیا چیز ہے؟ معلم نے کہا:۔ "میں نہیں جانتا۔" مسیح نے کہا:۔ "مجھ سے سنو یعنی رب عظمت پروردگار ہے۔ سین نور خدا ہے۔ میم اللہ کا ملک ہے۔"

راوی نے بیان کیا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام سے صغر سنی ہی ہیں معجزات ظاہر ہوئے جب یوسف نجار حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ کو ملک شام سے شہر عنسا میں لایا۔ تو انہوں نے ایک زمیندار کے مکان پر قیام کیا۔ وہ زمیندار نہایت مخیر تھا۔ مالدار بھی بہت تھا۔ اس کے مکان میں بہت سے مساکین اور مسافر رہتے تھے اور وہ ان سب کی پرورش کرتا تھا۔ ان

کے اخراجات اٹھاتا تھا۔ ان میں معذور و مجبور لوگ بھی تھے۔ جیسے لنگڑے۔ لولے اور اندھے۔ ایک روز اس زمیندار کے خزانہ میں بھاری چوری ہو گئی۔ لیکن زمیندار ایسا نیک دل تھا کہ اس نے کسی پر الزام نہ لگایا۔ حضرت مریم کو بڑا افسوس ہوا۔ جب حضرت عیسیٰ نے اپنی والدہ کا رنج و قلق دیکھا تو فرمایا۔ "امی جان! کیا تم چاہتی ہو کہ میں وہ مال بتا دوں۔" حضرت مریم نے کہا۔ "اے فرزند میں یہی چاہتی ہوں۔ زمیندار نے ہم پر احسان کیا ہے۔" عیسیٰ نے کہا۔ "زمیندار سے کہہ دو کہ وہ سارے مسکینوں کو جو اس کے مکان میں رہتے ہیں جمع کرے۔"

مریم نے دہقان سے یہ پیغام کہا۔ اس نے تمام مساکین کو جمع کیا۔ حضرت عیسیٰ ان میں سے دو آدمیوں کے پاس گئے۔ ان میں سے ایک اندھا تھا اور دوسرا لنگڑا۔ عیسیٰ نے لنگڑے سے کہا۔ "اندھے کو اپنے شانہ پر سوار کر۔" لنگڑا کھڑا ہو گیا۔ مگر اندھے نے کہا۔ "میں ناتواں ہوں گر پڑوں گا۔" لنگڑے نے کہا۔ "اس رات کو تجھ میں کیسے توانائی آ گئی تھی۔ اور تو میرے کاندھوں پر سوار ہو گیا تھا۔ جب لوگوں نے یہ بات سنی تو اندھے کو مارنے لگے۔ مجبور ہو کر وہ کھڑا ہوا۔ لنگڑے نے اسے اپنے کاندھوں پر سوار کیا اور لے جا کر در خزانہ پر کھڑا کر دیا۔ اس وقت حضرت عیسیٰ نے زمیندار سے فرمایا۔ "اس رات کو تمہارا خزانہ ان دونوں نے لیا ہے۔ اس اندھے نے اس لنگڑے کی مدد سے ایسا کیا۔"

لنگڑے نے اقرار کیا۔ ان دونوں نے مال زمیندار کا واپس کر دیا۔ زمیندار نے مریم سے کہا۔ "آدھا مال تم لے لو۔" مریم نے کہا۔ "میں اس لئے پیدا نہیں ہوئی ہوں۔" زمیندار نے کہا: "تم نہیں لیتی ہو تو اپنے بیٹے کو دے دو۔" مریم نے فرمایا: "اس کی شان اس سے بالا ہے۔" تب زمیندار نے اس تقریب میں یعنی اپنا خزانہ واپس ملنے کی خوشی میں دو مہینے تک سارے شہر کی دعوت کی۔ اس سے حضرت عیسیٰ کی شہرت ہو گئی۔ ان کی زیارت کرنے کے لئے شہر کے امیر۔ رئیس اور بادشاہ مل کر ایک روز آئے۔ حضرت مسیح یا ان کی والدہ کے پاس نہ کھانے کا سامان تھا۔ نہ شراب تھی۔ جب سب آ گئے۔ تو حضرت عیسیٰ نے کہا۔ "شراب کے خالی مٹکوں میں پانی بھر دو۔" چنانچہ پانی بھر دیا گیا۔ مسیح نے مٹکوں پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔ دفعتہ وہ سب جوش کھا کر شراب بن گئے۔ اس وقت حضرت عیسیٰ کی عمر بارہ برس تھی یہ دیکھ کر شہر بھنسا والوں کی عقیدت حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بہت بڑھ گئی۔ یہ دوسرا معجزہ

تھا۔

سدی راوی نے بیان کیا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام جب مکتب میں جاتے تھے تو اکثر لڑکوں سے کہہ دیتے تھے کہ اس وقت تمہارے گھر میں تمہارے ماں باپ فلاں چیز کھا رہے ہیں۔ وہ دوڑ کر جاتے۔ ان کے ماں باپ انہیں دیکھتے ہی وہ چیز چھپا دیتے۔ جب وہ ضد کرتے اور رونے لگتے۔ تو تھوڑی سی انہیں بھی دیتے۔ ان سے پوچھتے تمہیں یہ کس نے بتایا ہے وہ کہتے ہمیں عیسیٰ نے خبر دی ہے۔ جب کئی ایسے واقع ہوئے تو اہل شہر نے اپنے لڑکوں کو سمجھایا کہ عیسیٰ کے پاس نہ جایا کرو وہ لڑکا جادوگر ہے۔ چنانچہ سب نے اپنے لڑکوں کو عیسیٰ کے پاس جانے سے روک دیا۔ لیکن لڑکے نہ مانے آخر ایک روز لڑکوں کے والدین نے تمام لڑکوں کو ایک مکان میں بند کر دیا۔ حضرت عیسیٰ خود مکان پر پہنچ گئے۔ اور لڑکوں کو بلایا۔ لڑکوں کے محافظوں نے کہا۔ "یہاں لڑکے نہیں ہیں۔" عیسیٰ نے پوچھا: "اس مکان کے اندر کون ہیں؟" محافظوں نے جواب دیا۔ "اس مکان میں ہمارے سور بند ہیں۔" حضرت عیسیٰ نے کہا۔ "انشاء اللہ سور ہی ہوں گے۔" جب لوگوں نے مکان کھول کر دیکھا۔ تو سارے لڑکے سور بن چکے تھے۔ تمام لوگ حیرت زدہ اور خوفزدہ ہو گئے۔

سدی راوی نے بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عیسیٰ معہ اپنی والدہ معظمہ حضرت مریم کے مصنا کے نواح میں ایک گاؤں میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ جس شخص کے مکان پر ٹھہرے تھے وہ شاہی نان پز یعنی خانساماں تھا۔ ایک روز خانساماں جب اپنے مکان پر آیا۔ تو سخت پریشان اور غمگین تھا۔ حضرت مریم خانساماں کی بیوی کے پاس بیٹھی تھیں۔ وہ کہنے لگیں۔ "آج تمہارے شوہر بہت غمزدہ ہیں۔ کیا بات ہے؟" خانساماں کی بیوی نے کہا: "کچھ نہ پوچھو۔ ہم لوگ بڑی پریشانی اور غم میں مبتلا ہیں۔"

مریم:۔ "مجھے بتاؤ شاید میں تمہاری کچھ مدد کر سکوں۔"

خانساماں کی بیوی:۔ "یہاں یہ دستور ہے کہ جب بادشاہ ملک کے دورہ پر یا سیاست کے لئے۔ یا شکار کھیلنے کے لئے نکلتا ہے تو جس بستی میں وہ جاتا ہے۔ وہاں کا مقدم بادشاہ اور اس کے تمام عملہ کی دعوت کرتا ہے۔ اس گاؤں کا مقدم میرا شوہر ہے۔ بادشاہ کل معہ حشم و خدم کے یہاں آنے والا ہے۔ ہم میں اس قدر استطاعت نہیں ہے کہ اس کی دعوت کر سکیں اور اگر ہم نے دعوت نہ کی تو بادشاہ کا عتاب ہم پر نازل ہو گا۔

مریم :۔ "تم اپنے شوہر سے کہہ دو کہ وہ غم و فکر نہ کرے۔ میں اپنے بیٹے سے کہہ دوں گی۔ وہ سب انتظام کر دے گا۔ اللہ تعالیٰ اس پر مہربان ہے۔ وہ جو دعا کرتا ہے۔ خدا قبول کر لیتا ہے۔"

چنانچہ حضرت مریم نے حضرت عیسیٰ سے یہ ذکر کیا۔ حضرت عیسیٰ نے کہا :۔ "مجھے اس میں کچھ زحمت ہو گی۔" مریم نے کہا :۔ "اس کی پرواہ نہ کرو۔ کیونکہ اس شخص نے ہم پر احسان کیا ہے۔ احسان کا بدلہ احسان ہی ہوتا ہے۔" حضرت عیسیٰ نے کہا :۔ "اچھا تم خانساماں سے کہہ دو۔ کہ جب بادشاہ یہاں آئے تو وہ اپنی دیگوں میں پانی بھروا دے اور مجھے خبر کر دے۔" دوسرے دن جب بادشاہ آیا۔ تو طرح طرح کے باجے بجنے لگے۔ بے شمار لشکر بادشاہ کے ساتھ تھا۔ سواروں کی آمد سے زمین دہل گئی۔ خانساماں بڑا متردد ہوا۔ اس نے دیگوں میں پانی بھروا دیا۔ اور مسیح علیہ السلام کو اطلاع دی۔ آپ وہاں تشریف لے گئے۔ اور پروردگار عالم سے دعا کی۔ اسی وقت تمام دیگوں سے بھاپ نکلنے لگی۔ طرح طرح کے لذیذ کھانے تیار ہو گئے۔ کھانا ایسا لذیذ اور شراب ایسی ذائقہ دار تھی۔ کہ پہلے لوگوں نے نہ ایسے کھانے کھائے تھے۔ نہ ایسی شراب پی تھی۔ جب بادشاہ نے کھانا کھایا اور شراب پی تو بہت خوش ہوا۔ اس نے خانساماں سے دریافت کیا۔ "ایسی خوش ذائقہ شراب کہاں سے آئی۔" س نے عرض کیا :۔ "شہر قیوم سے منگائی ہے۔" بادشاہ نے کہا :۔ "ہمارے یہاں بھی وہیں سے شراب آتی ہے (اس نواح میں شہر قیوم کی شراب مشہور تھی) بلکہ انگور وہیں سے آتے ہیں اور ان کی شراب کھینچی جاتی ہے مگر اس کا ذائقہ ایسا نہیں ہوتا۔ سچ بتا یہ شراب کہاں سے آئی؟" مجبور ہو کر خانساماں نے تمام حقیقت بیان کی۔ اور کہا :۔ "میرے یہاں ایک لڑکا مہمان آیا ہے۔ وہ خدا سے جو دعا مانگتا ہے۔ خدا قبول کر لیتا ہے۔ اس کی دعا سے یہ لذیذ کھانے اور خوش ذائقہ شراہ خدا نے عطا کئے ہیں۔"

راوی نے بیان کیا ہے۔ اس بادشاہ کا ایک لڑکا تھا جو مر گیا تھا۔ اور اب کوئی وارث تاج و تخت باقی نہ رہا تھ۔ بادشاہ کو اپنے بیٹے سے بڑی محبت تھی۔ اس نے خانساماں سے کہا۔ "اگر یہ بات سچ ہے تو اس لڑکے سے تو عرض کر کے میرے لڑکے زندہ کر دے میں تیرا اور اس کا دونوں کا مشکور ہوں گا۔"

خانساموں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کہا اور انہیں بادشاہ کے پاس لے گیا۔

بادشاہ نے بھی اپنے بیٹے کے زندہ کرنے کی درخواست کی۔ حضرت مسیح نے کہا: "اے بادشاہ! تیرے بیٹے کا زندہ ہونا تیرے اور اس کے دونوں کے لئے مضر ہو گا۔" "تم دونوں پر بلائے عظیم نازل ہو جائے گی۔" بادشاہ نے کہا۔ "کچھ پرواہ نہ کرو۔ خواہ ہم دونوں مارے جائیں لیکن تم اسے زندہ کردو۔" مسیح نے کہا۔ "اچھا جب میں تمہارے بیٹے کو زندہ کردوں تو تم مجھے اور میری والدہ کو جانے دو گے۔" "ہم سے کوئی تعرض تو نہ کرو گے۔" بادشاہ نے کہا: "ہرگز۔ عرض نہ کریں گے۔ جہاں جی چاہے چلے جانا۔"

حضرت عیسیٰ نے درگاہ حی و قیوم میں دعا کی۔ بادشاہ کا بیٹا زندہ ہو گیا۔ راوی نے بیان کیا ہے وہ بادشاہ بڑا ظالم اور عیار تھا۔ لوگ اس سے سخت نالاں اور بیزار تھے۔ لیکن اس وجہ سے اسے کچھ نہ کہتے تھے۔ کہ وہ بوڑھا ہو گیا تھا۔ جانتے تھے کہ چند روز کا مہمان ہے۔ اب مرنے والا ہے۔ اب جبکہ اس کا بیٹا زندہ ہو گیا تو اس کے تمام مشیر رئیس اور میر باغی ہو کر اس پر اور اس کے بیٹے پر ٹوٹ پڑے اور کہنے لگے:۔ "بادشاہ تو نے ظلم و جبر سے ہماری دولت چھین لی۔ ہم نے صبر کیا کہ اب تو مرنے والا ہے۔ تیرے ظلم سے نجات مل جائے گی۔ لیکن تو نے اپنے بیٹے کو زندہ کرا لیا۔ تا کہ اب وہ ہمارا خون چوسے۔" یہ کہہ کر انہوں نے بادشاہ اور اس کے بیٹے دونوں کو مار ڈالا۔ حضرت مسیح وہاں سے معہ اپنی والدہ کے چلے گئے۔ راوی نے کہا ہے کہ حضرت عیسیٰ کے بہت سے معجزات ہیں میں نے چند لکھے ہیں۔

شہر بھنسا کی فضیلت

راوی نے بیان کیا ہے یوں تو شہر بھنسا کی اس وجہ سے شہرت تھی کہ وہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام رہ چکے تھے۔ اور انہوں نے اس شہر میں اپنے معجزے دکھائے تھے۔ لیکن اس شہر اور اس کی سرزمین کو فضیلت اس لئے ملی کہ اس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین شہید ہو کر دفن ہوئے۔ راوی نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ اگر صحابہ کرام وہ کارہائے نمایاں انجام نہ دیتے۔ جن کے سبب ان کی شہرت ہوئی اور دین و دنیا میں عزت ملی تو شہر بھنسا کو نہ کوئی فضیلت ہوتی نہ کوئی اسے جانتا۔ نہ وہ مرجع خلائق بنتا۔ نہ مسلمان وہاں زیارت کے لئے جاتے۔ ان بزرگوں کی وجہ سے اسلام کے نشان بلند ہوئے۔ مسلمانوں کا رعب و خوف دشمنوں کے دلوں پر طاری ہو گیا۔ وہ ایسے لوگ تھے۔ جنہوں نے دنیا کو چھوڑ دیا تھا۔ آخرت

کے طلبگار تھے۔ کسی وقت کی نماز قضا نہ ہونے دیتے تھے۔ قرآن شریف کی تلاوت میں معروف رہتے تھے۔ حق تعالیٰ نے ان کی فضیلت و بزرگی ظاہر کرنے کے لئے ان کے حق میں فرمایا۔ "بعض وہ ہیں جنہوں نے (شہید ہو کر) اپنی مدت زندگی ختم کی اور بعض منتظر شہادت ہیں۔ اور انہوں نے اپنے ارادوں کو نہیں بدلا۔"

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ مجھ سے ابو عبداللہ محمد بن محدث المصری نے بیان کیا ہے کہ میں نے بیشمار تاریخوں کا مطالعہ کیا اور ان میں واقعات کو کم و بیش پایا۔ اسی طرح اس تاریخ میں بھی کچھ کمی بیشی دیکھی۔ لیکن شہر بھنسا میں شہیدوں کے واقعات و حالات سن کر میرے دل میں اس شہر کی زیارت کا شوق پیدا ہوا۔ میں وہاں گیا۔ عجیب بات میں نے یہ دیکھی کہ وہاں میری طبیعت کو بڑا سکون ہوا اور دل کو بڑی فرحت ملی۔ حقیقت یہ ہے کہ اس سرزمین کی زیارت غموں کو غلط کرتی اور رنجوں کو مٹاتی ہے سختیوں کو دور کرتی اور طبیعتوں کو فرحت بخشتی ہے۔ وہاں کی زیارت سے رزق میں کشادگی ہوتی ہے۔ حسن اخلاق پیدا ہوتا ہے۔ دل میں اسلام پر سرفروشی کا ایسا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ انسان جہاد کے لئے بے چین نظر آنے لگتا ہے۔ کیوں نہ ہو۔ وہاں ان اکابر شہداء کے مزار ہیں۔ جنہوں نے خدا کی رضامندی کے لئے جہاد کیا۔ جاں بازی کی۔ اور راہ خدا میں شہید ہوئے۔ وہ لوگ وہ ہیں جن کے حق میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ "بہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ان کی جانوں اور ان کے مالوں کو اس صلہ میں مول لیا ہے کہ ان کے لئے جنت ہے۔"

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ جب امیر المومنین حضرت عمر فاروق کے حکم سے ممالک شام۔ مصر۔ اسکندریہ اور بحیرہ وغیرہ فتح ہو گئے۔ اور ممالک صعید میں شہہائے نوبہ۔ بربر۔ دیلم۔ صقالیہ۔ روم اور قبط تھے۔ یہ سب شہر خوب آباد تھے۔ لیکن ان سب میں روم سب سے بڑا شہر اور بہت آباد تھا۔ حضرت عمروؓ بن العاص مصر کے عامل تھے۔ انہوں نے ہی مصر فتح کیا تھا۔ جب انہوں نے مصر پر اچھی طرح تسلط کر لیا۔ تو اپنے اصحاب سے مشورہ کیا کہ اب کس طرف کا عزم کیا جائے۔ صحابہ کرام نے مشورہ دیا۔ کہ ہم بغیر حکم امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ کے کچھ نہیں کر سکتے۔ اگر ہم نے از خود کسی طرف پیش قدمی کی اور عمر فاروقؓ کی طبیعت کے خلاف ہوا۔ تو وہ برہم ہو جاویں گے۔ ہم ان کے درہ سے ڈرتے ہیں۔ وہ سزا دہی میں کسی کے رتبہ کا لحاظ مطلق نہیں کرتے ہیں۔ اس لئے انہیں تمام حالات لکھے

جائیں۔ اور جو حکم وہ دیں اس کی تعمیل کی جائے۔ عمروؓ بن العاص نے یہ مشورہ پسند کیا۔ چنانچہ انہوں نے امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ کو اس مضمون کا خط لکھا۔ "شروع ہے ساتھ اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔ یہ عریضہ ہے بندہ خدا عمروؓ بن العاص کی طرف سے جو امیر المومنین کی جانب سے ملک مصر کے عامل ہیں۔ خدمت میں امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے آپ پر ہمارا سلام ہو اور اس کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں۔ اس کے بعد اللہ کی تعریف اور اس کی ثنا کرتا ہوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتا ہوں اور سلام ہمارا ان لوگوں پر جو مدینہ طیبہ میں ہیں جملہ مہاجرین اور انصار سے اور شکر ہے اس پروردگار کا جس نے ہمیں فتح بخشی ملک مصر اور تمام سواحل بحر یعنی دریا کے کناروں پر ترائی میں اسکندریہ اور دمیاط پر اب کوئی شہر دوآبہ ہیں ایسا باقی نہیں رہا جو فتح نہیں ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کو ذلیل کیا۔ اور اللہ کے ذکر کو بلند کیا۔ یہاں جو اصحاب رسول اللہ صلعم سے جمع ہیں اکابر اور امرا اور انصار اور مہاجرین اور انصار ان سب کی رائے اس امر پر متفق ہوتی ہے۔ کہ آپ سے اذن جہاد طلب کریں۔ آیا ہم بجانب صعید اور عزب کی طرف روانہ ہوں۔ تمام مسلمانوں نے اپنی جانوں کو راہ خدا میں بیچ ڈالا ہے۔ اور درود و سلام اللہ پر اور حضرت محمد خاتم الانبیاء اور ان کے آل و اصحاب پر۔

فاروقی فرمان

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ عمروؓ بن العاص نے یہ عریضہ ایک عرب کو جن کا نام سالم بن جمیعتہ ا لکھدی تھا دیا۔ ایک ناقہ بھی انہیں عطا کیا۔ وہ اس پر سوار ہو کر مدینہ کی طرف چلے۔ اور یہ اشعار پڑھتے جاتے تھے۔

میں مدینہ جاتا ہوں امان خدا میں
امیدوار ہوں کہ غرقات جنت میں فائز ہوں
میری آرزو ہے کہ اقربا کی جمعیت مجھ سے قریب ہو
اور جو کچھ آرزوؤں سے چاہتے ہوں مجھے حاصل ہو

اے میرے ناقہ کوشش کر اور جلد چل
طرف نبی صلعم بلا تھا دن
اور میں سلام سے تقرب حاصل کروں
سچا کلام (درود) حسن بیان سے کہوں
آگاہ ہو اے اشرف گروہ
وہ جس سے مدینہ اور کل مکان کو شرف ہے
چاہیئے کہ کل کے دن روز معاد میرا شفیع ہو
جس وقت لوگ کہیں کہ یہ بندہ گنہگار ہے

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ وہ قاصد (سالم بن نجیحتہ الکعدی) رات اور دن سفر کر کے عصر کے نماز کے بعد مدینہ طیبہ میں پہنچا۔ مسجد کے دروازہ پر اپنے ناقہ کو بٹھایا۔ مہار کو باندھ کر مسجد نبوی میں داخل ہوا۔ مزار اقدس کی زیارت کی۔ سلام کیا اور منبر روضہ کے درمیان میں آکر دو رکعت نماز پڑھی۔ پھر امیر المومنین سیدنا حضرت عمر فاروقؓ کی خدمت میں پہنچا۔ امیر المومنین نے سالم کو دیکھتے ہی کہا:۔ "مرحبا سالم کو کہ ضرور مصر سے خط لایا ہے۔" سالم نے انہیں سلام کیا اور پھر مصافحہ سے مشرف ہوا۔

سالمؓ نے بیان کیا ہے کہ امیر المومنین سیدنا حضرت عمر فاروقؓ کے داہنی طرف حضرت علیؓ بائیں طرف حضرت عثمانؓ بن عفان اور سامنے مہاجرین و انصار کے گروہ تھے۔ ان میں وہ لوگ تھے۔ جو سلطنت اسلامیہ کی مجلس انتظامیہ کے ممبر تھے۔ جن کے مشورہ سے حکومت و سلطنت۔ سیاست جہاد کے تمام کام انجام پاتے۔ وہ لوگ جو بدو (گنوار) تھے حکمرانی کے اصول سے زمانہ جاہلیت میں بالکل ہی واقف نہ تھے۔ لیکن سیدنا آقا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کے شرف نے انہیں زبردست عالم بنا دیا تھا۔ ان سے زیادہ جہانبانی کے اصولوں سے کوئی واقف ہی نہ رہا تھا۔ ان میں یہ لوگ تھے۔ عباسؓ بن عبد المطلب۔ عبد الرحمٰنؓ بن عوف۔ سعیدؓ بن زید۔ طلحہؓ بن عبد اللہ۔ اور دوسرے انہیں کے پایہ کے لوگ تھے رضی اللہ عنہم اجمعین۔ میں نے عمروؓ بن العاص کا عریضہ پیش کیا۔ فاروق اعظم نے فرمایا :۔ "اے سالم! کیا خبر ہے تیرے پیچھے۔ اللہ تعالیٰ تجھے دنیا اور آخرت میں سالم رکھے۔" میں نے (سالم نے) عرض کیا:۔ "یا امیر المومنین! خوشخبری ہے اور مژدہ امن ہے۔"

فاروق اعظمؓ نے پہلے خود خط آہستہ آہستہ پڑھا اور پھر سب کو پڑھ کر سنایا۔ اور حاضرین سے مشورہ لیا۔ علیؓ بن ابی طالب نے کہا:۔ "میری رائے ہے کہ مصر کے غربی بجانت مجاہدین اسلام پیش قدمی کریں۔ لیکن اس لشکر کے ساتھ عمروؓ بن العاص مصر نہ جائیں۔ کیونکہ مصر فتح کرلینے کی وجہ سے ان کی ہیبت دشمنوں کے دلوں پر قائم ہو گئی ہے۔ وہ دس ہزار سواروں کو خالدؓ بن ولید سیف اللہ کی ماتحتی میں بھیجیں۔"

فاروق اعظمؓ نے فرمایا:۔ "آپ نے ٹھیک کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ "خالد اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے۔" ایک اور روایت میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "ہر آئینہ خالدؓ وہ ننگی شمشیر ہے جو اس کے دشمنوں کے سامنے میان میں نہیں رہتی۔ اس رات کو سالمؓ مدینہ میں رہے۔ صبح کو مسجد نبوی میں فجر کی نماز ادا کی۔ اور امیر المومنین کی خدمت میں حاضر ہو کر جواب مانگا۔ فاروق اعظم نے اسی وقت ایک صاف چمڑہ لیا اور قلم دوات منگا کر اس مضمون کا خط لکھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ خط ہے بندہ خدا امیر المومنین عمرؓ بن الخطاب کی طرف سے اپنے مصر کے عامل عمروؓ بن العاص کے نام۔ ہمارا تم پر سلام پہنچے اور اس کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں۔ میں اس خدا کی تعریف کرتا ہوں۔ جس کے سوائے کوئی معبود نہیں ہے اور درود بھیجتا ہوں خدا کے رسول پر جن کے بعد کوئی نبی نہ ہو گا۔ اس کے بعد ہمارا اسلام تم پر اور ان لوگوں پر جو مہاجرین اور انصار سے تمہارے ساتھ ہیں۔ اور رحمتیں اور برکتیں تم سب پر نازل ہوں میں نے تمہارا خط پڑھا۔ اور اس کے حال سے مطلع ہوا۔ جس وقت میرا یہ خط تمہارے پاس پہنچے۔ تم خدا سے استعانت طلب کرو اور غربی جانب متفرق دستے اور اس طرح بھیجو کہ ہر شہر پر ایک ایک امیر مقرر کر کے مجاہدوں کی جمعیت ان کے ساتھ کردو۔ ہر امیر کو یہ ہدایت کردو۔ کہ وہ شریعت اسلام کو قائم کریں۔ احکام اسلام کی لوگوں کو تعلیم دیں کسی پر ظلم و جور نہ کرو اور خالدؓ بن ولید کو دس ہزار مہاجرین اور انصار کی جمعیت دے کر حدود مداین کی طرف روانہ کرو۔ ان کے ساتھ زبیرؓ بن العوام۔ فضلؓ بن عباس۔ مقدادؓ بن اسود۔ غانمؓ بن عیاض الاشعری اور مالک اشترؓ کو بھی بھیجو۔ یہ اصحاب روایات ہیں۔ یعنی علمبرداران اسلام۔ ان سے کہہ دو کہ اول وہ کفار و مشرکین کو دعوت اسلام دیں۔ اگر وہ قبول کرلیں تو خیال رکھیں ان میں سے ہر ایک کے لئے وہی ہے جو ہمارے لئے واجب ہے۔ ان

کے مال و جان کی حرمت مثل ہمارے ہے جو ہم پر حرام ہے وہی ان پر حرام ہو گا۔ اور جو دعوت اسلام سے انکار کریں ان سے جزیہ لو۔ جو لوگ اس سے بھی نافرمانی کریں اور آمادہ قتال ہوں ان سے لڑو۔ جب کسی شہر پر حملہ کرو تو اس کے سواد پر شبخون اور دوڑ مار کر پراگندہ کردو۔ تاکہ وہ محصورین کی مدد نہ کر سکیں مجھے خبر پہنچی ہے کہ مصر کے غربی جانب دو شہر بڑے اور مشہور ہیں۔ ان میں ایک انصاس ہے جو مصر کے قریب ہے اور دوسرا بھنسا ہے۔ اس کا قلعہ بہت مضبوط اور بلند ہے۔ میں نے سنا ہے کہ اس شہر کا رئیس یا مالک یا فرمانروا ایک بطریق ہے۔ نصرانی۔ وہ بڑا سرکش و متکبر ہے۔ اس کا نام بطلوس ہے۔ وہ مصر کے تمام عیسائی بطریقوں سے بزرگ تر ہے۔ لہٰذا تم پر لازم ہے کہ جب تک ان دونوں شہروں کو فتح نہ کرلو۔ ملک صعید کی طرف نہ بڑھو۔ اور تم اور تمہارے ساتھی تقویٰ اور پرہیزگاری کریں۔ ظالم سے مظلوم کا حق دلاؤ۔ مظلوم کی فریاد سنو۔ واجبات کا حکم کرو۔ محرمات سے منع کرتے رہو۔ کمزوروں کا حق زور آوروں سے دلاؤ۔ خدا کا کام جاری کرنے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت مزاحم نہ ہو۔ تمہیں چاہئے کہ تم خود ملک مصر میں مقیم رہو۔ اور لشکروں کو جہاں بھیجنا ہو بھیج دو۔ جس وقت مدد کی ضرورت ہو۔ فوراً مجھے لکھو تاکہ میں تمہاری مدد کروں۔ یہ خوب سمجھ لو کہ غلبہ بغیر اللہ عزوجل کی اعانت کے نہیں ہوتا ہے۔ حق سبحانہ تعالیٰ سے استمداد چاہو وہ تمہارے لئے نصرت عطا کرے گا۔ تم فتح یاب ہو گے۔ اور ساری تعریف رب العالمین کے لئے ہے اور ہمارا اسلام تمام مسلمانوں پر اور اللہ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں۔"

یہ مفصل خط لکھ کر امیر المومنین سیدنا حضرت فاروقؓ نے خط بند کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر لگائی سالمؓ کو دیا۔ وہ رخصت ہوئے۔ انہوں نے دو رکعت نماز تہیہ سفر پڑھی۔ اور ناقہ پر سوار ہو کر چلے۔ جب مصر میں پہنچے۔ تو دیکھا کہ عمروؓ بن العاص اور ان کے اصحابہ مصر ہی کی سرزمین پر اترے ہوئے ہیں۔ اس وقت فصل ربیع تھی۔ گندم پک رہی تھی۔ عمروؓ بن العاص اپنے اس خیمہ کے اندر بیٹھے تھے۔ جو شاہ قبط کا تھا۔ اور حریر نیلگوں اور سرخ و زرد سے بنا تھا۔ وسعت اس کی تیس زراع یعنی پندرہ گز لمبا اور پندرہ گز چوڑا تھا۔ اس میں اہل مصر کا سا پر تکلف فرش بچھا تھا۔ عمروؓ اس پر بیٹھے تھے۔ اس وقت مقدادؓ۔ خالدؓ۔ فضل۔ اور عامرؓ وغیرہ امرائے عرب ان کے پاس تھے۔ سب نہایت بے تکلفی کے ساتھ اس

طرح بیٹھے تھے۔ کہ کسی کو ان میں کوئی امتیاز نہ تھا۔ سالمؓ نے بیان کیا ہے کہ میں نے ناقہ کو خیمہ سے ذرا فاصلہ پر بٹھایا۔ اور چلا۔ ابھی میں پس خیمہ ہی تھا اور نہ مجھے کسی نے دیکھا تھا۔ نہ خیمہ کے اندر والوں میں سے میں نے کسی کو دیکھا تھا۔ میں نے سنا کر عمروؓ بن العاص کہہ رہے۔ تھے۔ سالمؓ نے بہت دیر یعنی مدینہ منورہ سے جواب لانے میں بڑی تاخیر کی۔ خالدؓ نے کہا۔ "انشاء اللہ وہ عنقریب پہنچتا ہے۔" یہ کہہ کر وہ ایسے منتظر ہوئے۔ جیسے انہوں نے مجھے دیکھ لیا ہو۔ حالانکہ انہوں نے مجھے بالکل نہ دیکھا تھا۔ جب میں خیمہ کے پاس پہنچا۔ اور میری قدموں کی چاپ ہوئی۔ تو خالدؓ بن الولید نے کہا۔ "کیا سالمؓ ہے؟" میں نے بڑھ کر عرض کیا۔ "لبیک یا ابا سلیمان۔ یعنی اے سلیمان کے باپ میں حاضر ہو گیا۔" خالدؓ نے کہا:۔ "خوب آیا اے سالم! مرحبا۔ شاد باش۔ خدا تجھے زندہ اور تندرست رکھے۔" میں نے آگے بڑھ کر فرمان فاروقیؓ پیش کیا۔ عمروؓ بن العاص نے لے کر آہستہ آہستہ پڑھا۔

راوی نے بیان کیا ہے کہ پھر عمروؓ بن العاص نے وہ خط تمام مسلمانوں کو پڑھ کر سنایا۔ اور لوگوں سے مشورہ لیا۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں مسلمانوں کے متعلق فرمایا ہے۔ "ان کا دستور العمل آپس میں مشورہ کرنا ہے۔" سب نے یہ مشورہ دیا کہ اول ان امیروں کو جو شہروں میں متعین ہیں طلب کرو۔ انہیں غربی جانب بھیجو۔ پھر افواج قاہرہ کو ترتیب دو اور بموجب حکم امیر المومنین کے لشکر بھیجو۔

جیش اسلام کی فراہمی

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ جب فتح مصر مکمل ہو گئی۔ بحری ساحلوں پر بھی مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا تو صحابہ متفرق شہروں میں جا ٹھہرے تھے۔ بعض اسکندریہ اور اسوس میں چلے گئے۔ بعض دمیاط۔ رشید اور بلبیس میں جا ٹھہرے بعض ساحلی شہروں میں مقیم ہو گئے۔ اور یہ لوگ قعقاعؓ بن عمرو التمیمی۔ ہاشمؓ بن مرقال۔ میسرہؓ بن مسروق العبسی اور مسیبؓ بن نجبتہ الفزاری تھے۔

عمروؓ بن العاص نے ان تمام لوگوں کو طلبی کے احکام بھیجے۔ نجابہ وسواۃ عمروؓ بن امیتہ الضمری وغیرہ تھے۔ انہیں بھی طلب کیا۔ وہ سب جہاد و قتال کے بڑے شائق تھے۔ انہوں نے حاضر ہونے کو قبول کیا۔ چنانچہ وہ اپنے اپنے شہروں کی حفاظت کا انتظام کر کے مصر چلے آئے۔

جب وہ سب لوگ آ گئے۔ تو عمروؓ بن العاص دار الامارۃ میں جو مسجد جامع عمری کے قریب تھا داخل ہوئے۔ وہیں تمام امرائے عرب بھی جمع ہو گئے۔ وہ روز چہار شنبہ دس ربیع الاول ۲۶ھ تھا۔

راوی نے بیان کیا ہے کہ دار الامارۃ میں پہنچ کر عمروؓ بن العاص نے مسلمانوں کے سامنے کھڑے ہو کر حمد و صلوٰۃ کے بعد امیر المومنین سیدنا حضرت عمر فاروقؓ کا فرمان پڑھ کر سنایا۔ تمام لوگوں کے چہرے چمک گئے اور وہ خوشی سے ایسے اچھل پڑے۔ جس طرح بھوکا شیر شکار دیکھ کر خوش ہو کر اس کی طرف چھلانگ مارتا ہے۔ سب نے متفق اللفظ ہو کر کہا۔ "ہم نے سنا اور قبول کیا۔" جہاد ہی ہماری عین خوشی اور شہادت ہماری عین تمنا ہے۔" عمروؓ بن العاص ان کا یہ کلام سن کر بہت خوش ہوئے۔ انہوں نے کہا: "امیر المومنین نے مجھے حکم بھیجا ہے کہ میں تم پر خالدؓ بن الولید کو امیر مقرر کروں۔ کیونکہ وہ سیف اللہ اور دشمنوں پر قہر خدا ہیں۔

راوی نے کہا ہے کہ خالدؓ بن الولید اور عمروؓ بن العاص میں ایام جاہلیت سے گہری دوستی اور میل جول تھا۔ چنانچہ دونوں ایک ہی روز مسلمان ہوئے تھے۔ عمروؓ بن العاص نے خالدؓ سے کہا: "میرے پاس آؤ۔" وہ ان کے پاس جا کھڑے ہوئے۔ عمروؓ بن العاص نے مجمع سے مخاطب ہو کر کہا: "اے گروہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ تم سب فضیلت و عظمت رکھتے ہو۔ میں تم سے کچھ افضل و بہتر نہیں ہوں۔ تم میں سے بعض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے علاقہ قرابت و نسب رکھتے ہیں۔ تم سب اکابر و امرا میں سے ہو۔ میں بھی تم میں سے ایک ہوں۔ تم اچھی طرح جانتے ہو کہ اللہ تعالےٰ نے میرے ہاتھوں پر کس قدر شہروں کو فتح کیا ہے۔ میں نے دشمنوں کے کتنے لشکروں کو برباد کیا ہے۔

راوی نے بیان کیا ہے۔ کہ عمروؓ بن العاص کا یہ کلام سن کر فضلؓ بن عباس رضی اللہ عنہ برجستہ اٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے۔ "اے امیر ہم نے اپنی جانوں کو راہ خدا میں فدا کیا ہے۔ ہم کو اس سے ہمیں خدائے عزوجل کے سامنے رفعت اور اس کی خوشنودی حاصل کرنے کے سوا اور کوئی غرض نہیں ہے۔ حال یہ ہے کہ خالدؓ تو ہمارے اخیار میں سے ہیں۔ قریش کے سادات اور اکابر قوم سے ہیں۔ وہ زمانہ جاہلیت میں بھی معزز و محترم تھے۔ اور اب اسلام میں بھی عزت و عظمت والے ہیں۔ ان کی سرداری میں ہمیں کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔

سچ پوچھو تو ہمیں کسی حبشی غلام کی افسری میں بھی کوئی اعتراض نہیں۔" ان کا یہ کلام سن کر خالدؓ و عمروؓ کے چہرے روشن ہو گئے۔ انہوں نے سب کو حکم دیا۔ کہ زمین جیسہ میں اہرام مشرقی کے قریب قیام کرو۔ چنانچہ سب وہاں پہنچ کر ٹھہر گئے۔ یہاں تک کہ کچھ اور لوگ جو دوسرے شہروں سے آنے والے تھے۔ وہ بھی آ گئے۔

جیش اسلام کا کوچ

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ مجھے وثوق کے ساتھ روایت پہنچی ہے۔ کہ جب تمام مسلمان سردار جو اس نواح میں بکھرے ہوئے تھے جمع ہو گئے۔ تو ایک روز صبح کی نماز پڑھ کر عمروؓ بن العاص اہرام شرقی کی طرف جہاں جیش اسلام فروکش تھا۔ چلے اس وقت ان کے ساتھ خالدؓ بن الولید۔ مقدادؓ بن الاسود کندی۔ زبیرؓ بن العوام الاسدی۔ فضلؓ بن العباس الہاشمی۔ عبدالرحمنؓ بن ابی بکر صدیقؓ۔ عبداللہؓ بن عمرؓ بن الخطاب۔ ہاشمؓ بن مرقال۔ مسیبؓ بن نجیتہ انفرادی۔ عباسؓ بن مرداس۔ اور عبدالمطلب کی اولاد اور وہ دوسرے اکابر قوم تھے۔ وہ ایک ٹیلہ کے اوپر چڑھ گئے۔ وہاں سے لشکر کو دیکھا۔ مجاہدین اسلام کی کثیر جمعیت دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ انہوں نے ہر سردار کو اپنے لشکر کی تعداد لکھانے کا حکم دیا۔ چنانچہ ہر علمبردار اپنے سپاہیوں کی تعداد لکھانے لگا۔ جب سب کا شمار قلمبند ہوا۔ تو سولہ ہزار کی جمعیت محسوب ہوئی۔ ان میں سے دس ہزار شیر غراں منتخب کئے گئے۔ ان سب کے تنوں پر داؤدی زرہیں سجی ہوئی تھیں۔ گلوں میں ہندی تلواریں حائل تھیں۔ ہاتھوں میں خطیہ (ایک مقام کا نام ہے) کے نیزے تھے۔ وہ سب عربی گھوڑوں پر سوار تھے۔ عمروؓ بن العاص نے ان سب سے مخاطب ہو کر کہا:۔ "یا معاشر امرائے کرام و امت خیر الانام ہر آئینہ خالدؓ بن الولید تم پر امیر مقرر کئے گئے ہیں۔ تم سب ان کی اطاعت مثل کلمہ واحد کے یک دل و یک زبان ہو کر کرو۔ ان کے ساتھ ندائن کا عزم کرو۔ جب اس نواح کے قلعوں پر پہنچو تو تاخت کرو۔ اور دوڑ مارو۔ مگر اس بات کا خیال رکھو۔ کہ کسی قوم سے جنگ کرنے سے پہلے اتمام حجت کر لو۔ اول انہیں دعوت اسلام دو اگر وہ قبول کر لیں تو انہیں اپنا بھائی سمجھو۔ قبول نہ کریں تو جزیہ طلب کرو۔ اگر جزیہ دیں تو ان کی حفاظت و نگرانی کرو۔ ان کے دشمنوں سے انہیں بچاؤ۔ اگر جزیہ بھی نہ دیں تو پھر ان سے لڑو۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم صادر کر

لے۔ لشکر سے آگے بطور نگہبانی کے کچھ لشکر طلایہ بھیجو۔ وہ دور دور تک گشت کریں۔ دشمنوں کی نقل و حرکت پر نظر رکھیں۔ طلایہ میں پیدل نہ ہوں۔ سوار ہوں اور نہایت آزمودہ کار اور جنگجو ہوں۔ تم سب مستقل اور ثابت رہو۔ دشمنوں کی کثرت سے فریب نہ کھاؤ۔ جیسا کہ حق تعالے نے قرآن شریف میں ارشاد فرمایا ہے۔ "اکثر تھوڑی جماعت بڑی جماعت پر اللہ کے حکم سے غالب آئی۔ اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔" تمہیں چاہئے کہ اپنے اردوں کو بلند رکھو۔ عزم میں پختگی کرو۔ کبھی ہراساں نہ ہو۔ کیونکہ پروردگار تمہارے ساتھ ہے۔ تمہاری فضیلت و عظمت اس بات سے ظاہر ہے کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہو۔ اور آنحضور صلعم کے ساتھ شریک جہاد ہو چکے ہو۔ تم لوگ میری نصیحت و وصیت کے محتاج نہیں ہو۔ حق تعالے تم میں برکت نازل کرے۔"

راوی نے کہا ہے کہ اس کے بعد عمروؓ العاص نے لشکر کو کوچ کرنے کا حکم دیا۔ ہر سردار اپنا علم لے کر چلتا اور اس کی فوج اس کے ساتھ ہوتی۔ سب سے پہلے خالدؓ بن الولید روانہ ہوئے۔ ان کے پیچھے زبیرؓ بن العوام چلے۔ وہ مسلح تھے اور اپنے چکلیان گھوڑے پر سوار تھے۔ ان کے تحت میں پانچ سو سوار تھے۔ انہوں نے اپنے علم کو جنبش دی۔ پھریرا ہوا میں لہرایا۔ وہ یہ اشعار پڑھتے ہوئے بڑھے۔

میں زبیر ہوں اور عوام کا بیٹا
شیر جنگ ہوں شہ سوار اسلام ہوں
مرد بزرگ ہمت ہوں سوار ہجوم آور ہوں
شیر غرا سوار کو قتل کرتا ہوں

ان کے بعد عمروؓ بن العاص نے فضلؓ بن عباس کو بلایا۔ انہیں علم دیا اور پانچ سو سوار ان کے ساتھ کر دیئے۔ وہ یہ اشعار پڑھتے ہوئے چلے۔

میں فضل ہوں عباس کا بیٹا ہوں
اور شہ سوار ہوں ان مقاموں کا جہاں لوگوں کا ازدحام ہو
اور میرے پاس کھوپری توڑ دینے والی تلوار ہے
اور وہ دانتوں کو گرا دینے والی ہے

ان کے بعد زیاد بن ابی سفیان بن الحارث بن عبدالمطلب بلائے گئے۔ انہیں بھی علم

دیا گیا۔ اور فوج ساتھ کردی گئی۔ وہ جوش میں آکر یہ اشعار پڑھتے چلے۔

میں وہ شہسوار ہوں جو لڑائی کے دن مشہور ہے
اس بات میں کہ میری تلوار کی تیزی دشمنوں کے پرزے کرنے والی ہے
اور میرا نیزہ دشمنوں پر ہمیشہ دست دراز ہے
جب وہ فساد کرتے ہیں تو انہیں خوار و ہلاک کرتا ہوں
جنگ میں میری اوالعزمی ہمیشہ رہتی ہے
موافق میری رائے کے جو خوبیوں کی جامع ہے
میں دشمنوں پر مثل مرد غالب کے حملہ کرتا ہوں
اور میں انہیں ضرب شمشیر آبدار کے حوالہ کرتا ہوں
میں آل بزرگ ہاشم سے امام جنگ ہوں
جو خلق کے حامی اور ماہ کامل کی طرح درخشاں تھے
میں نسل حارث سے ابوسفیان کا بیٹا ہوں
جب میں سامنے آتا ہوں تو دشمن ڈر کر مر جاتے ہیں

ان کے بعد عبدالرحمانؓ بن ابی بکر صدیق خلیفہ اول بلائے گئے انہیں بھی علم اور پانچ سو سوار دیئے گئے۔ وہ یہ اشعار پڑھتے ہوئے چلے

میں دشمنوں کی طرف اہتمام کے ساتھ روانہ ہوتا ہوں
صدق دل سے خوش عناں ہو کر
ان دلیروں کے ساتھ جن کی صولت شیروں کی سی ہے
وہ لڑائی میں جوانمرد اور قوم بزرگ ہیں
میں تمام دشمنان دین کو ہلاک کروں گا
اور میں قوم لئیم سے نہیں ڈرتا ہوں
جب میں میدان نبرد میں نکلتا ہوں
حملہ کرتا ہوں شمشیر بکف ہو کر

ان کے بعد عبداللہؓ بن عمرؓ بن الخطاب کو طلب کر کے انہیں بھی علم دیا اور پانچ سو

سواروں پر سردار مقرر کیا۔ وہ بھی اپنا رسالہ لے کر یہ اشعار پڑھتے ہوئے چلے۔

اور قسم ہے اس خدا کی جس نے آیتیں اور سورتیں نازل کیں
اور بھیجا مصطفےٰ کو جو قبیلہ مضر سے مبعوث ہوئے
میں دشمنوں کی جمعیت سے روگردانی نہ کروں گا
اگرچہ باطل پرستوں کے گروہ جنگ کے روز جمع ہو جائیں
یہاں تک کہ میں انہیں سب کو مار کر ہلاک کر دوں گا
انہیں جگر خراش خون سے تر زمین پر ڈال دوں گا
یہ اس کل قوم کی مدد سے جو بزرگ اور ذوالجرو ہیں
آزمودہ کار جنگجو ہیں
ہم وہ بزرگ ہیں جنہیں دین کی مدد کے لئے بھیجا ہے
خلق کے امام سخت بارش والے عمرؓ نے

ان کے بعد جعفرؓ بن عقیل کو بلایا۔ انہیں بھی پانچ سو سوار اور ایک علم دیا اور رخصت کیا۔ وہ یہ ابیات پڑھتے ہوئے چلے۔

میں نسل اسی اور غالب سے عقیل کا بیٹا ہوں
وہ بلند ہمت' اہل شجاعت اور دشمنوں پر غالب تھے
حامی و دغا تھے کہ داد نبرد دیتے تھے اہل وفا تھے جو کہتے تھے کرتے تھے
وقت جو دبا برکات کے ہنگامہ سوار ہونے مصافات کے
احکام شرع ہمارے پہچوانے سے پہنچانے جاتے ہیں
جہان میں کسی کے جود کو وجود نہیں مگر ہمارے مواہب ہیں
ہماری تعریف' تعریف سے بڑھی ہوئی ہے
ہماری سخاوت و مواہب کی تعریف بلند تر ہے
ہماری شرافت تمام کتابوں سے بالا تر ہے
یہ اس وقت جب ہم دشمنوں پر غلبہ کرتے ہیں

ان کے بعد جعفرؓ بن عقیل کے بھائی کو بلا کر انہیں بھی علم دیا اور پانچ سو سوار ان کے ساتھ کر دیئے۔ ان کا نام فضلؓ بن عقیل تھا۔ وہ یہ اشعار پڑھتے ہوئے چلے۔

میں فضل ہوں عقیل کا بیٹا
بغیر تامل کے لڑائی میں جاتا ہوں
میں تیغ براں صیقل شدہ لے کر جاتا ہوں
اسی سے مجہول کافروں کو ہلاک کروں گا
اور میرا چچا ازد بھائی احمد رسول ہے
وہ بزرگی یافتہ بلصواۃ خداوند جلیل ہے

ان کے بعد مقدادؓ بن الاسود الکندی کو بلا کر پانچ سو سوار دیئے۔ اور علم دے کر رخصت کیا وہ بھی رجز کے یہ اشعار پڑھتے ہوئے چلے۔

میں مقداد ہوں جو روز جنگ ہلاک کرتا ہے
مخالف صنادید کو سخت زین بلائے کشندہ ہے
اور میری تلوار روز جنگ ہمیشہ صیقل شدہ رہتی ہے
برہنہ کھینچی ہوئی گمراہوں کے حق میں رہتی ہے
میرے ساتھ آل کندہ کے جواں مرد ہیں
جن کی طعن سنان روز جنگ بہت کاری ہیں
پس ہماری طرف سے اعدائے روم کے لئے ہلاکی ہے
اس وقت کہ گھستے جاتے ہیں دلیر لڑنے والے میدان قتال میں
ہم انہیں زمین پر مثل خشک درخت کے ڈال دیتے ہیں
ہمارے دلیر انہیں تلواروں سے چو رنگ کر دیتے ہیں

ان کے بعد عمارؓ بن یاسر کو طلب کر کے انہیں بھی پانچ سو سوار اور علم دیا۔ وہ بھی رجز کے یہ اشعار پڑھتے چلے۔

میں جواں ہمت شہ سوار حملہ آور ہوں
کافروں کی نسل کو نیست و نابود کرنے والا ہوں
ہر آئینہ جولانی کرتے ہیں گھوڑے سے بغیر اندیشہ کے
اور بازار کا رزار گرم ہے میں عمار ہوں

جو حمایت کرتا ہے دین مصطفےٰ مختار کی
اس پر اللہ قہار کی رحمتیں ہوں
اس کی آل پر اور اس کے صحابہ اخیار پر
جب تک شب ظلمت اور روز روشن ہے

ان کے بعد عباسؓ بن مرداس کو طلب کر کے پانچ سو سوار انہیں دیئے ایک علم دیا۔ وہ بھی رجز کے یہ اشعار پڑھتے ہوئے چلے۔

میں عباس ہوں میری رائے پختہ ہے
میرے ساتھ بزرگواران بنی سلیم ہیں
ہم گمراہوں کو ذلیل و خوار کریں گے
جس وقت دیکھیں گے ہنگامہ جنگ کو کہ مثل شب کے ہمرنگ ہے
اور میری تلوار تیزی میں دو دم ہے روشن ہے
اہل شرک کے لئے موت عام ہے
اسی سے کل زمین کے سرکشوں کو
قتل کروں گا ہر ایک کاذب و عاصی کو
اور ہم قوم سلیم سے ہیں جو بہترین قوم ہے
ہم صراط مستقیم پر ہدایت کئے گئے ہیں

ان کے بعد ابو دجانہؓ کو بلا کر ان کے حوالہ بھی سواروں کا ایک دستہ کیا اور علم دیا وہ بھی یہ اشعار پڑھتے ہوئے چلے۔

بنام خدائے واحد منان کے
جاتا ہوں میں آشکار برائے اہل کفر اور سرکشوں کے
میں ان پر ضربات لگا کر ذائقہ چکھاؤں گا
ہر ایک تلوار ہندی سے جو نافرمانوں کو ہلاک کرنے والی ہے
میں دین مصطفےٰ کی نصرت کرتا ہوں جو نسل عدنان سے ہیں
صلوٰۃ و رحمت ملک دیان کی ان پر

اور ان کی اولاد ان کے اصحاب اور بھائیوں پر
جب تک قمریاں شاخوں پر نشیمن رکھیں اور گائیں

ان کے بعد غانمؓ اشعری بلائے گئے انہیں بھی فوج اور لوائے افسری ملی۔ وہ بھی یہ ابیات فخریہ پڑھتے ہوئے چلے۔

جب شہسواروں کو اشعری سے نسبت دی جاتی ہے
وہ وہ ہیں جو ہنگامہ شدید میں جواں ہمت ہیں
میں اس وقت مثل خیبر کے سرکشوں میں ہوں
اور میرے ہاتھ میں تلوار قاطع نسل ہے
روز جوشش جنگ کے جنگ آوروں کے لئے سرمست ہوں
میں تعاقب کرتا ہوں مفروروں کا جو مانند گوزن رمیدہ کے ہیں
میں ضرور ضرور قتل کروں گا ان کے دلیروں اور شیروں کو
اور انہیں عذاب اکبر کا ذائقہ چکھاؤں گا

ان کے بعد ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو طلب کرکے پونچ سو سوار انہیں دیئے۔ اور علم دے کر رخصت کیا۔ وہ بھی رجز کے یہ اشعار پڑھتے ہوئے چلے۔

میں دشمنوں کے قتال کے لئے بلا تکلف جاتا ہوں
اور حال یہ ہے کہ میرا دل دشمن سے لڑنے کے لئے بیتاب ہے
میں دشمنوں کو خوار کرنے کا عزم کر چکا ہوں
اور مجھے امید ہے کہ کافروں کو ذلیل کرکے ثواب حاصل کروں گا
اور اگر روز جنگ وہ سب مل کر آویں
تب بھی وہ میرے نزدیک مثل کتوں کے ذلیل ہیں
میں انہیں تیغ جوہر دار سے ذلیل کروں گا
جوان کے حق میں بے پناہ ہے

راوی نے بیان کیا ہے کہ عمروؓ بن العاص نے ان کے بعد قعقاعؓ بن التمیمی، مغیرہؓ بن شعبۃ الثقفی، میسرہؓ بن مسروق العبسی، مالک اشترؓ نخعی، ذوالکلاعؓ بن زہیر البازی، اور عدیؓ بن حاتم طائی اور ایسے ہی دوسرے بزرگوں کو بلایا اور انہیں پانچ پانچ سو سواروں پر افسر مقرر

کر کے علم دے کر تمست کیا۔ وہ سب بھی رجزیہ اشعار پڑھتے ہوئے چلے۔ ہم نے خوف طوالت سے ان کے اشعار نہیں لکھے ہیں۔

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ عمروؓ بن العاص سپہ سالاران اسلام کو ایک کے پیچھے ایک روانہ کرتے رہے۔ سب کے بعد ان کے اہل و عیال مسلمانوں کی بھاری جمعیت کے ساتھ چلے۔ اور ایک مقام پر جا کر ٹھہرے اس مقام کا نام مزج تھا۔ نہایت وسیع میدان تھا۔ مداین کے قریب واقع تھا۔ اس میدان کے قریب دہشوار نامی ایک بڑا شہر تھا۔ مسلمانوں کے چند گروہ دشمنوں کی تلاش و جستجو میں ادھر ادھر پھرنے لگے۔

عیسائیوں کی جنگی تیاریاں

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ دہشوار میں ایک بڑا بطریق یعنی نصاری کا رئیس رہتا تھے۔ وہ مارنوس والی رہناس کی طرف سے وہاں کا مالک و حاکم تھا۔ بڑا شہ شوار' ذی اقتدار اور مشہور روزگار تھا۔ وہ شان و شوکت میں اپنے آپ کو بھنسا کے بادشاہ ․ملوس کا ہم عصر سمجھتا تھے۔ حالانکہ ․ملوس زبردست بادشاہ تھا۔ وہ انہاس کے ابدشاہ مارنوس کا مد مقابل تھا۔ اس نواح کے تمام حکمران اس کے فرمانبردار تھے۔ دہشوار کے بطریق نے جب اس نواح میں مسلمانوں کے آنے کی خبر سنی تو اس نے نزدیک و دور کے تمام والیان ملک کو ان کے آنے کی اطلاع دی۔ ․ملوس والی بھنسا کو' روسال حاکم اشمونین کو' قراقیس حاکم فقط کو جوا مہیم پر بھی حکومت کرتا تھا۔ کیکلاج کو جس کی حکومت عدان سے ساحل سمندر تک تھی۔ جس میں بجاۃ اور توحبہ جیسے بڑے شہر تھے۔ اس کی حدود سلطنت جبش تک پھیلی ہوئی تھی۔ ان سب کو خبریں بھیجیں۔ قاصد دوڑا دیئے اور یہ قاصد راستہ کی تمام بستیوں والوں کو آگاہ کرتے چلے گئے۔ اس سے اس تمام علاقہ میں مسلمانوں کے آنے کی شہرت ہو گئی۔ چونکہ مسلمانوں کی فتوحات سے وہ سب واقف و خبردار تھے۔ اس لئے اس خبر کو سنتے ہی کانپ گئے۔ سارا ملک جنبش میں آ گیا۔ تمام نصرانی بادشاہوں نے ایک دوسرے کو تحریر کے ذریعہ سے اطلاع دی ہر شہر کے لوگوں میں اضطراب و انتشار پھیل گیا۔ اور یہ اضطرابی لہر حد احاد (ایک مقام کا نام ہے) تک دوڑ گئی۔ عیسائیوں نے ایک دوسرے کو لڑائی پر برا گیختہ کیا۔ چنانچہ

سب سے پہلے مکسوح والی بجات اور علیف والی نوبہ نے پیش قدمی کی۔ یہ دونوں اپنے اپنے لشکر لے کر چل پڑے۔ تاکہ تمام نصرانی بادشاہ ان کے ساتھ مل کر مسلمانوں کو سرحد پر ہی روک کر جنگ کر کے ہزیمت دے کر بھگا دیں۔ شاہ بجات کے ساتھ ایک ہزار تین سو ہاتھی تھے۔ ان میں چمڑہ کی عماریاں کسی ہوئی تھیں۔ فولاد کی کمانیاں جڑی تھیں۔ ایک ایک عماری میں دس دس حبشی تھے۔ جو دیو قامت تھے۔ ملک حبش کے وحشی علاقہ سے لائے گئے تھے۔ وہ حبشی اور غیر مہذب تھے۔ ننگے بدن رہتے تھے۔ بڑے قوی اور تنومند تھے۔ نہ نصرانی ان کی زبان سے واقف تھے۔ اشاروں سے ان سے باتیں کرتے تھے۔ اور چونکہ ان سے یہ بھی خوف تھا کہ کہیں وہ نصرانیوں پر ہی نہ حملہ کر دیں اس لئے زنجیروں میں انہیں باندھے رکھتے تھے۔

ان حبشیوں کے شانوں پر شیروں اور دوسرے درندہ جانوروں کی کھالیں پڑی تھیں۔ پشت پر ڈھالیں اور ترکش لٹک رہے تھے۔ ہاتھوں میں بھالے۔ فلاخن اور لوہے کے بھاری بھاری گرز تھے۔ ایک شانہ پر کمانیں تھیں۔ ان حربوں سے وہ مسلح تھے۔ ان وحشی زنگیوں کی تعداد بیس ہزار تھی۔

جب مکسوح اور علیف شہر اسوان کے قریب پہنچے تو وہاں والے ان کے استقبال کو نکلے لشکر میں آئے۔ ان سے ملاقات کی۔ ان کی دعوت کی۔ نہایت لذیذ کھانے کھلائے سوسمار اور سور کے گوشت جسے وہ لوگ بڑی رغبت سے کھاتے تھے۔ بڑی تعداد میں ان کے سامنے پیش کیا۔ قسم قسم کی شرابیں پلائیں۔ غرض تین روز تک انہیں مہمان رکھا۔ اور ان کی خوب مدارات کی۔ چوتھے روز اسوان کا بطریق بھی اپنا لشکر لے کر ان کے ہمراہ ہوا۔ یہ تینوں شہر فقط میں پہنچے۔ فقط چھوٹا سا شہر قوص کے قریب واقع تھا۔ وہاں کے حاکم قراقیس نے بھی اسوان کے بطریق کی طرح اس تمام لشکر کی خاطر تواضع کی اور پھر لشکر لے کر ان کے ساتھ ہو لیا۔ یہاں تک کہ یہ لوگ انصنا میں پہنچے۔ وہاں ایک بڑا بطریق تھا۔ جو عالم دین بھی تھا۔ اس لئے اسے پادری بھی کہتے تھے۔ علم نجوم سے بھی واقف تھا۔ اس لئے نجومی بھی مشہور تھا۔ جنگجو اور دلیر بھی تھا۔ اس کا علاقہ شرقاً غرباً پھیلا ہوا تھا۔ اور شہر لب دریا تھا۔ شہر میں کافی فوج رہتی تھی۔ اور اس بڑے بڑے عجائب اور طلسمات تھے۔ شہر کا قلعہ بھی نہایت عظیم الشان اور مضبوط پتھر کا بنا ہوا تھا۔ اس کی بلندی تیس درعہ یعنی پندرہ گز تھی۔ اس کے اندر محلات اور

مکانات تھے۔ پرستش گاہیں تھیں۔ اور دوسری عمارتیں تھیں۔ تمام عمارتیں پتھر کے ستونوں پر کھڑی ہوئی تھیں۔

اس شہر انصنا کا بطریق یعنی حاکم جرجیس بن قابوس تھا۔ جب اس نے اس لشکر کو آتے ہوئے دیکھا تو اس کی پیشوائی کو نکلا۔ کئی روز سے اپنے یہاں مہمان رکھا۔ اور رخصت کے وقت اپنا کچھ لشکر اپنے چچا زاد بھائی قبطارس کی سرکردگی میں جو بڑا بہادر اور دلیر تھا۔ کے ساتھ کر دیا۔ (قبطارس کے ساتھ چار ہزار سوار تھے)

یہ تمام لشکر وادی بھنسا میں پہنچے۔ اس وادی کا بطریق قلوصا تھا۔ بطلوس والی بھنسا کے امراء میں سے تھا۔ اس نے بھی ان کا استقبال کیا۔ ان کی دعوتیں کیں۔ خوب سور اور لومڑی کے گوشت کھلائے اور شرابیں پلائیں۔ جب بطلوس کو اس لشکر کے آنے کی اطلاع ہوئی۔ تو وہ ملاقات کے لئے اپنا عظیم الشان لشکر لے کے نکلا۔ عام لشکر کے علاوہ اس کا خاص لشکر پچاس ہزار تھا۔ یہ سب سوار تھے۔ اور زرہ پوش تھے۔ ان کی زرہیں طلاکار تھیں۔ ان کی قبائیں دیباج زرنگار تھیں۔ ان کے خودوں کے اوپر چھوٹے چھوٹے تاج سو کیمیکل بہ جواہر و شاہوار تھے۔ ان کے گھوڑوں پر زریں زین کے ہووے تھے۔ ہر سوار کے ساتھ ایک ایک گھوڑا کوتل تھا۔ ان پر رنگ برنگ کی زردوزی حریر یا کھریں پڑی تھیں۔ ان کے حاشیئے مرصع سیم و زر کے تھے۔ ان کے ساتھ پچاس سونے کی صلیبیں تھیں۔ صلیب چار چار بالشت لبی تھی۔ اور ہر صلیب کی نوک پر طلائی و طغرائی یعنی سونے کے منقش لٹو تھے۔ جن پر جواہر جڑے تھے۔ صلیب کے تحت میں ایک ایک ہزار سوار تھے۔ جن کی شان و عظمت ان کی بیش بہا وریوں اور سازو سامان سے ظاہر ہوتی تھی۔ ان کے ساتھ عجیب عجیب قسم کے باجے اور طبل جنگ تھے۔ بڑے بڑے نقارے تھے۔ طنبورے تھے۔ بگول تھے۔ نرسنگھے تھے۔ ڈھول جب وہ سب بجتے تھے تو زمین جنبش میں آجاتی تھی۔ ان کے ساتھ بے شمار اونٹ، خچر، بھینسے اور بیل تھے۔

جب بطلوس مکسوح اور ملیف وغیرہ کے لشکروں کے پاس پہنچا تمام والی اس کے استقبال کو بڑھ کر آئے۔ اور جب بطلوس کے سامنے پہنچے تو اس کی عزت و عظمت کے لئے گھوڑوں سے اترا اور زمین بوس ہو کر اسے سلام کیا۔ بطلوس سب سے ملا۔ دوران گفتگو میں اس نے تقریر کرتے ہوئے کہا "عربوں نے شام و مصر فتح کرنے کے بعد اب تمہاری طرف

رخ کیا ہے۔ ہوشیار اور خبردار ہو جاؤ اگر وہ تمہارے شہروں میں پہنچ آئے تو پھر یہیں آباد ہو جاویں گے۔ تم ان کے مقابلہ میں ڈٹ گئے تو وہ واپس لوٹ جاویں گے۔ کیونکہ عربوں کی مثال مکھیوں کی سی ہے۔ اگر انہیں نہ اڑاؤ تو چپکی رہیں۔ اور سب کچھ کھالیویں اور اگر ہنکاؤ تو اڑ کر بھاگ جائیں۔ میں نے برقہ کے بادشاہ سحاریب کو اور فاحات وغیرہ کے بادشاہوں کو مدد کے لئے لکھا ہے۔ وہ گویا تمہارے پاس پہنچنے والے ہی ہیں۔ میرا ارادہ تھا کہ اچانک عربوں پر حملہ کردوں۔ مگر میں نے سنا ہے عربوں کے کئی گروہ ہمارے ملک میں گھس آئے ہیں۔ مجھے خوف ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں ایک گروہ سے لڑائی میں الجھ کر رہ جاؤں۔ اور دوسرا گروہ یہاں آ پہنچے۔ میں نے ارادہ کرلیا ہے کہ تمہارے ساتھ رہ کر عربوں کو اس ملک سے نکالنے کی پوری کوشش کروں۔ ایسا انتظام کروں کہ وہ بالکل اس ملک میں نہ رہنے پائیں۔ میں نے پرانی کتابوں میں لکھا دیکھا ہے کہ عرب ایک زمانہ میں بلاد بھنسا پر حملہ آور ہوں گے۔ ان کا شہنشاہ دراز قد اور نہایت سخت ہوگا۔ وہ عرب میں بیٹھ کر دنیا بھر میں حکومت کرے گا۔ کسی عرب کو اس کے سامنے دم مارنے کی جرات نہ ہوگی۔ اور جب وہ یعنی عرب سرزمین بھنسا پر قابض ہو جاویں گے۔ تو کوئی اہل سعید میں سے ان کا مقابلہ نہ کرسکے گا۔ میں نہیں جانتا اس وقت ان کا بادشاہ کون ہے۔ ہمیں مل کر انہیں مار مار کر بھگا دینا چاہئے۔

جب علوس خاموش ہوا تو کراس رومی بول اٹھا یہ وہ شخص ہے جو اس واقعہ کے بعد اسلام لایا۔ اور اس نے حاضر ہو کر وہاں کی تمام سرگزشت بیان کی جو ہم روایت کر رہے ہیں۔ اس نے اس وقت تمام بادشاہوں سے مخاطب ہو کر کہا "یا معشر ملوک وامراء یعنی اے بادشاہو اور امیرو! تم میرے علم وفضل سے واقف ہو۔ میں نے بھی پرانی کئی کتابوں میں پڑھا ہے کہ ایک ایسا وقت ضرور آئے گا۔ جب عرب بھنسا پر قابض ہو جاویں گے۔ اس وقت کوئی ان کا مقابلہ نہ کرسکے گا۔ تمام اہل صعید ان کے غلام بن جاویں گے۔

تمام بادشاہوں نے علوس کی اطاعت کے طور پر اپنے سر جھکا دیئے اور کہا "ہم سب آپ کی فرمانبرداری کے لئے موجود ہیں"۔ علوس نے دس ہزار بہادر اور شہ سوار نصرانیوں کو منتخب کر کے بربص کو افسر مقرر کیا۔ بربص کفور کا بادشاہ تھا۔ بڑا کافر طاغی اور دلیر و جنگجو تھا۔ اسے ایک سونے کی صلیب اور زرد رنگ کے حریر کا علم دیا جس کے پھریرے پر سونے کے تاروں سے سورج کی تصویر بنی ہوئی تھی۔ دیباج کے خیمے دیئے۔ ان گھوڑوں پر رنگ بہ رنگ

حریر کی پاکھریں پڑی ہوئی تھیں۔ خچروں پر سونے چاندی کے برتن لدے ہوئے تھے۔ اور بڑے بڑے صندوق بار تھے۔ جن پر سونے چاندی کے پتھر جڑے تھے۔ ان میں بیش قیمت کپڑے اور خلعتیں رکھی تھیں۔ بریص یہ تمام سازو سلم اور دس ہزار لشکر لے کر آگے روانہ ہوا۔ اس کے پیچھے دوسرے تمام ملوک معہ اپنے اپنے لشکر کے ایک کے پیچھے ایک چلے۔ یہاں تک کہ سب بباالکبری کے قریب پہنچے۔ تو وہاں کا حکم بطریق جس کا نام صندرا تھا۔ ان لشکروں کی ملاقات کو نکلا۔ اور جیسا کہ علوس نے تمام لشکروں کی میزبانی اور مدارات کی تھی۔ ایسی ہی اس نے بھی سب کی مہمانداری کی۔ اور اپنا لشکر بھی جس میں دس ہزار سوار تھے۔ ایک دوسرے بطریق کی سرکردگی میں جس کا نام وادریس تھا۔ ان کے ساتھ روانہ کر دیا۔ وادریس بھی بریص کی طرح بڑا بہادر' نڈر اور جنگجو تھا۔ یہ سب لشکر وہاں سے مل کر چلے اور شہر پر تشت کے نزدیک پہنچے۔ وہاں کا بطریق بھی معہ لشکر کے ان کے ساتھ ہو لیا۔ وہ بھی دوسرے بادشاہوں کا ہمسایہ تھا۔ اس طرح جگہ جگہ سے لشکر فراہم ہوتا چلا گیا۔ آخر اس کی تعداد اتنی بڑھ گئی کہ جس سرزمین میں جا کر اترتا شرق سے غرب تک تاحد نظر بھر جاتی۔

مسلمانوں کا تذبذب

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ جب اہل اسلام قریب شہر دہشوار کے پہنچے تو قبیلہ بنی طے اور قبیلہ مدجح کے عربوں کو جاسوسی پر مامور کیا۔ ان عربوں نے عرب متنصرہ (یعنی وہ عرب جنہوں نے نصرانیت اختیار کرلی تھی' کی سی ہیت اختیار کی اور اندرون ملک میں بڑھتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ اس لشکر میں پہنچ گئے۔ جو جگہ جگہ سے جمع ہوتا ہوا مسلمانوں کی طرف بڑھا چلا آرہا تھا۔ ان جاسوسوں نے متفرق رہ کر نہایت ہوشیاری سے لشکر کے تمام حالات معلوم کئے۔ وہ دشمنوں کی بھاری تعداد دیکھ کر نہایت اندوہ گیں ہوئے۔

راوی نے بیان کیا ہے مجھ سے روایت کی سنن بن قیس الرجمی نے ان سے طارق بن مکسوح الفزاری نے ان سے زید بن غانم الثعلبی نے اور وہ ان لوگوں میں ہیں جو اس واقع میں خالدؓ بن الولید کے لشکر میں موجود تھے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ دہشوار کے نزدیک جا کر اترے۔ ایک مرج یعنی فرح بخش چراگاہیں۔ ہم لوگ نے ابھی اپنے جسموں سے رخت سفر اور اسلاح نہ اتارے تھے۔ باہم صلاح و مشورہ کر رہے تھے۔ کہ دفعتہ ہمارے

جاسوس دوڑے ہوئے آئے۔ ان کے چہرے بے رونق ہو رہے تھے۔ انہوں نے آتے ہی خالدؓ بن ولید سے کہا "اے سردار ہوشیار اور خبردار ہو جایئے۔ دشمنوں کا لشکر غول بیابانی کی طرح غول غول جمع ہوتا آرہا ہے۔ خالدؓ نے دریافت کیا "تم نے اندازہ لگایا کس قدر لشکر ہے مخبروں نے جواب دیا "ہاں ہم نے کئی روز میں شمار کیا تھا۔ دو لاکھ سوار اور پچاس ہزار پیادے ہیں۔ یہ سب لوگ ممالک نوبہ' بربر اور بجات وغیرہ کے ہیں۔ بھنسا کے بھی بہت لوگ شامل ہیں۔ ان میں اکثر لوگ کاشتکاری پیشہ کے ہیں۔ جو قومی لڑائی میں شریک ہونے کے لئے آئے ہیں۔ لیکن زیادہ تر جنگجو اور ہنرمند لوگ ہیں۔ پورے سازو سامان سے لیس ہیں۔ ایک ہزار تین سو جنگی ہاتھی ہیں۔ جن پر وحشی حبشی یعنی زنگی سوار ہیں"۔

امرائے عرب نے جب یہ خبر سنی تو بڑے متذبذب ہوئے۔ ان کے ساتھ صرف دس ہزار ہی مجاہدین تھے۔ لیکن بہت سے لوگ ایسے بھی تھے جنہیں پرواہ بھی نہ ہوئی۔ وہ بدستور ثابت قدم رہے اور یہ آیت پڑھنے لگے۔ اے نبی کہہ دو ہمیں کوئی ضرور نہ پہنچے گا۔ مگر جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے لکھ دیا ہے"۔

وہ ایسے لوگ ہیں کہ جب لوگوں نے ان سے کہا یعنی ڈرایا کہ ہر آئینہ دشمن تمہارے لئے جمع ہیں۔ ان سے ڈرتے رہو۔ یہ سن کر ان کے ایمان میں ترقی ہوئی۔ کہنے لگے اللہ تعالیٰ ہمارے لئے بس ہے اور وہ کیا خوب مددگار ہے۔" اس کے بعد انہوں نے یہ آیت پڑھی۔ اکثر چھوٹی جماعت اللہ کے حکم سے بڑی جماعت پر غالب آتی ہے اور اللہ صابروں کے ساتھ ہے۔

خالدؓ بن الولید نے اپنے اصحاب سے مخاطب ہو کر کہا "اے حامی دین متین اپنی ہمتوں کو پست نہ ہونے دو۔ حوصلوں کو بلند رکھو۔ صبر و استقامت سے کام لو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تمہیں غالب رہو گے کیونکہ اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے" یہ جمعیت ان جمعیتوں سے زیادہ نہیں ہے جن سے تم بھڑ چکے ہو۔ اجنادین اور یرموک کے مقامات پر نصرانی کس دم خم کے ساتھ تمہارے مقابلہ پر آئے تھے۔ لیکن خدا کی اعانت سے تم نے انہیں مغلوب کر لیا۔ مصر پر بھی جو غزو غرور کا سرتاج تھا۔ تم سے بڑی خونریز جنگ ہوئی۔ تم نے مصریوں کو بھی شکست دی۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں شام' عراق' مصر اور ساحل سمندر پر قابض کر دیا۔ یاد کرو حجاز میں سارے بت پرست تھے۔ مسلمانوں کی تعداد بہت ہی تھوڑی تھی۔ حتیٰ کہ

ظالموں نے ہمیں ہمارے گھروں سے نکال دیا۔ مگر خدا نے ہماری مدد کی۔ ہم تمام حجاز پر متصرف ہو گئے۔ پہلے تھوڑے تھے۔ پھر زیادہ ہو گئے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ تم تھوڑے تھے پھر اللہ تعالیٰ نے تمہیں بہت کر دیا اور تم آگ کے غار کے کنارہ پر کھڑے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس سے نکال دیا۔ اے مجاہدین اسلام! تم وہ لوگ ہو کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے شریک ہو کر تمام نے قتال کیا۔ فرشتوں سے تمہیں مدد ملی۔ حق تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے یہ وعدہ فرمایا۔ تمہیں زمین کا خلیفہ (مالک) کر دے گا۔ اور دوسری جگہ فرمایا ضرور ضرور ہم انہیں زمین کا خلیفہ کریں گے۔ جیسا ان لوگوں کو کیا تھا جو (اہل دین) ان سے پہلے تھے "لوگو! ہم تم سب شہادت کے متمنی ہیں۔ جو لوگ راہ خدا میں شہید ہو جاتے ہیں۔ وہ بہشت میں داخل ہو جاتے ہیں۔ کیسی اچھی جگہ پہنچتے ہیں" یہ سن کر تمام مسلمانوں کے چہرے روشن ہو گئے۔ انہوں نے کہا "یا امیر! ہم سب تمہارے سامنے حاضر ہیں۔ ہم نے اپنی جانوں کو راہ خدا میں ہبہ کر دیا ہے۔

عمروؓ بن العاص کی آمد

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ خالدؓ بن الولید نے یزیدؓ بن معرج التنوخی کو تمام حالات لکھ کر عمروؓ بن العاص کے پاس روانہ کیا۔ عمروؓ بن العاص اس خبر کے سنتے ہی مصر پر اپنے چچا زاد بھائی خارجہ کو اپنا قائم مقام بنا کر اور چالیس شہ سواروں کو ان کے پاس چھوڑ کر خود معہ چار ہزار سواروں کے وہاں سے روانہ ہوئے۔ اور حضرت خالدؓ کے پاس پہنچ گئے۔ مسلمانوں کو ان کے آنے سے بڑی خوشی ہوئی۔ امرائے عرب ان کے پاس جمع ہو کر کہنے لگے "آپ نے کیوں تکلیف کی۔ ان کافروں بے ختنہ بریدہ کے لئے تو ہم ہی کافی تھے"۔ عمروؓ بن العاص نے کہا "میں اس بات کو سمجھتا تھا۔ لیکن جب مجھے معلوم ہوا کہ دشمنوں نے ہر طرف سے یلغار کر دی ہے تو مجھے یہ مناسب نہ معلوم ہوا کہ تم دشمنوں کے سامنے ہو اور میں تم سے دور عافیت سے بیٹھا رہوں" ان کا یہ کلام سن کر مسلمان بہت خوش ہوئے۔

ضرارؓ بن الازور کی گرفتاری

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ مسلمانوں کے گروہ روزانہ دشمنوں کے

لشکر کی خبر معلوم کرنے کے لئے نکلتے تھے۔ ایک روز فضلؓ بن عباس بن عبدالمطلب اور ان کے بھائی عبداللہؓ بن عباس، جعفرؓ بن عقیل اور ان کے برادران علیؓ و مسلمؓ پسران عقیل، عبداللہؓ بن زبیر، سلیمانؓ بن خالد بن الولید، محمدؓ بن فرجہ بن عبداللہ، عبداللہؓ بن نقداد، عبداللہؓ بن عمر بن خطاب، عبداللہؓ بن عمرو بن العاص، عمرؓ بن سعد بن ابی وقاص محمدؓ بن مسلمہ، عبداللہ بن ابی بکر صدیق اور زیادہؓ بن مغیرہ بن شعبہ ان سب نے جنگی تیاری کی۔ چار سو اور انہیں کے پایہ کے امرائے عرب بھی ان کے ساتھ ہوئے۔ ایک ہزار سے زیادہ مہاجر و انصار نے بھی ان کا ساتھ دیا۔ غرض سب مل ملا کر ایک ہزار چھ سو جوانمرد آمادہ بہ پیکار ہو گئے۔ انہوں نے زرہیں اپنے تنوں پر سجائیں، تلواریں پر تکوں میں لٹکائیں۔ نیزوں کو زیر ران دبایا۔ ڈھالیں اور ترکش پشتوں پر لٹکائے۔ کمانیں شانوں پر ڈالیں۔ گھوڑوں پر سوار ہو کر چلے اور ایک دیر کے قریب پہنچے جو پہاڑ کے کنارہ پر واقع تھا اور اسے دیر مسیح کہتے تھے۔ دفعتہ غبار اڑا۔ اس زور سے جیسے آندھی آرہی ہو۔ ان عربوں نے ایک دوسرے کو دیکھا بعض نے کہا "یہ غبار وحشیان صحرا کا ہے" مگر بعض نے کہا "وحشیان صحرا کا غبار ایسا نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ صحرائی جانوروں سے جو غبار اڑتا ہے وہ جلد ہی پھٹ کر منتشر ہو جاتا ہے۔ یہ غبار بڑے لشکر کا ہے اس لئے کہ جب گھوڑے دوڑاتے ہیں تو ان کی ٹاپوں سے ایسا غبار اڑتا ہے اور وہ منتشر نہیں ہوتا۔ رفتہ رفتہ وہ غبار قریب آیا۔ جب غبار کا دامن چاک ہوا تو دس ہزار سوار نظر آئے۔ وہ نصرانی تھے۔ صلیبیں اور نصرانی علم دھوپ میں چمک رہے تھے۔ عربوں کو دیکھتے ہی ان لوگوں نے اپنی زبان میں غوغا کیا اور مسلمانوں کی تھوڑی تعداد کو دیکھ کر ان پر حملہ کر دیا۔

راوی کہتا ہے کہ ایسا اتفاق ہوا کہ ضرارؓ بن الازور دو سو آدمیوں کے ساتھ جو اہل نجدہ اور اشجع تھے۔ دشمنوں کے تلاش و تجسس میں چل پڑے تھے۔ انہوں نے شاہ راہ کو چھوڑ دیا تھا۔ پہاڑ کے راستہ سے آتے تھے۔ ناگاہ انہوں نے ایک غبار دیکھا جو دفعتہ بڑھ کر ان کے سامنے آگیا۔ وہ ایک لشکر جرار تھا۔ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی ہلاکت کا یقین ہو گیا۔ اس وقت ضرارؓ برجستہ دشمن کے روبرو نکل آئے۔ اور کہنے لگے۔ یعنی موت سے رستگاری نہیں ہے"

راوی نے بیان کیا ہے وہ لشکر عیسائیوں کا تھا۔ انہوں نے ضرارؓ اور ان کے ساتھیوں کو

مہلت نہ دی۔ انہیں چاروں طرف سے گھیر لیا۔ اور تلواروں سے حملہ کر دیا۔ عربوں نے بھی تلواریں کھینچ لیں اور نہایت دلیری سے لڑنے لگے۔ یعنی حق تعالیٰ ضرارؓ کو جزائے نیک دے۔ انہوں نے نہایت سخت مقابلہ اور مقاتلہ کیا۔ بڑی بہادری سے لڑی اور بڑے بڑے رومی جوانمردوں اور شہ سواروں کو قتل کر ڈالا۔ لیکن عربوں کی تعداد بہت کم تھی۔ ایک جماعت شہید ہو گئی۔ ضرارؓ کا گھوڑا زخمی ہو گیا۔ اور ناگاہ وہ ٹھوکر کھا کر گر گیا۔ دشمنوں نے بڑھ کر انہیں گرفتار کر لیا۔ بقیہ مسلمانوں کو بھی اسیر کر لیا۔ ان بطاریقہ نصرانیوں کا سردار جس نے ضرارؓ اور ان کے ساتھیوں سے جنگ کی بیاالکبری کا بادشاہ تھا۔ وہ کچھ تھوڑا لشکر لے کر اس طرف آنکلا تھا۔ باقی تمام لشکر پیچھے تھے۔ دشمنوں نے ضرارؓ اور ان کے اصحاب کی مشکیں کسکر اپنے گھوڑوں کی فتراک سے باندھ لیا۔ اور انہیں اپنے بڑے لشکر کی طرف روانہ کیا۔ ان عرب قیدیوں میں عبدالرحمانؓ بن ابی بکر صدیق کے غلام بھی تھے۔ جنہیں عبدالرحمانؓ نے آزاد کر دیا تھا۔ ان کا نام سالمؓ تھا۔ کسی طرح وہ اپنی بندشیں دور کر کے وہاں سے نکل بھاگے۔ اور دوڑتے ہوئے خالدؓ اور عمروؓ بن العاص کے پاس پہنچے۔ انہیں تمام حال سنایا۔ عمروؓ بن العاص نے میسبؓ بن نجبتہ الفرادی در افعؓ بن عمیرۃ الطائی کو ضرارؓ کو چھڑا کر لانے کا حکم دیا۔ یہ دونوں بزرگ برجستہ اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور صحابہ رسول اللہ صلی اللہ و سلم میں سے ایک ہزار جانبازوں کو چن کر اپنے ساتھ لیا۔ اہل جزیرہ میں سے ایک شخص جو مسلمان ہو گیا تھا۔ راہ بری کے لئے ساتھ ہوا۔ وہ اس نواح کے مشہور اور غیر معروف تمام راستوں کو اچھی طرح جانتا تھا۔

حضرت خولہؓ کا اضطراب

راوی نے بیان کیا ہے کہ جب ضرارؓ بن الازور کی گرفتاری کی خبر لشکر اسلام میں مشہور ہوئی تو ان کی ہمشیرہ خولہؓ نے بھی سنی انہیں اپنے بھائی سے بڑی محبت تھی۔ ان کی گرفتاری کا انہیں سخت صدمہ ہوا۔ اسی وقت انہوں نے سنا کہ عمروؓ بن العاص اور خالدؓ بن الولید نے میسبؓ اور رافعؓ کو رہائی دلا کر لانے پر مامور کیا ہے۔ وہ بہت خوش ہوئیں ان کا چہرہ چمک اٹھا۔ وہ خوبصورت اور کمسن تھیں۔ دلیر اور نڈر تھیں۔ ملک شام میں کئی معرکوں میں شریک ہو چکی تھیں انہوں نے اپنے جسم کے گرد چادر اس طرح لپیٹی کہ سوائے آنکھ کی

پتلیوں کے کچھ نظر نہ آتا اور ہتھیار لگا کر گھوڑے پر سوار ہو کر خالدؓ کے خیمہ پر اس وقت پہنچیں۔ جب میبؓ کی جماعت روانہ ہونے والی تھی انہوں نے خالدؓ کے پاس جا کر کہا "یا امیر! میں تمہیں خدا کی قسم دے کر سوال کرتی ہوں کہ مجھے بھی ان جانے والوں کے ساتھ جانے دو میں ان کے ساتھ جہاد میں شریک ہونا چاہتی ہوں۔

خالدؓ نے میبؓ اور رافعؓ سے کہا "تم اس لڑکی (خولہؓ) کی بہادری اور جرات سے اچھی طرح واقف ہو۔ اسے بھی اپنے ہمراہ لے لو" انہوں نے قبول و منظور کیا۔ اور اسے ساتھ لے کر رہنما کے ساتھ چلے۔ راہبر نے شاہراہ چھوڑ دی۔ اور قریب کے تنگ راستہ سے انہیں لے کر روانہ ہوا۔ کچھ دور چل کر وہ ٹھہر گیا۔ اس نے کہا "ابھی رومی یہاں تک نہیں پہنچے ہیں۔ اس لئے کافی جگہ تھی۔ مسلمان چھپ گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد گرد نمودار ہوئی رافعؓ نے کہا "ہوشیار ہو جاؤ" معلوم ہوتا ہے دشمن آ رہا ہے" مسلمان جھپٹ کر حملہ کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔

راوی نے بیان کیا ہے کہ پانچ سو رومی عیسائی ضرارؓ اور ان کے ساتھیوں کو قید کئے لا رہے تھے۔ ضرارؓ کے ہاتھ اور بازو بندھے ہوئے تھے وہ بڑے رنجیدہ تھے اور یہ اشعار پڑھتے آتے تھے۔

اے مخاطب تو میری قوم اور خولہ کو یہ خبر پہنچا دے
کہ میں گرفتار ہوں بندھ ہوا ہوں دست بستہ قیدی ہوں
میرے گرد رومی ہیں اور وہ سب کافر ہیں
اور میں ان ک صحبت میں اس طرح ہوں کہ
نہ عود کر سکتا ہوں نہ مدد پا سکتا ہوں
کاش کہ میں گھوڑے پر سوار ہوتا
اور شمشیر تیز پر قادر ہوتا تو میرے ہاتھ مالک ہوتے
اس وقت میں اہل روم کو ذلیل کرتا
اور عین وفا میں جام درد واندوہ پلاتا
پس اے دل تو مردہ ہو جا غم و رنج و حسرت میں
اور اے آنکھ میری تو چشمہ جاری کر میرے رخساروں پر

کاش میری قوم اور خولہ میرے پاس ہوتی
تو میں لازم کرتا اپنے لئے اس امر کو جس پر میرا عہد ہے

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ ضرارؓ کے اشعار سن کر خولہؓ سے ضبط نہ ہو سکا۔ وہ بے ساختہ کمینگاہ سے پکار اٹھیں یا جی (اے بھائی) ہر آئینہ حق تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول کی میں حاضر ہو گئی" یہ کہتے ہی انہوں نے تکبیر کہی اور گھوڑے کے ایڑ لگا کر باہر نکل آئیں۔ میسبؓ اور رافعؓ بھی تکبیریں لیتے ہوئے نکل پڑے۔ جزؓبن سالم بیان کرتے ہیں کہ جب ہم لوگ ہنگام دغا تکبیر کہتے تھے تو ہمارے گھوڑے بھی الہام الٰہی سے ہنہنانے لگتے تھے۔ ہم لوگوں نے خولہؓ کے فوراً ہی بعد کمینگاہ سے نکل کر رومیوں پر سختی سے حملہ کیا۔ اور چشم زون میں انہیں مار ڈالا۔ ضرارؓ اور ان کے ساتھیوں کو قید و بند سے چھڑایا۔ ہم نے رومیوں کے گھوڑے اور رخت و سلاح لے لئے۔

راوی نے بیان کی اہے کہ ضرارؓ بن الازور جب رہا ہوئے تو اس وقت تک لڑائی جاری تھی۔ وہ جلدی سے ایک گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر سوار ہو گئے۔ اور ایک نیزہ جو پڑا ہوا تھا ہاتھ میں لے کر سختی سے حملہ کیا اور یہ اشعار ان کی زبان پر جاری تھے۔

اے میرے مالک تو ہی ہر وقت تعریف کے قابل ہے
تو ہی دور کرنے والا میرے رنج و غم و سختی کا ہے
میں اپنی مراد کو پہنچا ہر امر راحت سے
اس نے میری خاطر پریشانی کو جمع کر دیا میرے آزار کو شفا دی
پس ہلاکی ہے سگان روم کو اگر مجھے ان پر دسترس ہوئی
میں شمشیر غضب آلود کو ان پر بلند کروں گا
اور میں انہیں یک سر روئے زمین پر افتادہ چھوڑ دوں گا
ضرب شدید سے جس طرح شکار تیر خوردہ تڑپتا ہے

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ ادھر ضرارؓ نے اشعار ختم کئے ادھر رومیوں کا خاتمہ ہو گیا۔ لیکن دفعتہ رومیوں کی ایک جماعت بھاگ کر وہاں آ گئی۔ اس کا سبب یہ ہوا کہ رومیوں نے ضرارؓ کو قید کر کے روانہ کرنے کے بعد فضلؓ بن عباس اور ان کے ساتھیوں پر حملہ کر دیا۔ مسلمانوں نے ان کے مقابلہ میں بڑی ثابت قدمی کی۔ صبر و استقلال

سے کام لیا۔ نہایت بیباکی سے جنگ شروع کر دی۔ نیزوں اور تلواروں سے رومی بہادروں کو مار مار کر گرانے لگے۔ لاشوں کے ڈھیر لگا دیئے۔ خون پانی کی طرح بہنکلا۔ غبار جنگ گاہ سے بلند ہو کر آسمان تک جا پہنچا۔ ہنگامہ کارزار گرم تھا۔ تلواریں پھرتی سے چل رہی تھیں۔ نیزے اپنا کام کر رہے تھے۔ آتش جنگ بھڑک رہی تھی۔ سر کٹ کٹ کر گر رہے تھے۔ لڑنے والوں کے بازو شل ہو گئے تھے۔ آنکھیں حلقوں سے نکلی پڑتی تھیں۔ پیشانیاں کھول رہی تھیں۔ مسلمان لڑائی میں اس قدر مشغول تھے کہ ایک کو دوسرے کی خبر نہ تھی۔ کبھی کبھی تکبیر و تہلیل کے نعروں سے یہ معلوم ہو جاتا تھا کہ مسلمان زندہ ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ فضل کو جزائے خیر دے۔ وہ نہایت بیباکی اور بڑی دلیری سے لڑ رہے تھے۔ کبھی میسرہ پر حملہ کر کے اسے دور تک پسپا کر دیتے تھے۔ کبھی میمنہ پر ٹوٹ پڑتے تھے اور اسے پیچھے ہٹا دیتے تھے ان کے ہاتھ میں اسلامی علم تھا۔

حق تعالیٰ جزائے خیر دے۔ مسلمؓ بن عقیل اور ان کے بھائیوں کو انہوں نے بڑے شدومد سے جدال و قتال کیا۔ جو رومی ان کے سامنے آیا اسے مار ڈالا۔ بڑے بڑے رومی دلاوروں کے کلیجے پھاڑ ڈالے۔ اور جگر چیر دیئے۔ ان کی زرہوں سے خون ٹپک رہا تھا۔ انہوں نے کشتوں کے پشتے لگا دیئے۔ آخر ایک گاؤں کے قریب جس کا نام دیروط تھا شہید ہو گئے۔ ان کے ساتھ عبداللہؓ بن مقدد اور ایک گروہ بھی شہید ہو گیا۔ انشاء اللہ اس کا ذکر عنقریب کیا جائے گا۔

رومیوں کی پسپائی

محمدؓ بن مسلمہ انصاری نے بیان کیا ہے کہ ہم سخت لڑائی میں مشغول تھے ہمیں یقین ہو گیا تھا کہ قیامت آگئی ہے۔ حشر اسی جگہ ہو گا۔ صبح سے دن چھپے تک لڑائی ہوتی رہی۔ ہم نے اگرچہ بے شمار رومیوں کو قتل کیا۔ لیکن ان کی اتنی بھاری جمعیت تھی کہ لاتعداد آدمی قتل ہونے پر بھی ان میں کمی نہ ہوئی۔ فضلؓ بن عباس نے ایک بطریق کو دیکھا وہ بڑا تنومند تھا۔ سونے کی زرہ پہنے تھا طلائی برج معلوم ہوتا تھا۔ فضلؓ نے جھپٹ کر اس کے سینہ پر نیزہ مارا۔ انی اس کے پشت کے پار ہو گئی۔ وہ مردہ ہو کر گرا۔ رومیوں کو یہ دیکھ کر طیش آگیا۔ انہوں نے بڑی سختی سے مسلمانوں پر حملہ کیا جنگ کا زور بڑھ گیا۔ اس ایک ہی حملہ میں چالیس مسلمان

شہید ہو گئے۔ لیکن رومی بھی تین سو مارے گئے۔ کوئی مسلمان اس وقت تک شہید نہ ہوتا تھا جب تک کہ بہت سے رومیوں کو قتل نہ کر ڈالتا۔

محمدؓ بن مسلمہ کہتے ہیں کہ ہم موت کی لڑائی لڑ رہے تھے۔ مخلصی کی کوئی امید نظر نہ آتی تھی۔ ہمیں یقین ہو گیا تھا کہ ہماری سب کی موت اسی جگہ ہو گی۔ ہم بھی شہادت کی آرزو میں زبردست لڑائی لڑ رہے تھے۔ ناگہاں ایک غبار نمودار ہوا۔ جو بڑھتے آسمان تک پہنچا جب غبار کا دامن چاک ہوا تو رائت اسلام نظر آیا۔ جماعت محمدیہ گھوڑے اڑائے چلی آرہی تھی۔ یہ سب دو ہزار سوار تھے۔ ایک ہزار سواروں پر مقدادؓ اور ایک ہزار سواروں پر زیادہؓ افسر تھے۔ مسلمانوں نے گردنیں اٹھا کر دیکھا مقدادؓ اور زیادہؓ کے پیچھے قعقاعؓ بن عمرو اور شرجیلؓ بن حسنہ نظر آئے۔ ان کے ساتھ بھی ہزار ہزار سوار تھے۔ سب سے پہلے مقدادؓ نے رومیوں پر حملہ کیا۔ اس وقت وہ رجز کے یہ اشعار پڑھ رہے تھے۔

آگاہ ہو میں مقداد ہوں حرب میں حملہ آور ہوں
اور میری تلوار ہمیشہ دشمنوں پر دراز ہے
جب ہنگامہ ہولناک ہوتا ہے تو میں آگے آگے ہوتا ہوں
اور تلوار لبی پر تلے والی سے قتل کرتا ہوں
میری ہمت دشمنوں میں مشہور ہے
یہاں تک کہ ان کے دلاور میری ہمت کی گواہی قبائل کے درمیان دیتے ہیں

دنیا میں میری تلوار کا مقابلہ کرنے والا کوئی نہیں ہے

یہ اشعار پڑھتے ہوئے انہوں نے شدید حملے کر دیئے۔ ان کے بعد زیادؓ بن ابی سفیان رجز کے یہ اشعار پڑھتے ہوئے جھپٹے۔

میں زیاد ہوں ابی سفیان کا بیٹا
میرا جد شریف عرب مشہور تھا
اور میرا چچا زاد بھائی احمد ہے نسل عدنان سے
میرے پاس شمشیر براں اور نیزہ ہے

میں مارتا ہوں ہر کافر نامراد کو
اور انہیں سب کو جن کے دل ناقص الایمان ہیں

انہوں نے اس سختی سے حملہ کیا کہ میسرہ والوں کو میمنہ والوں پر اور میمنہ والوں کو میسرہ والوں پر الٹ دیا۔ پھر قلب میں دھنس گئے۔ ان کے بعد قعقاع یہ اشعار پڑھتے ہوئے بڑھے۔

میں بزرگ ہمت شہ سوار قعقاع ہوں
وہ شیرز بردست ہوں جس کے سامنے سب زیردست ہیں
میرے پاس وہ شمشیر ہے جو دردوں کو دور کرتی ہے
اس طرح کہ سروں کو کاٹ ڈالتی ہے اور پسلیوں کو توڑ دیتی ہے
اے اہل شرک تم پر افسوس ہے اے جھگڑنے والو
جبکہ لڑائی نے طول پکڑا ہو تو پھر رحم کہاں

انہوں نے بھی شدت سے حملہ کیا۔ پھر شرجیل بن حسنہ رجز کے یہ اشعار کہتے ہوئے بڑھے۔

اے جوانمردان اسلام دشمنوں پر حملہ کرو
تیغ تیز صیقل کردہ سے انہیں جام مرگ پلاؤ
اور تم جنگ میں مر جاؤ اس حالت میں کہ تم قوم گرامی ہو
اور سختیوں میں تم پاؤں پیچھے نہ ہٹاؤ

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ ہر آنے والے عرب سردار نے معہ اپنے ہمراہیوں کے سختی سے حملے کر کے رومیوں کو بیدریغ قتل کرنا شروع کر دیا۔ زیاد الکبری کے بطریق کی طرف جھپٹے انہوں نے اس کے داہنے شانہ پر ایسی تلوار ماری کہ بائیں شانہ سے اس کی نوک چمکنے لگی۔ ادھر بیا الکبری کا بطریق مردہ ہو کر گرا۔ ادھر مسلمانوں نے مل کر اس زور سے نعرہ تکبیر بلند کیا کہ تمام رومی کانپ اٹھے۔ اسلامی سواروں کے گھوڑے اس شان سے دوڑے کہ ان کے سموں سے زمین کانپنے لگی۔ ہر عرب سردار نے ایک ایک بطریق کو مار ڈالا۔ یہ کیفیت دیکھ کر رومی بدحواس ہو کر بھاگ نکلے۔ اور ایسے بھاگے کہ مڑ کر نہ دیکھتے تھے۔ مسلمان ان کا تعاقب کر کے انہیں قتل و گرفتار کرنے لگے۔ رومی بے تحاشا بھاگ کر میدان

جنگ سے غائب ہو گئے۔

راوی نے بیان کیا ہے کہ جب ضرارؓ اور ان کے ساتھ والوں نے رومیوں کو بھاگ کر آتے دیکھا تو ان پر ٹوٹ پڑے۔ ایک جماعت کو ان میں سے قتل کر ڈالا۔ ایک جماعت کو گرفتار کر لیا۔ ابھی ضرارؓ اور ان کے ہمراہی رومیوں کی کانٹ چھانٹ میں مشغول ہی تھے۔ کہ رومیوں کا تعاقب کرتے ہوئے فضلؓ کے ساتھیوں میں سے کچھ مسلمان وہاں پہنچ گئے۔ انہوں ضرارؓ وغیرہ کا حال کچھ بھی معلوم نہ تھا۔ وہ وہاں انہیں دیکھ کر حیران ہوئے۔ انہیں سلام کیا ان کا حال پوچھا۔ ضرارؓ نے مختصراً واقعات بیان کئے۔ مسلمان ان کی رہائی کی خبر سے بہت خوش ہوئے۔ انہیں مبارک باد دی۔ وہ سب قیدیوں اور رومیوں کے رخت و سامان کو لے کر چلے اور فضلؓ وغیرہ سے آملے۔

راوی نے بیان کیا ہے کہ جس وقت فضلؓ مع اپنے اصحاب کے رومیوں کے تلاش و تجسس میں روانہ ہوئے۔ تو خالدؓ نے عمروؓ بن العاص سے کہا "یا ابا عبداللہؓ ہر آئینہ فضلؓ اور ان کے ساتھ کئی امرائے عرب سے گئے ہیں۔ مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں ان کا مقابلہ رومیوں کے طیلعہ سے نہ ہو جائے۔ اور رومی انہیں ضرر نہ پہنچائیں۔" عمروؓ نے کہا "اے ابا سلیمان! قسم ہے اس خدا کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ یہی خطرہ میرے دل میں بھی گذرا ہے اس معاملہ میں تمہاری کیا رائے ہے؟" خالدؓ بن الولید نے کہا "میری رائے یہ ہے کہ فضلؓ وغیرہ کی مدد کے لئے کچھ اور لوگوں کو بھیجو" عمروؓ نے کہا یہ رائے مناسب ہے" چنانچہ انہوں نے مقدادؓ زیادہؓ قعقاعؓ اور شرجیلؓ کو لشکروں کے ساتھ روانہ کیا اور یہ چاروں بزرگ عین وقت پر پہنچے جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے اور انہوں نے رومیوں کو شکست دی۔

راوی نے بیان کیا ہے کہ فضلؓ بن عباس وغیرہ رومیوں کو شکست دے کر قیدیوں اور مال غنیمت کو لے کر لشکر اسلام میں بخیریت پہنچ گئے۔ انہوں نے اپنی آمد کی اطلاع کرنے کے لئے دور ہی سے تکبیر و تہلیل کے نعرے لگائے۔ جیش اسلام نے بھی تکبیریں کہہ کر جواب دیا۔ جب وہ لشکر گاہ میں پہنچے اور مسلمانوں نے ان کے ساتھ قیدی اور سامان غنیمت دیکھا تو بہت خوش ہوئے۔ قیدیوں کو خالدؓ اور عمروؓ کے سامنے پیش کیا گیا۔ اس عرصہ میں رات ہو گئی۔ تمام لشکر گاہ میں آگ روشن کر دی گئی۔ بعض مسلمان نفلیں پڑھنے لگے۔ بعض قرآن کی تلاوت کرنے لگے۔ بعض تاریخی قصے کہنے اور سننے لگے۔ اس طرح مسلمانوں نے رات

بسر کی۔

رومی لشکروں کی آمد

راوی نے بیان کیا ہے کہ بیا الکبری کے حکمران کے مارے جانے کے بعد رومی بھاگ کر بڑے لشکر میں پہنچے اور پادریوں' بطریقوں اور رومی امیروں کو شکست و خواری کا حال سنایا۔ تمام رومیوں کو بڑا صدمہ ہوا وہ انتقام لینے کے لئے بڑے جوش سے چلے۔ چلنے میں شتاب روی کی۔ زور زور سے طبل' نرسنگے' چنگ اور دوسرے باجے بجاتے جاتے تھے۔ چاہتے تھے کہ مسلمانوں سے اپنے مقتولوں کو بدلہ لیں۔

قیسؓ بن حارس نے بیان کیا ہے کہ اسلامی لشکر وہاں سے کوچ کر کے حوالی دہشوار میں جا اترا۔ امرائے اسلام روزانہ بطور طلیعہ کے گشت کرتے۔ رومی لشکر کے آنے کا انتظار کر رہے تھے۔ ان کے آنے کی خبریں پیہم آ رہی تھیں۔ ایک روز طلیعہ کے دستے گشت کو گئے ہوئے تھے۔ دفعتہ انہوں نے ایسا غلیظ غبار اڑتے دیکھا جیسے زور کی آندھی ہو۔ اس طرف کا مطلع تیرہ و تار ہو رہا تھا۔ جب غبار چھٹا تو رومی لشکر مور و ملخ کی طرح آتا نظر آیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ جیسے سواروں کا سیلاب بڑھا چلا آ رہا ہے۔ گھوڑوں کے ٹاپوں سے زمین ہل رہی تھی بے شمار صلیبیں اور رومی علم نظر آ رہے تھے۔ یہ دیکھ کر وہ لوگ جو گشت اور دیکھ بھال کے لئے نکلے تھے واپس لوٹے اور لشکر میں جا کر قوم کے آنے کی خبر دی۔ اسی وقت تمام لشکر میں یہ منادی کرا دی گئی دوڑو دوڑو اس اے لشکر خدا سوار ہو' جنت کی خواہش میں شتاب روی کرو۔ اور طلب ثواب میں جلدی کرو"۔

یہ سنتے ہی مسلمان زرہوں اور ہتھیاروں کی طرف دوڑے زرہیں پہنتے اور ہتھیار سجانے لگے۔ گھوڑوں پر سوار ہوئے۔ اسلامی علم بلند کئے۔ پھریرے کھول دیئے تھوڑی ہی دیر میں سب مسلح اور تیار ہو گئے۔ خالدؓ اور عمروؓ نے لشکر کی ترتیب شروع کی۔ نیزہ بازوں اور بھالوں کو قلب میں ٹھہرایا ان میں فضلؓ بن عباس اور ان کے بھائی جو چچا زاد تھے اور بنی ہاشم سے تھے یعنی جعفرؓ، مسلمؓ، علیؓ یہ سب اولاد عقیلؓ بن ابی طالب سے تھے۔ اور زیادۃؓ بن ابو سفیان بن الحارث۔ یہ سب لوگ قلب میں رکھے گئے۔ میسرہ پر زبیرؓ بن العوام' مقدادؓ بن اسود الکندی' مسیبؓ بن نجبۃ الفزاری کو اور میمنہ میں قعقاعؓ بن عمرو التمیمی' ہاشمؓ مرقال'

غانمؓ بن عیاض الاشعری' ابوذرؓ غفاری' جابرؓ بن عبداللہؓ بن عمر بن الخطاب' عقبہؓ بن عامر الجہنی اور دوسرے شہ سواران اسلام کھڑے ہو گئے۔

عبداللہؓ بن زید نے ابوامامہ سے جو صاحبان علم میں سے تھے روایت کی ہے کہ وہ کہتے ہیں جس وقت ہم لوگ ترتیب لشکر میں معروف تھے۔ ناگاہ مشرکین کے لشکر نظر آئے۔ ان کی بیرقیں' ملیس اور علم جگمگا رہے تھے۔ ایک لشکر کے پیچھے ایک تھا۔ حد نگاہ تک سوار پھیلے ہوئے تھے۔ ہاتھیوں کی قطاریں آگے تھیں۔ طبل جنگ بج رہا تھا اور کلمات کفر کہہ رہے تھے۔ مسلمان ان ٹڈی دل فوجوں کو دیکھ کر اور ان کے سازو سامان کو ملاحظہ کر کے بھی بالکل خوفزدہ نہ ہوئے۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجنے لگے۔ اور خدا سے امداد واعانت کی درخواستیں کرنے لگے۔ خالدؓ نے اشارہ کیا۔ اسلامی لشکر بڑھنے لگا۔ گھوڑے بڑی شان سے چلے جا رہے تھے۔ جب مشرکوں نے دیکھا تو انہوں نے ہاتھیوں کی زنجیریں تھام لیں اور گھوڑوں کی باگیں روک لیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں مسلمانوں کی ہیبت ڈال دی۔

بولص کا فریب

راوی نے بیان کیا ہے کہ رئیسان نصاری میں سے ایک بطریق بڑے قد آور گھوڑے پر سوار صفوں کو چیرتا ہوا نکلا وہ ایسا تنومند تھا کہ برج آہنی سا معلوم ہوتا تھا۔ سر سے پیر تک لوہے میں غرق تھا کہ سوائے آنکھوں کے حلقوں کے اور کچھ نظر نہ آتا تھا۔ اس کے ساتھ عرب متنصرہ (عیسائی عربوں) کی ایک جماعت تھی۔ اس نے اسلامی لشکر کے قریب آ کر پکار کر کہا یا معاشر عرب! تم کسی ہوشیار شخص کو ہمارے بادشاہ کے پاس بھیجو تاکہ وہ دریافت کرے کہ تم کیا چاہتے ہو؟

لوگوں نے خالدؓ اور عمروؓ کو اطلاع دی۔ خالدؓ نے خود جانا چاہا امرائے عرب نے انہیں روک دیا۔ مقدادؓ بن اسود الکندی نے بڑھ کر کہا "میں قسم دیتا ہوں سب کو اس پروردگار عالم کی جس کے ہاتھوں میں ہماری جانیں ہیں۔ کہ سوائے میرے کوئی شخص نصرانی بادشاہ کے پاس نہ جائے۔ عمروؓ نے کہا قسم ہے خدا کی تم نے بڑی قسم دلائی جاؤ۔ اے مقدادؓ! تم ہی بیدیوں کے پاس جاؤ۔ دیکھو وہ کیا چاہتے ہیں۔ انہیں نرمی سے دعوت اسلام دو۔ خدا کی وحدانیت اور

خدا کے رسول کی رسالت کی طرف بلاؤ۔ اگر وہ قبول کر لیں تو یہ تمہارا زبردست کارنامہ ہو گا۔ اگر انکار کریں تو جزیہ طلب کرو۔ اس کو بھی نہ مانیں تو صاف کہہ دو کہ تلوار ہمارے اور تمہارے درمیان یہ فیصلہ کر دے گی کہ کون حق پر ہے"۔ مقدادؓ نے کہا "میں ایسا ہی کروں گا۔ اگر خدا نے چاہا" وہ گھوڑے پر سوار ہو کر چلے یہاں تک کہ اس بطریق کے پاس پہنچے۔ جو شہر کفور کا مالک اور .بطلوس کا مصاحب خاص تھا۔ اس کا نام بولص تھا۔ وہ عربی زبان خوب جانتا تھا۔ اس نے مقدادؓ سے کہا اے بدوی! (مرد صحرائی) کیا تو اپنی قوم کا امیر ہے؟

مقدادؓ نے جواب دیا نہیں اے نصرانی میں امیر نہیں ہوں۔

بولص! مگر میں نے امیر کو طلب کیا تھا تاکہ اس سے جو کچھ دریافت کرنا ہے دریافت کر لوں۔

مقدادؓ میں موجود ہوں جو مجھ سے دریافت کرنا ہے۔ دریافت کر لے انشاء اللہ تو مجھے جواب دینے میں عاجز نہ پائے گا۔ سن اے نصرانی! ہم وہ ہیں کہ ہم میں سے جو کوئی بھی کسی سے کوئی وعدہ لیتا ہے۔ اسے پورا کرتا ہے بلکہ اسے پورا کرنا ہم سب پر واجب ہوتا ہے۔

بولص "میں کسی شخص سے بھی بات کرنا نہیں چاہتا مگر تمہارے امیر سے اگر وہ میرے پاس آنے سے ڈرتا ہے تو اس سے کہہ دینا میں ہتھیار رکھ دوں گا۔

مقدادؓ ہنسے انہوں نے کہا "اے دشمن خدا اگر تجھ جیسے ہزار آدمی بھی ہتھیار بند ہوں تو بھی ہمارے امیر کو کوئی فکر و اندیشہ نہ ہو۔ ہم مسلمان سوائے خدا کے کسی سے نہیں ڈرتے ہیں۔ ہم اللہ ہی سے اعانت چاہتے ہیں۔ وہی ہماری مدد کرتا ہے ہم جانتے ہیں یہ دنیا فانی ہے۔ موت سے ڈرنا عبث ہے۔ اللہ کی خوشنودی کے لئے مانا یعنی جہاد میں شہید ہونا ہماری عین آرزو ہے"۔

بولص "اگر تمہارے امیر نہیں ڈرتے تو انہیں ہی آنا چاہئے۔ میں ان سے ہی گفتگو کروں گا۔

مقدادؓ اے بطریق ہمارے یہاں دو امیر ہیں ایک ملکی ہیں دوسرے فوجی تو ان دونوں میں سے کس سے گفتگو کرنا چاہتا ہے۔

بولص مجھے ان دونوں کے نام بتاؤ

مقدادؓ جن کے ہاتھوں میں ملک کی باگ ڈور ہے ان کا نام عمروؓ بن العاص ہے اور جو

جیش اسلام کے سردار ہیں۔ ان کا نام خالدؓ بن الولید ہے۔

بولص میں خالدؓ سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ ان کی بڑی شہرت ہے۔ رومی بھائی ان کی عجیب و غریب باتیں بیان کرتے ہیں۔

راوی کہتا ہے کہ اس لعین کا ارادہ یہ تھا کہ خالدؓ کو فریب سے بلا کر قتل کر ڈالے۔ اس سے وہ دو فائدے سمجھتا تھا۔ ایک یہ کہ عیسائی دنیا میں اس کی شہرت ہو جائے دوسرے یہ کہ مسلمان اپنے سردار کے مارے جانے سے پریشان ہو کر بھاگ جائیں۔ مقدادؓ نے اپنے گھوڑے کی باگ پھیری اور خالدؓ کی طرف دوڑے اس وقت خالدؓ اسی طرف دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے کہا میں خیال کرتا ہوں کہ دشمن خدا مجھے طلب کرتا ہے۔ وہ میرے ساتھ کوئی فریب کرنا چاہتا ہے قسم ہے اس خدا کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ اگر اس نے میرے ساتھ دغا کی تو میں ضرور اسے مار ڈالوں گا۔ خدا سے مدد چاہوں گا۔ وہ یقیناً مجھے اس پر غالب کرے گا۔

ابھی وہ یہ کہہ رہے تھے کہ مقدادؓ وہاں آپہنچے انہوں نے آتے ہی کہا اے ابا سلیمان دشمن خدا تمہیں طلب کرتا ہے۔ اس کے بعد انہوں نے اپنی اور بولص کی تمام گفتگو سنائی۔ خالدؓ اسی وقت بولص کے پاس جانے کو تیار ہو گئے۔ وہ زرہ حربی پہنے ہوئے تھے۔ لیکن امرائے اسلام نے انہیں روکا۔ انہوں نے کہا دشمن خدا مجھے طلب کر رہا ہے اگر میں اس کے پاس نہ جاؤں گا تو وہ مجھے بزدل سمجھے گا۔ اس کے علاوہ قیامت کے روز خدا کو کیا جواب دوں گا۔ میرا اس کے پاس جانا ضروری ہے۔

چنانچہ انہوں نے گھوڑے کی باگیں ڈھیلی کر دیں اور اسے دوڑاتے ہوئے بولص کے روبرو جا پہنچے۔ خالدؓ کو دیکھتے ہی وہ کچھ پریشان ہو گیا۔ اس نے سب سے پہلے اپنی حفاظت کا معقول انتظام کر لیا۔ اور اس فکر میں رہا کہ دھوکا دے کر خالدؓ پر حملہ کرے۔ خالدؓ نے نہایت بیباکی سے اس سے کہا اے بطریق میں خالدؓ ہوں۔ وہی خالدؓ جسے تو نے طلب کیا ہے۔ اپنی حاجت بیان کر اور خبردار ہو کہ میرے ساتھ دھوکا اور فریب نہ کرنا۔ ہم مکر کو فوراً بجھ جاتے ہیں اور خدا کے فضل سے ہم پر کسی کا مکر نہیں چلتا۔

بولص نے کہا "اے خالدؓ اور نزدیک آ۔ اور بیان کر کہ تو کیا چاہتا ہے خونریزی اچھی نہیں ہوتی۔ اس بات کو اچھی طرح سمجھ لے۔ کہ قیامت کے روز خونریزی کرنے والے سے

پوچھا جائے گا۔ اگر تو دنیا کے مال کی خواہش رکھتا ہے تو مسیح کی قسم میں اس کے دینے میں بخل نہ کروں گا۔ میں صدقہ اور خیرات اپنے اور اپنے مصاحبوں کی طرف سے تجھے دوں گا۔ ہم اس بات کو اچھی طرح جانتے ہیں کہ دنیا میں کوئی قوم تم سے زیادہ عاجز، مفلس اور خستہ حال نہیں ہے۔ تم قحط میں مبتلا تھے۔ بھوکوں مر رہے تھے۔ تنگ آ کر اپنے ملک سے نکل پڑے۔ ملک شام اور فلسطین پر حملہ آور ہوئے۔ ان ملکوں پر قبضہ کر لیا۔ اب تمہارے پیٹ بھر گئے ہیں۔ = گوشت کھاتے ہو موٹے ہو گئے ہو تمہارے گھوڑے بھی لاغر تھے۔ اب وہ بھی توانا ہو گئے ہیں۔ تمہارے پاس زرہیں تو کیا پہننے کو کپڑے اور پورے ہتھیار بھی نہ تھے۔ اب زرہیں اور ہتھیار تمہیں مل گئے ہیں۔ غرض تمہارا فقر و فاقہ دور ہو گیا ہے۔ سیر اور آسودگی حاصل ہو گئی ہے۔ اگر تم اب بھی ہم سے کچھ مانگتے ہو تو ہم اس شرط پر دینے کو تیار ہیں کہ تم ہمارے شہروں سے کوچ کر جاؤ۔ زیادہ طمع نہ کرو۔ کیونکہ حریص شخص کو پچھتانا پڑتا ہے۔

اس کی زبان درازی سن کر خالدؓ کو بڑا طیش آیا۔ انہوں نے کہا اے سگ نصرانی وان تمام لوگوں میں جو ماموویہ میں غوطہ کھاتے ہیں سب سے زیادہ نجس ہے۔ آگاہ ہو کہ تیرا یہ کہنا کہ ہم بھوکے تھے۔ عاجز و خستہ حال تھے۔ صحیح ہے کیونکہ ایام جاہلیت میں ہم خدا کو بھول گئے تھے۔ خدا نے نظر لطف ہماری طرف سے پھیر لی تھی۔ ہم ذلیل و حقیر ہو کر رہ گئے تھے۔ لیکن جب ہم میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم آئے اور ہم نے خدا کو پہچانا۔ خدا ہم سے خوش ہو گیا اس نے ذلت و خستہ حالی ہم سے دور کر دی۔ یا تو ہم دنیا سے ڈرتے تھے یا دنیا ہم سے ڈرنے لگی۔ ہمیں حکومت دی سلطنت دی۔ دولت دی، فارغ البالی دی۔ غرض ہر طرح غنی کر دیا۔ اور اب ہم تمہارے سے صدقات سے مستغنی ہو گئے بلکہ ہمارے لئے تمہارا سارا مال و منال تمہاری عورتیں اور تمہارے بچے مباح اور حلال کر دیئے ہمیں تم سے کوئی حاجت ہی نہ رہی۔ اب ہم سر بکف ہو کر اس لئے نکلے ہیں کہ ساری دنیا کو اس ایک اور بے ہمتا خدا کے سامنے جھکا دیں۔ جو سب کا خالق اور مالک ہے ہم سینکڑوں بتوں کو پوجا کرتے تھے۔ ان کی پوجا چھوڑ دی۔ تم تین خدا مانتے ہو ان تینوں کو چھوڑ دو صرف ایک خدا کو مانو۔ اور اس کے رسول اللہ صلعم کی رسالت کی شہادت دو۔

بولص "ترشروئی نہ کرو اے بدو۔ ہم اس کلمہ کو نہیں کہہ سکتے"

خالدؓ میں ترشروئی نہیں کرتا بلکہ جس صاف گوئی سے تم نے گفتگو کی ہے اسی صاف

بیانی سے میں نے کام لیا ہے۔ اگر تم اپنی بدبختی پر قائم ہو۔ خدا کو واحد نہیں مانتے تو جزیہ دو ہم تمہارے اور اپنے دشمنوں سے تمہاری حفاظت کریں گے۔

بولص "یہ تو اور بھی دشوار ہے جن عربوں کی ہم نے کبھی کوئی اصل و حقیقت نہیں سمجھی آج ان کی اطاعت کرلیں۔ ان کے غلام بن جائیں یہ نہیں ہو سکتا۔

خالدؓ "اگر اس بات کو بھی نہیں مانتے ہو تو پھر تلوار ہمارے اور تمہارے درمیان فیصلہ کرے گی۔ اس بات کو خوب سمجھ لو کہ جہاد سے بڑھ کر ہمیں کوئی چیز بھی محبوب نہیں ہے۔ افسوس ہے تم نے گفتگو میں نرمی نہیں کی۔ بلکہ طعنہ زنی سے آغاز کلام کیا۔ یہ طریقہ صلح جو لوگوں کا نہیں ہے۔ میں پھر کہتا ہوں کہ ہم عاجز و خستہ حال تھے۔ پسماندہ قوم تھے۔ لیکن ایک ہستی نے جن کا نام نامی حضرت محمدؐ تھا۔ اور جو خدا کے رسول تھے۔ ہماری کایا پلٹ دی۔ اب خدا کے فضل سے دنیا کی کوئی قوم ہمارا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ ہے۔ بلکہ اب ہماری دلیری اور جوانمردی کی یہ صورت ہو گئی ہے کہ ہم میں سے ایک شخص تمہارے ایک ہزار آدمیوں کے لئے کافی ہے۔ تم نے تمردی سے گفتگو اس لئے کی کہ میں تمہارے درمیان تنہا ہوں۔ تمہارا یہ خام خیال ہے کہ مجھے گرفتار کرلو۔ شیر مشکل ہی سے پھندہ میں پھنستا ہے اگر تم میرے قتل یا گرفتاری کا ارادہ رکھتے ہو تو پورا کرو۔ میں تمہارے سامنے ہوں۔ تنہا ہوں۔ لیکن یہ بتائے دیتا ہوں کہ ایسی احمقانہ غلطی نہ کرنا۔ ورنہ تمہارا ار تمہارے حما۔تیوں کا خوفناک انجام ہو گا"۔

بولص کا قتل

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ جس وقت بولص نے خالدؓ بن الولید کا جواب سنا تو غصہ سے گھوڑے کی رکابوں پر کھڑا ہو گیا اور چلا کر کہنے لگا میرے پاس تیرا جواب سوائے اس تلوار کے کچھ نہیں ہے۔ ساتھ ہی اس نے خالدؓ کے پٹکہ پر ہاتھ ڈال کر اٹھانا چاہا۔ اس کی یہ پیش دستی دیکھ کر اس کے کئی مصاحب بھی دوڑ پڑے اور انہوں نے بھی خالدؓ کا دامن اور پٹکہ پکڑ لیا۔ اور انہیں گرفتار کرنے کے لئے پوری طاقت سے کوشش شروع کی۔ خالدؓ نے اپنے آہنی پنجہ سے ان سے پٹکہ اور دامن چھڑانا چاہا۔ بولص نے چلا کر اپنے رسالہ

کے خاص سواروں کو خالدؓ کے گرفتار یا قتل کر ڈالنے کی ترغیب دی۔ اس نے کہا کیا کھڑے دیکھ رہے ہو۔ یہ کوئی تماشا ہو رہا ہے۔ جلد دوڑو اور لو اس دشمن صلیب کو کہ مسیح نے ہمیں اس پر آج قدرت دی ہے۔ اگر اس وقت چوک گئے تو یہ تمہیں سب کو قتل کر ڈالے گا۔

اس کی فریاد و پکار سنتے ہی ایک جماعت دو سو سواروں کی ان پر آپڑی۔ وہ سب تلواریں سونت کر خالدؓ پر ٹوٹ پڑے۔ خالدؓ نے جب انہیں آتے ہوئے دیکھا۔ تو گھوڑے کے مہمیز لگائی۔ اس نے جست ماری۔ خالدؓ نے مکے مار کر بولص اور اس کے مصاحبوں سے اپنا پٹکہ اور دامن چھڑایا اور جلدی سے تلوار نکال کر دشمنان اسلام پر حملہ کر دیا۔ نصرانی انکے حملہ کی شان دیکھ کر مرعوب ہو گئے۔ وہ ادھر ادھر کترا گئے۔ بولص نے للکار کر کہا تختی ہو تم پر تم پیچھے ہٹ رہے ہو۔ اس وقت وہ تمہارے ہاتھ میں ہے۔ تم اسے مار ڈالو قبل اس کے وہ تمہیں ہلاک کرے"۔

راوی کہتا ہے کہ جب خالدؓ بولص کے پاس گئے تھے تو چند نوجوان عرب ایک ریت کے تودہ پر جا کھڑے ہوئے تھے۔ ان میں ضرارؓ بن الازوار فضلؓ بن عباس، علیؓ بن عقیل، عبداللہؓ بن مقداد، سلیمانؓ بن خالدؓ تھے۔ ان کی نگاہیں حضرت خالدؓ پر لگی ہوئی تھیں۔ انہوں نے جب دیکھا کہ رومیوں نے بیوفائی کی۔ اور حضرت خالدؓ پر حملہ کر دیا تو جلدی سے گھوڑوں کو مہمیز کرتے دوڑاتے چلے۔ جو شخص گھوڑا سرپٹ دوڑاتا ہوا اول خالدؓ کے پاس پہنچا وہ ضرارؓ بن الازور تھے۔ جو رجز کے یہ اشعار پڑھ رہے تھے۔

اے پروردگار میں تجھ پر ہی بھروسہ کرتا ہوں
میرے گناہ بخش دے میری اجل قریب ہے
اے میرے رب مجھے نیک عمل کرنے کی توفیق دے
اے میرے سید میری لغزش (گناہوں) سے درگذر کر
میں ضرار ہوں، شہسوار اور بڑا جنگجو ہوں
دشمنوں پر بار بار جست مارتا ہوں
میں اپنی تلوار سے رومیوں کا استیصال کروں وہ عاجز ہو جائیں
الٰہی مجھے سوائے تیرے کسی سے کچھ بعید نہیں

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے رافعؓ بن علقمہ سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں روز

جنگ روم میں دہشوار کے میدان میں عمروؓ بن العاص کے لشکر میں موجود تھا۔ جس وقت سے خالدؓ رومی لشکر میں گئے تھے۔ ہماری سب کی نگاہیں اسی طرف لگی ہوئی تھیں۔ دفعتہ ہم نے دیکھا کہ رومیوں کی تلواروں نے خالدؓ بن الولید کو گھیر لیا۔ شجاعان میمنہ میں سے ایک گروہ ان کی طرف جھپٹا۔ اور جاملا ان میں ضرارؓ بن الازور سب میں سبقت لے گئے۔ وہ ننگے بدن تھے۔ گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر سوار تھے۔ شمشیر برہنہ ہاتھ میں لئے ہوئے تھے۔ انہوں نے جاتے ہی رومیوں پر حملہ کرکے انہیں ہٹنے پر مجبور کر دیا۔ باقی لوگ بھی ان کے پیچھے ہی پہنچ گئے۔ بولص نے ضرارؓ کو دیکھا وہ کانپ گیا۔ خوف سے اس کی گردن کی رگ ابھر آئی۔ اور پھول کر نمایاں ہو گئی۔ اس نے گھبرا کر خالدؓ سے فریاد کی اے شریف عرب خالدؓ مجھے اس شیطان (ضرارؓ) سے بچاؤ۔ تم مجھے اپنے ہاتھ سے قتل کر ڈالو۔ مگر اسے مجھ سے باز رکھو۔ اس کی صورت دیکھ کر میرے تن بدن میں تھرتھری پڑ جاتی ہے۔

خالدؓ بن الولید نے کہا:۔ "فریبی دغاباز۔ اپنے مکر کا انجام دیکھ۔ یہی تیرا قاتل ہے۔ یہ ہلاک کرنے والا اپنے ہمسروں کا اور قتل کرنے والا دروان کا جو ترکمان کا بادشاہ تھا ہے یہی صلیب پرستوں کو نیست و نابود کرنے والا ہے۔"

عین اس وقت ضرارؓ بولص کے پاس پہنچ گئے۔ انہوں نے نعرہ مارا: اے دشمن خدا: تیرے مکر نے تجھے کچھ فائدہ نہ دیا۔ تو اپنے جال میں آپ ہی پھنس کر رہ گیا۔ تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی کے ساتھ عہد شکنی کی۔ حیلہ سے بلوا کر دغا کی۔ تیار ہو جا اس کا خمیازہ بھگتنے کیلئے۔"

اس وقت اور بھی کئی جوانمرد عرب وہاں پہنچ گئے۔ بولص کا خون خشک ہو گیا۔ چہرہ زرد پڑ گیا۔ موت آنکھوں کے سامنے ناچنے لگی۔ خالدؓ نے انہیں سب کو اس کے قتل سے روکا اور پکار کر کہا۔ "مسلمانو! ایک ذرا توقف کرو۔" سب رک گئے۔

راوی کہتا ہے کہ بولص کو اپنی ہلاکت کا یقین ہو گیا۔ اس پر عربوں کا کچھ ایسا رعب چھایا کہ اس کے بدن کی سکت جاتی رہی۔ ضرارؓ نے اس پر چنگل مارا۔ اس کے زریں پٹکہ میں ہاتھ ڈال کر بڑی آسانی سے اسے اٹھا کر زمین پر دے مارا۔ وہ بے ہوش ہو گیا۔ ضرارؓ گھوڑے سے نیچے اتر کر شمشیر برہنہ لے کر اس کی طرف جھپٹے۔ اس عرصہ میں اسے ہوش آ گیا۔ اس نے امان مانگی۔ ضرارؓ کو خوف ہوا۔ کہیں خالدؓ اسے امان نہ دے دیں۔ خالدؓ نے

اس سے کہا۔ اے سگ نصرانی امان ایمان والے کے لئے ہوتی ہے۔ تو نے دغا سے مجھے بلایا۔ میرے ساتھ فریب کیا۔ تیرے لئے امان کیسی۔ ضرارؓ نے یہ سنتے ہی ایسی تلوار ماری کہ اس کے بائیں شانہ سے گھس کر داہنے شانہ کی طرف چمکنے لگی۔ وہ قتل ہو کر گرا۔ ضرارؓ نے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا۔

جنگ عظیم

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ بولص کے مارے جانے پر رومیوں کو جوش اور غصہ آگیا۔ ان سب نے مل کر عربوں پر حملہ کر دیا۔ ہاتھی بڑھائے گئے۔ ہاتھیوں پر زنگی سوار تھے۔ مسلمان بھی بھڑ گئے۔ خونریزی شروع ہو گئی۔ تلواریں کاٹ کرنے لگیں۔ نیزے چمکنے لگے۔ لاشوں کے ڈھیر لگ گئے۔ سر اولوں کی طرح گرنے لگے۔ خون کی بارش ہونے لگی۔ بہادرِ دلیری سے لڑنے لگے۔ قتال شدید برپا ہوا۔ اس قدر غبار اڑا کہ میدان جنگ سے آسمان تک کالی گھٹا سی چھا گئی۔ زنگی خوفناک طریقہ پر شور کر رہے تھے۔ رومی غل مچا رہے تھے۔ کبھی کبھی مسلمان تکبیر و تہلیل کے نعرے لگا دیتے تھے۔ یہ سب آوازیں مل کر کچھ عجب ہیبتناک شور پیدا کر دیتی تھیں۔ ہاتھی والوں کے چار غول ہو گئے تھے۔ ایک میمنہ کے متصل تھا۔ دوسرا میسرہ کے قریب تھا۔ تیسرا قلب سے ملا ہوا تھا۔ اور چوتھا دوسرے لشکر کے ساتھ تھا۔ اہل نوبہ۔ بجات اور روم عجیب عجیب نعرے لگا رہے تھے اور بڑی دلیری سے لڑ رہے تھے۔

یعنی "اللہ جزائے نیک دے۔" خالدؓ بن ولید کو وہ بڑی گرمجوشی اور بیباکی سے جنگ کر رہے تھے۔ رومیوں اور زنگیوں کو مارتے کاٹتے کبھی میمنہ سے میسرہ کو اور کبھی میسرہ سے میمنہ کو نکل جاتے تھے۔ کبھی قلب پر حملہ کرتے تھے۔ جہاں جنگ کا زور دیکھتے تھے۔ وہیں گھس جاتے تھے۔ ان کی خارا شگاف تلوار دشمنوں کے ٹکڑے اڑا رہی تھی۔ یہی حال امیر عمروؓ بن العاص کا تھا۔ وہ بھی دھڑا دھڑ مارتے کاٹتے دوڑے پھر رہے تھے کبھی کسی صف میں گھس جاتے تھے۔ کبھی کسی صف میں در آتے تھے۔ فضلؓ بن عباس۔ قعقاعؓ بن عمرو تمیمی اور غانمؓ بن عیاض الاشعری مجاہدوں کے ایک دستہ کے ساتھ خواتین عرب اور مسلمان بچوں کی حفاظت پر مامور تھے۔ وہ ان دشمنوں کو دور ہی سے روک دیتے تھے۔ جو اس طرف بڑھنا

چاہتے تھے۔

لیکن عبد الرحمٰنؓ بن ابی بکر صدیق۔ عبد اللہؓ بن عمرو اور ہاشمؓ بن مرقال یہ تین بزرگ جیش اسلام سے الگ ہو گئے تھے۔ تینوں بڑی بہادری سے لڑ رہے تھے۔ ان پر تقریباً ایک ہزار رومیوں کا غول آ ٹوٹا۔ رومی انہیں قتل و گرفتار کرنے کی کوشش کرنے لگے۔ لیکن تینوں مرد مجاہد بے دھڑک ان رومیوں میں گھس گئے۔ اور اس شدت سے حملے کئے۔ کہ رومی بہادروں کے منہ پھر گئے۔ ان ایک ہزار رومی سواروں کا افسر ایک بڑا طریق تھا۔ جس کا نام غربان بن منجائیل تھا۔ وہ بڑا بہادر اور مشہور شہسوار تھا۔ اس نے بڑھ کر صلیب کو بوسہ دیا۔ اور اپنی زبان میں شور و غوغا کر کے رومیوں کو ترغیب دی۔ کہ تینوں سیران اسلام کو گرفتار کر لیں۔ رومیوں نے نرغہ کیا۔ عبد الرحمٰنؓ بن ابی بکر صدیق نے غربان بطریق پر حملہ کر دیا۔ وہ چاندی کی زرہ اور اس پر دیبائے زرد رنگ کی خلعت پہنے تھا۔ کمر کا پٹکا جواہر نگار تھا۔ سونے کا خود تھا جو دھوپ میں جگمگا رہا تھا۔ غربان بھی عبد الرحمٰنؓ کے سامنے آ گیا۔ دونوں دیر تک جنگی ہنر آزمائی کرتے رہے۔ آخر عبد الرحمٰنؓ نے تلوار کی ایسی ضرب اس کے ماری کہ سر دھڑ سے جدا ہو کر دور جا گرا۔ رومیوں کو یہ کیفیت دیکھ کر بڑا غصہ ایا۔ انہوں نے عبد الرحمٰنؓ بن ابی بکر صدیق۔ عبد اللہؓ بن عمرا اور ہاشمؓ بن مرقال پر نہایت سختی سے حملہ کر دیا۔ ان تینوں نے نہایت صبر و استقلال سے مقابلہ کیا۔ وہ ایک دوسرے کی مدد کر رہے تھے۔ اور دشمنوں کو خاک و خون میں لٹا رہے تھے۔ لیکن کہاں تین آدمی کہاں ایک ہزار سوار حیرت ہوتی ہے کہ کیسے انہوں نے مقابلہ کیا۔ دوران جنگ میں عبد الرحمٰنؓ کے داہنے ہاتھ پر کئی زخم لگے۔ اور ان زخموں سے اس قدر خون بہا کہ زرہ خون آلود ہو گئی۔ وہ ہاتھ ست ہو گیا۔ انہوں نے بائیں ہاتھ میں تلوار لے لی۔ اور جنگ شروع کر دی۔ اس ہاتھ سے بھی ایسے سخت حملے کرتے تھے کہ دو دو رومیوں کو ایک ایک حملہ میں مار ڈالتے تھے۔ ہاشمؓ بن مرقال کے ہاتھ اور رخسار پر گیارہ زخم آئے۔ وہ بار بار خون پونچھتے تھے اور لڑتے تھے۔ اس عرصہ میں عبد الرحمٰنؓ بن ابی بکر صدیق کے گھوڑے کو دشمنوں نے پئے کر ڈالا۔ وہ پیادہ ہو کر لڑنے لگے۔ فضلؓ بن عباس نے دور سے دیکھا۔ وہ کبھی میمنہ پر حملہ کرتے اور کبھی میسرہ پر۔ اب وہ اس غول پر جا ٹوٹے۔ جنہوں نے عبد الرحمٰنؓ وغیرہ کو نرغہ میں لے رکھا تھا۔ انہوں نے یہ بھی دیکھا کہ عبد اللہؓ بن عمرو کے ہاتھ پر بھی چھ زخم کاری آئے ہیں۔ لیکن وہ اب بھی رومیوں کو عبد الرحمٰنؓ کے پاس نہیں

آنے دیتے۔ فضلؓ بن عباس کے ساتھ اس وقت بیس سوار تھے۔ ان سب نے مل کر رومیوں پر ایسا سخت حملہ کیا۔ کہ اگلوں کو پچھلوں سے ملا دیا۔ ان کی صفوں میں گھس گئے۔ اور مار کاٹ کرتے ہوئے عبدالرحمٰنؓ بن ابی بکر صدیق کے پاس جا نکلے۔ فضلؓ بن عباس نے ان رومیوں میں سے ایک سوار کے اوپر جو عبدالرحمٰنؓ کو گھیرے ہوئے تھے۔ ایسی تلوار ماری کہ اس کے خود کو کاٹ کر دندان و زنحذان تک اتر آئی۔ وہ تیورا کر گرا۔ اور اپنے خون میں لوٹنے لگا۔ اللہ تعالیٰ نے جلد اس کی روح کو جہنم میں پہنچا دیا۔ جب وہ اپنے گھوڑے سے گرا۔ تو عبدالرحمٰنؓ جھپٹ کر اس کے گھوڑے پر سوار ہوئے۔ اور فضلؓ اور ان کے ہمراہیوں کے ساتھ مل کر ایسی دلیری اور بیباکی سے حملہ آور ہوئے۔ جیسے تازہ دم ہوں۔ ان معدودے چند لوگوں نے رومیوں کے منہ پھیر دئے۔ انہیں متفرق کر کے پیچھے لوٹا دیا۔ ایک ہزار رومی ان کا کچھ نہ بگاڑ سکے۔

رومیوں نے مسلمانوں کے میسرہ پر نہایت سخت حملہ کیا۔ پہلا حملہ تو مسلمانوں نے بڑی جوانمردی سے روکا۔ لیکن جب رومیوں نے پیہم حملے کئے تو قبیلہ اوس اور قبیلہ ہمران کے لوگ ثابت قدم نہ رہ سکے۔ اپنی جگہ سے پیچھے ہٹ گئے۔ رومیوں نے بڑھ کر اور بھی سخت حملہ کیا۔ وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔ ابو ہریرہؓ ان کے بیٹے عبداللہ اور مالک اشترؓ ان تینوں نے بڑھ کر للکارا۔ اور پکار کر کہا۔ "اے لوگو! منہ نہ پھیرو۔ پیٹھ نہ دو۔ موت سے نہ بھاگو۔ بھاگ کر کہاں جاؤ گے۔ اے اہل عرب کیا تم ننگے عرب بن جاؤ گے۔ بتاؤ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں کیا عذر پیش کرو گے۔ خدا کو کیا جواب دو گے۔ کیا تم نے خدائے عزوجل کا یہ قول نہیں سنا۔ "کافروں سے اپنی پشت نہ پھیرو جو کوئی ایسا کرے گا سوائے اپنی جماعت میں ملنے یا جنگی حرفت کرنے کے تو وہ غضب الٰہی میں گرفتار ہو گا۔" عذاب جہنم کا سزا وار ہو گا۔ جنت تو شمشیر کے سایہ میں ہے۔

راوی کہتا ہے کہ ان مسلمانوں پر رومیوں کی ایسی زد پڑی کہ وہ سنبھل نہ سکے۔ پیچھے ہٹتے ہٹتے اس جگہ تک پہنچ گئے۔ جہاں غانمؓ بن عیاض الاشعری اور ان کا دستہ عورتوں کی حفاظت پر مامور تھا۔ عورتوں نے جب مسلمانوں کو پسپا ہو کر آتے ہوئے دیکھا۔ تو انہوں نے شور کر کے انہیں ملامت کی۔ ان کے گھوڑوں کے منہ پر چھڑیاں ماریں۔ معرکہ یرموک میں بھی انہوں نے ایسا ہی کیا تھا۔ خولہؓ بنت ازور حضرت ضرارؓ بن الازور کی ہمشیرہ اور دوسری

عورتیں تلواریں اور نیزے۔ لے کر میدان جنگ میں کود پڑیں اور بہادری اور سرفروشی سے لڑنے لگیں۔ خانمؓ بن عیاض کے ساتھ قیس الحارثؓ اور رفاعہؓ بن زہیرا لعزومی اور اہل بجلہ کے پانچ سو جوانمرد تھے۔ جب غانمؓ نے خواتین عرب کو لڑتے ہوئے دیکھا تو انہوں نے اہل بجلہ سے مخاطب ہو کر کہا: "اے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آگئے بڑھو۔ کفار پر مل کر حملہ کرو۔" چنانچہ یہ پانچ سو سواروں کا رسالہ اس سختی سے حملہ آور ہوا۔ کہ رومیوں کی لاشوں کے ڈھیر لگا دیئے۔ انہیں ان کی پشت کی طرف پلٹ دیا۔

راوی نے بیان کیا ہے اسی طرح نہایت خونریز جنگ صبح سے عصر تک ہوتی رہی۔ اصحاب فیل یعنی ہاتھی والے اس وقت تک بھی بڑی بہادری سے لڑ رہے تھے۔ وہ پیچھے نہ ہٹتے تھے۔ بلکہ تیروں سے مسلمانوں کو نقصان پہنچا رہے تھے۔ مفرج بن عیینہ الفزاری اس ہاتھی کی طرف بڑھے۔ جو عظیم الجثہ تھا۔ اور چار سو ہاتھیوں کا مقدم تھا۔ یعنی چار سو ہاتھیوں کے آگے رہتا تھا۔ انہوں نے اس کی ایک آنکھ میں نیزہ مارا۔ انی اس کی آنکھ میں ایسی پیوست ہوئی۔ کہ وہ اسے کھینچ نہ سکے۔ ہاتھی نے ایسی زبردست جھرجھری لی کہ جو زنگی اس کے اوپر سوار تھے وہ سب گر گئے۔ ہاتھی نے انہیں سب کو روند ڈالا۔ اور چنگھاڑتا ہوا بھاگا۔ جو ہاتھی اس کے پیچھے تھے۔ وہ بھی شور کر کے بھاگے۔ ان کے اوپر سے بھی زنگی لڑھک گئے۔ ہاتھی انہیں پامال کرتے ہوئے دوڑنے لگے۔ جو رومی سوار ان کے سامنے آیا۔ انہوں نے اسی کو مسل ڈالا۔ مفرجؓ نے عربوں سے پکار کر کہا۔ "یا معشر العرب! ان ہاتھیوں کے دانتوں اور سونڈوں کو کاٹ ڈالو۔ یہی ان کے ہتھیار ہیں۔" ان کی آواز سنتے ہی بنی فزارہ۔ بنی اقراز اور بنو عیس ہاتھیوں پر جھپٹے اور ان کی سونڈوں پر تلواریں مار مار کر انہیں ہلاک اور زخمی کر دیا۔ یہاں تک کہ ایک سو ساٹھ ہاتھی مار ڈالے۔ جو لوگ ان پر سوار تھے۔ انہیں بھی قتل کر دیا۔ بقیہ ہاتھی زخمی ہو کر بھاگے۔ انہوں نے رومیوں کو بڑا نقصان پہنچایا۔ پھر اسی طرح دن چھپے تک نہایت سخت لڑائی ہوتی رہی۔ آخر رات ہو گئی۔ جب تاریکی شب کا پردہ حائل ہو گیا۔ تو دونوں لشکر جدا ہو کر اپنے اپنے مقام پر پہنچے۔ مسلمانوں نے اپنے شہیدوں کو تلاش کیا۔ تو دو سو چالیس مرد شہید ہوئے تھے۔ انہوں نے انہیں جمع کر کے ان کے جنازہ کی نماز پڑھی اور دفن کر دیا۔ رومی پانچ ہزار مارے گئے۔ ان میں اہل نوبہ بجات اور روم سے تھے۔

فضلؓ بن عباس کی جرات

راوی نے بیان کیا ہے کہ مسلمان واپس ہو کر شب باش ہوئے۔ ان میں سے کچھ لوگ حفاظت و نگہبانی کرتے رہے۔ کچھ نماز پڑھتے اور قرآن شریف کی تلاوت کرتے رہے۔ جب صبح ہوئی۔ تو عربوں نے جماعت کے ساتھ فجر کی نماز پڑھی۔ ناگہاں رومی زنگیوں کو لے کر میدان میں نکلے۔ وہ پورے ساز و سامان سے مسلح تھے۔ ان کی زرق برق وردیاں قسم قسم کی برقیں۔ علم اور علیس ان کی شان و عظمت کو ظاہر کر رہی تھیں۔ انہوں نے اپنے کل سواروں کی پانچ صفیں کی۔ ہر صف میں چالیس چالیس ہزار سوار تھے۔ پیدل پچاس ہزار تھے۔ اس طرح رومیوں اور زنگیوں کی تعداو تین لاکھ تھی۔

قیس بن علقہ نے بیان کیا ہے کہ میں معرکہ عراق میں بھی شریک تھا۔ کسریٰ کے لشکر بھی دیکھے اور شام و مصر کی جنگ میں بھی حاضر تھا۔ یرموک اور اجنادین کے مقامات پر رومیوں کے انبوہ دیکھے۔ اگرچہ یرموک اور انطاکیہ کے مقامات پر رومیوں کی تعداد زیادہ تھی۔ لیکن دہشوار کے میدان میں اور تمام مقامات سے رومیوں کی فوجیں زیادہ تھیں۔ اور ساز و سامان یرموک اور انطاکیہ میں اس قدر نہ تھا۔ جس قدر دہشوار کے میدان میں تھا۔ پھر زنگی بھی تھے۔ کسی اور جنگ میں زنگیوں سے ہمارا مقابلہ نہیں ہوا تھا۔

راوی نے بیان کیا ہے کہ خالدؓ اور عمروؓ نے بھی فوجیں میدان میں اتار دیں۔ اور صف بندی کے بعد مسلمانوں سے مخاطب ہو کر خالدؓ بن الولید سے کہا۔ "دلیران اسلام! اس بات کی پرواہ نہ کرو کہ دشمن بے شمار فوجیں لے کر تمہارے مقابلہ میں آیا ہے۔ تم اس سے پہلے اس سے بھی زیادہ لشکروں کا مقابلہ کر چکے ہو۔ مصر و صعید کی تمام فوجیں تمہارے مقابلہ میں آ گئی ہیں۔ اب رومی اس سے زیادہ فوجیں نہ لا سکیں گے۔ اگر تم نے ان کی جمعیت توڑ دی انہیں شکست دے دی تو تمام ملک پر آسانی سے قابض ہو جاؤ گے۔ اللہ نیتوں کو دیکھتا ہے۔ جہاد میں نیت خالص رکھو۔ اللہ ہی کے لئے جہاد کرو۔ صبر و استقلال سے کام لو۔ خدا پر نظر رکھو۔ اس سے اعانت طلب کرو۔ وہ مدد کرے گا۔ تم انشاء اللہ فتحیاب ہو گے۔ دشمن کے سامنے سے پشت پھیر کر نہ بھاگنا۔ ورنہ جہنم کے حقدار بن جاؤ گے۔ شانوں سے شانے ملا لو۔ متفرق نہ ہو۔ جب تک میں حکم نہ دوں حملہ کرنے میں سبقت نہ کرو۔"

راوی نے بیان کیا ہے جب رومی بطریقوں نے دیکھا کہ عربوں نے اپنے لشکر کو صف بستہ کردیا ہے تو ان میں سے ہر ایک دوسرے کو جنگ کی ترغیب دینے لگا۔

بولص مقتول کے بھائی پطرس نے تمام بطریقوں سے مخاطب ہو کر کہا۔ "صلیب کے فدائیو! تم اس بات کو خوب جان لو کہ اگر تم نے اس مرتبہ مسلمانوں کی جمعیت توڑ دی۔ تو پھر عرب تمہارا مقابلہ نہ کر سکیں گے۔ تمہاری شہرت تمام دنیا میں ہو جائے گی۔ تم ان تمام ملکوں پر قبضہ کر لو گے۔ جنہیں مسلمانوں نے فتح کر رکھا ہے۔ اور اگر تم نے ہزیمت اٹھائی تو مسلمان تمہارے تمام شہروں کے مالک ہو جاویں گے۔ تمہارے مردوں کو قتل کر ڈالیں گے۔ تمہاری عورتوں کو کنیزیں اور تمہارے بچوں کو غلام بنالیں گے۔ تمہارے بچوں کو غلام بنالیں گے۔ تمہارے لئے یہ ضروری ہے کہ تم صبر سے کام لو۔ سب ایک ساتھ حملہ کرو۔ ہرگز پراگندہ نہ ہو۔ جنگی ہاتھوں کو آگے رکھو۔ پیدلوں کو پیچھے کر لو۔ صلیب سے اعانت چاہو۔ مسیح سے مدد طلب کرو۔ خداوند کا باپ ضرور تمہاری مدد کرے گا۔"

راوی نے بیان کیا ہے۔ کہ جبکہ رومیوں نے صف بندی شروع کی تو خالدؓ اور عمروؓ کہنے لگے۔ کون ایسا منچلا ہے جو دشمنوں کی صحیح تعداد معلوم کر کے آئے۔ فضلؓ بن عباس نے کہا :۔ "مجھے اجازت دیجئے۔" خالدؓ نے کہا:۔ "جاؤ تمہیں خدا کے سپرد کیا۔ لیکن اپنی جان کو اپنی شجاعت کے زعم میں ہلاکت میں نہ ڈال دینا۔" فضلؓ نے گھوڑے کے مہمیز لگائی۔ اور رومیوں کے اس قدر قریب پہنچ کر رکے کہ ان کے علم۔ صلیبیں اور سوار اچھی طرح نظر آنے لگے۔ انہوں نے دیکھا کہ نیزوں کی چمک اور تلواروں کی شعاعیں آنکھوں کو خیرہ کر رہی ہیں۔ ابھی وہ دیکھ ہی رہے تھے کہ رومی بطارقہ نے انہیں دیکھ لیا۔ انہوں نے کہا:۔ "قسم ہے مسیح کی یہ عرب نہیں ہے مگر دیدبان تم میں سے کون اس کی طرف دوڑتا ہے اور اسے پکڑ لاتا ہے۔" یہ سن کر تیس سوار دوڑے۔ جب فضلؓ نے انہیں اپنی طرف آتے دیکھا تو ان کے سامنے سے اس طرح بھاگے جیسے وہ خوفزدہ ہو گئے ہوں۔ رومی سواروں نے اپنے گھوڑے ان کے پیچھے ڈال دیئے۔ جب وہ قریب پہنچے۔ تو دفعتہ فضلؓ نے اپنے گھوڑے کی باگ پھیری اور سب سے آگے جو سوار آرہا تھا۔ اس پر اچانک حملہ کر کے اسے قتل کر ڈالا۔ پھر دوسرے کو مار گرایا۔ اس کے بعد تیسرے کو ہلاک کیا۔ وہ ان کے اس طرز جنگ سے خوفزدہ ہو گئے۔ ان کے سامنے سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ فضلؓ نے ان کا تعاقب کر کے سواروں کو مار مار کر گراتا

شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ بیس آدمیوں کو مار ڈالا۔ دس بھاگ کر لشکر میں جا چھپے۔ فضلؓ بن عباس نے واپس لوٹ کر اس حال سے خالدؓ اور عمروؓ کو آگاہ کیا۔ انہوں نے کہا۔ "اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے بیٹے۔ تم نے اپنے آپ کو بڑے حلکہ میں ڈال دیا تھا۔ فضلؓ نے کہا۔ "مجھے شرم آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بھاگتے ہوئے دیکھا۔ میں نے خلوص نیت سے جہاد کیا۔ خدا سے اعانت طلب کی۔ خدا نے مدد کی۔ میں فتح یاب ہوا۔ اے امیر میں نے ان کا امتحان کر لیا ہے۔ یقین جانو وہ انشاء اللہ ہمارے لئے غنیمت اور ہمارا حصہ ہیں۔"

خواتین اسلام کا جوش

راوی نے بیان کیا ہے کہ خالدؓ بن الولید نے زیادؓ بن ابی سفیان بن الحارث کو ایک ہزار سوار دے کر مال و اسباب اور خواتین اسلام کی حفاظت و نگہبانی پر مقرر کیا۔ ان میں وہ عورتیں تھیں جو اجنادین اور یرموک کے مقام پر جنگ کر کے بڑی شہرت حاصل کر چکی تھیں۔ مثلاً عفیرہؓ بنت غفار۔ ام ابانؓ بنت عتبہ۔ خولہؓ بنت ازور۔ مرزوعہ بنت عملوق۔ سلمیٰ بنت ذراع۔ سلمہ بنت نعمان۔ لبنیٰ بنت سواد۔ ہند بنت عمرون اور زینت انصاریہ۔ حضرت خالدؓ نے عورتوں کے پاس جا کر ان سے کہا۔ "اے دختران عرب! تمہاری شجاعت ضرب المثل ہے تم نے وہ کام کئے ہیں جن سے خدا۔ رسول اور مسلمانوں کو رضامند کیا ہے۔ انشاء اللہ تمہارے ذکر باقی اور یادگار رہے گا۔ دختران ترک و روم اور دختران اسلام تمہارے بعد بھی تمارا چرچا کریں گی۔ یہ دیکھو کہ دروازے بہشت کے تمہارے لئے کھل گئے ہیں۔ اور جہنم کے دروازے تمہارے دشمنوں کے لئے کھلے ہیں۔ میں تم سے اس بات کی درخواست کرتا ہوں کہ رومی یا زنگی تمہاری طرف آویں تو تم ان پر اسی طرح حملہ کر دو۔ جس طرح ہنگامہ اجنادین اور معرکہ یرموک میں کیا تھا اگر تم مسلمانوں کو بھاگتے دیکھو تو ان کے گھوڑوں کے منہوں پر چھڑیاں مارو۔ ان کے فرزندوں کو ان کے سامنے پیش کرو۔ اور کہو کہ اپنے اہل و عیال اور اطفال کو چھوڑ کر کہاں بھاگے جاتے ہو۔ مسلمانوں کو اپنے پرجوش کلمات سے جنگ پر آمادہ کرو۔"

بعض خواتین نے کہا۔ "اے امیر خدا کی قسم ہماری خواہش تو یہ ہے کہ ہم گھوڑوں

پر سوار ہو کر تمہارے دوش بدوش لڑیں۔ اور ہماری خوشی یہ ہے کہ ہم تمہارے سامنے مریں۔ اے ابا سلیمان! خدا ہمیں منہ پھیر کر بھاگتے نہ دیکھے گا۔" انشاء اللہ ہم رومیوں اور زنگیوں کو یہاں تک ماریں گی۔ کہ ہمارے لئے کچھ عذر باقی نہ رہے گا۔" خالدؓ بن الولید نے ان کا شکریہ ادا کیا۔ اور مسلمانوں کی صفوں میں آئے۔ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر ان کے درمیان میں پھرنے اور مجاہدین اسلام کو جدال و قتال پر برانگیختہ کرنے لگے۔ کہتے تھے۔" مژدہ ہو کہ جنت کے دروازے کھل گئے ہیں۔ دین اسلام کی مدد کرو۔ راہ خدا میں جہاد کرو۔ دشمنوں کو قتل کرو۔ صبر و استقامت سے کام لو۔ اپنے ننگ و ناموس کی حفاظت کرو۔ ان کی طرف سے لڑو۔ اور جب تک میں حکم نہ دوں حملہ نہ کرو۔ تیرباری کے وقت اس طرح سب ایک ساتھ تیر چلاؤ کہ معلوم ہو ایک ہی کمان سے نکلے ہیں۔ جو تیر مل کر چلتے ہیں وہ دشمنوں کو مصائب میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ خود بھی ثابت قدم رہو۔ دوسروں کو بھی ثابت قدم رہنے کی تلقین کرو۔ ایک دوسرے کی حفاظت و مدد کرو۔ تم نے اس سے پہلے ایسی جماعت سے مقابلہ نہیں کیا ہے۔ یہ لوگ جو تم سے لڑنے آئے ہیں۔ ان میں زیادہ تر اپنی قوم کے سردار۔ امیر اور فرمانروا ہیں۔"

لوگوں نے عرض کیا۔" یا امیر ہم نے آپ کا حکم سنا انشاء اللہ اس پر عمل کریں گے۔" خالدؓ نے ان کا بھی شکریہ ادا کیا۔ اور قلب لشکر میں عمروؓ بن العاص کے پاس جا کر ٹھہرے۔ ان دونوں کے گرد یہ لوگ تھے عبدالرحمٰنؓ بن ابی بکر صدیق۔ قیسؓ بن ہبیرہ۔ رافعؓ بن عمیرۃ الطائی۔ مسیبؓ بن نجبتہ الفزاری۔ ذوالکلاعؓ الحمیری۔ ربیعہؓ بن عباس۔ مالک اشترؓ۔ عباسؓ بن مرواس السلمی۔ اور انہیں کے پایہ کے دوسرے بزرگ تھے۔

رومی سفیر

راوی نے بیان کیا ہے کہ جب رومیوں اور زنگیوں نے دیکھا کہ مسلمان صف بستہ ہو گئے ہیں تو وہ آگے بڑھے۔ اس شان سے کہ زمین ان کے چلنے سے ہلنے لگی۔ ان کے علم اور صلیبیں چمک رہی تھیں۔ وہ کلمات کفر و شرک بلند کر رہے تھے۔ وہ ایک تیر کے فاصلہ پر آ کر رک گئے۔ تھوڑی ہی دیر میں رومیوں کی صفوں کو چیرتا ہوا ایک راہب برآمد ہوا۔ وہ سیاہ جبہ

پہنے تھا۔ جو ٹخنوں تک لمبا تھا۔ اونچی ٹوپی اوڑھے تھا۔ ریشم کی ڈور سے کمر باندھے تھا۔ سینہ پر سرخ صلیب لگائے تھا۔ وہ عربی خوب جانتا تھا۔ مسلمانوں کے قریب آکر عربی زبان میں گویا ہوا۔ "تم میں قوم کا سردار کون ہے وہ مجھ سے کلام کرے۔" یہ سن کر خالدؓ اس کے سامنے آئے۔ اس نے کہا "کیا تم ہی قوم کے سردار ہو؟" خالدؓ نے کہا۔ "ہاں لوگ ایسا ہی گمان کرتے ہیں۔ مگر اس وقت تک جب تک میں اللہ کی اطاعت پر قائم ہوں۔"

راہب :۔ "تم اکثر ممالک پر قابض ہو گئے لیکن اب تم نے اس ملک پر یورش کی ہے۔ جس پر کبھی کسی بادشاہ نے حملہ کی جرات و جسارت نہیں کی ہے۔ اور اگر کبھی کسی بادشاہ نے غلطی سے حملہ کیا۔ تو شکست کھا کر محروم و نامراد گیا۔ اور اس کا تمام لشکر یہیں مر کھپ گیا۔ اس بات کو خوب سمجھ لو کہ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا کہ فتح و نصرت ہمیشہ تمہارے ہمرکاب رہے۔ ہمارے بادشاہ خونریزی کو پسند نہیں کرتے۔ انہوں نے طے کیا ہے۔ کہ اگر تم یہاں سے واپس چلے جاؤ تو وہ تمہیں کچھ مال و اسباب دے دیں۔ تمہارے ہر سپاہی کو ایک ایک چادر۔ ایک ایک عمامہ اور ایک ایک دینار دیں گے۔ ایک بار شتر گندم کا دیں گے۔ اور تمہیں سو چادریں۔ سو عمامے۔ سو دینار اور دس بار شتر گندم اور جو کے دیں گے۔ اور تمہارے صاحب یعنی امیرالمومنین حضرت عمر فاروقؓ خلیفہ دوم کو دس ہزار دینار۔ دس ہزار چادریں۔ دس ہزار عمامے۔ دس ہزار ریشمیں تھان دس ہزار بار شتر گندم اور جو کے دیں گے۔ پس تم اپنی جانوں کو بچاؤ۔ کیونکہ ہمارا شمار مور و ملخ سے بھی زیادہ ہے۔ تم ہمیں ان لوگوں کے مثل نہ سمجھو جن کا تم نے مقابلہ کیا ہے۔ خواہ وہ ملک شام کے رومی ہوں۔ یا مصر کے قبطی یا فارس کے زرد شتی۔ اس لشکر میں اہل نوبہ و بجاۃ اور روم کے سربر آوردہ لوگ ہیں۔ بڑے بڑے بطارقہ (امرائے قوم) بڑے بڑے اساقفہ (مذہبی پیشوا) ہیں۔ تم ان کا مقابلہ نہ کر سکو گے۔ ابھی ہماری معمولی جمعیت تمہارے سامنے آئی ہے۔ وہ بھی اسی قدر جتنی تمہارے لئے کافی سمجھی گئی ہے۔"

خالدؓ :۔ "واللہ ہم تمہارے یہاں سے ہرگز واپس نہ جاویں گے۔ جب تک تم تین باتوں میں سے ایک نہ مانو۔ یا تو مسلمان ہو جاؤ۔ یا جزیہ دو یا لڑو۔ اور تم نے جو اپنے لشکر کو بیان کیا ہے۔ کہ کیڑیوں اور ٹڈیوں سے زیادہ ہے تو ہمیں اس کی پرواہ نہیں ہے۔ اس لئے کہ خدا نے ہم سے فتح کا وعدہ فرمایا ہے۔ رہا سامان اور دولت کا ذکر انشاء اللہ جب ہم تمہارے

شہروں کا مالک ہو جاویں گے تو یہ چیزیں ہماری ملک ہو جاویں گی۔"

راہب:۔ "مجھے ملوس والی عنسانے والی اہناس کے پاس بھیجا تھا۔ جب میں یہاں آیا تو تمام امیروں اور بطریقوں نے مجھے تمہارے پاس سفیر بنا کر بھیا۔ میں نے تمہارے مطالبات سن لئے واپس جا کر ان کے سامنے بیان کروں گا۔"

راوی نے بیان کیا ہے کہ راہب وہاں سے چلا گیا۔ اس نے بطارقہ سے خالدؓ کا جواب بیان کر دیا۔ انہوں نے اپنے بادشاہوں کو لکھ بھیجا۔ انہوں نے لڑائی کا حکم دیا۔ رومی لشکر کو حرکت ہوئی۔ سب سے پہلے ہاتھی بڑھے۔ پھر سوار چلے پھر نیزے اور تلواریں چمکنے لگیں۔

ضرارؓ کی جرات و ہمت

راوی نے بیان کیا ہے۔ کہ رومیوں کے حرکت کرتے ہی فضلؓ بن عباس۔ رفامہؓ بن زہیر۔ قعقاعؓ بن عمرا تمیمی۔ شرجیلؓ بن حسنہ۔ مقدادؓ بن اسود الکندی اور معاذؓ بن جبل نے پکار کر مسلمانوں سے کہا:۔ "اے مسلمانو! یقین رکھو کہ جنت کے دروازے کھل گئے ہیں۔ فرشتے ہماری طرف دیکھ رہے ہیں۔ حوریں آراستہ ہو کر عروس نو بن کر بہشت سے جھانک رہی ہیں۔ وہ تم ہی لوگ ہو جن سے اللہ تعالٰی نے سودا کیا ہے۔ چنانچہ قرآن شریف میں پروردگار عالم فرماتا ہے۔ "اللہ تعالٰی نے مسلمانوں کے جانوں اور مالوں کو جنت کے عوض میں خرید لیا ہے۔"

خالدؓ نے کہا:۔ اے جوانمردان عرب! آپس میں ملے رہو۔ ثابت قدم رہو۔ یہ ظاہر ہے کہ دشمنوں کی جمعیت تم سے بہت زیادہ ہے۔ جنگ کو اتنا طول دو کہ عصر کا وقت آجائے۔ اس لئے کہ وہ ساعت فتح و نصرت کی ہے۔ اکثر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی وقت فتح حاصل ہوئی ہے۔ وہی وقت دعا کے قبول ہونے کا بھی ہے۔ خبردار میدان کارزار سے پشت نہ پھیرنا۔ ورنہ خدا غضبناک ہو گا۔ اور تم سخت خسارہ میں رہو گے۔ خدا پر اعتماد رکھو۔ اس سے اعانت چاہو۔ انشاء اللہ وہ فتح دے گا۔"

راوی نے کہا ہے کہ ادھر سے زنگیوں۔ بربریوں۔ اہل نوبہ اور اہل بجات نے نرغہ کیا۔ جب دونوں لشکر اور قریب ہو گئے۔ تو ہاتھی نشینوں نے تیر اندازی شروع کی۔ اس سے اکثر عرب زخمی ہو گئے۔ اس وقت خالدؓ بن الولید نے اللہ اکبر کا نعرہ لگا کر حملہ کیا۔ تمام

مسلمانوں نے بھی یورش کر دی۔ خالدؓ نے دشمنوں کو تلوار کے گھاٹ اتارنا شروع کر دیا۔ کبھی میمنہ پر حملہ کرتے اور کبھی میسرہ پر۔

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ زنگیوں کا ایک گروہ ایسا تھا۔ کہ وہ ایک جگہ مقیم رہتا تھا۔ انہیں قواد (سرکش) کہتے تھے۔ ان کے ہونٹ اس قدر موٹے ہوتے تھے کہ اوپر کے لبوں میں سوراخ کر کے اس میں تانبے اور پیتل کے حلقے ڈل دیئے تھے اور ان میں زنجیریں پڑی رہتی تھیں۔ وہ زنگی بڑے لمبے قد کے تھے۔ ان میں سے ہر ایک کا قامت دس گز تھا۔ وہ اس وقت لڑائی میں دھکیلے جاتے تھے۔ جب رومیوں سے کام نہ چلتا تھا۔ تو ان کی زنجیریں بربری پکڑ لیتے اور انہیں کھینچتے ہوئے میدان جنگ میں لے جاتے۔ ان کے ہاتھوں میں لوہے کے گرز دیئے جاتے تھے۔ وہ ایک ہی ضرب میں سوار کو معہ گھوڑے کے قتل کر ڈالتے تھے۔ انہیں حبشیوں میں سے کچھ حبشی ہاتھیوں پر بھی سوار تھے۔ جب دونوں لشکر بھڑ گئے۔ تو قواد آگے لائے گئے۔ ان کے بدنوں پر شانوں سے سینوں تک شیر کی کھال بندی تھی کمریں رسیوں اور زنجیروں سے مضبوط باندھی تھیں۔ جب مسلمانوں نے قواد اور فیل سواروں کو دیکھا۔ تو جانباز ثابت قدم رہے۔ لیکن تھوڑے لوگ ان دیوؤں کو دیکھ کر خائف ہو گئے۔ اسی وقت رومیوں کی صفیں کھلیں اور ایک بطریق جس کا نام پطرس تھا اور جو بولص مقتول کا بھائی تھا۔ گھوڑا دوڑا کر میدان میں نکلا۔ اس کے گھوڑے پر ہاتھی کی کھال کی پاکھر پڑی تھی وہ مصروف قتال ہوا۔

راوی نے کہا مجھے روایت بیان کی خالدؓ بن اسلم نے طریف بن طارق الازدی سے اس نے کہا کہ جب پطرس نے حملہ کیا تو قبیلہ ازد کے کچھ لوگ اس کے سامنے سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ اسی وقت لشکر اسلام میں سے ایک سوار گھوڑا دوڑاتا ہوا نکلا۔ وہ برہنہ تن تھا۔ جب رومیوں کے قریب پہنچا۔ تو یہ اشعار رجز کے پڑھنے لگا۔

میں سنان اور شمشیر کا مالک ہوں
دشمنوں کو ذلیل کرتا ہوں جب میدان میں نکلتا ہوں
اور انہیں مثل بجھے ہوئے پتھر کے بڑا چھوڑتا ہوں
جس طرح کہ بہادر مرد روندتے ہوئے چلتے ہیں

اور وہ بہادر مرد فریاد رس اور بزرگ ہیں
نہ ان بھیڑوں کی طرح جن کا گزر بیابان ہو
اور ان کا مالک ان کی نگہبانی سے غفلت میں ہے
اس وقت ان بھیڑوں میں شیر حملہ آور جا گھسا

راوی نے کہا ہے کہ اس سوار نے یہ اشعار پڑھ کر نعرہ لگایا یعنی میں ضرارؓ بن الازور ہوں۔ ملک شام کے بادشاہوں کا قاتل ہوں۔ دین اسلام کو مدد دینے والا ہوں۔ ان لوگوں پر غلبہ کرتا ہوں جو کفرو شرک کرتے ہیں۔ میں بولص کا قاتل ہوں۔" رومی ان کا یہ کلام سنتے ہی مرعوب ہو کر پیچھے ہٹے۔ ضرارؓ نے بڑھ کر ان پر حملہ کیا۔ اور انہیں قتل کرنے لگے۔ پطرس نے لوگوں سے دریافت کیا۔ "یہ کون شخص ہے جو برہنہ تن لڑ رہا ہے۔ کبھی تلوار سے لڑتا ہے اور کبھی نیزہ سے۔" لوگوں نے بتایا۔ "یہ ضرارؓ بن الازور ہے۔ بڑا دلیر اور مشہور جنگجو ہے۔ پطرس نے کہا:۔ "اوہ یہی میرے بھائی پولص کا قاتل ہے۔ میری بڑی آرزو ہے کہ میں اپنے بھائی کا بدلہ لوں۔ یہ کہہ کر وہ بڑھا۔ اسی وقت، ایک بطریق کہ اس کا نام بھی بولص تھا۔ بڑھ کر پطرس کے پاس آیا۔ اور کہا:۔ "میں تیرے بھائی کا بدلہ لوں گا۔" چنانچہ اس نے ضرارؓ پر حملہ کیا۔ تھوڑی دیر دونوں آویزش و کاوش کرتے رہے۔ لیکن ایک ساعت سے زیادہ دیر نہ ہوئی تھی۔ کہ ضرارؓ نے اس کے سینہ میں ایسا نیزہ تان کر مارا کہ اس کی زرہ توڑ کر نوک سنان پشت سے پار نکل گئی۔ وہ مردہ ہو کر گر گیا۔ یہ دیکھ کر پطرس نے کہا۔ "یہ شخص نہیں ہے مگر جن۔ انسان جن کا کیا مقابلہ کر سکتا ہے لیکن مجھے اپنے بھائی کا بدلہ لینا ضرور ہے۔"

چنانچہ وہ ضرارؓ کے مقابلہ کے لئے چلا۔ لیکن ابھی ضرارؓ کے بالمقابل نہ پہنچا تھا۔ کہ ایک اور بطریق اس کے سامنے آگیا۔ اس کا نام شدم اورس تھا۔ اس نے پطرس کو قسم دے کر کہا:۔ "میں مسیح کی قسم دے کر کہتا ہوں۔ کہ سوائے میرے کوئی اور اس عرب کے مقابلہ کو نہ جائے۔" پطرس رک گیا۔ شدم اورس نے ضرارؓ پر حملہ کیا۔ اور کہا:۔ "قریب آ اور لے اس قتال کو۔"

راوی نے بیان کیا ہے کہ ضرارؓ نے اس کا کلام نہیں سمجھا (یا تو وفور شور کی وجہ سے یا اس کے مدلجہ ہونے کی وجہ سے اور یا اس کے عربی نہ جاننے کی وجہ سے) اس بطریق نے ایک سونے کی صلیب جو گلے میں لٹکائے تھا نکالی۔ اسے بوسہ دیا۔ اور اس سے استعانت

طلب کی ضرارؓ اس کی یہ مشرکانہ حرکات دیکھ کر ہنسے۔ انہوں نے کہا۔ "او دشمن خدا تو اس سونے کے ٹکڑے سے جسے صلیب کہتا ہے۔ مدد طلب کرتا ہے۔ میں اس پروردگار عالم سے اعانت چاہتا ہوں۔ جو یکتا اور بڑی قدرت والا ہے۔" اس کے بعد طریق نے ضرارؓ پر حملہ کیا۔ دونوں سپہ گری کے ہنر دکھانے لگے۔ ایسے خوفناک ہنر جنہیں دیکھ کر انسان ڈر جائے۔ اس وقت خالدؓ اور دیگر امراء نے پکار کر آواز دی۔ "اے ضرارؓ! یہ کیا سستی اور تاخیر ہے تمہارے لئے در جنت کھل گیا ہے اور تمہارے دشمن کے واسطہ دوزخ کا دروازہ وا ہو گیا ہے۔"

ضرارؓ نے سنبھل کر بطریق پر حملہ کیا اور دوسری طرف سے رومی بطریقوں نے اس بطریق کی ہمت افزائی کی۔ اس نے بھی از سر نو حملہ کیا۔ دونوں میں دیر تک جنگ برپا رہی۔ یہاں تک کہ دونوں کے بازو شل ہو گئے۔ دونوں کے گھوڑے پسینہ میں ڈوب گئے۔ تب بطریق نے ضرارؓ کو اشارہ کیا کہ پیدل ہو کر لڑو۔ اسے دونوں گھوڑوں پر ترس آیا۔ ضرارؓ نے منظور کر لیا۔ بطریق گھوڑے سے اترا۔ بطارقہ نے دور سے یہ دیکھا۔ انہوں نے ایک گھوڑا تازہ دم بھیجا۔ جس پر جل اور پاکھر حریر کی پڑی تھی جب ضرارؓ نے یہ حال دیکھا تو اپنے گھوڑے کو ڈانٹ کر کہا۔ "خبردار اے عربی گھوڑے۔ قسم ہے خدا کی اگر آج تو نے ثابت قدمی نہ کی تو میں تیری شکایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کروں گا۔"

گھوڑے کی آنکھوں سے اشک رواں ہو گئے۔ وہ ہنہنایا۔ ضرارؓ اسے لے کر جھپٹے وہ تیزی سے اس بطریق کی طرف دوڑے جو گھوڑا لا رہا تھا۔ ضرارؓ نے نیزہ مار کر بطریق کو گھوڑے سے نیچے گرا دیا۔ اور اس کا گھوڑا لے لیا۔ اب اس نے اس بطریق کے قتل کا ارادہ کیا۔ کہ ناگاہ رومیوں کا ایک غول صفیں چیرتا ہوا نکلا۔ ان کے ساتھ ان کا ایک بطریق تھا۔ جس کا نام شاؤل تھا۔ وہ شمونین (مقام کا نام) کے بطریقوں کا افسر تھا۔ اس کے سر پر سونے کا تاج تھا۔ اس نے اور اس کی جماعت نے ضرارؓ کو گھیر لیا۔ یہ کیفیت دیکھ کر صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خالدؓ بن ولید سے کہا۔ "یا امیر! ضرارؓ کو دشمنان خدا نے گھیر لیا ہے۔ ہم ان کی مدد کیوں نہ کریں۔ خالدؓ نے کہا۔ "ہم پر ان کی مدد واجب ہو گئی ہے۔" چنانچہ انہوں نے دس مردان جانباز کو چن لیا۔ ان میں فضلؓ بن عباس بن عبدالمطلب۔ ان کے بھائی عبداللہؓ بن جعفر۔ مسلمؓ و علیؓ اولاد عقیل۔ عبداللہؓ بن عمر بن الخطاب۔ عبدالرحمٰنؓ بن

ابی بکر صدیق۔ عبداللہؓ بن عمرو بن العاص۔ اور عبداللہؓ بن مقداد بھی تھے۔ ان سب دلیروں نے اپنے نیزے درست کر لئے۔ گھوڑوں کی باگیں ڈھیلی کر دیں۔ اور ضرارؓ کی طرف دوڑے۔ ضرارؓ اب تک دشمنان اسلام کے سامنے ثابت قدمی سے جنگ کر رہے تھے۔ یہاں تک کہ خالدؓ معہ اپنے دس منتخب ساتھیوں کے ان کے قریب پہنچے۔ خالدؓ نے دور سے پکار کر کہا۔ "مژدہ ہو اے ضرارؓ کہ نصرت خدا تیرے پاس آ پہنچی۔ بے ڈر کر دیا تجھے پروردگار عالم نے۔ میں خالدؓ بن ولید ہوں مرے ساتھ جانباز مجاہدین ہیں۔" ضرارؓ نے کہا: "میں جانتا تھا کہ خدا میری مدد کرے گا۔ اللہ کا شکر ہے اس نے مجھے کشائش در ستگاری سے کیا ہی قریب تر کیا ہے۔" یہ کہہ کر انہوں نے سختی سے حملہ کیا۔ خالدؓ شاؤل کی طرف متوجہ ہوئے۔ عبدالرحمٰنؓ اور دوسرے لوگ ضرارؓ کے گرد چھا گئے۔ شاؤل خالدؓ اور دوسرے مسلمانوں کو دیکھ کر خوف سے کانپنے لگا۔ اس نے بھاگنے کا ارادہ کیا۔ ضرارؓ نے بھانپ لیا۔ انہوں نے گھوڑے سے اتر کر اس کا پیچھا کیا۔ اور اس کے پاس پہنچ کر نیزہ زمین پر ڈال دیا۔ اور شاؤل کو گھوڑے سے گرا کر اسے لپٹ گئے۔ وہ بھی انہیں چمٹ گیا۔ دونوں نے ایک دوسرے کے بازو پکڑ لئے اور کشتی لڑنے لگے۔ ضرارؓ چھریرے بدن کے لاغر جسم تھے۔ شاؤل دیو قامت اور ایسا تومند تھا۔ کہ پارہ کوہ معلوم ہوتا تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ضرارؓ کو قوۃ و طاقت عطا کی۔ وہ دیر تک اس سے کشتی لڑتے رہے۔ آخر اس عدوئے خدا کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اسے اٹھا لیا۔ اور زمین پر دے مارا۔ وہ موت کو قریب دیکھ کر سہم گیا۔ اور بطریقوں کو مدد کے لئے پکارنے لگا۔ یہ دیکھ کر رومی اور زنگی شور کرنے لگے۔ صحابہ نے ضرارؓ کی تعریف کی۔ دشمن کو زیر کر لینے پر مبارکباد دی۔ اس عرصہ میں جلدی سے ضرارؓ اس کے سینہ پر سوار ہو گئے۔ وہ نیچے پڑا ہوا چلا رہا تھا۔ ضرارؓ نے تلوار اس کے سینہ میں جھونک دی۔ اس نے اس زور سے چیخ ماری۔ کہ دونوں لشکروں نے سنی۔ رومیوں اور زنگیوں نے جوش میں آ کر حملہ کر دیا۔ ضرارؓ نے جلدی سے شاؤل کا سر کاٹ لیا۔ اور اس کے سینہ سے اتر آئے۔ خون اس کے سرے ٹپک رہا تھا۔ مسلمان تکبیریں کہہ کر رومیوں کی طرف بڑھے۔

ہولناک جنگ

راوی نے بیان کیا ہے کہ دونوں لشکر بھڑ گئے۔ جنگ عظیم برپا ہوئی۔ قتل و خونریزی کا

بازار گرم ہو گیا۔ سروں پر سر کٹ کٹ کر گرنے لگے۔ لاشوں کے ڈھیر لگ گئے۔ عام جنگ شروع ہو گئی۔ خون برسنے لگا۔ لڑنے والوں کے بدنوں سے پسینہ بہنے لگا۔ ایسی شدید جنگ ہوئی۔ کہ آنکھوں کی پتلیاں پھر گئیں۔ فرط خوف و حیرت سے آنکھیں ڈگمگانے لگیں۔ لڑائی کی چکی بڑی تیزی سے گھومنے لگی۔ نیزہ بازی اور شمشیر زنی سے دل تنگ ہو گئے۔ شور و پکار سے میدان جنگ میدان حشر بن گیا۔ ہاتھ اور پیر کٹ کٹ کر گر رہے تھی۔ جسموں کے پرزے اڑ رہے تھے۔ خون کے فوارے ابل رہے تھے۔ گھوڑے دوڑ رہے تھے۔ میدان جنگ سخت ہولناک ہو گیا تھا۔ اس وقت زنگیوں اور زنجیروں والوں نے کہ وہ سخت اور سرکش تھے۔ یکبارگی نرغہ کیا۔ انہوں نے گرز بازی سے تہلکہ ڈال دیا۔ مسلمان سراسیمہ ہو گئے۔ عمروؓ بن العاص انہیں جوش دلانے اور جنگ کی ترغیب دینے لگے۔ کہنے لگے۔ "اے حاملان قرآن صبر کرو۔ صبر کرو۔ خدا تمہیں دیکھ رہا ہے۔ فرشتے مدد کے لئے تیار کھڑے ہیں۔ بہشت کی حوریں تمہیں دیکھ رہی ہیں۔ ثابت قدم رہو۔ تم ہی غالب رہو گے۔" یہ سن کر مسلمانوں کے چہرے فرط خوشی سے چمک اٹھے۔

راوی نے بیان کیا ہے کہ زنگیوں کا یہ حال تھا کہ وہ جس سوار پر گرز مارتے تھے۔ اسے مع گھوڑے کے مار ڈالتے تھے۔ مسلمان ان سے الجھ رہے تھے۔ لیکن دیو قامت زنگیوں پر کوئی دسترس نہ ہوئی تھے۔ لڑائی بڑی شدت سے جاری تھی۔ فریقین کے بے شمار آدمی قتل ہو چکے تھے۔ خالدؓ اور ضرارؓ نے کئی بطریقوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ اب عصر کا وقت قریب آ گیا تھا۔

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ جس وقت زور شور سے جنگ ہو رہی تھی۔ تلواریں تیزی اور پھرتی سے گلے کاٹ رہی تھیں۔ اس وقت رفاعہؓ الحاربی پانچ سو جانبازوں کو لے کر جو قبائل بنی محارب اور لبید اور مالک سے تھے۔ ہاتھیوں کی طرف بڑھے۔ انہوں نے کہا۔ "اے جانبازان عرب! تم سب ملے رہو۔ ہاتھیوں پر حملہ کر کے انہیں پسپا کر دو۔ میں سفید ہاتھی کی خبر لیتا ہوں۔" چنانچہ وہ سفید ہاتھی کی طرف بڑھے۔ وہ بڑے ڈیل ڈول کا تھا۔ پانچسو ہاتھیوں کا افسر تھا۔ رفاعہؓ شمشیر بکف ہو کر بڑھے۔ اس وقت یہ اشعار ان کی زبان پر جاری تھے۔

اے شخص تیری آمد بزرگ ہے
بڑے بڑے خطرناک معرکوں میں
آج کے دن تجھ سے رزم گاہ تنگ ہے
یہاں تک کہ تو لوگوں کو لب گور پڑا دیکھتا ہے

راوی نے بیان کیا ہے کہ رفاعہؓ نے اس سفید ہاتھی کی سونڈ پر ایسی تلوار ماری کہ وہ دفعتہ گھبرا کر بھاگ نکلا۔ پھر کچھ دور چل کر تیورایا اور بیٹھ گیا۔ اس ہاتھی پر عماری میں کئی زنگی سوار تھے۔ ہاتھی کے گرتے ہی ان میں سے ایک ملحد کود کر رفاعہؓ کے سامنے آیا۔ رفاعہؓ نے اس کے داہنے شانہ پر ایسی تلوار ماری کہ اس کا سر کٹ کا دور جا گرا۔ اس عرصہ میں رفاعہؓ کے ساتھی باقی زنگیوں پر ٹوٹ پڑے۔ اور ان کا خاتمہ کر کے ہاتھیوں پر جھپٹے اور ان کی آنکھوں میں نیزوں کی انیاں پیوست کر دیں۔ ہاتھی گھبرا کر بھاگے اور الٹے لوٹ کر اپنے ہی لشکر کو روندتے ہوئے چلے گئے۔

جبکہ رفاعہؓ نے ہاتھیوں پر حملہ کیا۔ اسی وقت خالدؓ اور مقدادؓ نے کچھ جمعیت ساتھ لے کر قواد یعنی سرکش زنگیوں پر حملہ کر دیا۔ طریقہ یہ رکھا کہ بربری ان زنگیوں کی زنجیریں پکڑے ہوئے تھے۔ داہنے اور بائیں دونوں طرف سے ان پر حملہ کر دیا۔ اور بے دریغ انہیں قتل کرنے لگے۔ جب ان تمام بربریوں کو چھانٹ ڈالا تو زنگیوں کی زنجیریں تھام لیں۔ اور ان سے ان کے گرز چھین لئے۔ اور انہیں قتل کرنا شروع کر دیا۔ اس وقت ہر محاذ پر شدید جنگ ہو رہی تھی۔ کشتوں کے پشتے لگتے جا رہے تھے۔ یہاں تک کہ رات آگئی۔ اور فریقین جدا ہو کر اپنی اپنی فرودگاہ میں پہنچے۔ اس روز فریقین کے کثیر آدمی مارے گئے۔ لیکن نسبتاً مسلمانوں کے بہت کم آدمی شہید ہوئے۔ بارہ ہزار رومی مارے گئے۔ جن میں امراء اور بطریق بھی شامل تھے۔ اور پندرہ ہزار حبشی قتل ہوئے۔ جن میں زنگی بھی تھے اور حبش کے امیر اور بطریق بھی تھے۔ اس طرح کل ستائیس ہزار آدمی مارے گئے۔

راوی نے بیان کیا ہے کہ اس روز مسلمان شہید تو دو سو ڈھائی سو ہی ہوئے۔ لیکن زخمی زیادہ ہوئے۔ رات کو ایک جماعت مسلمانوں کے زخمیوں کے علاج میں مصروف ہوئی۔ دوسری جماعت نے شہیدوں کو جمع کر کے نماز پڑھی اور دفن کر دیا۔ کھانے سے فارغ ہو کر کچھ مسلمان نماز یعنی نفلیں پڑھنے لگے۔ کچھ قرآن شریف کی تلاوت کرنے لگے۔ کچھ جو زیادہ

تھک گئے تھے سو گئے۔ خالدؓ بن ولید۔ زبیرؓ بن العوام۔ معداذؓ بن الاسواد۔ اور عبدالرحمنؓ بن ابی بکر صدیق رات بھر لشکر کے گرد گھومتے اور حفاظت و نگرانی کرتے رہے۔ جب صبح ہوئی۔ تو موذن نے اذان دی۔ اور عمروؓ بن العاص نے نماز پڑھائی۔ انہوں نے نماز میں سورہ فتح پڑھی۔

خواتین عرب کی گرفتاری و رہائی

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ عبادہؓ بن رافع نے سالم بن مالک سے اور انہوں نے عبداللہؓ بن ہلال سے روایت کی۔ کہ یہ عبداللہؓ بن بلال رافع کی جماعت میں تھے۔ انہوں نے بیان کیا ہے کہ صبح کی نماز پڑھ کر مسلح ہو کر مسلمان میدان میں نکلے۔ صفیں مرتب کیں۔ اس روز رافعؓ بن عمیرۃ الطائی۔ حارثؓ بن قیس اور رفاعہؓ بن زہیر وغیرہ کو پانچ سو سواروں کے ساتھ عورتوں اور بچوں کی حفاظت پر لشکر کے پیچھے مامور و مقرر کیا تھا۔ میں بھی اس گروہ میں شامل تھا۔ رومی بھی صفیں باندھ کر آ گئے۔ انہوں نے آتے ہی جنگ شروع کر دی۔ ہم دور سے دیکھ رہے تھے۔ نہایت سخت جنگ ہو رہی تھی۔ دفعتہ رومیوں کا ایک گروہ مسلمانوں کی صفیں چیرتا ہوا ہماری طرف آیا اور آتے ہی لڑنے لگا۔ ہم بھی ان سے بھڑ گئے۔ خونریزی ہونے لگی۔ لیکن ان کی جمعیت زیادہ تھی۔ ان میں سے کچھ لوگ عورتوں کی طرف بڑھ آئے۔ میں نے انہیں روکا۔ مگر وہ کثیر تعداد میں تھے۔ تنہا مجھ سے نہ رک سکے۔ عورتوں نے جب یہ کیفیت دیکھی تو ان میں سے کئی خنجر اور تلواریں لے کر رومیوں پر ٹوٹ پڑیں۔ اور بڑی دلیری اور جوانمردی سے لڑنے لگیں۔ "اللہ جزائے نیک دے غفیرہؓ بنت غفار اور سلمیٰؓ بنت ظاہر اور جو ان کے مثل تھیں۔ ان سب کی نیکیاں خدا زیادہ کرے۔ انہوں نے خوب قتال کیا۔ یہاں تک دشمنوں کے سروں پر تلواریں ماریں۔ کہ خون ان کے منہ سے بہنے لگا۔ وہ سب آپس میں کہتی تھیں۔ "اے زنان عرب! خود مقابلہ کرو۔ ان بیدینوں لعینوں کو قتل کر کے جنت خرید لو۔" چنانچہ عورتیں شیرنیوں کی طرح حملے کر رہی تھیں۔ رومی انہیں قابو میں کرنے سے تنگ آ گئے تھے۔ اس عرصہ میں پندرہ مسلمان شہید ہو گئے۔ اسی وقت ایک گروہ عظیم جس میں اہل بجاۃ۔ بہت سے مشہور بطریق۔ اور زنگی شامل تھے آ گیا۔ چھ سو ہا تھی ان

کے ساتھ تھے۔ چونکہ مسلمان دوسری طرف مشغول تھے۔ اس لئے انہیں موقع مل گیا۔ انہوں نے اس بڑی جماعت کو گھیر لیا۔ جس میں اونٹوں کا بڑا گلا تھا۔ اور ساری عورتیں تھیں اور تمام بچے تھے۔ اونٹ دو ہزار سے زیادہ تھے اور عورتیں دو سو تھیں۔ اس وقت ان کے پاس زاہدؓ بن رباح الکبریٰ اور عبادؓ بن عاصم الغنوی بھی تھے۔ اور ان کے ساتھ دو اور سوار تھے۔ انہوں نے دشمنوں پر نہایت سخت حملہ کیا۔ موت کی لڑائی لڑنے لگے۔ انہوں نے کئی رومیوں اور زنگیوں کو مار ڈالا۔ مگر انہیں بھی زخموں نے ست اور مضمحل کر دیا۔ عورتیں بھی ان سے لڑیں۔ لیکن وہ سب نہ مسلح تھیں نہ ان سب کے پاس ہتھیار تھے۔ جب رومیوں کی مزاحمت کرنے والا ہی کوئی باقی نہ رہا تو دشمنان خدا اونٹوں۔ عورتوں اور بچوں کو ہانک کر لے گئے۔

راوی نے بیان کیا ہے کہ ایک مجاہد نے دوڑ کر خالدؓ بن الولید اور عمروؓ بن العاص کو اس حال کی اطلاع دی۔ وہ سب لوگ اس وقت بڑی آزمائش میں مبتلا تھے۔ موت کی لڑائی لڑ رہے تھے۔ یہ سن کر مسلمانوں نے بڑا شور کیا۔ ان میں فضلؓ بن عباس۔ عبداللہؓ بن عمر الخطاب۔ عبدالرحمنؓ بن ابی بکر صدیق۔ زیادؓ بن ابی سفیان۔ عبداللہ بن ابی طلحہؓ اور ضرارؓ بن الازور اور چھ سو دوسرے شہ سوار اور جانباز تھے۔ یہ سب دوڑ پڑے۔ ان کے گھوڑے ہوا سے باتیں کرنے لگے۔ انہوں نے انہیں یعنی ان رومیوں کو جو عورتیں وغیرہ کو ہانکے لئے جا رہے تھے۔ دامن کوہ کے قریب جا لیا۔ فضلؓ بن عباس نے للکار کر کہا۔ "او دشمنان خدا کہاں بھاگے جا رہے ہو۔ آگئی تمہاری موت۔ آگیا تمہیں ہلاک کرنے والا۔" یہ سنتے ہی رومی اور زنگی پلٹ کر مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے۔ مسلمان بھی ان پر جا ٹوٹے۔ نہایت سخت جنگ ہونے لگی۔ ضرارؓ نے جھپٹ کر زنگیوں کے افسر کے سینہ میں ایسا نیزہ مارا کہ انی پشت کے پار نکل آئی۔ فضلؓ بن عباس نے بھی ایک بطریق کے ایسا تان کر نیزہ مارا کہ انی پشت سے چمکنے لگی۔ یہ دونوں یعنی زنگی اور رومی گرے اور اپنے ہی خون میں لوٹ کر دم توڑنے لگے۔

راوی کہتا ہے کہ خدا جزائے خیر دے ان لوگوں کو انہوں نے خوب قتال کیا۔ یہاں تک کہ ان کی لاشوں سے زمین کو بھر دیا۔ رومی یہ کیفیت دیکھ کر گھبرا گئے۔ انہوں نے اونٹوں۔ عورتوں اور بچوں سب کو چھوڑ دیا۔ جو مال ان کے قبضہ میں آگیا تھا۔ اسے بھی ڈال

دیا۔ اور بھاگنے کا ارادہ کیا۔ مسلمانوں نے بھاگنے نہ دیا۔ آگا روک کر قتل و گرفتار کرنا شروع کر دیا۔ عورتوں نے بھی ہتھیار سنبھال لیئے اور نہایت بے باکی سے لڑنے لگیں۔ وہ کئی کئی مل کر ایک ایک، رومی یا زنگی کو لپٹ جاتیں۔ اور اسے گھوڑے یا ہاتھی سے کھینچ کے نیچے گرا لیتیں۔ اور تلوار یا خنجر سے قتل کر ڈالتیں۔ جن کے پاس ہتھیار نہیں تھے وہ لپٹ کر رومیوں کو کھینچ کر زمین پر دے مارتیں۔ اور لاتوں سے ان کا دم نکال دیتیں۔ غرض بھاری جماعت رومیوں اور زنگیوں کی قتل ہوئی۔ چھ سو رومی اور زنگی قید کر لئے۔ ان کا اسباب اور گھوڑے غنیمت میں لے لئے۔ اور تمام اونٹوں۔ عورتوں اور بچوں کو لے کر پھر اپنے لشکر میں آگئے۔

ہیبت ناک جنگ

راوی نے بیان کیا ہے کہ یہاں تو یہ حال گذرا۔ لیکن اس وقت میدان جنگ میں تلواریں ہی تلواریں اور نیزے ہی نیزے چمک رہے تھے۔ جنگ برابر قائم تھی۔ فریقین بڑی سختی سے حملے کر رہے تھے۔ ہر سپاہی جوش میں بھرا ہوا تھا۔ تلواروں اور نیزوں کی ضربوں کی آوازیں آ رہی تھیں۔ سر پیر اور دھڑ کٹ کٹ کر گر رہے تھے۔ موت کی گرم بازاری تھی۔ ایسی شدید جنگ ہو رہی تھی۔ کہ اس کی ہیبت سے دل تنگ ہوئے جاتے تھے۔ گرد و غبار کا یہ عالم تھا کہ سارا لشکر اس میں چھپ گیا تھا۔ رومی چلا رہے تھے۔ زنگی شور کر رہے تھے۔ مسلمان کبھی کبھی نعرے لگاتے تھے۔ گھوڑے ہنہنا رہے تھے۔ ان آوازوں سے میدان گونج رہا تھا۔ اس پر یہ اور غضب تھا۔ کہ رومی نرسنگھے بجاتے تھے۔ بڑا شور ہو رہا تھا۔ لاشوں پر لاشیں گر رہی تھیں۔ اور بڑی بے رحمی سے گھوڑوں کے سموں سے روندی جا رہی تھیں۔ مسلمان لڑائی میں ایسے مصروف تھے کہ ہر شخص اپنے حال میں گرفتار تھا۔ اپنے پاس والے کی مدد نہ کر سکتا تھا۔ اس روز مسلمانوں کا شعار (کلمہ شناخت) یہ تھا۔ "اے خدا کی مدد نازل ہو۔" اس وقت مسلمان بڑی جوانمردی اور ثابت قدمی کر رہے تھے۔ "یعنی حق تعالیٰ زبیرؓ بن العوام۔ مقدادؓ بن الاسود۔ فضلؓ بن عباس۔ عقبہؓ بن عامر اور میسبؓ بن نجیتہ الفزاری امرا کو جزائے خیر دے وہ بڑی دلیری سے لڑ رہے تھے۔ اور نہایت صبر و استقامت سے جمع ہوئے تھے۔ خالدؓ بن ولید۔ عمروؓ بن العاص۔ قعقاعؓ بن عمرو اور سعیدؓ بن زید موت کی لڑائی لڑ رہے تھے۔ وہ رومیوں اور زنگیوں کو بے دریغ قتل کر رہے تھے۔ صفوں کو الٹ دیتے تھے۔

لیکن رومیوں کی تعداد اتنی زیادہ تھی۔ کہ باوجود بے شمار مارے جانے کے ان میں کمی معلوم نہ ہوتی تھی۔

ہاتھیوں کے دفعیہ کی عجیب تدبیر

لیکن رومیوں کے ہاتھی مسلمانوں کو سخت نقصان پہنچا رہے تھے۔ یہ کالے پہاڑوں کی پلٹن مسلمان سواروں کے گھوڑوں کیطرف جب جھکتی تھی تو گھوڑے بھڑک اٹھتے تھے۔ سوار گھوڑوں کو قابو میں لانے کی جدوجہد کرتے۔ ہاتھی نشین زنگی اور بربری اس وقت تیروں کی بارش کر دیتے تھے۔ ان تیروں سے مسلمانوں کو سخت نقصان پہنچتا تھا۔ یہاں تک کہ اس روز بہت سے عربوں کی آنکھیں نکل پڑیں۔ ہر طرف سے یہی آواز آ رہی تھی۔ "ہائے ری آنکھ۔ کسی طرف شور تھا ہائے میرے ہاتھ۔" جبکہ ہاتھی حشر بپا کر رہے تھے۔ اس وقت رفاعہ بن زہیر المحاربی جھپٹ کر خالدؓ بن ولید اور عمروؓ بن العاص کے پاس پہنچے۔ اور کہا۔ "ہاتھی مسلمانوں کو کچلے ڈالتے ہیں۔ اگر یہی حال رہا تو تھوڑی دیر بعد ہم سب ہلاک ہو جائیں گے۔" دونوں امیروں نے کہا۔ "مگر ہم کیا کر سکتے ہیں؟ جو کچھ ہو سکتا ہے کر رہے ہیں۔" رفاعہؓ نے کہا۔ "میری سمجھ میں ان کے دفعیہ کی ایک تدبیر آئی ہے۔ وہ یہ ہے کہ ہم ہردم (ایک قسم کی گھاس ہے) جمع کریں۔ اسے روغن زیت سے چرب کر کے نیزوں کی نوکوں پر باندھ لیں۔ اور قیصوم (یہ بھی ایک قسم کی گھاس ہے) کو اکٹھا کر کے اس کے پشتارے بنا کر اونٹوں کی برہنہ پشت پر لادیں۔ پھر ہردم کو مشعلوں کی طرح جلا کر ان سے پشتاروں میں آگ لگا دیں اور اونٹوں کو ہاتھیوں کی طرف ہانک دیں۔ جب آگ بھڑکے گی۔ تو اونٹ بھاگیں گے۔ تو شاید اس سے ہاتھی خوفزدہ ہو کر پیچھے پلٹ جائیں۔"

دونوں امیروں نے ان کی رائے کو پسند کیا اور کچھ لوگوں کو دونوں قسم کی گھاس جمع کرنے کا حکم دیا۔ تھوڑی دیر میں ہردم۔ قیصوم اور روغن زیت سب اکٹھا ہو گیا۔ ہردم کو نیزوں کی نوکوں پر باندھ کر روغن زیت سے انہیں بھگو دیا۔ پھر قیصوم کے پشتارے باندھ کر اونٹوں کی پیٹھوں پر رکھ دیئے۔ اور ان نیزوں میں جن میں ہردم بندھی تھی آگ لگا کر قیصوم کے پشتاروں میں آگ لگا دی۔ جب آگ بھڑکی۔ اور اونٹوں کی پیٹھوں کو اس کی سوزش پہنچی۔ تو وہ رومیوں اور زنگیوں کی طرف دوڑنے لگے۔ مسلمانوں نے ان کے پیچھے سے نیزوں

کی انیاں چبھوئیں۔ وہ اور بھی تیز ہو گئے۔ جب ہاتھیوں نے وہ شعلے اور اونٹوں کو اچھل کود کر آتے ہوئے دیکھا تو بھڑک گئے۔ اور اپنی زنجیروں کو توڑا کر بھاگے۔ فیل بانوں نے انہیں روکنا چاہا۔ انہوں نے فیل بانوں کو زمین پر گرا کر روند ڈالا۔ اور جو جنگجو بربری یا زنگی ان پر سوار تھے۔ انہیں بھی پیچھے گرا کر پامال کر دیا۔ ان کا رخ رومی لشکر کی طرف ہو گیا۔ ادھر دوڑے پیچھے سے اونٹ آئے۔ رومیوں کے گھوڑے یہ بلائیں دیکھ کر الف ہو ہو کر سواروں کو گرا کر بے تحاشا بھاگنے لگے۔ اس سے تمام رومی لشکر میں ابتری اور بدحواسی پھیل گئی۔ سواروں کے دل ہل گئے۔ اسی وقت مسلمانوں نے پر زور حملے کر کے دشمنوں کو تلواروں اور نیزوں کے آگے رکھ لیا۔

خدائی امداد

میسبؓ بن نجبتہ الفزاری نے بیان کیا ہے کہ جبکہ لڑائی ز[illegible]د شور سے ہو رہی تھی۔ اور آفتاب میں بڑی حدت و تمازت آ گئی تھی۔ دھوپ تیز ہو گئی تھی۔ اس وقت ہم نے دیکھا کہ پرندوں کے غول کے غول آئے۔ اور ہم پر اپنے پروں سے سایہ کر لیا۔ کچھ پرند ایسے دیکھے کہ وہ مشرکوں کے سروں پر مارتے تھے۔ اور دونوں پنجوں سے ان کی آنکھیں نکال کر انہیں زمین پر ڈال دیتے تھے۔

عظیم الشان فتح

راوی نے بیان کیا ہے کہ جنگ نے اس قدر طول کھینچا۔ کہ عصر کا وقت آ گیا۔ اس وقت مسلمانوں نے سنبھل کر پر زور حملہ کر کے میدان جنگ کو لاشوں سے پاٹ دیا۔ دفعۃً رومی پشت پھیر کر بھاگے۔ مسلمانوں نے ان کا تعاقب کر کے انہیں قتل و گرفتار کرنا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ دن چھپ گیا۔ کچھ رومی تو بھاگ کر قریب کے ایک گاؤں میں پہنچے جو دیر مشہور تھا۔ کچھ لاہون میں چلے گئے۔ کچھ اہناس اور میدوم میں داخل ہوئے۔ مسلمانوں نے رات کو بھی ان کا تعاقب جاری رکھا۔ ان کی جماعتوں کو متفرق اور گروہوں کو پریشان کر دیا۔ بے شمار رومی قتل ہوئے اور پانچ ہزار گرفتار کر لئے گئے۔

رافع بن آزاد الطنی نے بیان کیا ہے۔ کہ جب ہم دشمنوں کے تعاقب سے واپس آئے۔ تو دیکھا کہ تمام میدان جنگ رومی و زنگی اور اہل بجات وغیرہ کے کشتوں سے بھرا ہوا ہے۔ لوگوں نے ان کی لاشیں شمار کرنا چاہیں لیکن شمار نہ کر سکے۔ آخر انہوں نے لکڑیاں کاٹ کر ان کے ٹکڑے کئے اور ایک ٹکڑا ایک لاش پر رکھ دیا۔ پھر ان ٹکڑوں کو جمع کر کے گنا تو پتہ چلا کہ نوے ہزار کافر مارے گئے۔ یہ تعداد تو میدان جنگ کے مردوں کی تھی۔ لیکن جو لوگ راستوں اور پہاڑوں میں تعاقب کرتے وقت مارے گئے۔ ان کی تعداد اس سے الگ تھی۔ مسلمان پانچ سو تین شہید ہوئے تھے۔ بعض نے بیان کیا ہے۔ آٹھ سو اسی مرمائے گئے۔ بعض کہتے ہیں کہ نو سو چالیس مجاہدین شہید ہو گئے۔ بعض ایک ہزار بتاتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

راوی نے بیان کیا ہے کہ واپسی کے بعد مسلمانوں نے رومیوں کے کیمپ پر تسلط کر کے تمام مال و اسباب، مویشی اور رسد پر قبضہ کر لیا۔ اس روز وہیں قیام کیا۔ عمروؓ بن العاص نے مال غنیمت میں سے خمس نکال کر ایک خط جس میں جنگ اور فتح کے تمام حالات تھے۔ امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ کو لکھا اور ہاشمؓ بن مرقال کو خمس اور خط دے کر روانہ کیا۔ تیس سوار ان کے ساتھ کر دیے۔ وہ مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ پانچ روز تک مسلمان اسی میدان میں ٹھہرے رہے۔ یہاں تک کہ وہ تمام لوگ واپس آ گئے۔ جو رومیوں کے تعاقب میں گئے تھے۔ اس کے بعد مجاہدین نے عمروؓ بن العاص سے پیش قدمی کی اجازت طلب کی۔ عمروؓ بن العاص نے انہیں اجازت دے دی۔ اور کہا: "خدا کی قسم مجھے تمہارا فراق بڑا شاق ہے۔ اگر امیر المومنین کا حکم نہ ہوتا تو میں ہرگز تمہیں کوچ کرنے کی اجازت نہ دیتا۔ غرض جیش اسلام آگے روانہ ہوا۔ اور عمروؓ بن العاص تین ہزار ایک سو بیس سواروں کے ساتھ وہاں سے واپس آکر مصر چلے گئے۔

سچی روائیتیں

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ میں نے اس کتاب (فتوح العجم) میں وہی روائیتیں لکھی ہیں۔ جو سچے راویوں نے بیان کی ہیں۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے استعانت طلب کی ہے۔ کہ وہ سچائی کی طرف میری رہنمائی کرے۔ اہل اسلام جو شہروں اور ملکوں کے مالک ہوئے۔ اور اہل شرک و کفر اور شر و فساد کو تہ تیغ و ذلیل کیا۔ وہ بتائید پروردگار عالم اور بہ

تائید صحابہ کبار کہ وہ مردان دلاور وصف شکن مہاجرین وانصار سے تھے۔ فتح یاب ہوئے۔ حقیقت میں یہ لوگ وہ تھے۔ جنہوں نے اپنی جانوں کو راہ خدا میں ہبہ کر دیا تھا۔

راوی نے بیان کیا ہے کہ جب رومیوں کو ہزیمت ہوئی اور ان میں سے کچھ لوگ بھاگ کر اہناس اور بھنسا میں پہنچے تو ان کے دلوں پر مسلمانوں کا رعب وخوف چھا گیا۔ پریشانی اور بدحواسی طاری ہو گئی۔ عوام الناس تو کانپنے ہی لگے۔ لیکن امراء بھی تھرا اٹھے۔ خصوصاً ان دونوں مقامات کے بادشاہ بڑے مضطرب اور پریشان ہوئے۔ دونوں نے غلہ اور سامان جنگ جمع کیا۔ قلعوں کی درستی اور استحکامات کرنے لگے۔ اگرچہ انہوں نے سب کچھ انتظامات کر لئے۔ لیکن انہیں اس بات کا یقین سا ہو گیا۔ کہ اب ان قلعوں کی خیر نہیں۔ مسلمان ان پر ضرور قابض ہو جائیں گے۔ ملک صعید کے تمام فرمانرواؤں کو بھی یہی اندیشہ ہو گیا۔ اس خیال سے ان کے دل تنگ ہو گئے۔

راوی نے بیان کیا ہے۔ جب عمروؓ بن العاص کا خط اور مال غنیمت ہاشمؓ بن مرقال لے کر مدینہ منورہ پہنچے اور امیر المومنین سیدنا حضرت عمر فاروقؓ اعظم کا چہرہ خوشی سے چمک اٹھا۔ انہوں نے تمام مسلمانوں کو جمع کر کے خط انہیں سنایا۔ اور مال غنیمت اہل مدینہ میں تقسیم کر دیا۔ اور جواب لکھ کر ہاشمؓ کے حوالہ کیا۔ زبانی پیغام بھیجا۔ کہ عمروؓ بن العاص جیش اسلام کو ملک صعید کی فتح پر برانگیختہ کریں۔

راوی نے بیان کیا ہے عمروؓ بن العاص نے خالدؓ بن الولید سے علیحدگی یعنی مصر کیطرف واپسی سے پہلے مال غنیمت اس طرح تقسیم کیا۔ کہ افسروں کو اور ان لوگوں کو جو مہاجرین اور انصار میں پہلے مسلمان ہوئے۔ جن کے حق میں اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے۔ ”مہاجرین وانصار میں اول وہ ہیں۔ جو پہلے ایمان لائے۔ ان دونوں طبقوں کو اوروں سے زیادہ دیا۔“

راوی نے بیان کیا ہے عمروؓ بن العاص کی روانگی کے بعد خالدؓ بن الولید نے لشکر کے سپہ سالاروں سے مشورہ کیا۔ سب کی یہ رائے ہوئی کہ اول ایک ہزار سوار بطور طلیعہ آگے روانہ کئے جائیں۔ جو دشمنوں کی خبریں معلوم کرتے ہیں۔ اور بقیہ لشکر ان کے پیچھے کچھ فاصلہ سے کوچ کرے۔ اول رہتاس پر یورش کی جائے۔ اس تجویز کے مطابق ایک ہزار سوار منتخب کئے گئے اور ان پر قیسؓ بن الحارث کو افسر مقرر کیا۔ اور ان کے ساتھ گروہ امرا میں سے رفاعہؓ

بن زہیر المحاربی۔ قعقاعؓ بن عمرو التمیمی۔ عقبہؓ بن عامر الجہنی اور ذوالکلاعؓ الحمیری کئے گئے۔ ان کی روانگی کے وقت خالدؓ بن الولید نے انہیں ہدایت کردی۔ کہ جو لوگ امان مانگیں انہیں امان دیں۔ جو مصالحہ کریں۔ ان پر جزیہ مقرر کریں۔ جو مقابلہ کریں۔ ان سے لڑیں۔ لیکن لڑنے سے پہلے انہیں دعوت اسلام دیں اگر مسلمان ہو جائیں تو انہیں اپنا بھائی سمجھیں۔

طلیحہ کی روانگی کے بعد خالدؓ بن الولید بقیہ تمام لشکر لے کر رہتاس کی طرف چلے۔ یہ قلعہ نہایت مضبوط اور وسیع تھا۔ جب والی اہتاس کو اس کی اطلاع ہوئی۔ تو اس نے اپنے ملک کے بطریقوں اور رئیسوں کو جمع کر کے کہا۔ "اے مسیحیو! آگاہ ہو کہ تمہاری عیش طلبی نے تمہیں یہ روز بد دکھایا۔ کہ وہ عرب جو مفلس اور بے بس تھے جن کی ہمارے دلوں میں کوئی وقعت نہ تھی۔ اپنے ملک سے نکل کر تمہارے ملک پر حملہ آور ہوئے ہیں۔ انہوں نے اس ملک کے کئی شہر فتح کر لئے ہیں۔ تمہارا جو بڑا لشکر ان کے مقابلہ میں گیا تھا۔ وہ پراگندہ ہو گیا ہے۔ اس سے عربوں کی جرات اور ہمت اور بڑھ گئی ہے۔ اور اب وہ تمہاری طرف بڑھے چلے آرہے ہیں۔ تم ان کے سامنے ہو اگر تم میں غیرت ہے۔ جرات و جسارت ہے تو ان کا مقابلہ کرو۔ اپنے ملک کے لئے اپنی دولت کے لئے۔ اپنے ننگ و ناموس کے لئے ان سے لڑو۔ اور اگر تمہاری ہمتیں جواب دے گئی ہیں۔ تمہارے جوش ٹھنڈے پڑ گئے ہیں۔ تو عربوں کی اطاعت قبول کر لو۔ اس سے تمہاری جانیں بچ جائیں گی۔ تمہارے ننگ و ناموس باقی رہ جائیں گے۔"

اس کی یہ تقریر سن کر لوگوں نے بڑے جوش سے کہا۔ "ہم مر جائیں گے مگر مسلمانوں کی اطاعت ہرگز قبول نہ کریں گے۔ ہم اپنے ملک کی ایک ایک انچ زمین کے لئے ان سے لڑیں گے۔ ہم سب اس قلعہ میں جمع ہوں گے۔ اپنے زن و فرزند کو اپنے مال و اسباب کو اس قلعہ میں محفوظ کر دیں گے۔ اور مسلمانوں کے یہاں آنے پر ان سے لڑیں گے۔" سب کی یہی رائے ہوئی۔ چنانچہ زیادہ تر بطریق اور رئیس اپنا مال و اسباب اپنے عزیز و اقارب اور فوج و رسد وغیرہ لے کر وہاں آگئے۔ لیکن کچھ لوگ عربوں کے خوف سے وہاں نہیں آئے۔ بلکہ مغربی جانب ترک سکونت کر کے چلے گئے۔ اسی طرح حمصا والوں نے بھی کیا۔

راوی نے بیان کیا ہے جیش اسلام رہتاس کی طرف بڑھ رہا تھا۔ قیسؓ بن الحارث بطور طلیحہ کے آگے جا رہے تھے۔ اور ان کے پیچھے خالدؓ معہ تمام لشکر کے رواں تھے۔ دریا کے

کنارے، جو قصبے اور شہر تھے۔ جب قیسؓ ان کے پاس پہنچتے تو وہ حاضر ہو کر صلح کر لیتے۔ اور مسلمانوں کی دعوت کرتے۔ مسلمان ان کی دلدہی کرتے۔ اکثر ایسا ہوتا کہ جب کسی بستی کے عیسائی حاضر ہوتے تو اول انہیں اسلام کی تلقین کرتے۔ اگر وہ مسلمان ہونے سے انکار کرتے تو ان سے جزیہ لے کر انہیں اپنی حفاظت میں لے لیتے۔ اور اگر کسی بستی والے اپنی بدبختی سے جزیہ بھی نہ دیتے تو ان پر تاخت کرتے۔ غرض اس طرح قصبوں اور شہروں کو مسخر کرتے رہتاس کے قریب پہنچے۔ والی رہتاس کو جب یہ خبر پہنچی تو وہ دل میں بہت ڈرا۔ لیکن ملک و دولت کے لئے لڑنا ضروری تھا۔ اس لئے اس نے تیار شروع کی۔ شہر سے باہر آ کر معہ اپنے لشکر کے خیمہ زن ہو گیا۔ شہر کے چار دروازے تھے۔ تین دروازے بند کرا دیے۔ چوتھا شرقی دروازہ جس طرف وہ خود تھا کھلا رکھا۔ اس نے قلعہ بند ہو کر لڑنا اس لئے مناسب نہ سمجھا کہ اس سے عربوں کو طمع ہو گی۔ وہ ہمیں بزدل سمجھ کر اور دلیر ہو جاویں گے۔ اس کی فوج کی تعداد پچاس ہزار تھی۔ اس نے بطریقوں کو لشکر دے کر دور تک پھیلا دیا۔ تاکہ وہ دیکھنے میں زیادہ معلوم ہو اور مسلمانوں پر اس کا رعب پڑے۔ اس نے اپنے سپاہیوں۔ افسروں اور بطریقوں کو سمجھا دیا۔ کہ مسلمانوں سے لڑنے میں کوتاہی نہ کریں۔

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے۔ کہ خالدؓ بن الولید جب رہتاس کے قریب پہنچے۔ تو انہوں نے زبیرؓ بن العوام کو ایک ہزار سوار دے کر آگے روانہ کیا۔ ان کے پیچھے فضلؓ بن عباس کو ایک ہزار سوار دے کر بھیجا۔ ان کے پیچھے زیادؓ ابی سفیان کو ایک ہزار سوار کے ساتھ چلتا کیا۔ ان کے پیچھے میسرۃؓ بن مسروق العبسی کو ایک ہزار سوار دے کر روانہ کیا۔ ان کے پیچھے مالک اشترؓ کو ایک ہزار سوار کے ساتھ روانہ کیا۔ ان کے بعد خود تمام لشکر لے کر چلے۔

خوفزدہ قافلے

عوق بن سعید نے ہاشم بن نافع کے ذریعہ سے رافع بن مالک الغنوی سے روایت کی ہے وہ کہتے تھے۔ کہ زبیرؓ بن العوام کے ہمراہ میں بھی تھا۔ جب ہم والی رہتاس کے مملوکہ شہروں میں پہنچے تو ہر شہر پر تاخت کی۔ وہاں کے لوگ ہمارے مطیع ہوتے گئے۔ ایک روز ہم ایک صحرا میں چلے جا رہے تھے کہ ہم نے ایک گلہ بھیڑوں کا دیکھا۔ اس کے ساتھ چرواہے بھی تھے۔

جب ان چرواہوں نے ہمیں دیکھا تو بھیڑوں کو چھوڑ کر بڑی بدحواسی سے بھاگ گئے۔ ہم نے بھیڑوں کو ہانک لیا وہاں سے کچھ تھوڑی ہی دور چلے تھے کہ کچھ عورتیں اور لڑکے اور ایک غول نصاری کا تھا۔ جو قبطی تھے (قوم قبطی مصر میں آباد تھی۔ لیکن اس کے بعض خاندان ملک صعید میں بھی پھیلے ہوئے تھے) یہ سب ایک ٹیلہ پر تھے۔ وہ ہمیں دیکھتے ہی وہاں سے بھاگ گئے۔ ہم نے انہیں تلاش کیا۔ لیکن نہ ملے۔ جب ہم انہیں تلاش کرتے پھر رہے تھے۔ تو ایک طرف بیس سوار نظر آئے۔ جو عرب مستنصر تھے (وہ عرب جو عیسائی ہو گئے تھے) وہ قبیلہ جذام سے تھے۔ اس کے ساتھ ایک بطریق بھی تھا جو پادری بھی تھا (عیسائیوں میں بھی بعض جنگجو امراء ایسے تھے جو بطریق بھی تھے اور پادری بھی یعنی پیشوائے دین بھی) وہ خلعت فاخرہ پہنے تھا۔ جب ان کی نگاہ ہم پر پڑی تو وہ بھی خوفزدہ ہو کر بھاگ نکلے۔ ہم نے ان پر دوڑ ماری اور تھوڑی ہی دور جا کر انہیں پکڑ لیا۔ اور قید کر لائے ہم نے ان سے دریافت کیا "تم کون ہو کس قبیلہ سے ہو۔ کہاں کے رہنے والے ہو؟" انہوں نے جواب دیا "ہم مختلف بستیوں کے رہنے والے ہیں رہتاس جا رہے تھے کہ ہم پر تم آپڑے اور ہمیں گرفتار کر لیا"۔ ہم نے ان کے سامنے اسلام پیش کیا انہوں نے انکار کیا۔ ہم نے ان کے قتل کا ارادہ کیا۔ لیکن بزیرؓ بن العوام نے روک دیا۔ اور کہا "یہ قیدی خالدؓ بن الولید کے پاس بھیج دیئے جائیں۔ وہ جو چاہیں کریں"۔ چنانچہ ان قیدیوں کو خالدؓ کے پاس بھیج دیا گیا۔

جیش اسلام کا رہتاس میں ورود

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ جب زبیرؓ بن العوام رہتاس کے سامنے پہنچے تو انہوں نے خیموں اور سراپردوں کا شہر آباد دیکھا۔ یعنی دور تک خیمے قطار در قطار نصب تھے اور قناتیں کھنچی ہوئی تھیں۔ زبیرؓ اور ان کے تمام ساتھیوں نے اس زور سے نعرہ تکبیر بلند کیا کہ سرزمین رہتاس دہل گئی۔ رومی خوفزدہ ہو کر خیموں سے باہر نکل کر مسلمانوں کو دیکھنے لگے۔ ارمانوس بن میخائیل والی رہتاس بھی شاہی خیمہ سے نکل کر دیکھنے لگا۔ اس کے ساتھ حجاب، رئیس اور نواب، اراکین سلطنت اور فوجی افسر بھی تھے۔ مسلمانوں کو دیکھ کر عیسائی شور و غوغا کرنے لگے۔ اپنی زبان میں بول چال کرتے تھے کلمات کفر بھی چلا چلا کر کہہ رہے تھے۔ چونکہ مسلمان صرف ایک ہزار ہی تھے۔ اس لئے رومیوں کو ان کی تعداد بہت ہی کم

معلوم ہوئی۔ زبیرؓ بن العوام نے عیسائیوں کے قریب پہنچ کر علم جھکا دیا۔ جس سے پھریرا لہرانے لگا۔ انہوں نے بلند آواز سے رجز کے یہ اشعار پڑھے۔

اے رہتاس والو! سرکشو اور کافرو
اے گواو شیطان اور اے سب دغا بازو!
تمہارے پاس شیران جنگ آ پہنچے جو اپنی قوم میں سردار ہیں
وہ سب گھوڑوں اور ناقوں پر سوار ہیں
اگر تم اطاعت قبول نہ کرو گے تو ذلیل ہو گے
اور تم میں سے ہر ایک سگ نابکار مارا جائے گا

رافعؓ بن مالک نے بیان کیا ہے کہ ہم اس قوم کے اور بھی قریب ہو گئے۔ اسی وقت فضلؓ بن عباس آ گئے انہوں نے اور ان کے ہمرائیوں نے بھی بلند آواز سے تکبیر کہی۔ اور فضلؓ نے علم کو ہلا کر رجز کے یہ اشعار پڑھے۔

اے رہتاس والو سرکش کتو!
تمہارے پاس شیران جنگ آ پہنچے ان کی باتیں سنو
اور اس بات کا اقرار کرو کہ اللہ وہ ہے
جس کے سوائے کوئی رب نہیں ہے
اگر اس بات کا اقرار نہ کرو گے تو آفت عظیم دیکھو گے
اور اس بات کا اقرار کرو کہ احمدؐ اللہ کے رسولؐ ہیں
نبی کریمؐ خلق کی طرف ہدایت کے لئے بھیجے گئے ہیں

راوی نے بیان کیا ہے کہ ابھی فضلؓ کو آئے کچھ دیر نہ گذری تھی کہ زیادؓ بن ابی سفیان پہنچے۔ انہوں نے اور ان کے ہمراہیوں نے پرزور نعرہ تکبیر بلند کیا اور سب مسلمانوں نے بھی جو اس وقت تک وہاں پہنچ گئے تھے تکبیر کہی۔ زیادؓ نے علم کو جنبش دی اور رجز کے یہ اشعار پڑھے۔

اے آل ہاشم رہتاس کا قصد کرو
اور اے عزیزان احمد مختار اور نسل بزرگوار کے

تیر افگنی کرو اور ایک ساتھ حملہ کرو
سروں کو کاٹنے اور جمعیتوں کو پراگندہ کرنے کے لئے
ہم دین نبیؐ محمدؐ کی نصرت کریں گے
وہ نبیؐ جو ہادیؐ ہیں ہدایت کے لئے مبعوث ہوئے ہیں بنی ہاشم میں

راوی نے بیان کیا ہے کہ زیادؓ بن ابی سفیان کے بعد میسرہؓ بن مسروق العبسی اپنے دستہ کے ساتھ وہاں پہنچے۔ انہوں نے اور ان کے سواروں نے بھی بہ شور آواز سے نعرہ تکبیر بلند کیا۔ میسرہؓ نے علم کو چمکاتے ہوئے رجز کے یہ اشعار پڑھے۔

ہم شیروں کی طرح رہتاس والوں میں آئے ہیں
وہ سب شور کرنے والے ہنہنانے اجرو گھوڑوں پر سوار ہیں

جب میسرہؓ آئے تو شام ہو چکی تھی۔ مسلمانوں نے خیمے نصب کئے اور شب باش ہو گئے۔ بعض درود شریف پڑھتے تھے۔ بعض کلام اللہ شریف کی تلاوت کرتے رہے۔ یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔ مقدادؓ معہ اپنے ہمراہیوں کے علم چکاتے اور اشعار فخریہ پڑھے ہوئے بڑھے۔

میں شہ سوار ہوں ہر جگہ میری تعریف ہے
اور دین نبیؐ جو محمدؐ ہیں ناصر ہوں
کیا عجب کہ ہم اپنے پروردگار کے نزدیک فیروزی کو پہنچیں
پس فیروز مندی کو پہنچوں اس کی تائید سے
اور ہم سب صلیب پرستوں کو قتل کریں

راوی نے بیان کیا ہے کہ اس بقیہ دن مقدادؓ کے علاوہ کوئی اور سپہ سالار نہیں آیا۔ رومیوں نے یہ سمجھا کہ مسلمانوں کا کل لشکر یہی ہے جو آچکا ہے۔ چونکہ مسلمانوں کی یہ تعداد بہت ہی کم تھی۔ اس لئے رومیوں نے ان کی کوئی وقعت نہ سمجھی۔ اس روز مسلمان خاموش رہے۔ رومی بھی چپ رہے۔ جب دوسرا روز ہوا اور آفتاب طلوع ہو کر کچھ بلند ہوا تو ناگاہ گرد اٹھی۔ گھوڑوں کی دوڑ سے غبار نمودار ہوا۔ جب غبار چھٹا تو حجاز سوار اپنی قومی شان کے ساتھ قریب آئے۔ انہیں دیکھتے ہی تمام مسلمان ان کے استقبال کے لئے گھوڑوں پر سوار ہو کر نکل آئے۔ اور تکبیر و تہلیل کے نعرے لگانے لگے۔ آنے والے مسلمانوں نے بھی اس

شور سے نعرہ تکبیر بلند کیا۔ کہ زمیم دھل گئی۔ رومی لرز گئے۔ اور رومیوں کے گھوڑے الف ہو کر بھاگنے لگے۔ یہ آنے والے حضرت خالدؓ بن الولید اور ان کا لشکر تھا۔ خالدؓ کے پہلو بہ پہلو غانمؓ بن عیاض الاشعری' ابوذرؓ غفاری اور ابو ہریرۃؓ الدوسی تھے۔ ابو ہریرۃؓ کا نام عبدالرحمان تھا۔ اور بھی امرائے مہاجرین و انصار ان کے جلو میں تھا۔ جب رومیوں نے انہیں آتے دیکھا تو رعب و خوف ان کے دلوں میں غالب آگیا۔ خالدؓ آگے بڑھے رومی لشکر کے قریب اترے۔

مقدادؓ اور ضرارؓ کی بیباکی

راوی نے بیان کیا ہے کہ جب جیش اسلام قرینہ سے فروکش ہو گیا۔ تو خالدؓ نے تمام سرداروں اور رئیسوں کو اپنے خیمہ پر بلا کر مشورہ کیا کہ کس شخص کو والی رہتاس کے پاس سفارت پر بھیجا جائے۔ مقدادؓ نے کہا "میں یہ خدمت بجا لانے کو تیار ہوں۔ خالدؓ نے کہا "خدا کی قسم تم ہی اس کام کے لائق ہو۔ بسم اللہ جاؤ۔ اور جسے چاہو اپنے ساتھ لے لو۔ پہلے اسے نرمی سے دعوت اسلام دینا۔ نہ مانے تو جزیہ طلب کرنا۔ اس سے بھی انکار کرے تو اعلان جنگ کر دینا۔"

راوی نے بیان کیا ہے کہ مقدادؓ نے ضرارؓ بن الازور اور میسرۃؓ بن مسروق العبسی کو اپنے ساتھ لیا۔ اور گھوڑوں پر سوار ہو کر چلے۔ جب رومی لشکر کے قریب پہنچے تو دیکھا کہ رومی خیموں اور قناتوں کی میخیں گاڑ رہے ہیں۔ نگہبانوں نے انہیں دیکھتے ہی پکار کر دریافت کیا "تم کون لوگ ہو۔ کہاں سے آئے ہو" مقدادؓ نے جواب دیا "ہم اسلامی سفیر ہیں" نگہبانوں کا افسر دوڑتا ہوا بطریق کے پاس گیا اور اسے سفیروں کے آنے کی اجازت دی۔ وہ واپس آکر مقدادؓ وغیرہ کو لے کر بطریق کے پاس پہنچا۔ یہ بطریق مارنوس والی رہتاس کا مصاحب خاص تھا۔ جب اس نے دیکھا کہ تینوں مسلمان گھوڑوں پر سوار اس کے سامنے بڑھے چلے آرہے ہیں۔ تو اسے سخت ناگوار گذرا۔ اس نے ڈانٹ پلائی "گستاخ عربو! گھوڑوں سے اتر کر میرے رو برو آؤ" مسلمانوں نے گھوڑوں سے اترنے سے انکار کر دیا۔ مجبوراً بطریق انہیں لے کر چلا۔ اور پردہ شاہی کے دروازہ پر اترا۔ عرب بھی اترے بطریق اندر گیا۔ مارنوس نے دربار کیا تھا۔ اس نے سفیروں کے آنے کی اجازت دی۔ مسلمان اس شان سے

بڑھے کہ بائیں ہاتھوں میں گھوڑوں کی باگیں پکڑے تھے۔ اور داہنے ہاتھوں میں نیزے لئے تھے۔ ہر چند غلاموں اور دربار کے محافظوں نے چاہا کہ گھوڑے ان سے لے لیں۔ مگر انہوں نے نہ مانا اور باگیں انہیں نہ دیں۔ بطریق نے انہیں اشارہ کیا کہ چھوڑ دو یہ وحشی لوگ ہیں ہرگز نہ مانیں گے۔

مسلمانوں نے دربار میں داخل ہو کر دیکھا کہ اراکین سلطنت کرسیوں پر بیٹھے ہیں اور مارنوس تخت زریں پر نعوذ باللہ خدا بنا بیٹھا ہے۔ سب سر جھکائے خاموش ہیں درباریوں کے ہاتھوں میں تلواریں اور گرز تھے۔ لیکن مسلمانوں کو دیکھ کر ان سب پر رعب چھا گیا۔ مارنوس بھی کچھ خائف ہوا۔ اس کے حکم سے ان مسلمانوں کے لئے کرسیاں ڈال دی گئیں۔ اور ان سے کہا گیا کہ وہ اس پر بیٹھیں انہوں نے کہا ہم کرسیوں پر نہیں بیٹھا کرتے۔ مارنوس نے کرسیاں ہٹوا کر دیباج کا فرش بچھوا دیا۔ اور زریں تکیے لگوا دیئے۔ مسلمانوں نے اعتراض کا کہ ریشمی فرش پر بھی ہم نہیں بیٹھتے۔ تب سوتی فرش بچھایا گیا۔ اور ان سے کہا "اب بیٹھو"۔ مقدادؓ نے کہا "ہم اس فرش پر کیسے بیٹھیں جب تم تخت پر بیٹھے ہو۔ تم بھی اپنے تخت سے اتر کر ہمارے پاس فرش پر بیٹھو تو ہم بیٹھ سکتے ہیں یہ کیا تماشا ہے کہ تم تنہا اونچے تخت پر بیٹھے ہو اور سب کرسیوں پر کیا تمہاری یہی وہ تہذیب ہے جس پر تمہیں ناز ہے۔ تم اپنے آپ کو ان لوگوں کا آقا سمجھتے ہو۔ انہیں حقیر و ذلیل جانتے ہو۔ حالانکہ تم ان کے خادم ہو تمہیں کوئی فوقیت نہیں ہے۔"

مقدادؓ کی یہ باتیں سن کر رومی افسروں نے شور و غوغا کیا۔ گویا انہیں اس بات میں اپنے بادشاہ کی ذلت معلوم ہوئی۔ لیکن مارنوس نے انہیں اشارہ سے روک دیا۔ پھر لوگوں نے سفیروں سے ہتھیار لینے چاہے۔ مسلمانوں نے ہتھیار دینے سے بھی انکار کر دیا۔ بادشاہ نے انہیں منع کر دیا۔ بادشاہ نے ان سے گفتگو کرنی چاہی۔ ضرارؓ نے کہا "جب تم اپنے تخت سے اتر کر ہمارے برابر آ کر نہ بیٹھو گے ہم ہرگز تم سے بات نہ کریں گے" مجبور ہو کر مارنوس تخت سے اتر کر مسلمانوں کے پاس آیا۔ اور سوتی فرش پر بیٹھ گیا۔ مسلمان بھی بیٹھ گئے۔ مقدادؓ نے کہا "ہم یہ سمجھانے آئے ہیں کہ خدا ایک ہے۔ بے مثل ہے۔ حضرت عیسیٰ اس کے بیٹے نہیں ہیں بلکہ اس کے بندہ اور پیغمبر ہیں۔" مانوس نے کہا "یہ عقیدہ تمہارا ہے۔ ہمارا نہیں۔ ہم حضرت مسیح کو خدا کا بیٹا جانتے ہیں"۔

مقدادؓ ہم تمہیں دعوت اسلام دیتے ہیں۔

مارنوس "ہم اپنا مذہب نہیں چھوڑ سکتے"۔

مقدادؓ "تب تم ہمیں جزیہ دو اور ہم اس صلہ میں تمہارے دشمنوں سے تمہاری حفاظت کریں گے۔"

مارنوس "ہم اس ذلت کو بھی برداشت نہیں کر سکتے"۔

مقدادؓ تب تلوار ہمارے تمہارے درمیان فیصلہ کر دے گی۔

مارنوس نے اعلان جنگ کو منظور کر لیا۔ مقدادؓ وغیرہ والس آ گئے اور انہوں نے حضرت خالدؓ سے تمام واقعات بیان کر دیئے۔

معرکہ اول

راوی نے بیان کیا ہے کہ خالدؓ بن الولید نے تمام سرداروں کو جنگی تیاری کرنے کا حکم دے دیا۔ دوسرے روز ابھی مسلمان صبح کی نماز پڑھ کر فارغ ہی ہوئے تھے۔ کہ رومی لشکر میدان میں نکلا مسلمانوں میں سے چند نے پکار کر کہا۔ چلو چلو اے لشکر خدا سوار ہو اور جنت کے طلبگار بنو" فوراً تمام مسلمان مسلح ہو کر میدان میں پہنچ گئے۔ خالدؓ نے لشکر کو ترتیب دیا۔ میمنہ، میسرہ، قلب اور جناحین قائم کئے۔ پشت لشکر پر میسرۃؓ بن مسروق العبسی اور مالک اشترؒ کو پانچ سو سواروں کے ساتھ رکھا۔

راوی نے بواسطہ ارفع بن مالک اور عبادؓ بن مازن کے محمدؓ بن مسلمۃ الانصاری سے روایت کی ہے۔ انہوں نے بیان کیا۔ جب رومی لشکر کی صفیں مرتب ہو چکیں تو ہم نے صلیبوں کو جو رومیوں کے علم تھے۔ شمار کیا پچاس علم تھے۔ اور ہر علم کے تحت میں ایک ہزار سوار تھے۔ ہم نے جان لیا۔ کہ دشمنوں کے لشکر پچاس ہزار ہے۔ سب سے پہلے ایک بطریق رومی گھوڑا دوڑا کر میدان میں آیا۔ وہ زرہ کے اوپر دیبائے سرخ کا لباس پہنے تھا۔ سر پر خود تھا۔ اور اس پر سنہرا خول چڑھا ہوا تھا۔ اس نے لڑنے والے کو طلب کیا۔ اس کے مقابلہ کے لئے قبیلہ خثعم سے زیدؓ بن ہلال نکلے۔ وہ بطریق بڑا جنگجو اور دلیر تھا۔ گھوڑے کو کاوہ دے کر ایسا وار کیا کہ زید شہید ہو گئے۔ بطریق نے ہل من مبارز کا نعرہ لگایا۔ عبداللہؓ نے موقع دیکھ کر ایسی تلوار ماری کہ اس کا سر کٹ کر اڑ گیا۔ عبداللہ نے بھی ہل من مبارز کا نعرہ لگایا۔ ایک

اور رومی ان کے مقابلہ میں نکلا۔ انہوں نے اسے بھی مار ڈالا۔ پھر ایک اور نکلا اسے بھی انہوں نے جنہم واصل کیا پھر کسی کو ان کے مقابلہ میں نکلنے کی جرات نہ ہوئی۔ انہوں نے کچھ دیر انتظار کر کے ان کے میمنہ پر حملہ کیا۔ اور چند رومیوں کو قتل کر کے اگلی صف کو پچھلی پر الٹ دیا۔ کئی دلیروں کو مار ڈالا۔ آخر واپس لوٹ آئے۔ ان کے بعد شرجیلؓ بن حسنہ نکلے۔ انہوں نے بھی ابن عمرؓ (عبداللہ) کی طرح سے خوب قتال کیا۔ کئی شہ سواروں کو قتل کر کے لوٹ آیے۔ ان کے بعد فضلؓ بن عباس نے ان کے بعد عباسؓ بن مرداس نے ان کے بعد ابوذرؓ غفاری نے یکے بعد دیگرے حملہ کر کے بہت سے رومی جانبازوں کو مار ڈالا۔

جب رومیوں نے یہ کیفیت دیکھی تو تمام لشکر نے حملہ کر دیا۔ مسلمانوں کے میمنہ، میسرہ اور جناحین ان کے سید راہ ہو گئے۔ نہایت جوش اور بڑے استقلال سے لڑنے لگے۔ رومیوں نے ہر چند انہیں پسپا کرنے کی کوشش کی۔ لیکن مسلمان ایک قدم بھی پیچھے نہ ہٹے۔ جب دوپہر ہو گیا۔ اور آفتاب بالائے سر آگیا۔ تو خالدؓ بن الولید نے معہ اپنے لشکر کے حملہ کر دیا۔ وہ دشمن کے لشکر میں گھس گئے۔ انہوں نے اور ان کے ساتھیوں نے صفیں الٹ دیں۔ لاشوں کے ڈھیر لگا دیئے۔ جس طرف حملہ کیا۔ دلیروں کو مار مار کر بچھاتے چلے گئے۔ رومی میمنہ اور میسرہ کو قلب پر پلٹ دیا۔ قلب کو پیچھے دھکیل دیا۔ رومیوں کی خوش قسمتی سے رات ہو گئی۔ جنگ ملتوی کر دی گئی۔ فریقین اپنے اپنے کیمپ میں لوٹ گئے۔ مسلمانوں کی ایک جماعت مغرب کی نماز پڑھ کر شہیدوں کو جمع کرنے نکلی۔ بیالیس مسلمان شہید ہوئے تھے۔ ان کے جنازہ کی نماز پڑھ کر انہیں دفن کر دیا گیا۔ رومی تیرہ سو سے زیادہ مارے گئے۔ مسلمان شہیدوں میں ربیعہؓ بن عامر الدودی۔ زیدؓ بن ہلال، زیدؓ بن ربعیت الحاربی، غانمؓ بن نوفل الحاربی اور صفوان بن مرۃ الیربوعی تھے۔

رومیوں کی ہزیمت

راوی نے بیان کیا ہے کہ میدان جنگ سے واپس لوٹ کر دشمنان خدا نے باہم مشورہ کیا۔ اب تک جس قدر ان کے نقصانات ہو چکے تھے ان کا ذکر آیا۔ مسلمانوں کی جنگی سختیوں کی شکایت کی گئی۔ دیر تک تبادلہ خیالات ہوتا رہا۔ آخر یہی طے ہوا کہ آخری دم تک جنگ کی جائے۔ چنانچہ صبح ہوتے ہی رومی میدان میں پھیل گئے۔ مسلمان بھی صبح کی نماز پڑھ کر مسلح

ہو کر گھوڑوں پر سوار ہوئے۔ اور میدان میں آ کر صف بستہ ہو گئے۔ جب فریقین کی تیاریاں مکمل ہو چکیں۔ تب رومی صفوں کو چیر کر ایک بطریق عظیم جو عنسا کا والی یا بادشاہ تھا بڑی شان سے نکل کر میدان میں آیا۔ وہ خاصا تومند تھا۔ جنگی زرہ پہنے تھا۔ چونکہ والی ملک تھا۔ اس لئے اس کا تمام سازو سامان اس کی شایان شان تھا۔ اس نے آتے ہی لڑنے والے کو طلب کیا۔ ادھر سے فضلؓ بن عباس گھوڑا دوڑا کر نکلے۔ جب رومی کے سامنے پہنچے تو اس نے تلوار سے وار کیا فضلؓ نے بھی تلوار ماری۔ دونوں لڑنے لگے۔ موقع پا کر فضلؓ بن عباس نے وار میں سبقت کی۔ اور بطریق کے سر پر ایسی تلوار ماری کہ خود کو پھاڑ کر سر کو کاٹتی داڑھوں کے درمیان سے گذرتی گلے میں اتر آئی۔ رومی تیورا کر زمین پر گرا۔ اور تھوڑی دیر اپنے ہی خون میں لوٹ کر مر گیا۔

فضلؓ نے ہل من مبارز کا نعرہ لگایا۔ ایک دوسرا بطریق جوش اور غصہ میں بل کھاتا ہوا نکلا۔ اس نے آتے ہی بڑی سختی سے حملہ کیا۔ فضلؓ نے اسے بھی مار لیا۔ اس کے بعد تیسرا رومی آیا۔ اسے بھی قتل کیا۔ پھر چوتھا آیا۔ اسے بھی مار ڈالا۔ رومیوں کو فضلؓ کی یہ دلیری دیکھ کر تعجب بھی ہوا۔ اور غصہ بھی آیا۔ انہوں نے ایک دم حملہ کر دیا۔ مسلمانوں نے بھی یورش کر دی۔ خونریز جنگ ہونے لگی۔ ضرارؓ بن الازور' مدعورؓ بن غانم اشعری' فضلؓ بن عباس' محمدؓ بن عقبہؓ بن ابی معیط' مسلمؓ اور جعفرؓ پسران عقیل' عبداللہؓ بن جعفر' سلیمانؓ بن خالدؓ بن ولید اور عبدالرحمانؓ بن ابی بکرؓ نے نہایت سختی سے حملہ کیا۔ نیزہ بازی اور شمشیر زنی کر کے رومیوں کی صفوں کو الٹ دیا۔ گھوڑوں کے سموں سے غبار بلند ہو کر آسمان تک جا پہنچا۔ ایسی گرد چھائی کہ دن کو رات ہو گئی۔ لیکن جنگجو ایسے اندھیرے میں بھی حربے چلا رہے تھے۔ تلواریں برس رہی تھیں۔ آہ اور واہ کی آوازیں بلند تھیں۔ خون کے فوارے ابل رہے تھے۔ لاشوں پر لاشے گر رہے تھے۔ خالدؓ بن الولید شیر کی طرح جولانی کرتے تھے۔ جس رومی کے تلوار مارتے تھے۔ وہ مردہ ہو کر گر جاتا تھا۔ غانمؓ بن عیاض بھی سخت لڑائی لڑ رہے تھے۔ جب جنگ نے طول کھینچا۔ تو غانمؓ بن عیاض نے آسمان کی طرف نظر اٹھا کر یہ دعا مانگی۔

"اے سرداروں کے سردار ہم پر فتح و نصرت نازل کر جس طرح تو نے اکثر معرکوں میں ہماری امداد کی ہے۔ اور ہمیں قوم کفار پر غالب و ظفر مند کر"۔

بعض لوگوں نے بیان کیا ہے کہ ہم نے غانمؓ کو دعا مانگتے دیکھا تھا۔ انہوں نے دعا ختم کر

کے اللہ اکبر کا نعرہ لگا کر سخت حملہ کیا۔ تمام مسلمانوں نے بھی نعرہ تکبیر بلند کر کے اس طرح حملہ کیا۔ جیسے وہ تازہ دم ہوں۔ ہم نے دیکھا کہ رومیوں میں مری پھیل گئی۔ ان کی لاشوں پر لاشیں گرتی جاتی تھیں۔ خدا کی قسم ہم حیران تھے کہ ان رومیوں کو کون قتل کر رہا ہے۔ یہاں تک کہ تھوڑی ہی دیر میں کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ رومیوں نے یہ حال دیکھا تو گھبرا کر شہر پناہ کے دروازہ کی طرف بھاگے مسلمان ان کے پیچھے لگ گئے۔ انہیں قتل و گرفتار کرنے لگے۔ جب شہر پناہ کی فصیل کے قریب پہنچے تو ان رومیوں نے جو فصیل پر موجود تھے۔ مسلمانوں پر پتھروں کی بارش شروع کر دی۔ لیکن چونکہ رومی اور مسلمان ملے جلے تھے۔ اس لئے ان کے پتھروں سے دونوں کو نقصان پہنچنے لگا۔ آخر والی رہتاس قلعہ میں گھس گیا۔ خالدؓ اور دوسرے امراء اور صحابہ کرام ان کے تعاقب میں دروازہ کی طرف بڑھے۔ رومیوں کی ایک تازہ دم جمعیت جو پانچ ہزار سواروں پر مشتمل تھی۔ ان کے سد راہ ہو گئی۔ مسلمانوں نے ان پر حملہ کر کے انہیں قتل کرنا شروع کر دیا۔ چنانچہ تین ہزار رومی مارے گئے۔ باقی بھاگ کر قلعہ کے اندر جا گھسے۔ قلعہ کا پھاٹک مضبوط بند کر کے انہوں نے شہر پناہ کی فصیل کے اوپر سے نیزوں اور پتھروں کی بوچھاڑ کر دی۔ یہاں تک کہ رات ہو گئی۔ اور مسلمان واپس لوٹ گئے۔

عجیب تدبیر

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ مسلمانوں نے قلعہ رہتاس کا محاصرہ کر لیا۔ روزانہ صبح کی نماز پڑھ کر قلعہ پر یورش کرتے تھے۔ اور تمام دن جانبازی سے لڑ کر عصر کی نماز کے وقت واپس ہو جاتے تھے۔ اسی طرح تین مہینے گذر گئے۔ لیکن قلعہ اتنا بلند اور مضبوط تھا کہ اس پر رسائی کی کوئی صورت نظر نہ آتی تھی۔ قلعہ والوں کا یہ حال ہوا کہ باہر سے ان کی مدد بند ہو گئی۔ نہ کوئی شخص قلعہ سے باہر جا سکتا تھا۔ نہ باہر سے اندر آ سکتا تھا۔ محاصرہ نے ان پر ایسی تنگی ڈالی کہ اکے توانا ناتواں ہو گئے۔ اور ناتواں مرنے لگے۔ رومی اس محاصرہ سے تنگ آ گئے۔ مسلمان چاہتے تھے کہ کسی طرح قلعہ فتح کر لیں۔ مگر کوئی سبیل نظر نہ آتی تھی۔ ایک روز خالدؓ بن الولید نے امراء اور دوسرے صاحب الرائے لوگوں کو جمع کر کے کہا "اس قلعہ نے ہمیں تنگ اور طویل محاصرہ نے تھکا دیا ہے کوئی صورت قلعہ تک پہنچنے کی نظر نہیں آتی۔ رومیوں میں بہ ظاہر کوئی ہراس معلوم نہیں ہوتا۔ مشورہ دو کہ ہمیں کیا کرنا

چاہئے۔

اتفاق سے اس وقت اس مجمع میں ایک مرزبان (ایرانی جاگیردار) تھا وہ مرزبانان کسریٰ سے تھا۔ وہ از خود مسلمان ہو گیا تھا۔ اور جہاد کرنے کے لئے مسلمانوں کے ساتھ آیا تھا۔ اس نے اپنی جان راہ خدا میں ہبہ کردی تھی۔ وہ بڑا ہوشیار اور تجربہ کار تھا۔ اس نے کہا "جب ہم بلاد فارس میں سے کسی شہر کا محاصرہ کرتے تھے اور اس کی فتح پر قدرت نہ پاتے تھے۔ عاجز و لاچار ہو جاتے تھے تو روغن زیت اور گوگرد جمع کر لکڑی کے پیپوں میں بھر دیتے تھے۔ ان میں کڑے اور دستے لگا دیتے تھے تاکہ انہیں اٹھانے میں آسانی ہو۔ پھر زرہ پہن کر اور لوہے کے نقاب چہروں پر ڈال کر ان پیپوں کو اٹھا کر دروازہ کے پاس لے جا کر رکھ دیتے تھے اور ان میں آگ لگا دیتے تھے۔ ان کے رخ پھاٹک کی طرف پھیر دیتے تھے۔ یہاں تک کہ شعلے بلند ہو کر پھاٹک کو جلا دیتے تھے۔ لکڑی جل کر راکھ ہو جاتی تھی۔ پتھر چٹخ جاتے تھے۔ لوہا پگھل جاتا تھا۔ دروازہ گر پڑتا تھا۔ اور پھر ہم آگ بجھا کر قلعہ میں گھس جاتے تھے۔

حضرت خالدؓ یہ تدبیر سن کر بہت خوش ہوئے۔ انہوں نے کہا "انشاء اللہ تعالیٰ میں بھی ایسا ہی کروں گا" چنانچہ جب صبح ہوئی تو خالدؓ نے روغن زیت اور گوگرد جمع کئے۔ لکڑی کے پیپے بنوا کر ان میں اسے بھرا اور پیپوں میں لمبے لمبے دستے اور حلق لگا دیئے۔ لوگ زرہیں پہن کر انہیں اٹھا کر چلے۔ سواروں کی ایک جماعت ان کی حفاظت کے لئے ان کے پیچھے چلی۔ وہ مرزبان بھی جس نے یہ تدبیر بتائی تھی سواروں کے ساتھ ہو لیا۔ رومیوں نے مسلمانوں پر تیروں اور پتھروں کی بارش کر دی۔ کچھ لوگ پیپے برداروں کو اپنی ڈھالوں کے پیچھے چھپائے ہوئے تھے۔ اور سواروں کا دستہ تیر برسا کر رومیوں کو ان سے باز رکھتا تھا۔ آخر پیپے والی جماعت شہر کے شرقی دروازہ پر پہنچ گئی۔ یہ شہر کا پہلا اور بڑا پھاٹک تھا۔ مرزبان نے پیپے پھاٹک کے قریب رکھ کر ان میں آگ لگائی۔ اور ان کے رخ پھاٹک کی طرف پھیر دیئے۔ شعلے بھڑک کر اوپر کی طرف لپکنے لگے۔ لکڑی چشم زدن میں جل گئی۔ جس قدر لوہا پھاٹک میں لگا ہوا تھا۔ وہ سب پگھل کر بہنے لگا۔ پتھر چٹخنے لگے۔ آگ دور تک پھیل گئی پھاٹک سے فصیل تک پہنچی۔ فصیل سے برج میں لگ گئی دروازہ اور اس کے اوپر کی فصیل اور برج جل کر گر پڑے۔ اوپر جو رومی تھے۔ وہ دب اور جل کر مر گئے۔ رومیوں میں کہرام مچ گیا۔ فریاد و فغاں کرنے لگے۔ ادھر مسلمانوں کی ایک جماعت پانی کی مشکیں اور ریت کے تھیلے لے کر دوڑے

اور انہوں نے پانی چھڑک اور ریت ڈال کر آگ بجھادی۔ اسلامی سواروں کا دستہ قلعہ میں گھس گیا۔ اب قلعہ کے اندر جنگ ہونے لگی۔ رومی فصیل سے اتر اتر کر اپنے اہل و عیال کی حفاظت کے خیال سے اپنے گھروں میں چلے گئے۔ مسلمانوں کو موقع مل گیا۔ وہ قلعہ میں گھس گئے۔ رومی قصر شاہی میں جا پہنچے۔ قصر شاہی بھی ایک مختصر سا قلعہ تھا۔ رومیوں نے اس کا پھاٹک بند کر لیا۔ اور اس کی فصیل پر چڑھ کر مدافعت کرنے لگے۔ مسلمانوں نے وہاں بھی وہی عمل کیا۔ جو دروازہ شرقی پر کر چکے تھے۔ روغن زیت اور گوگرد کے پیپے دروازہ سے لگا کر ان میں آگ لگادی۔ آگ نے اس پھاٹک کو بھی جلا ڈالا۔ اور دروازہ کے ساتھ فصیل کا بھی کچھ حصہ گرادیا۔

رہتاس کی فتح

جب والی رہتاس نے یہ کیفیت دیکھی تو اس نے ٹھنڈا سانس بھر کر کہا "آج رہتاس کا آہ ناس ہو گیا"۔ اس میں مدافعت اور مقابلہ کی قوت نہ رہی۔ اس نے قصر شاہی کے دوسرے دروازے کھلوادیئے اور معہ تمام بطریقوں' امیروں' رئیسوں اور حشم و عذم کے الامان الامان پکارتا ہوا باہر نکلا۔ مسلمانوں نے ان کے سروں سے تلوار اٹھالی۔ رومیوں کو گرفتار کر کر خالدؓ بن الولید کے سامنے پیش کیا۔ خالدؓ نے انہیں اسلام کی دعوت دی۔ بعض لوگ مسلمان ہو گئے۔ بعض مسلمان نہ ہوئے۔ لیکن انہوں نے جزیہ دینا قبول کیا۔ اس عرصہ میں مسلمانوں کے ایک دستہ نے قصر شاہی اور امیروں اور رئیسوں کے محلوں کی تلاشی لی۔ اور جس قدر مال و دولت اور ساز و سامان وہاں سے ملا۔ سب ایک جگہ جمع کر لیا۔ بہت کچھ مال غنیمت ہاتھ آیا۔ اس میں نقد و جواہر کے علاوہ سونے چاندی کے برتن' زیورات' فاخرہ خلعتیں' مکلف فرش' ریشم کے بیش قیمت تھان' خیمہ و خرگاہ' زرہیں اور ہتھیار بھی تھے۔

خالدؓ نے شہر پر عبادہؓ بن قیس کو حاکم مقرر کیا۔ ان کے ساتھ تین سو جوان کر دیئے۔ شہر کے درمیان میں مسجد کی بنیاد ڈالی۔ پھر شہر سے باہر نکل کر ایک خوش سواد میدان میں خیمہ زن ہوئے۔ ان تمام باتوں سے فراغت کر کے مال غنیمت میں سے خمس علیحدہ کر کے باقی تمام مسلمانوں میں تقسیم کر دیا۔ اور مال خمس عمروؓ بن العاص کے پاس بھیج دیا۔ تاکہ وہ اسے امیر المومنین سیدنا حضرت عمرؓ فاروق کی خدمت میں بھیج دیں۔ اور کچھ حصہ عمروؓ بن العاص اور

ان مجاہدین کے لئے جو مصر اور نواح مصر میں مقیم تھے روانہ کیا۔ خالدؓ بن الولید چالیس روز تک رہتاس میں ٹھہرے رہے۔

بھنسا کی طرف پیش قدمی

راوی نے بیان کیا ہے کہ رہتاس میں چالیس روز قیام کرنے کے بعد خالدؓ بن الولید نے بھنسا کی طرف کوچ کرنے کا ارادہ کیا۔ چنانچہ انہوں نے عدیؓ بن حاتم طائی کو اپنے پاس بلایا۔ ان کے ساتھ میمونؓ بن مہرین کو شریک کیا۔ ہزار سوار ان کے ساتھ کر دیئے۔ انہیں حکم دیا کہ جب تم بلاو ۔ملوس میں داخل ہو اور باشندگان شہرستان بھی وہیں پہنچیں اور قیسؓ بن الحارث سے (یہ قیسؓ بن الحارث وہ ہیں جو ہزار سواروں کے ساتھ حدود مدائن و بھنسا کی طرف بھیجے گئے تھے) ملاقات ہو تو انہیں بھی حکم پہنچاؤ کہ وہ بھنسا کی طرف کوچ کریں۔ ان کے لئے اور تم سب کے لئے یہ حکم ہے۔ کہ جو تم سے لڑے اس سے تم بھی لڑو۔ جو تم سے مصالحت کرے۔ اس سے تم بھی مصالحت کرو۔ جو تم سے صلح رکھے اس سے تم بھی صلح رکھو۔ یہاں تک کہ تمہارے پاس ہماری طرف سے اور مرد پہنچے" عدیؓ بن حاتم طائی روانہ ہو گئے۔ ان کے بعد خالدؓ بن الولید نے غانمؓ بن عیاض اشعری کو ایک ہزار کو ایک ہزار سوار دے کر رخصت کیا۔ ان کے ساتھ فضلؓ بن عباس مسیبؓ بن نجبتہ الفزاری' ابوذرؓ غفاری' مرزبانؓ فارسی' جعفرؓ و مسلمؓ پسران عقیل' عبداللہؓ بن مقداد' سلیمانؓ بن خالد' محمدؓ بن طلحہ' عمروؓ بن محمد بن طلحہ' عمرؓ بن سعد بن ابی وقاص اور شرجیلؓ بن حسنہ کو بھی کر دیا۔ انہیں بھی وہی ہدایتیں کیں۔ جو عدیؓ بن حاتم کو کی تھیں' ان سے کہا "تم ہوشیاری اور خبرداری سے کوچ کرو۔ یہاں تک کہ شہر بھنسا میں پہنچو۔ اگر مجھے اور میرے اصحاب کو کوئی امر مانع نہ ہوا۔ تو ہم بھی تمہارے پیچھے آتے ہیں۔ تم لوگ وہاں جا کر اول قوم کو اسلام کی دعوت دو۔ اگر وہ قبول کر لیں۔ تو جو امور ہمارے لئے واجب ہیں۔ وہی ان کے لئے واجب ہیں اور جو ہم پر حرام ہیں وہ ان پر بھی حرام ہوں گے۔ اگر اسلام سے انکار کریں تو جزیہ طلب کرو۔ جزیہ دیں تو ان کی حفاظت کرو۔ اگر جزیہ سے بھی انکار کریں۔ تو لڑو جب مدائن میں پہنچو تو تمام دستے ایک دوسرے کے قریب رہیں۔ الگ الگ اور دور دور نہ ہو جائیں۔ البتہ پھیلے رہو۔ یہ اسی لئے کہ اگر کسی دستہ کو کوئی ایسی واردات پیش آ جائے۔ جس کا وہ متحمل نہ ہو تو دوسرا دستہ

اس کی مدد کو جلد پہنچ جائے۔ تمہیں چاہئے کہ ثابت قدم رہو۔ نیتوں کو خالصتاً بوجہ اللہ اور ارادوں کو مضبوط اور بلند رکھو۔ اور جب تم لوگ خاص حمسا میں پہنچو۔ کہ وہ اس قوم کا دارالسلطنت ہے تو وہاں کے بادشاہ کے پاس اپنے ایلچی بھیجو۔ اسے دعوت اسلام دو۔ اگر وہ قبول کرلے تو اسے بدستور اس کے ملک میں حکمران رہنے دو۔ اس کے ملک و مال سے کوئی تعرض نہ کرو۔ اگر وہ انکار کرے تو جزیہ طلب کرو۔ اگر جزیہ دینے سے سرتابی کرے تو پھر جنگ کرو مجھے معلوم ہوا ہے کہ شہر حمسا بہت بڑا شہر ہے۔ اس میں لشکر بہ کثرت ہے۔ باشندے بے شمار ہیں اور اس کے مضافات میں شہر قصبات' قریات اور بازار بہت ہیں۔ جس بستی کے لوگ تم سے مصالحت کے خواستگار ہوں ان سے مصالحت کرلو۔ اور جو تم سے لڑیں ان سے تم بھی لڑو۔ لڑائی میں صبرو استقلال سے کام لو۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے۔

اے مومنو! صبرو قرار پکڑو۔ آپس میں ملے جلے رہو۔ اور خدا سے ڈرتے رہو۔ کیا عجب ہے کہ رستگاری پاؤ۔ ان کے بعد مغیرہؓ بن شعبہ کو بلایا۔ ان کے ساتھ زیاد الکبر ابوالمغیرہ جد زیاد بھی رہے تھے اور وہ قریہ وربوط میں جو جبندی کے قریب ہے تھے۔ انشاء اللہ عنقریب ہی زیادہؓ بن مغیرہ اور ان کے اصحاب نے جودیر میں جنگ کی تھی اس کا ذکر کیا جائے گا۔ ان کے بعد سعیدؓ بن زید کو بلایا۔ یہ عشرہ مبشرہ میں سے (ان دس صحابہ میں سے ایک جن کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنتی ہونے کی بشارت دی ہے) ان کے بعد ابانؓ بن عثمان کو بلایا۔ ان سب کے ساتھ بھی ایک ایک ہزار سوار کئے۔ اور انہیں بھی وہی وصیت کی جو اوروں کو کی تھی۔

فتوحات

راوی نے بیان کیا ہے کہ عدیؓ بن حاتم طائی اور میمونؓ روانہ ہو کر جب حدود میدوم میں پہنچے تو وہاں قیسؓ بن حارث سے ملاقات ہوئی۔ وہ وہاں کے باشندوں سے مصالحہ کر چکے تھے۔ اور صلحنامہ لکھ کر انہیں دے چکے تھے۔ ادائے جزیہ پر ان سے صلح ہوئی تھی۔ اس سے پہلے وہ ایک بستی پر پہنچے تھے۔ جس کا نام یرشلت تھا۔ اس کے بطریق نے جنگ کی۔ لیکن وہ اثنائے جنگ میں مارا گیا۔ بطریق کے مارے جاتے ہی اہل یرشلت نے صلح کرلی۔ پھر تو اس

نواح کے تمام لوگوں نے ادائے جزیہ پر صلح کرلی۔ یہاں تک کہ شہر وہشوار تک کا تمام علاقہ ازروئے مصالحت فتح ہو گیا تھا۔ اور اس اقلیم میں ندائے امان دے دی گئی تھی۔ وہاں والوں نے جزیہ کی رقم کے علاوہ بہت کچھ مال واسباب بھی مسلمانوں کو نذر گذارا تھا۔

اس کے بعد مسلمانوں کی ایک جماعت وروِ عقبہ کی طرف جو حلوان کے قریب ہے۔ بڑھی ان میں رفاعہؓ بن زبیر الحاربی' عقبہؓ بن عامر الجنی اور ذوالکلاع الحمیریؓ بھی تھے۔ ایک ہزار کی جمعیت تھی۔ انہوں نے اس نواع کی بستیوں کو تاراج کرنا شروع کر دیا۔ جن لوگوں نے جزیہ دے کر صلح کرنی چاہی ان سے مصالحت کرلی۔ جو لڑے انہیں شکست دی جب یہ لوگ شہر اسفنج اور ریغیل کی طرف پہنچے تو وہاں ایک بطریق تھا۔ جس کا نام صول تھا۔ اس نے بھی اپنے اور تمام باشندوں کے لئے جزیہ ادا کر کے مصالحت کرلی۔

غرض عدیؓ بن حاتم جب قیسؓ بن حارث سے ملے تو وہاں سے کوچ کر کے ایک بستی میں پہنچے۔ جس کا نام قمن تھا۔ اور میمون ایک قریہ میں اترے اس قریہ کا نام انہیں کے نام پر میمون ہو گیا۔ عدیؓ بن حاتم جس قریہ میں اترے چونکہ انہوں نے وہاں اپنے بیٹے اور بھائیوں کو چھوڑ دیا۔ اس لئے بنی عدی کے نام سے مشہور ہو گیا۔ قیسؓ بن الحارث اول ایک گاؤں میں پہنچے۔ جس کا نام ہوس تھا۔ اور وہاں سے چل کر ایک شہر میں اترے اس کا نام مدلاص تھا۔ وہاں کے باشندوں نے مسلمانوں کا مقابلہ کیا۔ لیکن جب ان کا بطریق مارا گیا۔ تو انہوں نے مصالحت کرلی۔ وہاں سے بڑھ کر وہ دریا کے نشیبی میدان میں پہنچے اور آخر کار رفتہ رفتہ شہر بیا الکبریٰ پر نازل ہوئے۔ ان کے پیچھے پیچھے غنمؓ بن عیاض بھی تھے۔

دیر جرجا کی فتح

راوی نے بیان کیا ہے کہ جب قیسؓ اس شہر میں پہنچے تو وہاں ایک دیر تھا۔ جو دیر جرجا کے نام سے مشہور تھا۔ اس دیر میں ہر سال ایک بڑی عید ہوتی تھی۔ اس عید میں قرب و جوار کے لوگ شریک ہوتے تھے۔ اتفاق سے صحابہ وہاں اس وقت پہنچے جب عید قریب تھی۔ ایک ذمی شخص نے صحابہ کے پاس آکر دیر اور لوگوں کے وہاں جمع ہونے کی اطلاع دی۔ قیسؓ بن الحارث پانچ سو سواروں کو لے کر دیر جرجا کی تاخت کے لئے تیار ہو گئے۔ انہوں نے اس دستہ پر رفاعہؓ بن زبیر المحاربی کو افسر مقرر کیا۔ یہ دستہ چلا۔ یہاں تک کہ دیر کے قریب پہنچ گیا۔

رئیسان شہر شہرستان اور روم و قبط کی ایک جمعیت جن کے ساتھ زرہ پوش سوار تھے۔ دیر کے گرد حفاظت و نگرانی پر مامور تھے۔ اس روز تمام رومی اور قبطیح خورد و نوش، خرید و فروخت اور زینت و آرائش میں مصروف تھے۔ انہوں نے مسلمانوں کو آتے نہیں دیکھا۔ یہاں تک کہ مسلمان ان کے سروں پر جا پہنچے۔ مسلمانوں کو دیکھتے ہی نصرانیوں نے شور و غوغا کیا اور مسلمانوں کے مقابلہ میں آ گئے۔ جنگ شروع ہو گئی۔ تھوڑی ہی دیر میں مسلمانوں نے جنگجو عیسائیوں کا صفایا کر دیا۔ نصرانی بھاگ نکلے مسلمانوں نے بازار کا مال و اسباب لوٹ لیا۔ جس قدر جانور، اونٹ، گھوڑے، بیل اور بھیڑ ملے سب کو ہانک لیا۔ لیکن اہل دیر۔ دیر کے اوپر سے لڑنے لگے۔ مسلمانوں نے پرزور حملہ کر کے دیر کا دروازہ توڑ ڈالا۔ اور دیر کے اوپر اور اندر داخل ہو کر لوگوں کو قتل و گرفتار کیا۔ سو عیسائی گرفتار ہوئے۔ دیر کے اندر سے بہت کچھ مال و اسباب سونے چاندی کے برتن اور کچھ جواہرات ہاتھ آئے۔ اس کے بعد مسلمانوں نے شہر کو بھی فتح کر لیا۔ شہر بیا الکبری کے قریب اور بحر یوسفی کے نزدیک بہت سی بستیاں اور شہر تھے۔ مسلمانوں نے ان کی طرف توجہ کی۔

قریہ بنی صالح کی فتح

راوی نے بیان کیا ہے ۔اس نواح میں ایک شہر تھا جس کا نام سحاق تھا۔ اس میں ایک بڑا بطریق رہتا تھا۔ اس کا نام لادی بن ارمیا تھا۔ وہ بطلوس بادشاہ کے عمائدین میں سے تھا۔ بڑا جنگجو، دلیر اور شہسوار تھا۔ جب اسے اس طرف مسلمانوں کے آنے کی اطلاع ہوئی۔ تو اس نے لشکر جمع کرنا شروع کیا۔ بڑے بڑے شہروں مثل اقفس، شمصاطا، سلقون اور نشابہ وغیرہ سے جمعیت کثیر فراہم کر لی۔ یہاں تک کہ چھ ہزار سوار اس کے پاس جمع ہو گئے۔ وہ انہیں لے کر مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے نکلا۔ اور قریہ بنی صالح میں پہنچا۔ اس عرصہ میں اہل بیا الکبری اور اس کے نواح والوں اور اہل ہوریت نے قیس بن حارث کے پاس آ کر مصالحت کر لی تھی۔

زفاعہؓ بن زبیر الحرابی بھی اتفاق سے قریب بنی صالح کے قریب پہنچے انہوں نے دفعتہ غبار بلند ہوتے دیکھا۔ جب غبار چھٹا تو رومی لشکر نظر آیا۔ چھ ملیس تھیں اور ہر صلیب کے

تحت میں ایک ایک ہزار سوار تھے۔ مسلمان ان کی طرف جھپٹے انہوں نے انہیں حملہ کرنے کا موقع نہ دیا۔ اچانک ان پر ٹوٹ پڑے۔ لڑائی شروع ہو گئی۔ رزمگاہ کی گرد اڑ کر آسمان تک چھا گئی۔ گھوڑوں کے سموں سے شرارے اڑنے لگے۔ نہایت شدید جنگ ہونے لگی۔ اللہ تعالیٰ جزائے نیک عطا کرے رفاعہؓ بن زہیر المحاربی اور عقبہؓ عامر الجہنی و عمارؓ بن یاسر اور میسرہؓ بن مسروق العبسی کو ان سب نے خوب داد مردانگی دی اور بڑی بہادری سے لڑے۔

راوی نے بیان کیا ہے کہ جبکہ جنگ کی چکی تیزی سے گھوم رہی تھی۔ اس وقت وہی بطریق جس کا نام لادی بن ارمیا تھا اور وہ شہر سینا کا فرمانروا تھا۔ میدان کارزار میں نکل کر مرد مقابل کو طلب کرنے لگا۔ اس کے مقابلہ کے لئے سنانؓ بن نوفل الاوسی نکلے۔ دونوں دیر تک مقابلہ کرتے رہے۔ آخر سنانؓ کو اس نے شہید کر دیا۔ یہ دیکھ کر عمارؓ بنیا سر گھوڑا بڑھا کر اس کے مقابلہ میں آئے۔ دونوں نے خوب خوب فنون جنگ دکھائے۔ دیر تک لڑتے رہے آخر عمارؓ نے ایسا نیزہ مارا کہ اس کی انی پشت کے پار ہو گئی۔ وہ مردہ ہو کر گرا۔ رومیوں نے طیش میں آکر پر زور حملہ کر دیا۔ دشمنوں کی ایک جماعت نے عمارؓ کو گھیر لیا۔ کچھ مسلمان ان کی مدد کو پہنچ گئے۔ بڑی سخت لڑائی ہوئی۔ پندرہ مسلمان اسی جگہ شہید ہو گئے۔

راوی نے بواسطہ مالک کے غانم الیربوعیؓ سے جو رفاعہؓ بن المحاربی کے لشکر میں تھے۔ روایت کی ہے کہ ہم لوگ سخت جنگ میں جتلا تھے۔ رفاعہؓ ہمیں صبر و استقلال کی ہدایت کر رہے تھے۔ انہوں نے یہ اشعار پڑھے۔

اے گروہ مردم اور اے جماعت بزرگ
اور اے اہل ہمت و صفا اے معدن کرم
اپنے عزم کو راست کرو اے بودا ہو کر فاسد نہ کرو
اور قوت پکڑو ان کے سروں اور بدنوں پر ضرب لگانے سے
اور قوم کو ہلاکی میں چھوڑو کہ وہ زمین پر زخمی ہو کر
ذلت و خواری تمام میں پڑے ہوں

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ رفاعہؓ لوگوں کو لڑائی پر برانگیختہ کرتے تھے کہتے تھے۔ "یا معشر السادات! اے پیش قدمی کرنے والو! مژدہ ہو کہ جنت کے دروازے کھل گئے ہیں۔ حوروں کی صحبت اور غلمان کی خدمت کا شرف حاصل ہونے والا ہے۔ خوب

سمجھ لو کہ ہر آئینہ جنت تلواروں کے سایہ میں ہے۔" مسلمانوں نے نہایت سخت جنگ کی۔ بڑی دلیری سے لڑے۔ اسی وقت ایک غبار بلند ہوا۔ جب وہ پھیل گیا۔ تو ایک ہزار سوار نظر آئے۔ جو غرق آہن تھے۔ ان کے تنوں پر داؤدیہ زرہیں تھیں۔ سروں پر عادیہ خود چمک رہے تھے۔ نیزے خطی زیر ران دیئے تھے۔ وہ عربی گھوڑوں پر سوار تھے۔ جب وہ قریب آئے۔ تو ہم نے انہیں پہنچان لیا۔ وہ سلیمانؓ بن خالد۔ عبداللہؓ بن مقداد۔ عبداللہؓ بن طلحہ اور ان کے بھائی محمدؓ بن طلحہ۔ زیادؓ بن مغیرہ۔ ولیدؓ۔ محمدؓ بن عتبہ اور محمدؓ بن ابی ہریرہ۔ یہ وہ لوگ تھے۔ جنہیں غانمؓ بن عیاض نے اپنے لشکر سے آگے بطور طلیعہ کے روانہ کیا تھا۔ وہ ایک ہزار سوار تھے۔ انہوں نے آتے ہی بلند آواز سے تکبیر کہی۔ ہم سب نے زور سے تکبیر کہی۔ انہوں نے آتے ہی اس طرح حملہ کر دیا۔ جس طرح عقاب چڑیوں پر ٹوٹ پڑتے ہیں گھمسان کی جنگ ہونے لگی۔ دم کے دم میں انہوں نے بطریقوں کو مار ڈالا۔ اور ان کے دلیروں کو خاک و خون میں آغشتہ کر دیا۔ رومی گھبرا کر پسپا ہو کر بھاگے۔ مسلمان تعاقب کرتے لوٹتے۔ مارتے اور قید کرتے چلے گئے۔ یہاں تک حدود سبزاد ۔سلقون تک جا پہنچے۔ فراریوں میں سے انہوں نے پانچ سو آدمی گرفتار کئے۔ اس معرکہ میں تین ہزار رومی مارے گئے۔ باقی بھاگ گئے۔ جب شہر سبزا والوں کو معلوم ہوا۔ کہ ان کا بطریق بھی اثنائے جنگ میں مارا گیا ہے تو وہاں کے لوگوں نے حاضر ہو کر ادائے جزیہ پر مصالحت کر لی۔ اس نواح کے اور بستیوں والوں نے بھی صلح کر لی۔ عمروؓ بن الزبیر تو کچھ مسلمانوں کے ساتھ اس علاقہ میں نظم و نسق کرنے کے لئے رہ گئے اور قیسؓ بن الحارث ایک ذمی کو بطور راہبر ساتھ لے کر آگے بڑھے۔ یہاں تک کہ شہر طبندی اور شہر اسنا کے قریب جا اترے۔

بولیاص کی مصالحت

شہر طبندی میں ایک بڑا طریق رہتا تھا۔ جو نہایت ہوشیار اور بڑا چالاک تھا۔ ہوا کے رخ کو دیکھتا تھا۔ اسنا بھی اس کے ہی تخت میں تھا۔ جب اس نے دیکھا کہ اسلامی فتوحات کا سیلاب بڑھتا ہی چلا آتا ہے۔ اور جو کوئی مسلمانوں کا مقابلہ کرتا ہے۔ وہ خس و خاشاک کی طرح بہہ جاتا ہے۔ تو اس نے اسی میں مصلحت سمجھی کہ مسلمانوں سے مصالحت کرے۔ انہیں

اپنی طرف سے مغالطہ میں ڈال دے۔ اس کا نام بولیاص بن پطرس تھا۔ وہ مسلمانوں کے وہاں پہنچتے ہی ان کی ملاقات کو نکلا۔ سامان ضیافت بھی ساتھ لایا۔ دعوت کی اور ادائے جزیہ پر مصالحت کر لی۔ یہ مصالحت دونوں شہروں طبندی اور اسنا کی طرف سے کی۔ قیسؓ بن الحارث نے مصالحت کے بعد وہاں سے آگے کوچ کیا۔ اور زیادؓ بن مغیرہ کو کچھ سواروں کے ساتھ وہیں چھوڑا۔ قیسؓ جب قریہ دریوط میں پہنچے۔ تو وہاں کے لوگوں نے بھی جذیہ کی ادائیگی پر صلح کر لی۔ سلیمانؓ بن خالد اور عبداللہؓ بن مقداد اپنی جماعت کے ساتھ شہر اسنا پر مقیم تھے۔ مجاہدین اسلام کی ایک جماعت الحسینہ میں اتری ہوئی تھی۔ کچھ مسلمان شہر اسنا میں رات کو گشت کر کے واپس آتے تھے۔ انہیں بولیاص کی طرف سے غداری اور بے وفائی کا اندیشہ تھا۔

متعدد شہروں کی فتح

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ جو لوگ قیسؓ کے لشکر سے پیچھے رہ گئے تھے۔ وہ پانچ سو سوار تھے جو دریا کے کنارہ چلے آتے تھے۔ اور اس نواح کی بستیوں کو تاخت و تاراج کرتے تھے۔ جو لوگ اسلام لاتے تھے ان سے کوئی تعرض نہ کرتے تھے۔ جو جزیہ کی ادائیگی پر صلح کے طلبگار ہوتے تھے ان سے صلح کر لیتے تھے۔ قیسؓ بن حارث بھی ایسا ہی کرتے چلے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ وہ ایک مشہور شہر میں پہنچے۔ جس کا نام قس تھا۔ اس شہر میں ایک بطریق تھا۔ جس کا نام شکور بن ین مائیل تھا۔ وہ بطلیموس بادشاہ کے امراء میں سے تھا اور اس کے چچا کی اولاد میں تھا۔ اس نواح کی بستیوں کے لوگ مسلمانوں کے خوف سے بھاگ کر اس کے پاس شہر قس سے پہنچے۔ اس نے انہیں سب کو پناہ دی۔ اور مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے اپنی کثیر فوج لے کر نکلا۔ مقام کومر الانصار پر اس کا شیران اسلام سے مقابلہ ہو گیا۔ معمولی جھڑپ کے بعد وہ شکست کھا کر بھاگ نکلا۔ اور شہر قیس میں آکر قلعہ بند ہو گیا۔ قیسؓ نے شہر کا محاصرہ کر لیا۔ دو مہینہ تک محاصرہ کئے رہے۔ آخر روغن زیت اور گوگرد پیپوں میں بھر کر دروازہ جلایا اور قلعہ میں داخل ہو گئے۔ شکور بن میخائیل بطریق مارا گیا۔ اس کا مال و اسباب لے لیا۔ اور شہر سے جو کچھ ملا وہ لوٹ لیا۔ اہل شہر نے جزیہ کی ادائیگی کا اقرار کر کے صلح کر لی۔ اب مسلمان اس شہر کے نواحی شہروں میں دوڑ مارنے اور انہیں فتح کرنے لگے۔ اس علاقہ میں ایک شہر ماطی بھی تھا۔ وہ بھی فتح ہو گیا۔ اس کے قریب شہر

کفور تھا۔ جب مسلمانوں نے اس پر دوڑ ماری تو وہاں سے ایک بطریق لشکر لے کر نکلا۔ وہ والی دہشور کا چچا زاد بھائی تھا۔ اثنائے جنگ میں وہ مقتول ہوا۔ اس کا ایک بھائی تھا۔ اس کا نام بطرس تھا۔ اس نے مسلمانوں سے صلح کی درخواست کی۔ جزیہ کے اقرار پر مصالحت ہو گئی۔ عرب وہاں سے چل کر شہر ساط کے قریب پہنچے۔ زبیرؓ عربوں کی ایک جماعت کے ساتھ مقام زہرہ پر اترے ہوئے تھے۔

مسلمانوں کی فتوحات نے نواح بھنسا کے لوگوں کو پریشان کر دیا۔ وہ اپنا مال و اسباب اور اپنے اہل و عیال کو لے کر بھنسا میں داخل ہو گئے۔ اپنی بستیوں اور شہروں کو خالی چھوڑ دیا۔ بطلیموس بادشاہ نے اپنے بطریقوں کو اس امر پر مامور کیا۔ کہ وہ دوسرے شہروں سے بھاگ کر آنے والوں کو مناسب جگہ ٹھہرا دیں۔ چنانچہ انہوں نے انہیں ٹھہرایا۔ اور ان کے کھانے پینے کا انتظام کر دیا۔

بولیاص کی غداری

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ بولیاص نے دفع الوقتی کے لئے مکر و فریب سے صلح کی تھی۔ اس نے بطلیوس والی بھنسا کو یہ لکھا کہ میں نے عربوں سے مصلحت سمجھ کر مصالحت کی تھی۔ میں غدر و عہد شکنی پر آمادہ ہوں میرے پاس دلیر بطریقوں کا ایک لشکر مرتب کر کے بھیجو۔ مجھے یقین ہے کہ میں مسلمانوں پر فتح یاب ہوں گا۔ اور عنقریب تمہارے تمام مقتولوں کے خون کا عوض لے لوں گا۔

راوی نے بیان کیا ہے کہ بطلیوس نے متعدد عرب متنصرہ (عیسائی عربوں کو جاسوسی کی خدمات پر مامور کر رکھا تھا۔ یہ لوگ عربوں کے لشکر میں جاتے تھے۔ اور وہاں سے خبریں لا کر بطلیوس کو پہنچاتے تھے۔ اس وجہ سے بطلیوس کو تمام حالات معلوم ہوتے رہتے تھے۔ وہ مسلمانوں کی فتوحات کی خبریں سن سن کر نہایت آزردہ اور غمگین ہوتا تھا۔ لیکن اپنی پریشانی اور غم کو اپنے بطریقوں پر مطلق ظاہر نہ کرتا تھا۔ بلکہ یہ کہہ کر ان کی حوصلہ افزائی کرتا رہتا تھا کہ ہمارے پاس جمعیت کافی ہے۔ مسلمان لڑ کر ہم پر غالب نہیں آ سکتے پھر ہمارا قلعہ ایسا بلند و مستحکم ہے کہ اگر بیس برس تک بھی مسلمان ہمارا محاصرہ کئے پڑے رہیں تو دخل نہیں پا سکتے۔ حالانکہ وہ اس بات سے غافل تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے وہ دین اسلام کا حامی و

مددگار ہے مشرکوں اور کافروں کو ذلیل و خوار کرنے والا ہے۔ مغروروں کا غرور توڑنے والا ہے۔

جب بولیاص کی تحریر جو مدد کی طلبی کے لئے تھی۔ علیوس کے پاس پہنچی تو وہ اسے ایک بڑے بطریق کو جو نہایت جنگجو' دلیر اور تجربہ کار تھا۔ اور جس کا نام روماس تھا۔ پانچ ہزار سواران روم وغیرہ دے کر ہدایت کی کہ رات کے وقت روانہ ہوں۔ چنانچہ وہ یعنی روماس آدھی رات کے وقت روانہ ہوئے اور شہر طبندی میں بولیاص کے پاس پہنچے۔ وہ اس امدادی لشکر کو دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ اور اپنا لشکر بھی اس کے ساتھ شامل کر کے مسلمانوں پر تاخت کرنے کے لئے نکلا۔ مسلمان ان کی آمد سے لاعلم تھے۔ وہ صبح کی نماز ادا کر چکے تھے۔ کہ دفعتہ خیل بولیاص سامنے سے نمودار ہوا۔ اسے دیکھتے ہی مسلمانوں نے پکارا اے دین کے مددگارو چلو چلو" اپنی جانوں پر ہوشیار ہو جاؤ۔ دشمنوں نے دغا دی۔ عہد شکنی کی' ہم پر غفلت کی حالت میں ہجوم کیا۔ مسلمان اپنے ہتھیاروں کی طرف دوڑے۔ جلد جلد مسلح ہوئے۔ گھوڑوں پر سوار ہو کر رومیوں کے مقابلہ کے لئے تیار ہو گئے۔ اور آگے بڑھ کر دیر کے قریب پہنچے۔ انہوں نے دیکھا کہ رومی دس ہزار ہیں۔ اور یہ کہ دشمنان خدا ایک کمینگاہ سے نکل پڑے تھے۔ جو نہر کے قریب پلوں کی آڑ میں چھپے بیٹھے تھے۔ اس زمانہ میں ایک بڑی نہر رود نیل سے شہر سے مغربی جانب نکالی ہوئی تھی۔

مسلمان تکبیر کہتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجتے تیزی سے دشمنوں کی طرف بڑھے۔ اگرچہ مسلمانوں کی جمعیت بہت کم تھی لیکن انہیں دشمنوں کی کثرت سے کوئی خوف و اندیشہ نہ تھا۔ ایک دوسرے کو قتال پر برانگیختہ کرتے تھے۔ ان غداروں نے پہلے یہ کام کیا کہ اول ان کی ایک جماعت معدودے چند مسلمانوں پر جو دیر کے قریب تھے جا اتری۔ اور تلواروں اور نیزوں سے لڑنے لگی۔ چاروں طرف سے انہیں گھیر لیا۔ اور وریوط تک پھیل گئے۔ وہاں سلیمانؓ بن خالد اور عبداللہؓ بن مقداد' عامرؓ بن عقبہ بن عامر اور شدادؓ بن اوس ایک گروہ صحابہ کے ساتھ مقیم تھے۔ وہ بھی سب مسلح و تیار ہو کر رومیوں کے مقابلہ میں آ گئے۔

شدید جنگ

راوی نے بیان کیا ہے کہ نہایت شدید اور خونریز جنگ ہونے لگی۔ رومی مسلمانوں کے گرد چھا گئے۔ گھوڑوں کے ٹاپوں سے شرارے اڑنے لگے۔ ہر طرف تلواروں اور سنانوں کی چمک تھی۔ جنگ کی آگ بھڑک اٹھی تھی سر کٹ کٹ کر اچھلنے لگے تھے۔ اللہ تعالیٰ جزائے نیک دے سلیمانؓ بن خالد اور عبداللہؓ بن مقداد کو یہ دونوں بڑی جوانمردی سے لڑ رہے تھے۔ وہ مردمیدان مبتلائے امتحان ہو گئے تھے۔ زیادؓ بن فیرنی جنگ عظیم کر رہے تھے۔ کبھی قلب لشکر میں جا گھستے تھے۔ رومیوں نے مسلمانوں کو چاروں طرف سے اس طرح گھیر لیا تھا۔ جس طرح سیاہ رنگ اونٹ کے بدن پر سفید داغ ہو۔ مسلمان بڑے صبر و استقلال سے جنگ کر رہے تھے۔ انہوں نے رومیوں کی لاشوں کے ڈھیر لگا دیئے تھے۔ لیکن اکثر اہل اسلام بھی زخموں کی کثرت سے ست ہو گئے تھے۔ مسلمان اس شدت سے حملے کر رہے تھے کہ بطریق گھبرا کر سواروں کے پیچھے ہٹ گئے تھے۔ بہت سے دلیر رومیوں کو پشت کی طرف پلٹ دیا تھا۔ ہر مسلمان موت کی لڑائی لڑ رہا تھا۔ ایک دوسرے کو شجاعت دلاتا تھا۔ صبر و استقلال کی تلقین کرتا تھا۔ سلیمانؓ بن خالد نے پکار کر کہا "مسلمانو اللہ جنت تلواروں کے سایہ میں ہے اور ہماری ملاقات کی وعدہ گاہ حوض کوثر ہے۔ یہ کہہ کر انہوں نے ایسا سخت حملہ کیا کہ رومیوں کی کئی صفوں کو الٹ دیا اور مسلمانوں نے بھی جوش میں آ کر حملہ کیا۔ انہوں نے بے شمار رومیوں کو مار ڈالا لیکن مسلمانوں سے بھی قریب دو بیس مردوں کے ایک ٹیلہ کے گرد جو دریوط کے غرب کی جانب تھا شہید ہو گئے۔ لیکن مسلمانوں میں سے کوئی بھی اس وقت تک شہید نہ ہوا۔ جب تک اس نے بہت سے عیسائیوں کو نہ مار ڈالا۔

راوی نے بیان کیا ہے وہ سلیمانؓ بن خالد کے ساتھ چند مسلمان تھے جو موت کی لڑائی لڑ رہے تھے۔ وہ سلیمانؓ کے ساتھ حملہ کر کے کبھی میسرہ سے میمنہ کی طرف نکل جاتے تھے اور کبھی میمنہ سے میسرہ کی طرف جس طرف بھی حملہ کرتے تھے پرے کے پرے صاف کر دیتے تھے۔ عبداللہؓ بن مقداد اور ان کے صحابہ ان کی امداد کرتے تھے۔

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ مجھے ایک روایت تو یہ پہنچی ہے کہ سلیمانؓ بن خالد نے آگے بڑھ کر بطریق اسنا کے جس کا نام بولیاص تھا۔ ایسا نیزہ مارا کہ وہ تیورا کر اپنے

گھوڑے سے نیچے گرا۔ سلیمانؓ جوش میں آکر عیسائیوں کے قلب میں گھس گئے۔ رومیوں نے انہیں وہاں شہید کردیا۔ لیکن یہ روایت مصدقہ نہیں ہے۔ اس لئے میں اسے صحیح نہیں مانتا۔ البتہ دوسری روایت جو مجھے ثقہ راویوں سے پہنچی ہے اور جسے میں سچا مانتا ہوں یہ ہے کہ سلیمانؓ بن خالد جوش میں بھرے ہوئے حملہ کرکے دشمنوں کو قتل کرتے پھر رہے تھے بولیاص نے دیکھ لیا۔

سلیمانؓ بن خالدؓ کی شہادت

بولیاص نے سلیمانؓ کو اسلامی لشکر کا سردار سمجھ کر ان کی پشت کی طرف سے آکر ایسا نیزہ مارا کہ سلیمانؓ شہید ہو کر گرے۔ جب مسلمان بولیاص کی طرف جھپٹے تو وہ بھاگ کر قلب لشکر میں گھس گیا۔ راوی نے بواسطہ اوسؓ بن شداد و علقمہ بن سنان نے زید بن رافع سے روایت کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا ہے کہ میں سلیمانؓ بن خالد کے دستہ میں موجود تھا۔ دفعتہ رومی ہم پر آٹوٹے۔ ہم نے صبر و دلیری سے مقابلہ کرکے ان کی بھاری جمعیت کو مار ڈالا۔ اور انہیں ان کی پشت کی طرف پلٹ دیا۔ لیکن وہ پھر ہمارے سامنے الٹے پھرے۔ ہمیں یہ خبر نہ تھی کہ وہ کمینگاہ میں چھپے بیٹھے اور ہماری تاک میں تھے۔ وہ کمینگاہ سے نکل پڑے جبکہ ہم سمجھ رہے تھے کہ عیسائی ہزیمت اٹھا کر بھاگ گئے ہیں۔ وہ دفعتہ ہم پر حملہ آور ہوئے۔ ہم نے بڑی ثابت قدمی سے ان کا مقابلہ کیا۔ ہر مسلمان موت کی لڑائی لڑنے لگا۔ یہاں تک کہ دو ہزار رومی مارے گئے۔ سلیمانؓ بن خالد نے ان کے بڑے بڑے سرداروں اور بطریقوں کو مار ڈالا۔ تنہا انہوں نے تیس شہسواروں کو قتل کیا۔ اسی طرح عبداللہؓ بن مقداد نے رومیوں کی جمعیت کثیر کو تہ تیغ کیا۔ ناگاہ دشمنوں کے ایک گروہ نے جس میں دو ہزار سوار تھے۔ سلیمانؓ بن خالد کو گھیر لیا۔ اور ان کے گھوڑے کو پے کر ڈالا۔ پھر ان پر چاروں طرف سے تلواروں کا مینہ برسا دیا۔ ان کا داہنا ہاتھ کٹ گیا۔ لیکن انہوں نے اس کی مطلق پرواہ نہ کی۔ بائیں ہاتھ میں تلوار لے کر لڑنے اور دشمنوں کو قتل کرنے لگے۔ دشمنوں نے ان کا بایاں ہاتھ بھی کاٹ ڈالا۔ جب انہیں اپنی شہادت کا یقین ہو گیا تو انہوں نے پکار کر کہا اے بزرگ خالدؓ آپ پر وہ واقعہ سخت دشوار گذرے گا جو آپ کے فرزند پر گذرا۔ یہ وقعہ عین رضائے خدائے عزوجل میں ہوا ہے" ان کے سینے میں بیس زخم آئے تھے۔ جو سب نیزوں کے تھے۔ ان زخموں سے

ان کی قوت جاتی رہی وہ گھوڑے سے زمین پر گر پڑے۔ بیساختہ وہ ہنسنے اور کہنے لگے "کیا خوب نظارہ ہمارے پیش نظر ہے۔ میں اپنے ان دوستوں کو دیکھ رہا ہوں جو شہید ہو چکے ہیں" اس کے بعد وہ شہید ہو گئے۔

عبداللہؓ بن مقداد کی شہادت

راوی نے بیان کیا ہے کہ سلیمانؓ بن خالد اور عبداللہ بن مقداد میں بڑی دوستی اور یکجہتی تھی۔ جب سلیمانؓ شہید ہو گئے۔ تو عبداللہؓ نے آہ کا نعرہ مار کر بلند آواز سے کہا اے ابو محمد (سلیمانؓ کی کنیت ہے) عازم جنت عدن تمہارے بعد اب زندگی کا لطف نہیں رہا"۔ یہ کہہ کر وہ دشمنوں میں گھس گئے اور بے دریغ رومیوں کو قتل کرنے لگے۔ دشمنوں نے انہیں بھی ہر طرف سے گھیر لیا۔ اور نیزوں کی انیوں سے چھید ڈالا۔ ان کے چہرہ پر بہت سے زخم آئے۔ وہ نیزوں کو توڑ ڈالتے تھے۔ اور نیزہ مارنے والوں کو قتل کر دیتے تھے۔ اپنے چہرہ سے خون پونچھتے جاتے تھے اور حملوں پر حملے کرتے تھے۔ آخر بے حال ہو کر گھوڑے سے گرے۔ لوگوں نے دیکھا وہ ہنس رہے تھے انہوں نے کہا مرحبا اور شہید ہو گئے۔

غیبی امداد

راوی نے بیان کیا ہے کہ مسلمان مبتلائے مصیبت ہو گئے تھے۔ بڑی شدت سے لڑ رہے تھے۔ سب کو اس بات کا یقین ہو گیا تھا کہ موت آگئی ہے۔ قیامت یہیں بپا ہو گی۔ لیکن کوئی مسلمان بھی ہراساں یا بددل نہ تھا۔ سب موت کی لڑائی لڑ رہے تھے۔ یکایک سامنے سے غبار نمودار ہوا۔ جب وہ چھٹا تو اسلامی علم لہراتے نظر آئے مجاہدین اسلام ظاہر ہوئے۔ سب سے آگے آنے والے قعقاع بن عمرو التمیمی تھے۔ ان کے ساتھ مسیبؓ بن نجبتہ الفزاری' سمرۃؓ بن جندب' فضلؓ بن عباس' زیادؓ بن ابی سفیان اور اولاد ہاشم اور اولاد عبدالمطلب کے چند نوجوان اور دیگر سرداران قبیلہ اور خزاج و نیز غانمؓ بن عیاض اشعری معہ اپنے لشکر کے تھے۔ ان لوگوں نے دشمنوں کو ایک لمحہ کی بھی مہلت نہ دی آتے ہی اس زور سے حملہ کیا کہ اگلوں کے پچھلوں پر دھکیل دیا۔ یا تو مسلمان مغلوب تھے یا غالب آ گئے۔ اثنائے جنگ میں

بولیاص مارا گیا۔ اس کے ساتھ جتنے بھی بطریق تھے سب ہلاک ہوئے۔ رومی بدحواس ہو کر بھاگ نکلے۔ مسلمانوں نے ان کا پیچھا کیا۔ اور انہیں قتل و گرفتار کرنے لگے۔ رومی نہر یوسفی پر پہنچے۔ چونکہ مسلمانوں کا دباؤ بڑھ گیا تھا۔ اس لئے رومیوں نے مضطرب ہو کر اپنے آپ کو نہر میں ڈال دیا۔ بے شمار آدمی ڈوب گئے۔ بہت کم نہر کے پار جا کر اپنی جانیں سلامت لے جا سکے۔ اس معرکہ میں تقریباً چار ہزار رومی قتل ہوئے۔ بارہ سو گرفتار ہوئے۔ باقی بلیوس کی طرف بھاگ گئے۔ دن بھر چھپے رہے۔ رات کو بلیوس کے پاس پہنچے اور اسے امدادی لشکر کی تباہی و ہزیمت کی خبر دی۔ وہ گھبرا گیا۔ اس کا سینہ تنگ ہو گیا سخت متفکر ہوا۔ سامان جنگ کی فراہمی میں مصروف ہو گیا۔

اہل طبندی کی اطاعت

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ ابھی تک اہل طبندی اور اہل اسنا نے خروج نہ کیا تھا۔ انہیں جاسوسوں کے ذریعہ سے ساری خبریں پہنچ رہی تھیں۔ اس شہر میں جس قدر رئیس اور بطریق تھے۔ وہ بڑے بطریق سے جس کا نام بوصل تھا۔ مسلمانوں پر حملہ کرنے کی درخواست کرتے تھے لیکن وہ انہیں صبر کی تلقین کر کے خاموش کر دیتا تھا۔ بولص ارمنی تھا۔ رومی نہ تھا۔ جب اسے بولیاص کی ہزیمت اور قتل کی اطلاع ہوئی تو وہ اکابر قوم کو ساتھ لے کر مسلمانوں کی خدمت میں آیا اور صلح کی درخواست کی۔ مسلمانوں نے ان سے جزیہ کی ادائیگی پر مصالحت کر لی۔ باشندگان شہر اسنا بھی معہ اپنے اہل و عیال کے مسلمانوں کے پاس آئے اور ان کے سامنے زار و نالہ کرنے لگے۔ کہنے لگے "ہم مغلوب ہیں زیردست ہیں۔ تمہارے ذمی ہیں۔ ہم سے جو غلطی ہوئی ہے وہ معاف کر دو۔ ہمیں امان دو" مسلمانوں نے کہا "تمہیں اس شرط پر امان مل سکتی ہے کہ تم ان لوگوں کو بتا دو جو سلیمانؓ بن خلد اور عبداللہ بن مقداد کے قتل میں شریک تھے اور میدان جنگ سے بھاگ کر تمہارے شہر میں اور شہر طبندی میں جا کر چھپے ہیں۔" شہر اسنا اور طبندی کے معززلوگوں نے اس بات کو منظور کر لیا۔ وہ کچھ مسلمانوں کو لے کر اپنے اپنے شہروں میں گئے۔ اور گھروں اور تہ خانوں میں گھس گھس کر مفروروں کو گرفتار کرنے لگے۔ خود رومی نصرانی چھپے ہوئے لوگوں کو پکڑ پکڑ کر مسلمان کے سپرد کر دیتے تھے۔ جب ایک ایک گھر کی تلاشی لی جا چکی اور سارے تہ خانوں سے

مفروروں کو گرفتار کر لیا گیا تو انہیں شمار کیا۔ وہ پندرہ سو تھے۔ یہ قیدی عیاضؓ بن غنم کے سامنے پیش کئے گئے۔ عیاضؓ کے حکم سے یہ قیدی ایک ٹیلہ پر جو کوم کے نام سے مشہور تھا۔ قتل کر دیئے گئے۔

سلیمانؓ و عبداللہؓ کا مرثیہ

راوی نے بیان کیا ہے کہ جب مسلمان اس میدان میں جس میں بولیاص سے جنگ ہوئی تھی۔ واپس آئے اور انہوں نے سلیمانؓ بن خالد اور عبداللہؓ بن مقداد کی نعشیں دیکھیں تو بہت روئے۔ ان دونوں شیران اسلام کے ساتھ جو اور لوگ شہید ہوئے تھے انہیں بھی دیکھ کر سخت مخزون ہوئے۔ عمروؓ بن یاسر نے فی البدیہہ مرثیہ کے اشعار پڑھے۔

اے آنکھ اشک خونابہ سے بارش کر
پھر اے آنکھ نوحہ کر گم ہو جانے حبیب سے
اور ماتم پرسی کر ان مقتولوں کی جو کل سے
صحرا میں میدان کے درمیان بے وطن پڑے ہیں
اور بکا کر سلیمان پر اس میں کوتاہی نہ کر
کیونکہ واللہ یہ واقعہ عجیب ہے
وہ ایسا تھا کہ دشمنوں سے اندیشہ نہ کرتا تھا
جب کھینچ لیتا تھا میان سے تلوار کو
اور تمام دشمن ہیبت میں آجاتے تھے
اگرچہ وہ شمار میں ریگ تودہ کے برابر ہوتے تھے
اے کبوتر نوحہ کر اس پر
جو شاخ تازہ تھا
اور خالدؓ کو اس واقعہ کی خبر دے
شاید وہ اشک خونچکاں سے بکا کریں
اور بعدہ مقدادؓ کو خبر دے
کہ عبداللہؓ مسلوب و بے جان ہو گیا

اس کے بعد نوحہ کر ان امراء کے لئے
کہ وہ سب بزرگوار مبتلائے مصیبت ہوئے
نہ پہنچے گا ملوس خیر کو
نہ اس کی فوجیں فرومایہ جو اہل صلیب ہیں
اپنے لشکر کو کمین گاہ میں پوشیدہ رکھا
یوم جنگ میں وہ سب سگان افتادہ تھے
اور قسم ہے خدا کی جس نے ہمیں نصرت عطا کی ہے
ہر ایک وادی میں فتح قریب والی بخشی
البتہ ہم ان سب سے اپنا عوض لیں گے
اپنی آتش سوزاں کو بجھا دیں گے

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ غانمؓ بن عیاض نے شہیدوں کو جمع کر کے اول جنازہ کی نماز پڑھی اور پھر انہیں ان ہی لباس ہائے خون آلودہ لہو بھری ہوئی زرہوں میں جنہیں پہن کر وہ شہید ہوئے تھے۔ دفن کر دیا اور کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ وہ فرماتے تھے کہ وہ لوگ جو راہ خدا میں جہاد کرتے ہوئے شہید ہوتے ہیں۔ روز حشر کو قبروں میں سے اسطرح اٹھیں گے کہ خون ان کے زخموں سے ٹپکتا ہو گا اور اس کا رنگ تازہ خون کے رنگ کے مشابہ ہو گا۔ اور بو اس کی بوئے کی مشک ہو گی۔

شہر جاہل کی تاراجی

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ شہیدوں کی تدفین سے فارغ ہو کر عیاضؓ بن غنم نے معہ لشکر کے ایک ٹیلہ کے قریب قیام کیا۔ اور چند امراء کو کچھ لشکر دے کر تاخت کر لئے بھیجا۔ چنانچہ یہ دستہ دریا کے کنارہ کنارہ ترائی کی بستیوں پر تاخت و تاراج کرتا تھا۔ اور عدیؓ بن جابر بن عبداللہ ' ابو ایوبؓ انصاری اور مسیبؓ بن بجبۃ الغزاری نے ایک ہزار سواروں کے ساتھ شہر شرونہ پر یورش کی۔ ان کی طرف ایک بطریق شہر راس الجاہل کا اور ایک بطریق شہر اہریت کا پانچ ہزار سوار لے کر نکلے۔ دامن کوہ کے نزدیک مسیبؓ وغیرہ کے لشکر سے ان کا مقابلہ ہو گیا۔ خونریز جنگ شروع ہو گئی۔ اتفاق سے عیاضؓ بن غنم کو اس لڑائی

کا حال معلوم ہو گیا۔ انہوں نے ابن المنذر یعنی نعمانؓ بن منذر، فضلؓ بن عباس اور مرزبان کسریٰ کو ایک ہزار سوار دے کر روانہ کیا۔ ان لوگوں نے دوڑ کر رومیوں پر حملہ کر دیا۔ رومی ان کے حملہ سے گھبرا گئے۔ فضلؓ بن عباس نے جابل کے بطریق پر حملہ کر کے ایسی ضرب ہاشمیہ اس کے سر پر ماری کہ اس کے خود کو کاٹ کر سر سے گذرتی ہوئی حلق میں جا اتری تلوار سے دانتوں کے کرکرانے کی آواز سنائی دی۔ فضلؓ نے تکبیر کہی۔ تمام مسلمانوں نے بھی ان کے ساتھ تکبیر کہی۔ جابل کا بطریق خاک پر گر کر تڑپنے لگا۔ اور تھوڑی ہی دیر میں مر گیا۔ فضلؓ بن عباس بڑے جوانمرد اور شیر دلاور تھے۔ وہ اسے قتل کرتے ہی رومیوں کی صفوں میں گھس گئے اور قتال عظیم کرنے لگے۔

اس عرصہ میں مرزبان کسریٰ نے شرونہ کے بطریق پر کہ وہ بھی شریک جنگ تھا حملہ کر کے اسے قتل کر ڈالا۔ نعمانؓ بن منذر نے اہریت کے بطریق کو تہ تیغ کر دیا۔ یہ حال دیکھ کر رومی بے اوسان ہو کر بھاگے۔ مسلمانوں نے ان کا پیچھا کیا۔ انہیں قتل و گرفتار کرتے مقام دیر اور شہر اہریت تک چلے گئے۔ رومی ایسے بدحواس ہوئے کہ دریائے فرات میں گر کر ڈوب گئے۔ پندرہ سو سوار مارے گئے۔ اور پندرہ سو ہی گرفتار ہوئے ایک جماعت بھاگ کر شہر جابل میں پناہ گزین ہو گئی۔ جابل کا قلعہ نہایت مضبوط اور مستحکم تھا۔ مسلمانوں نے اس کا محاصارہ کر لیا۔ سات روز تک محاصرہ کئے پڑے رہے۔ لیکن جب قلعہ فتح نہ ہوا تو روغن زیت اور گو گرد پیپوں میں بھر کر قلعہ کے پھاٹک کو آگ لگا دی اور دروازہ منہدم ہوتے ہی قلعہ میں گھس گئے۔ بیدریغ لوگوں کو قتل کیا۔ سب رومیوں کو یا تو مار ڈالا یا شہر سے باہر نکال دیا۔ اور پھر شہر کو کھود کر مسمار کر دیا۔ اب تک بھی وہ شہر ویرانہ ہے۔

اس کے بعد شہر اہریت کے مرد و زن جمع ہو کر مسلمانوں کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور صلح کی درخواست کی ان سے ادائے جزیہ پر مصالحت ہو گئی۔ مراۃ الکلبیؓ کو معہ دو سو سواروں کے اہریت میں مامور کیا۔ اور عبد اللہؓ بن عمرو بن العاص کو دو سو سوار دے کر ایک مقام پر فروکش کیا۔ اس جگہ کا نام بنائے خالد مشہور ہوا۔ اور عامرؓ کو دو سو سوار دے کر مقام عبرتب میں ٹھہرایا جو طبندی اور اسنا کے نزدیک واقع ہے۔ یہ مقام بہاء القریہ یعنی بیا کے متصل ہے۔ ان انتظامات سے فارغ ہو کر عیاضؓ بن غنم نے وہاں سے کوچ کیا۔

لوص کی غداری

واقدی رحمتہ اللہ نے روایت کی ہے کہ غانمؓ نے بطور ہراول کے مسیبؓ بن بجتہ الفزاری، عباسؓ بن مرواس السلمی، فضلؓ بن عباس الہاشمی، عامرؓ بن عتبتہ الجہنی اور زیادؓ بن ابی سفیان بن الحارث کو پندرہ سو سواروں کے ساتھ روانہ کیا۔ یہ لوگ چلتے چلتے مقام جرنوش تک پہنچے۔ وہاں ایک زبردست خوش سواد میدان تھا۔ اور ہلوس کا ایک قلعہ تھا۔ اس کا یعنی ہلوس کا یہ معمول تھا کہ ربیع کی فصل میں یعنی موسم بہار میں اس قلعہ میں جاتا۔ اس کے گرد میدان میں خیمہ و خرگاہ قائم کرتا۔ اس کے گرد بطریقوں اور رئیسوں کا اجتماع ہو جاتا۔ چند مہینے رہ کر وہاں داد عیش دیتے۔ اور پھر اپنی اقلیم کا دورہ کرتے ہوئے دارالسلطنت ھمنسا میں لوٹ جاتے۔ راوی نے بیان کیا ہے کہ لوص والی جبندی نے محض دفع الوقتی کے لئے مسلمانوں سے مصالحت کی تھی۔ اس نے ہلوس کو لکھا کہ میں نے مصلحت وقت دیکھ کر مسلمانوں سے صلح کی ہے۔ میری مدد کرو تو میں مسلمانوں کو اپنے شہر سے بھگا دوں۔ ہلوس نے اس کی مدد کے لئے ایک بطریق کو جس کا شلقم تھا۔ اور جو اپنے ہمنام قلعہ یعنی قلعہ شلقم کا والی تھا۔ جو ھمنسا کے قریب تھا۔ دس ہزار سوار دے کر روانہ کیا۔

راوی نے بیان کیا ہے کہ مجھ سے روایت کی مسلم بن سالم الیرلوعی نے بواسطہ شداد بن مازن کے طارق بن ہلال سے۔ طارق عباسؓ بن مرواسی السلمی کے دستہ میں تھے۔ انہوں نے کہا جبکہ ہم جرنوش کے قریب چلے جاتے تھے۔ یکا یک ہم نے غبار اڑتے دیکھا۔ اس وقت ایک پہر دن چڑھا تھا۔ جب غبار چھٹا تو رومی سوار نظر آئے۔ دس علم تھے جو لہرا رہے تھے اور دس صلیبیں تھیں جو سونے کی مرصع بہ جواہر تھیں۔ ہر ایک صلیب تارہ کی مانند چمک رہی تھی۔ ہم لوگ انہیں دیکھتے ہی ہوشیار ہو گئے۔ اور ہتھیار سنبھال کر ان کی طرف دیکھنے لگے۔ انہوں نے جب ہماری جمعیت کم دیکھی تو ہمارے چاروں طرف چھا گئے۔ اور ہم پر حملہ آور ہوئے۔ وہ دس ہزار تھے اور ہم کل پندرہ سو۔ انہوں نے اپنی زبان میں کلمات کفر کہہ کر بڑی سختی سے حملہ کیا ہم نے جوانمردوں کی طرح صبر کیا۔ اور موت کی لڑائی لڑنے لگے۔ مسیبؓ بن بجتہ الفزاری، فضلؓ بن عباس اور زیادہؓ بن ابی سفیان کو اللہ تعالیٰ زیادہ سے زیادہ نیکیاں دے۔ ان تینوں نے بڑی دلیری سے دشمنوں کا مقابلہ کیا۔ اور انہیں اپنی تلواروں کی دھاروں

پر رکھ لیا۔ فضلؓ اپنے سر پر عصابہ یعنی سر پیچ سرخ باندھے تھے۔ اسی طرح کا عمامہ زیادؓ بن ابی سفیان بھی باندھے تھے۔ دونوں بڑی جانبازی سے لڑ رہے تھے۔ رومیوں کی صفوں میں گھس جاتے تھے۔ اور کئی سواروں کو قتل کر کے واپس لوٹتے تھے۔ ہم سب مبتلائے امتحان تھے۔ ایک کو دوسرے کی خبر نہ تھی دفعتہ غانمؓ بن عیاض الاشعری معہ جیش کے آپہنچے انہوں نے آتے ہی تکبیر کہی۔ ان کے جواب میں ہم سب نے بھی تکبیر و تہلیل کہی۔ اسی وقت فضلؓ بن عباس شلقم بطریق کی طرف بڑھے۔ وہ بڑی دلیری سے لڑ رہا تھا۔ اس وقت اس کے بدن پر زربافتہ کا خلعت اور کمر پر منطقہ زریں مرصع بجواہر بندھا ہوا تھا۔ اس کے سر سے سر پیچ جواہر نگار لپٹا ہوا تھا۔ اس کے ہاتھ میں سونے کی سانگ تھی جو تیس بالشت لمبی تھی۔ (سانگ کو برچھی کہتے تھے۔ جو نیزہ سے مشابہ ہوتی تھی) بطریق شلقم کبھی تلوار سے حملہ کرتا تھا اور کبھی برچھی سے اس نے فضلؓ بن عباس کو دیکھتے ہی ان پر حملہ کیا۔ فضلؓ نے بھی حملہ میں سبقت کی اس وقت وہ رجز کے یہ اشعار پڑھ رہے تھے۔

اے سرکش اور لعین کتے
اور اے وہ شخص جس نے ہمارے لشکر میں عود کیا ہے
خوش ہو کہ تجھ پر شیر زیاں مشرف ہوا
بہ کمال تیزی شمشیر کے اپنی عداوت گذشتہ میں
اس شیر کا ایک پروردگار عظیم نگہبان ہے
ہر ایک کافر سرکش سے

راوی نے بیان کیا ہے کہ شلقم عربی زبان سے واقف نہیں تھا۔ وہ ان اشعار کا مطلب نہیں سمجھا۔ اس نے فضلؓ پر حملہ کیا۔ فضلؓ نے بھی وار کیا۔ دونوں جنگی ہنر دکھانے لگے۔ فضلؓ نے اس کی برچھی پکڑ کر چھین لی۔ اور تلوار سے ایسی ضرب ہاشمیہ لگائی کہ اس کا سر کٹ کر الگ جا پڑا۔ لیکن دھڑ گھوڑے پر بدستور قائم رہا۔ گرا نہیں فضلؓ کو تعجب ہوا ایک مسلمان جن کا نام زہیر تھا۔ قریب تھے انہوں نے دیکھا تو معلوم ہوا کہ آہنی میخیں زین میں گڑی ہوئی ہیں اور دھڑ ان میخوں سے بندھا ہوا ہے۔ زہیرؓ نے ان میخوں کو کھینچ لیا تو دھڑ زمین پر آرہا۔ فضلؓ نے زہیرؓ سے کہا اگرچہ اس کا سازو سامان میرا ہے۔ لیکن میں نے تمہیں بخشا "سازو سامان میں تاج زریں اور پٹکہ لاجوردی بھی تھا جو خون آلودہ تھا۔ زہیرؓ نے کہا۔

میں آپ کی عطا کو واپس نہیں کرتا ہوں۔ اے اولاد ہاشم تمہاری کرم بخشیاں خدا ہی کے لئے ہیں۔

راوی نے بیان کیا ہے کہ لوص بھی اس معرکہ میں موجود تھا۔ فضلؓ نے اس پر حملہ کیا۔ اور اسے بھی قتل کر ڈالا۔ اور بھی کئی امراء نے کئی بطریقوں کو قتل کیا۔ تمام مسلمانوں نے پرزور حملے کر کے رومیوں کو اس قدر قتل کیا کہ ان کی صفیں زیر و زبر ہو گئیں۔ آخر وہ بدحواس ہو کر بھاگ نکلے۔ مسلمان تعاقب کرتے ہوئے بحر یوسفی تک پہنچے۔ اور انہیں اس مقام پر لے جا ڈالا جو قریہ شاتولہ کے قریب تھا۔ ان میں سے ایک جماعت تو اس قلعہ میں جا گھسی جو اس جنگل میں واقع تھا اور ایک جماعت بھاگ گئی۔ مسلمانوں نے اس قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ اور پھاٹک جلا کر قلعہ کے اندر داخل ہو گئے۔ مکانوں میں گھس کر رومیوں کو قتل و گرفتار کیا۔ اور نقد و جنس جو کچھ ہاتھ لگا لوٹ لیا۔ تقریباً تین ہزار رومی مارے گئے۔ اور ایک ہزار گرفتار ہوئے۔ مسلمان اٹھاسی شہید ہوئے۔

خالدؓ کا جوش غم

راوی نے بیان کیا ہے کہ زیادؓ بن المغیرہ حوالی طبندی میں مقیم تھے۔ جو حضرت خالدؓ کے بڑے دوست تھے۔ انہوں نے خالدؓ کو تعزیت کے طور پر ان کے بیٹے حضرت سلیمانؓ کی شہادت پر چند ابیات لکھ کر بھیجیں۔ ان میں سے چند یہ ہیں۔ ؎

اے خالد ہر آئینہ اس زمانہ نے ہم کو درد مند کیا۔
اس سردار کی وجہ سے جو روز جنگ مقدم الجیش تھا۔
غلبہ و حملہ کرنے والا فوج فارس و روم کا جب وہ جمع ہوں۔
اور ان کے سرداروں کے لئے روز جنگ زور آور تھا۔
اے غالب و زبردست اپنی تلوار سے کیا ہی دشمنوں کو ہلاک کیا۔
اور اس سے انہیں نگو فساری پہنچی۔
ہمارا کوئی سردار اپنی کسی امید کا مالک نہ ہو گا۔
جب وہ اپنے بازو کو قصاص میں تلوار سے روکے گا۔

وہ گویا کہ شیر تھا درمیان بیشہ نبرد کے۔
جس وقت اس پر دشمنوں کی جماعت آ ٹوٹتی تھی۔
اے آنکھ خونباری کر ساتھ فیض کے اس شہ سوار پر
جو شیر جرار تھا اپنے خیمہ سار اشک سے
اے آنکھ رو سردار عبداللہ پر جسے مرگ نے اپنے تحت حکم میں کرلیا۔

اور حال یہ ہے کہ اللہ کا حکم ہمیشہ جاری ہے۔
بہتر جوانمرد و مقداد ہے جس کا بیٹا بہترین جوان تھا۔
وہ دشمن کے مقابلہ میں ان پر ہجوم کرتا تھا۔

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ جب زیادؓ بن مغیرہ کا نامہ جس میں مندرجہ بالا ابیات لکھی تھیں۔ خالدؓ بن الولید کے پاس پہنچیں۔ تو اس وقت ان کے پاس کچھ رومی حاضر تھے۔ جو زر جزیہ لائے تھے۔ اور مصالحہ کر رہے تھے۔ وہ رومی قیدیوں کو رہا کر رہے تھے۔ اور عبدالرحمٰنؓ بن ابی بکر صدیق۔ عبداللہؓ ب عمر بن الخطاب۔ عقبہؓ بن غافع الفہری۔ اور زبیرؓ وغیرہ کو ایک ہزار سواروں کی جمعتی کے ساتھ سرزمین مصر میں جو قیوم کے نام سے مشہور ہے روانہ کر رہے تھے۔ خالدؓ نے زیادؓ بن مغیرہ کا خط پڑھا۔ انہیں اپنے بیٹے کی شہادت کا اس قدر صدمہ ہوا۔ کہ بے اختیار بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ جب ہوش میں آئے تو کہنے لگے:۔ "کوئی خوف نہیں مگر ساتھ اللہ کے جو عظیم و بزرگ ہے۔ جو کچھ ہے اللہ ہی کا ہے۔ اور اللہ ہی کی طرف لوٹنے والا ہے۔ اے خدا میں سلیمانؓ کے باعث تجھ سے اجر و ثواب کی امید رکھتا ہوں۔ اے پروردگار اسے ہمارے لئے اجر و ذخیرہ آگے بھیجا ہوا مقرر کر۔ مجھے اجر عظیم عطا کر بسبب اپنی رحمت کے۔ اے بڑے رحم کرنے والے سب رحم کرانے والوں سے۔"

خالدؓ نے جوش غم سے کہا:۔ "انشاء اللہ میں سلیمانؓ کے عوض میں ایک ہزار دشمنوں کے سرداروں کو قتل کروں گا۔ ان کے بطریقوں۔ رئیسوں اور سرداروں کو خاک و خون میں ملاؤں گا۔ اس کے قصاص میں انشاء اللہ ۔طلوس کو ضرور قتل کروں گا۔ خدا میری مدد رہے۔ اور میری آرزو کو پوری کرے۔ شاید اس قتال شدید سے میں اپنے سینہ سوزاں کو تسکین دے کر حرارت قلب کو بجھا سکوں۔ کیا عجیب ہے کہ میرے ہاتھ سے اس کے دیار و امصار

خراب و ویران ہوں۔ اس کے لشکروں کو شکست اور اس کی مملکت کو زوال ہو۔ وہ خون کے آنسو روئے اور اس کے عارض پر گرم گرم آنسو رواں ہوں۔" اس کے بعد ان کی زبان سے یہ اشعار نکلے۔ جن کا ترجمہ مندرجہ ذیل ہے۔ "☐ اے اشک رواں میرے رخساروں پر جاری ہو اور حرات غم جگر سوزش جدائی سے مشتعل ہو۔ میرا دل سرگشتہ ہے جب سے میں نے اس کے مرنے کی خبر سنی ہے۔ کاش یہ بد خبر دینے والا میرے پاس نہ پہنچتا۔ قریب ہے کہ میں اس پر ہمیشہ رویا کروں گا۔ جس وقت شام ہوگی اور جب شگفتہ و تاباں صبح ہوگی۔ یا جب وقت دعا اور زاری کا ہوتا ہے۔ تحقیق وہ بدر منیر حسن و جمال میں خوب تھا۔ اس کا بھائی بھی بزرگ تھا۔ وہ خود سردار تھا۔ جب جنگ کی شدت ہوئی تھی تو وہ ہراساں نہ ہوتا تھا۔ اسے لعنتیوں نے گھیر کر قتل کیا۔ اور اس کی شمشیر و سنان کے مالک ہو گئے۔ اس وقت انہیں تیغ زنی کا حوصلہ ہوا۔ اے مخاطب قسم ہے تیر زندگانی کی اس نے دشمنوں کے کشتوں کے پشتے زمین پر ڈال دیئے تھے۔ ان طاہروں کے پرے ہجوم کرتے تھے۔ اور وحشیان صحرا قطار قطار ٹوٹتے تھے۔ ہائے افسوس کاش میں وہاں موجود ہوتا۔ تو میں دست درازی کرتا یعنی انہیں قتل کرتا۔ شمشیر براں سے جو حد تیزی سے گذر جانے والی ہے ضرب میں۔ قسم ہے اس خدا کی جس کے خانہ کعبہ کا قریش طواف و حج کرتے ہیں اور جس نے طٰہٰ یعنی مصطفٰے کو بھیجا ہے جو غایت مرام ہے البتہ میں دشمنوں کے ہزار سواروں کو قتل کروں گا۔ اگر خدا مجھے زندہ و سالم رکھے گا۔ اور موت مجھے مہلت دے گی۔

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ امرا اور اکابر قوم خالدؓ بن الولید کے پاس تعزیت کے لئے آنے لگے۔ وہ سلیمانؓ کا پرسا دیتے تھے۔ خالدؓ کا حال تھا کہ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے تھے اور ان کلمات سے تعزیت کرتے تھے۔ "اللہ تعالٰی تمہارے اجر کو زیادہ کرے۔ اس کے پیچھے تمہیں صبر دے۔ اور اسے تمہارے لئے فردائے قیامت کو ذخیرہ حسنات کا کرے۔"

اسی طرح مقدادؓ کے پاس بھی پہنچے اور ان کے بیٹے عبداللہ کی تعزیت کی۔ جب یہ خبر عمروؓ بن العاص کو پہنچی۔ جو مصر میں مقیم تھے۔ تو انہوں نے خالدؓ مقدادؓ کو ماتم پرسی کے خطوط لکھے۔ اور سلیمانؓ و عبداللہؓ کی شہادت کا حال لکھ کر امیرالمومنین عمر فاروقؓ کی خدمت میں ارسال کیا۔ جب اہل مدینہ نے سنا تو سب کو کمال صدمہ ہوا۔ چنانچہ امیرالمومنین اور

دوسرے صحابہ کرام نے جیسے علیؓ بن ابی طالب۔ عثمانؓ بن عفان اور طلحہؓ بن عبداللہ وغیرہ نے بھی ماتم پرسی اور صبرو تلقین کے خطوط خالدؓ و مقدادؓ کو لکھے۔ ان خطوں سے ان دونوں کے دلوں کو بڑی تسکین ہوئی۔

بروقت انتباہ

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے۔ کہ ہرقلوس کو جب معلوم ہوا کہ مسلمانوں نے حمسا کے دارالسلطنت کی طرف رخ کیا ہے۔ تو اس نے خزانہ کا دروازہ کھول دیا۔ نقدو ہتھیار اور خلعت و سامان تقسیم کرنا شروع کر دیا۔ بطریقوں کو رسالوں کی افسری دی۔ وہاں ایک مکان عالیشان تھا۔ جو ہمیشہ مقفل رہتا تھا۔ ہرقلوس نے اس کے کھولنے کا ارادہ کیا۔ لیکن رہبانوں اور قسیسین جو علمائے دین نصاریٰ و یہود تھے۔ بادشاہ کو اس امر سے منع کیا۔ مگر ہرقلوس کو یہ خیال ہوا۔ کہ اس مکان میں خزانہ ہے۔ اس وقت روپے کی اشد ضرورت تھی اس لئے اس نے کسی کے کہنے پر کچھ التفات نہ کی۔ اسے کھول ڈالا۔ جب مکان کے اندر اکابر قوم کو لے کر پہنچا۔ تو وہاں کتبے تھے ان میں عربوں کے حالات۔ ان کے نام اور ان کی صفات وغیرہ لکھی تھیں۔ ہرقلوس کو بڑی ندامت و مایوسی ہوئی۔ وہ وہاں سے کنیسہ میں گیا۔ اس کے لئے تخت بچھایا گیا۔ وہ تخت پر جلوہ افروز ہوا۔ بطریقوں۔ رئیسوں اور سپہ سالاروں کی جماعت اس کے گرد بیٹھ گئی۔ راہب اور پادری ایک طرف بیٹھے۔ ہرقلوس نے ان سے مسلمانوں کے متعلق مشورہ کیا۔ ان میں سے ایک بزرگ قوم نے کھڑے ہو کر دیکھا۔ وہ بہت ہی معمر تھا۔ اس کی عمر ایک سو بیس برس کی تھی۔ وہ سیاہ جبہ پہنے تھا۔ اس کے سر پر سیاہ لمبی گوشہ دار ٹوپی تھی۔ اس کے سینہ پر صلیب آویزاں تھی۔ ہاتھ میں ایک عصا تھا جو ہاتھی دانت کا تھا۔ جس میں سونا جڑا ہوا تھا۔ اس ہیبت سے وہ ہیکل میں آیا۔ (ہیکل گرجہ یعنی نصرانیوں کی عبادت گاہ کو کہتے ہیں)۔ اور کہنے لگا۔ "اے اہل دین نصرانیہ۔ اور اے نبی ماء معمودیہ (ماء معمودیہ اس پانی کو کہتے ہیں جسے چھڑک کر عیسائیوں کو بپتسما دیا جاتا ہے) تم خوب جانتے ہو کہ ایک زمانہ میں تم پر خدا مہربان رہا۔ تمہارے قدموں پر دولت کے ڈھیر پڑے رہے۔ حکومت و سلطنت تمہارے پاس رہی۔ یہ اس وقت تک رہا جب تک تم نیک کاموں کا حکم کرتے رہے۔ اور برے کاموں سے منع کرتے رہے۔ رعیت میں عدالت کرتے تھے۔

رعایت کو پاس نہ آنے دیتے تھے۔ ظالم سے مظلوم کا بدلہ لیتے تھے۔ فریاد رسوں کی فریاد سنتے تھے۔ ہر ایک اس کی داد دلاتے تھے۔ ناتواں اور توانا کے درمیان انصاف کرتے تھے۔ ناداروں اور بینواؤں سے انس و مساوات رکھتے تھے۔ کسی کے مال پر دست درازی نہ کرتے تھے۔ زنا کاری سے بچتے تھے۔ خدا سے ڈرتے تھے۔ پرہیز گاری کرتے تھے۔ اس وقت دولت و حکومت۔ عزت و ثروت سب کچھ تمہارے لئے تھا۔ رعایا کے قلوب تمہاری طرف مائل تھے۔ وہ تمہیں دعائیں دیتے تھے۔ اب تمہاری حالت کچھ اور ہو گئی ہے نیک کاموں کا حکم نہیں کرتے۔ برے کاموں سے باز نہیں آتے۔ نہ کسی کو باز رکھتے ہو۔ رعیت پر ظلم کرتے ہو۔ بیہودہ اور سخت احکام جاری کرتے ہو۔ ضعیفوں کا حق زور آوروں سے نہیں دلاتے ہو۔ رعایا کے مال میں دست اندازی کرتے ہو۔ فسق و فجور میں مبتلا ہو گئے ہو۔ رعایا کے دل تمہاری طرف سے پھر گئے ہیں۔ مظلوم کی دعا قبول ہوتی ہے ظلم کی کثرت خراب کرتی ہے۔ عنقریب تم سے یہ نعمتیں چھن جاویں گی۔ اور تمہارے سے گناہوں کے سبب سے غیروں کے ہاتھ لگیں گی۔ مظلوموں کی بد دعا کا یہ اثر ہوتا ہے۔ کہ خدا نے عربوں کو تم پر مسلط کر دیا ہے۔ انہوں نے تمہارے ملکوں پر قبضہ کر لیا۔ تمہاری دولت لوٹ لی۔ تمہارے گھروں میں داخل ہو گئے۔ تمہاری جائے پناہوں پر تسلط کر لیا۔ اگر تم اب بھی خواب غفلت سے بیدار ہو جاؤ۔ گناہوں سے توبہ کر لو۔ عیش پرستی چھوڑ دو۔ مل کر عربوں کا مقابلہ کرو۔ تو یقیناً تم انہیں اپنے ملک سے نکال سکتے ہو۔ ابھی وقت ہے بزدلی نہ کرو۔ دلیری سے کام لو۔"

طلوس کو اس کا کلام بہت پسند آیا۔ اس نے حاضرین سے مخاطب ہو کر کہا: "تم نے سنا۔ تمہارے بزرگ باپ نے تم سے کیا کہا۔"

لوگوں نے عرض کیا:۔ "ہاں ہم نے سنا۔"

طلوس:۔ "پھر تمہاری کیا رائے ہے؟"

بطریق:۔ "ہم آخر دم تک عربوں کا مقابلہ کریں گے۔ انہیں اپنے شہر پر قابض نہ ہونے دیں گے۔ اول تو ہم انہیں ہزیمت دے کر بھگا دیں گے۔ اور اگر ان کا زور بڑھ گیا۔ تو ہم قلعہ میں داخل ہو جائیں گے۔ یہ قلعہ اس قدر وسیع اور مضبوط ہے کہ اگر دس سال بھی عرب محاصرہ کئے رہیں گے۔ تب بھی کچھ نہ بنا سکیں گے۔ ہم ہرگز اس عار کو گوارا نہ کریں گے۔ کہ عرب ہمارے شہر پر قابض ہو جائیں۔"

یہ سن کر بطلیموس بہت خوش ہوا۔ اس نے کہا۔ "صرف ہمت اور دلیری کی ضرورت ہے۔ یقیناً ہم عربوں کو شکست دے کر بھگا دیں گے۔"

اس وقت ایک اور راہب اٹھا۔ وہ بھی پہلے راہب کی طرح ضعیف اور معمر تھا۔ اس کے گلے میں ایک چھوٹی فولاد کی صندوقچی پڑی تھی۔ اس نے کہا: "ٹھہرو۔ فیصلہ کرنے میں جلدی نہ کرو۔ مجھے بھی کچھ کہہ لینے دو۔ میں طلاحم تمہارے سامنے پیش کرتا ہوں۔"

یہ کہہ کر اس نے صندوقچی کھول کر ایک پرانی کتاب نکالی اور تمام لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا:۔ "اے گروہ نصرانیہ! تم خوب جانتے ہو کہ میری تمام عمر عبادت و ریاضت اور تحصیل علم میں گزری ہے۔ میں نے کئی پرانی کتابیں پڑھی ہیں۔ ان میں سے ایک کتاب یہ اس وقت میرے ہاتھ میں ہے۔ غور سے سنو۔ اس میں حکمائے گذشتہ نے آئندہ کے حالات قلمبند کئے ہیں۔ لکھا ہے کہ آخر زمانہ میں ایک نبی مبعوث ہو گا۔ جس کا نام محمد بن عبداللہ ہو گا۔ نبی عدنان سے ہو گا۔ اس کے ماں باپ عہد طفلی ہی میں ؞ جائیں گے۔ دادا اور چچا اس کی پرورش و کفالت کریں گے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اسے دنیا بھر کی ہدایت کے لئے نبی مبعوث کرے گا۔ وہ مکہ میں پیدا ہو گا۔ اور مدینہ میں ہجرت کر کے جا رہے گا۔ چند روز کے بعد اس کا وصال ہو جائے گا۔ اس کے بعد اس کا خلیفہ ایک شخص ابو بکرؓ نامی ہو گا۔ عرب اس کے کارناموں کو سراہیں گے۔ اس پر فخر کریں گے۔ اسے فخر قوم کہیں گے۔ وہ فوجیں تیار اور آراستہ کر کے ملک شام کی طرف بھیجے گا۔ نبی کے بعد وہ بہت تھوڑے عرصہ زندہ رہے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ اسے موت دے گا۔ اس کا متولی یعنی نبی کا دوسرا خلیفہ ایک شخص دراز قد اور سیاہ چشم ہو گا۔ اس کا نام عمرؓ ہو گا۔ اس سے تمام سرکش ڈریں گے شیطان کانپے گا۔ وہ بڑا عادل ہو گا۔ صاحب فتوحات ہو گا۔ بہت سے ملک اس کے ہاتھ پر فتح ہو جائیں گے۔ وہ دشمنوں کو سرنگوں کرے گا۔ اس کے لشکر بے شمار شہروں پر قبضہ کر لیں گے۔ میں نے اسی کتاب میں لکھا دیکھا ہے۔ کہ اس شہر کی فتح اس شخص کے ہاتھ میں ہو گی۔ جس کا رنگ گندمی ہو گا۔ شیر کی طرح بہادر اور حملہ آور ہو گا۔ فوج کا سردار ہو گا۔ نام اس کا خالدؓ ہو گا۔ وہ ولید کا بیٹا ہو گا۔ میرا کلام سنو اور مانو۔ جو سردار اس شہر پر یورش کر رہا ہے۔ اسے دیکھ اگر وہ خالدؓ ہی ہے تو ہرگز اس سے نہ لڑو۔ اس لئے کہ تم اس کا مقابلہ نہ کر سکو گے۔ مناسب یہ ہے کہ اس سے صلح کر لو۔ عربوں کا دین حق ہے۔ آج ان کا اقبال یاور ہے۔ خدا مددگار ہے۔ اگر ساری دنیا

مل کر بھی ان کا مقابلہ کرے گی۔ تو اپنے نبی کی برکت سے وہی غالب رہیں گے۔

اس راہب کا کلام سن کر بطریقوں اور رئیسوں کو بڑا غصہ آیا۔ وہ اس کے قتل پر آمادہ وہ گئے۔ لیکن ہطلوس نے ان لوگوں کو اشارہ سے منع کیا اور باز رکھا۔ اور راہب نے کہا: "افسوس ہے تجھ پر اے راہب تو نے کیا ہی بزدلی کی باتیں کہی ہیں۔ تو عربوں سے ڈر گیا۔ میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ قسیسن اور راہب دلیر نہیں ہوتے۔ نہ کچھ قوت و طاقت رکھتے ہیں۔ یہ اس لئے کہ ان کی غذا مسور۔ روغن زیت اور لیمو وغیرہ ہے۔ وہ مقوی چیزیں نہیں کھاتے۔ گوشت سے واقف نہیں۔ ان کے دلوں میں حرارت نہیں رہتی۔ ان کے دل کمزور اور بودے ہو جاتے ہیں۔ اگر ہمارے دلوں میں تیری بزرگی اور عبادت و پرہیزگاری کی عزت نہ ہوتی اور ہم یہ نہ جانتے ہوتے کہ تو بڑے بڑے بزرگ راہبوں کی صحبت سے فیض یاب ہو چکا ہے۔ تو تیرے ساتھ سختی سے پیش آتے۔ اگر تحقیق تو نے پھر اس کلام کا اعادہ کیا۔ تو بلا شبہ میں تجھے قتل کر ڈالوں گا۔ تیرے لئے یہی مناسب ہے کہ تو خاموش رہ۔"

راہب خاموش ہو گیا۔ ہطلوس وہاں سے چلا آیا۔ اور اپنے قصر رفیع میں آکر بطریقوں کو طلب کر کے انہیں خلعتیں عطا کیں۔ اور ایک ایک علم اور ایک ایک صلیب دی۔ پھر اپنے لشکر کا جائزہ لیا۔ پیادوں اور رضاکاروں کے علاوہ اسی ہزار سوار تھے۔ وہ اس قدر عظیم الشان لشکر دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ اور اس تمام لشکر پر ایک بڑے بطریق کو جس کا نام قانیل تھا۔ سپہ سالار مقرر کیا۔ وہ ایسا معزز تھا۔ کہ بادشاہ کے تخت پر بیٹھتا تھا۔ ایسا ذکی اور ذی فہم تھا کہ ہطلوس ہر امر میں اس سے مشورہ لیا کرتا تھا۔ ہطلوس نے اسے حکم دیا۔ کہ عربوں سے جا کر مقابلہ کرے۔ اب اس نے اپنے مشیروں اور بطریقوں سے دریافت کیا کہ "وہ شہر کے اندر سکونت کرے یا شہر سے باہر ٹھہرے" بعض ہوش مند بطریقوں نے عرض کیا۔ "اگر آپ شہر کے اندر ٹھہرے رہیں گے تو لوگ خیال کریں گے کہ آپ ڈر گئے۔ اس کا اثر بہت برا ہو گا۔ اور اگر شہر کے باہر مقیم ہوں گے۔ تو ہمارے سپاہیوں کا حوصلہ بڑھا ہوا رہے گا اور عرب مرعوب رہیں گے۔ اگر لڑائی یہاں تک بھی پہنچ گئی تو ہم شہر کے باہر سے لڑیں گے اور فصیلوں اور برجوں میں سے شہر والے لڑیں گے۔ اس طرح عربوں پر دوہری مار پڑے گی۔"

بادشاہ نے ان کی رائے کو پسند کیا۔ فراشوں کو حکم دیا کہ شہر سے باہر خیمے۔

سراپردے۔ شامیانے اور قناتیں لگا دیں۔ فراشوں نے فوراً حکم کی تعمیل شروع کی۔ انہوں نے شادرواں یعنی خاص خیمہ شاہی کھڑا کیا۔ وہ ستر ذرع (۳۵ گز) وسیع تھا۔ اسے نقرئی اور طلائی چوبوں پر ا ستادہ کر دیا۔ وہ تمام خیمہ دیبائے حریر کا تھا۔ جو رنگ برنگ کا تھا۔ کوئی پٹی سفید تھی۔ کوئی سیاہ۔ کوئی سرخ۔ کوئی سبز۔ کوئی زرد۔ کوئی نیلگوں اس کی اکثر چوبیں مرصع بہ جواہر تھیں۔ اس کے باہر پرندوں اور ستاروں کی تصویریں تھیں۔ اور اندر انسانوں کی۔ اس کا فرش دیبائے بوقلموں اور بساط حریر گوناگوں کا تھا۔ اس پر زیر انداز و قالین پڑے تھے۔ مسندیں لگی تھیں اور ان پر گاؤ تکیے رکھے تھے۔ اس کی طنابیں رنگین ریشم کی تھیں۔ جو ہاتھی دانت اور آبنوس کی میخوں میں سونے چاندی کی کھراؤں سے کھینچتی تھیں۔ طنابوں میں سونے چاندی کی زنجیریں لگی ہوئی تھیں۔ اس کے اندر و باہر لاجوردی قندیلیں تھیں۔ فرش کے اوپر تخت تھا۔ صندل و ساج کی لکڑی کا بنا ہوا۔ جس پر سونا چڑھا تھا۔ اس کا طول عرض اور ارتفاع سات سات ذراع یعنی ساڑھے تین گز تھا۔ اس پر چڑھنے کا جو زینہ تھا۔ وہ لکڑی کا تھا لیکن اس پر سونے چاندی کے پتھر جڑے ہوئے تھے۔ اس کے گرد اسی کرسیاں آبنوس کی جڑاؤ تھیں جو قرینہ میں بچی ہوئی تھیں۔ ان پر اراکین سلطنت بیٹھتے تھے۔ اس شادرواں یعنی خیمہ شاہی کے چاروں طرف خیمے اور سراپردے آراستہ کئے گئے تھے۔ ان کی آرائش و زیبائش کا بیان کرنا مشکل ہے۔

راوی کہتا ہے کہ مجھے روایت پہنچی ہے ایک جماعت صحابہ سے جو اس معرکہ میں شریک تھے۔ اور جنہوں نے ان خیموں کو دیکھا تھا کہ جب ملوس ہزیمت اٹھا کر بھاگا اور شہر میں داخل ہو گیا تو وہ تمام خیمے۔ سراپردے اور شامیانے باب البحری کے جسے باب القدس بھی کہتے تھے سامنے نصب تھے۔ عجب بہار دے رہے تھے۔

راوی نے بیان کیا ہے کہ جب شاہی خیمے نصب ہو گئے تو ملوس نے ایک بطریق کو جس کا نام سمعان تھا حکم دیا کہ وہ اپنے اس خیمہ کو جو بادشاہ نے اسے عطا کیا ہے باب توما کے نزدیک نصب کرے۔ وہ صدر دروازہ تھا۔ ایک دوسرے بطریق کو جس کا نام اصطافین تھا حکم دیا کہ وہ اپنا لشکر لے کر شرقی دروازہ پر قیام کرے۔ شرقی دروازہ پل کے قریب تھا۔ پل نہر ساباط پر سنگی ستونوں پر قائم کیا تھا۔ چنانچہ وہ دس ہزار سوار لے کر وہاں مقیم ہو گیا۔

ہبارؓ بن ابی سفیان اور سلمہؓ بن ہاشم المخزومی نے بیان کیا ہے کہ ہم مداین کے شہروں

میں سے کسی ایسے شہر میں نہیں پہنچے جو بہنسا جیسا ہو۔ وہاں بے شمار ساز و سامان تھا۔ وہاں کے لوگ بھی قوی دل اور تہمتن تھے۔ انہوں نے اس کثرت سے ملیس قائم کیں تھیں کہ ہر طرف ستاروں کی طرح ملیس چمک رہی تھیں۔ بے شمار خیمے اور سائبان کھڑے کئے تھے۔ شہر پناہ کی دیواروں پر منجنیقیں نصب کی تھیں۔ بہت سے قبے ہاتھی کے چمڑہ کے جن پر فولادی پتھر جڑے ہوئے تھے۔ فصیلوں پر نصب تھے۔ فصیل پر ہر طرف سنگ اندازوں۔ فلاخن اندازوں اور تیر اندازوں اور نیزہ برداروں کی جمعیتیں ترتیب سے قائم کردی تھیں۔

لشکر اسلام کی آمد

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ امیر عیاضؓ بن غنم کوچ و مقام کرتے شہر بہنسا کے قریب پہنچے تو انہوں نے ابوذر غفاریؓ۔ ابو ہریرہؓ دوسی۔ معاذؓ بن جبل۔ سلمہؓ بن ہاشم المخزومی۔ مالک اشترؓ نخعی اور ذوالکلاع الحمیریؓ کو دو ہزار سوار دے کر حکم دیا کہ شرقی جانب جا کر اترو۔ اگر وہاں کے لوگ قتال کریں تو تم بھی ان سے لڑو۔ اور ایسی جنگ کرو کہ قلعہ لے لو۔ اور خود امیر غانمؓ باب بحریہ کی طرف چلے یعنی اس طرف جس طرف قابیل فروکش تھا۔ انہوں نے ہراول کے طور پر فضلؓ بن عباس۔ ان کے بھائی عبداللہؓ بن عباس۔ شقرانؓ۔ صہیبؓ اور مسلمؓ و جعفرؓ پسران عقیل بن ابی طالب۔ عبداللہؓ بن جعفر۔ زیادؓ بن ابی سفیان۔ عبداللہؓ بن عمرو الدوسی۔ سعیدؓ بن زبیر الدوسی۔ حسانؓ بن انصر الطائی۔ جریرؓ بن نعیم الحمیری۔ نعیمؓ بن ہاشم بن العاص۔ ہبارؓ بن ابی سفیان۔ سالمؓ بن فرقد الیرلوحی۔ سیفؓ بن اسلم الطائی۔ معترؓ بن خویلد البسیکی۔ سنانؓ بن اوس الانصاری۔ مخلدؓ بن عون الکندی۔ اور ابن زیدؓ الحیل کو آگے روانہ کیا۔ وہ وہاں جا کر مقیم ہو گئے۔

قابیل کی شوخ بیانی

راوی نے بیان کیا ہے کہ جب اسلامی لشکر غربی جانب پہنچا تو قابیل جسے اپنی شجاعت پر غرہ اور اپنی سپاہ پر ناز تھا بطریقوں اور سرداروں کی جماعت ساتھ لے کر دامن کوہ کے متصل لشکر اسلام کے قریب آ کر کھڑا ہوا۔ اور اپنے لشکر کو وہیں روک کر ایک علم کے پاس آیا۔ یہ

علم عرب متنصرہ کے ہاتھ میں تھا۔ اس نے ایک عرب سے جو زیر علم کھڑا تھا کہا۔ "مسلمانوں سے پکار کر کہو کہ وہ کسی مرد دانا کو گفتگو کرنے کے لئے ہمارے پاس بھیجیں۔" اس نے یہ آواز دی۔ جریر الحمیریؓ نے غانمؓ بن عیاض کے پاس پہنچ کر عرض کیا۔ "دشمن خدا کسی کو گفتگو کرنے کے لئے طلب کر رہا ہے۔ مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس سے کلام کروں۔"

عیاضؓ بن غنم نے کہا۔ "جاؤ لیکن اس بات کو ملحوظ رکھو کہ اگر وہ طالب صلح ہو تو اس سے اس وقت تک کے لئے عارضی مصالحہ کر لو جب تک امیر خالدؓ بن الولید یہاں پہنچیں اور اپنا حکم جاری کریں۔ اور اگر وہ لڑے تو واپس لوٹ آؤ۔ ہم اس سے اس وقت تک لڑیں گے۔ جب تک اللہ تعالیٰ اپنا حکم جاری کرے۔"

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ جریرؓ چل کر قابیل کے سامنے جا کھڑے ہوئے اور اس سے کہا:۔ "میں آگیا ہوں جو تیر حاجت ہو بیان کر۔" قابیل نے کہا۔ "کیا تو ہی مسلمانوں کا امیر ہے؟" جریرؓ نے جواب دیا۔ "نہیں۔ میں امیر نہیں ہوں۔ بلکہ امیر کی طرف سے سوال و جواب کا مجاز ہو کر آیا ہوں۔"

قابیل:۔ "تم عرب میں رہتے تھے۔ ریت پھانکتے تھے۔ مارے بھوک کے لاغر اندام اور کوتاہ پست تھے۔ کپڑے نہ ہونے کی وجہ سے ننگے رہتے تھے۔ تم شام و مصر میں آتے تھے۔ ہماری خدمت کرتے تھے۔ ہم تمہیں کھانے کو دیتے تھے۔ تم نے شام کی لذیذ غذائیں کھائیں۔ تمہارے دل میں اسے فتح کرنے کا خیال پیدا ہوا۔ تم نے شام میں خروج کیا۔ اس پر قبضہ کر بیٹھے۔ مصر پر حملہ آور ہوئے۔ اسے بھی فتح کر لیا۔ فارس پر چڑھ دوڑے اسے بھی دبا بیٹھے۔ اتنے بڑے بڑے اور زرخیز ملک فتح کر لئے اور پھر بھی تمہیں سیری نہ ہوئی۔ اب ہم پر ہجوم کر کے آئے ہو۔ ہمارے جوانمردوں کو قتل کیا۔ مال و اسباب لوٹ لیا۔ اس سے تمہاری جسارت اور بڑھ گئی۔ لیکن ہم تمہاری طرف سے غافل نہیں تھے۔ ہم نے تمہارا کانٹا نکالنے کا قصد کر لیا۔ فوجیں فراہم کیں۔ سامان حرب و رسد جمع کیا۔ تمہارے مقابلہ کی تیار کر لی۔ تم نے غلطی کی کہ ہمارے شہر کا عزم کیا ہے۔ یہ قلعہ ایسا مضبوط و مستحکم اور وسیع و فراخ ہے کہ تم سے پہلے اکثر فراغنہ مصر و سلاطین روم اور ملوم عجم نے چڑھائی کی۔ لیکن ہزیمت اٹھا کر بری طرح پسپا ہوئے۔ تمہارا بھی یہی حشر ہو گا۔ تم ہمارے لوگوں کو قتل کر چکے ہو ہم تم سے ان کا بھی کچھ مواخذہ نہیں کرتے ہیں لیکن اب ہم سے بیان کرو تمہاری غرض کیا ہے۔

اگر تم مال چاہتے ہو تو میں بادشاہ کیطرف سے مجاز ہوں کہ تمہیں مال دے دوں۔ بشرطیکہ تم یہاں سے چلے جاؤ۔ اور جتنے شہر تم نے ہمارے لئے ہیں وہ سب واپس کر دو۔ اس بات کا اطمینان رکھو کہ جو بات میں طے کروں گا۔ بادشاہ اس کی مخالفت نہ کرے گا۔ بتاؤ تمہاری کیا مراد ہے اور تم کیا چاہتے ہو؟"

جریرؓ:۔ "جو کچھ تمہیں کہنا تھا کہہ چکے یا اور کچھ کہنا ہے"

قابیل:۔ "نہیں مجھے اور کچھ کہنا نہیں ہے۔"

جریرؓ:۔ "تب سنو۔ تم نے ہماری خستہ حالی اور افلاس کا جو کچھ ذکر کیا ہے وہ صحیح ہے۔ ہم ایام جاہلیت میں بہت ہی بد حال تھے۔ لیکن خدا نے ہم پر کرم کیا۔ اپنے نبی کو ہم میں بھیجا۔ اسلام کی نعمت فرمائی۔ ہماری حالت بدل گئی۔ پروردگار نے ہم سے وعدہ کیا کہ وہ ہمیں زمین پر خلیفہ مقرر کرے گا۔ چنانچہ وہ وعدہ پورا ہو رہا ہے۔ جیسا تو نے ابھی ذکر کیا۔ ہم شام۔ مصر اور فارس پر قابض ہو گئے۔ اب تمہاری طرف آئے ہیں۔ تم نے مال دینے کا ذکر کیا ہے۔ جب تک تم مسلمان نہیں ہو جاتے یا ہماری اطاعت نہیں کرتے اس وقت تک تمہاری دولت لینے کا ہمیں حق ہے۔ ہمیں اللہ نے جہاد کا حکم دیا ہے۔ ہم دشمنان خدا سے لڑتے ہیں۔ لڑائی میں جو مال غنیمت ہاتھ آتا ہے۔ اسے ہم آپس میں بانٹ لیتے ہیں۔ حالانکہ خدا کی قسم ہمیں دولت کی خواہش نہیں ہے۔ لیکن خدا ہم پر اپنی نعمتیں پوری کر رہا ہے۔ حکومت۔ سلطنت اور دولت دے رہا ہے۔ تم پوچھتے ہو ہم کیا چاہتے ہیں۔ ہماری سب سے بڑی آرزو یہ ہے کہ تم سب مسلمان ہو جاؤ۔ بولو کیا تم اس کے لئے تیار ہو۔"

قابیل:۔ "ہرگز نہیں۔"

جریرؓ:۔ "تب فساد نہ کرو۔ جزیہ دے کر صلح کر لو۔"

قابیل:۔ "یہ بھی ممکن نہیں اس ذلت سے تو مر جانا اچھا ہے۔"

جریرؓ:۔ "تب مرنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ تلوار ہمارا اور تمہارا فیصلہ کر دے گی۔"

قابیل یہ بات سن کر غضبناک ہوا۔ اس نے کہا:۔ "میں نے تمہارے ساتھ نرمی اور مہربانی کرنے کا ارادہ کر لیا تھا لیکن اب بادشاہ کے حکم کے بغیر جنگ شروع کر دوں گا۔ میں تمہارے اور تمہاری سپاہ کے لئے کافی ہوں۔"

معرکہ اول

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ قابیل نے اپنے سواروں کو حکم دیا۔ وہ جریرؓ پر حملہ آور ہوئے۔ جریرؓ کہتے ہیں کہ ابھی میں نے گھوڑے کی باگ بھی نہ پھیری تھی کہ ایک سواروں کا گروہ مجھ پر آ ٹوٹا۔ میں نے مقابلہ شروع کر دیا۔ اسی وقت مسلمانوں کا بھی ایک دستہ پھاند پڑا اور لڑتا بھڑتا میری طرف بڑھنے لگا۔ راوی نے بیان کیا ہے کہ نہایت خونریز جنگ شروع ہو گئی۔ سر اور دھڑ کٹ کٹ کر گرنے لگے۔ رومی مسلمانوں میں اور مسلمان رومیوں میں گھس گئے۔ تلواریں پھرتی سے چلنے لگیں۔ نیزے بڑھنے لگے۔ شور دار و گیر بلند ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے مغیرہؓ بن شعبہ۔ عونؓ بن ساعدہ۔ عبادہؓ بن تمیم اور فضلؓ بن عباس کو ان کی نیکیاں اور حسنات زیادہ کرے۔ ان لوگوں نے بڑی دلیری سے جنگ کی۔ لاشوں پر لاشیں گرا دیں۔ دوپہر کے وقت سے جنگ شروع ہوئی۔ اور غروب آفتاب تک جاری رہی۔ عبد اللہؓ بن جعفر نے قابیل پر حملہ کیا۔ اور اس نے ایسی ضرب لگائی کہ وہ گھبرا گیا۔ بڑی مشکل سے وار بچایا اور بھاگ گیا۔ اس کے بھاگتے ہی رومی بھی پیچھے ہٹ گئے۔ چونکہ آفتاب غروب ہو رہا تھا۔ اس لئے فریقین میدان جنگ سے ہٹ کر اپنے اپنے کیمپ میں پہنچ گئے۔ اس معرکہ میں پچاس مسلمان شہید ہوئے۔ تقریباً دو ہزار عیسائی مارے گئے۔

جب یہ مفرور ․ملوس کے لشکر میں پہنچے اور انہیں ان کی ذلت آمیز پسپائی کا حال معلوم ہوا۔ تو اس نے قابیل کو اپنے حضور میں طلب کر کے بڑی لعنت ملامت کی۔ اور کہا:۔ "کس قدر افسوس کی بات ہے تم لوگ بھاری جمعیت میں ہوتے ہوئے بھی عربوں سے ہزیمت کھا کر بھاگ آئے ہو۔ ان کے مقابلہ میں نہیں ٹھہرتے۔ تم ایسے بزدل ہو گئے ہو کہ عربوں کی صورتیں دیکھتے ہی مرعوب ہو جاتے ہو۔ اسی لئے وہ غالب ہو جاتے ہیں اور تم مغلوب ہو جاتے ہو۔" قابیل نے کہا: "اے بادشاہ یہ بات نہیں ہے۔ ہم اپنی پوری قوت سے ان سے لڑتے ہیں۔ لیکن وہ لوگ انسان نہیں ہیں بلکہ جن ہیں۔ اور جنوں سے لڑنا انسانوں کا کام نہیں۔ آپ سنی سنائی باتیں کہہ رہے ہیں۔ میں نے دیکھا ہے۔ شنیدہ مانند دیدہ نہیں ہو سکتا۔ حقیقت یہ ہے کہ ہماری زندگی تھی جو ہم ان کے سامنے سے بچ کر چلے آئے۔

ورنہ ایک بھی واپس نہ لوٹتا۔" بادشاہ نے غضبناک ہو کر کہا۔ "خاموش رہ تحقیق عربوں کا خوف تیرے دل پر غالب آ گیا ہے۔ عنقریب تو دیکھے گا۔ کہ ان کا انجام کیا ہوتا ہے۔" بطلوس نے رات سخت رنج و قلق میں بسر کی۔ جب صبح ہوئی۔ تو اس نے فوج کو سوار ہونے کا حکم دیا۔ لیکن اس کے مشیروں نے کہا:۔ "ابھی توقف کیجئے اور دیکھئے کہ مسلمان کیا کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ انتظار کرنے لگا۔

مسلمانوں کی پیش قدمی

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ صبح کی نماز پڑھ کر مسلمان مسلح ہوئے۔ اور گھوڑوں پر سوار ہو کر چلے۔ عیسائی اس وقت تک میدان جنگ میں نہیں آئے تھے۔ ان میں سے کچھ لوگ شہر کے اندر چلے گئے تھے۔ کچھ لوگ پل کی طرف ہٹ گئے تھے۔ کچھ بطلوس کے لشکر میں شامل ہو گئے تھے۔ مسلمان بڑھ کر اس مقام تک پہنچ گئے۔ جہاں سے بھنسا والوں کے خیمہ و خرگاہ صاف طور پر نظر آنے لگے تھے۔

راوی نے کہا ہے کہ مجھ سے روایت بیان کی قیس بن منہال نے بواسطہ عامر بن ہلال کے انہوں نے زید الخیل سے سنا وہ کہتے ہیں کہ جب ہم شہر بھنسا کے قریب پہنچے اور خیمہ و خرگا نظر آئے تو غانمؓ بن عیاض نے یہ دعا مانگی۔ "اے پروردگار ان کافروں کو خوار کر۔ ہمیں ان پر نصرت دے۔ ان کی جمعیت کو گھیر۔ انہیں پراگندہ کر کے ہلاک کر۔ ان میں سے کسی کو باقی نہ رکھ اور انہیں اپنے غضب میں گرفتار کر۔ تو ہر چیز پر قادر ہے۔" مسلمان ان کی ہر دعا پر آمین کہتے جاتے تھے۔ جب مسلمان ان کے خیموں کے قریب پہنچے۔ اور تکبیر و تہلیل کے نعرے لگائے تو رومی جھلا کر کمانیں۔ نیزے اور تلواریں لے کر نکلے۔ فصیلوں اور برجوں میں بھی اس کثرت سے رومی چڑھ آئے کہ تل دھرنے کو جگہ نہ رہی۔ مسلمانوں کی ایک جماعت نے رومیوں پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ مگر امیر غانمؓ نے انہیں یہ کہہ کر روک دیا۔ اور کہا "بغیر حجت کے حملہ کرنا نہیں چاہئے۔ مسلمان رک گئے۔

معرکہ دوم

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ مسلمان پہاڑ کو طے کر کے شہر کی طرف

بڑھے اور نزدیک تل کوکل کے جو کہ نشیب میں دامن کوہ میں واقع تھا اترے لیکن ابوذرؓ غفاری۔ ابوہریرہؓ الدوسی۔ معاذؓ بن جبل۔ سلمہؓ بن ہاشم۔ مالک اشترؓ اور ذوالکلاعؓ الحمیری یہ لوگ رومیوں کے بہت قریب پہنچ گئے اور انہوں نے رات اسی جگہ بسر کی۔ جب صبح ہوئی۔ اور یہ لوگ نماز سے فارغ ہوئے تو رومیوں کی ایک بھاری جمعیت ان پر حملہ آور ہوئی۔ اس وقت مالک اشتر نے کہا:۔ "اے جوانان عرب! اس وقت دشمن تم سے لڑنے کے لئے آئے ہیں۔ تم انہیں لڑائی میں الجھالو اور ایک دستہ سوروں کا بھیجو تاکہ وہ جسر پر یعنی ساباط کے پل پر قبضہ کرلیں۔ اللہ تعالیٰ سے مدد چاہو۔ وہی تمہاری نصرت کرے گا۔

راوی نے بیان کیا ہے ابوذر غفاریؓ وغیرہ کے ساتھ نئی سو سوار تھے۔ مرزبان کسریٰ بھی تھا۔ چنانچہ مرزبان سو سواروں کا دستہ لے کر تیزی سے بڑھا اور پل پر پہنچ کر اس پر قبضہ کر لیا۔ چونکہ پل شہر پناہ کے قریب تھا۔ اس لئے ان مسلمانوں پر برجوں اور فصیل کے اوپر سے تیروں اور پتھروں کی بوچھاڑ ہونے لگی۔ لیکن مسلمانوں نے اس کی کوئی پرواہ نہ کی۔ وہ پل پر قبضہ کرکے محفوظ جگہ میں کھڑے ہو گئے۔

ادھر ان مسلمانوں سے جو دامن کوہ میں پہنچ گئے تھے رومیوں سے جنگ شروع ہو گئی۔ نہایت سخت معرکہ ہوا۔ صبح سے شام تک لڑائی ہوتی رہی۔ دن چھپتے ہی جنگ بند ہو گئی۔ مسلمان جہاں پہنچ گئے تھے۔ وہیں فروکش ہو گئے۔ دوسرے روز بھی صبح سے جنگ ہو کر شام تک جاری رہی۔ اسی طرح سات روز گذر گئے۔ مسلمان رومیوں کے چاروں طرف چھا گئے تھے۔ جب رومی گھبرا کر کسی طرف جاتے تھے۔ تو وہاں مسلمانوں کو پاتے تھے۔ اس طرح رومیوں پر ہول طاری ہو گیا۔ وہ رات کو چھپ چھپ کر بھاگنے لگے۔ ایک رات کو رومیوں کی ایک جماعت بھاگی۔ جب وہ شہر ارقار کے قریب پہنچے تو وہاں رافعؓ بن عمیرۃ الطائی اور ان کی جماعت سے سامنا ہو گیا۔ یہ عرب۔ بحر یوسفی کے ساحل پر تاخت کرنے کے لئے گئے تھے۔

معرکہ سوم

راوی نے بیان کیا ہے کہ رافعؓ نے رومیوں کو دیکھ کر پہچانا نہیں (شاید اندھیری رات ہونے کی وجہ سے) وہ انہیں مسلمان سمجھے۔ رومی چھ سو سوار تھے۔ خاموشی سے چلے جا رہے تھے۔ رافع اور ان کے ہمراہیوں نے سموں کی آواز سنی۔ انہوں نے پکار کر دریافت کیا کہ وہ

کون ہو؟" رومیوں نے کچھ جواب نہ دیا۔ مسلمان سمجھ گئے۔ وہ رومی ہیں۔ انہوں نے ان پر حملہ کر دیا۔ رومی گھبرا کر بھاگ نکلے۔ ان میں سے دو سو مارے گئے۔ باقی بھاگ گئے۔ مسلمان تین شہید ہوئے۔ رومی بھاگ کر اس غار میں گر پڑے جو پانی سے لبریز تھا۔ سو آدمی اس میں ڈوب گئے۔ باقی دو سو گرفتار کر لئے گئے۔ ان رومیوں سے جب دریافت کیا کہ وہ کیوں بھاگ کر آئے تو انہوں نے بتایا کہ پانی اور غلہ کی تلاش میں نکلے تھے۔ ان کی مشکیں باندھی گئیں۔ اور چند مسلمانوں کی حراست میں انہیں غانمؓ کی خدمت میں بھیجدیا گیا۔ جب یہ قیدی مسلمانوں کے پاس غانمؓ کی خدمت میں پہنچے۔ تو مسلمانوں نے خوش ہو کر تکبیر و تہلیل کے نعرے لگائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجا۔ قیدیوں کے سامنے اسلام پیش کیا۔ انہوں نے انکار کیا۔ چونکہ قیدیوں کو اپنے ساتھ رکھنا دشوار تھا۔ اس لئے ان کی گردنیں ماری گئیں۔ رومیوں نے برجوں اور بالائے حصار سے یہ تکلیف دہ منظر دیکھا۔ بجائے اس کے کہ انہیں جوش اور غصہ آئے ان پر خوف و ہراس طاری ہو گیا۔

جس وقت یہاں یہ کاروائی ہوئی۔ اس وقت زیر قلعہ رومی کیمپ کے قریب مسلمانوں اور رومیوں کی لڑائی ہو رہی تھی۔ صبح ہی سے جنگ کے شروع ہو گئی تھی۔ بڑے گھمسان کا رن پڑا۔ کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ غروب آفتاب کے وقت اس طرف کے رومی پسپا ہو کر قلعہ کے اندر گھس گئے اور فصیل پر جا چڑھے۔ اور پھاٹک مضبوطی سے بند کر لیا۔

مسلمانوں کی خدا پرستی اور رومیوں کی عیش پرستی

راوی نے کہا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دامن کوہ میں ایک وسیع اور فراغ وادی میں اترے جو قلعہ کے جانب غریب بحر یوسُنی کے درمیان تھا۔ چونکہ رات ہو گئی تھی اس لئے مسلمانوں نے جگہ جگہ آگ روشن کی۔ ہر قبیلہ نے الگ الگ قیام کیا۔ اور ہر قبیلہ نے جدا جدا آگ روشن کی۔ کھانا کھا کر عشا کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھی۔ پھر اپنے اپنے مقام پر آ کر قرآن شریف کی تلاوۃ کرنے اور رسول اللہ صلعم پر درود بھیجنے لگے۔ بعض نماز میں مصروف ہو گئے۔ کوئی مسلمان بھی ایسا نہ تھا۔ جو یا تو رکوع اور سجود میں نہ ہو یا قرآن شریف نہ پڑھ رہا ہو۔ یا دعا نہ مانگ رہا ہو۔ خدا پرستی کا عجب منظر نظر آ رہا تھا۔ لیکن رومیوں کا یہ حال تھا کہ باوجود مسلمانوں نے ان کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ کئی معرکوں میں انہیں ہزیمتیں ہو چکی

تھیں۔ لیکن وہ عیش پرستی سے باز نہ آتے تھے۔ رات بھر شراب پیتے اور داد عیش دیتے رہے ایسی سیاہ کاریاں کیں کہ سرزمین حمص تھرا اٹھی۔ اور اس نے زبان حال سے درگاہ خداوندی میں عرض کیا کہ "پروردگار اس سیاہ کاری کا خاتمہ ہونا چاہیے۔" خداوند عزوجل نے فرمایا۔" اطمینان رکھ یہ حالت بہت جلد بدل جائے گی۔ اس سرزمین سے اہل کفر و طغیان کو دور کروں گا۔ اور اس میں بہترین امت کو آباد کروں گا۔ وہ امت جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔ کفر کی ظلمت دور ہو جائے گی۔ اور توحید کا نور روشن ہو جائے گا۔"

عیسائی سفیر کی آمد

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ امیر غانمؓ نے لشکر کے ساتھ جماعت سے صبح کی نماز پڑھی اور یہ انتظار کرنے لگے۔ کہ رومی کیا کرتے ہیں۔ تھوڑی ہی دیر میں انہوں نے دیکھا۔ کہ ایک قس یعنی پادری اونٹ پر سوار ہو کر سامنے آیا۔ وہ اونی جبہ پہنے تھا۔ سر پر اونچی ٹوپی اوڑھے تھا۔ کمر ریشم کی ڈور سے باندھے تھا۔ مسلمانوں کے پاس آکر اس نے عربی زبان میں کہا۔ "اے مسلمانو! میں امیر عرب سے ملاقات چاہتا ہوں۔"

راوی نے کہا۔ "مجھ سے نقل روایت کی قیس بن شماس نے بواسطہ کعب بن ہمام کے شدادؓ بن اوس سے کہ وہ اصحاب روایات یعنی لشکر کے سردار تھے انہوں نے کہا۔ "ہم سب سردار اور امراء پاس غانمؓ بن عیاض کے بیٹھے ہوئے تھے کہ ناگاہ عبداللہؓ بن عاصم ہمارے پاس آئے۔ اور انہوں نے قس کے آنے کا حال بیان کیا۔ امیر غانمؓ نے اس کے حاضر کیے جانے کی اجازت دی۔ چنانچہ قس آیا۔ اس نے دیکھا کہ زمین پر چمڑہ کا فرش بچھا ہوا ہے۔ جس کے اندر کھجور کی چھال بھری ہوئی ہے۔ اور اس پر مسلمان امراء اطمینان کے ساتھ بیٹھے ہیں۔ اور جو مکلف فرش مال غنیمت میں مسلمانوں کے ہاتھ آیا تھا۔ وہ لپٹا ہوا ایک طرف رکھا ہے۔ امیر عرب اور تمام سردار اور رئیس ایک ہی لباس پہنے۔ ایک ہی سی شان سے بیٹھے ہوئے تھے۔ ان میں معلوم ہی نہ ہوتا تھا کہ امیر کون ہے۔ سب کے زانوں پر تلواریں رکھی تھیں۔ قس مسلمانوں کی یہ کیفیت دیکھ کر مرعوب ہو گیا۔ اور ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ آخر اس نے دریافت کیا۔ "تم میں امیر کون ہے؟" بعض مسلمانوں نے غانمؓ کی طرف اشارہ کیا۔ قس نے ان سے کہا۔ "اے نوجوان عرب کیا تم ہی سردار ہو؟" غانمؓ نے جواب دیا۔ "مسلمان

ایسا ہی سمجھتے ہیں۔ لیکن میں اس وقت تک ان پر امیر ہوں جب تک خدائے عزوجل کی اطاعت و فرمانبرداری کروں۔" قس نے کہا:۔ "بادشاہ ۔طلوس نے مجھے تمہارے پاس اس لئے بھیجا ہے کہ تم اس کے پاس کوئی ایسا مرد زیرک و ہوشیار بھیجو۔ جو اس کے سوالات کا جواب دے سکے۔ کیا عجب ہے کہ کوئی سمجھوتہ ہو جائے۔ اور خونریزی رک جائے۔"

امیر غانمؓ نے حاضرین سے مخاطب ہو کر کہا:۔ "تم نے اس راہب کا کلام سنا۔ تم میں سے کون بادشاہ سے گفتگو کرنے کے لئے جائے گا۔" یہ سنتے ہی مغیرہؓ بن شعبہ اٹھ کھڑے ہوئے اور بولے۔ "میں اس خدمت کو انجام دینے کے لئے تیار ہوں۔" امیر غانمؓ نے کہا۔ "واللہ تم ہی اس کام کے لئے موزوں ہو۔ اپنے ساتھ دس آدمی اور لے لو۔ یہ حق تمہیں دیا جاتا ہے کہ جن لوگوں کو چاہو منتخب کر لو۔"

مغیرہؓ نے کہا:۔ "میں نے سنا اور اطاعت کی۔" چنانچہ انہوں نے پکارنا شروع کیا۔ کہاں ہیں سعیدؓ بن عبدالقادر۔ کہاں ہیں ابو ایوبؓ انصاری۔ کہاں ہیں خالدؓ بن زید انصاری۔ کہاں ہیں زیدؓ بن ثابت انصاری۔ کہاں ہیں ابن مسعودؓ بدری۔ کہاں ہیں جریرؓ بن مطعم۔ کہاں ہیں ابویزیدؓ ایعقلی۔ کہاں ہیں معاویہؓ بن الحکم الثقفی۔ کہاں ہیں عمارؓ بن حصین اور کہاں ہیں زیدؓ بن ارقم۔" ان سب لوگوں نے جواب دیا۔ "ہم لوگ حاضر ہیں۔" مغیرہؓ نے کہا۔ "جاؤ مسلح ہو کر آجاؤ۔" سب لوگ چلے گئے۔ اور زرہیں پہن کر ہتھیار لگا کر اور گھوڑوں پر سوار ہو کر آگئے۔

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ مغیرہؓ نے بھی اپنے خیمہ پر جا کر زرہ پہنی۔ کمر میں پٹکہ باندھا۔ پٹکہ میں دو خنجر دائیں بائیں گھڑے۔ تلوار گلے میں لٹکائی۔ نیزہ ہاتھ میں لیا۔ اور مشکی گھوڑے پر سوار ہو کر آئے۔ ان میں سے ہر ایک نے اپنے ساتھ غلام یا خادم کو لے لیا۔ امیر غانمؓ نے مغیرہؓ سے کہا۔ "اے ابو شعبہؓ خوب سمجھ لینا کہ وہ لعین کیا کہتا ہے۔" پہلے تم اسے اسلام کی دعوت دینا۔ ارکان اسلام کی طرف بلانا نماز۔ روزہ۔ زکوۃ۔ حج اور جہاد کی خوبیاں سمجھانا بتانا کہ جو چیزیں حلال ہیں انہیں حلال سمجھیں اور جو چیزیں حرام ہیں انہیں حرام سمجھیں۔ اگر وہ لوگ اس سے انکار کر دیں تو جزیہ طلب کرنا۔ اس سے بھی انحراف کریں تو اعلان جنگ دے دینا۔ کہہ دینا تلوار ہمارا تمہارا فیصلہ کرے گی۔ خداوند ذی الاکرام سے مجھے امید ہے کہ وہ فتح و نصرت عطا فرمائے گا۔" مغیرہؓ نے کہا:۔ "خدا نے چاہا تو

میں حق سفارت اچھی طرح ادا کروں گا۔" غرض وہ سب جوانان عرب اس سے قس کے ساتھ روانہ ہوئے کہ ہر ایک کے ساتھ ایک ایک غلام خچر پر سوار تھا اور سب نیزے رانوں تلے دابے تھے۔

زیادؓ بن ثابت کہتے ہیں کہ جس وقت یہ لوگ لشکر اعدا کی طرف روانہ ہوئے۔ اور امیر غانمؓ نے انہیں رخصت کیا۔ تو میں نے امیر کی طرف دیکھا ان کی آنکھوں سے اشک مسلسل جاری تھے۔ یہاں تک کہ ان کی داڑھی تر ہو گئی۔ اور قطرات اشک داڑھی سے ٹپکنے لگے۔ وہ اس وقت قرآن شریف کی کوئی آیت تلاوت کر رہے تھے۔ میں نے عرض کیا۔ "اے امیر رونا کس لئے ہے؟" اگر ان میں سے کسی کو کوئی گزند پہنچا۔ تو کل قیامت کے روز پیش خدا میرا کیا عذر ہو گا۔"

اسلامی سفیروں کی حق گوئی

مغیرہؓ بن شعبہ معہ اپنے اصحاب کے روانہ ہو کر لشکر اعدا کے قریب پہنچے۔ تو انہوں نے دیکھا کہ رومیوں کی کثرت سے وہ سرزمین پر ہے۔ مغیرہؓ اور ان کے ساتھیوں نے بلند آواز سے کہا: لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ یہ پڑھتے ہوئے وہ بڑھے چلے جا رہے تھے۔ کہ ایک بطریق ایک عرب مستنصرہ کو ساتھ لئے سو سواروں کی معیت میں ان کے استقبال کو بڑھ کر آگے آیا۔ اور ان کے آگے آگے بطور راہبر کے چلا۔ جب قریب شاد رواں شاہی کے پہنچا تو کہنے لگا۔ "اب تم سراپردہ شاہی کے قریب آ گئے ہو۔ گھوڑوں سے اتر پڑو اور ہتھیار دے دو۔"

مغیرہؓ اور ان کے ساتھی مسلمانوں نے نگاہیں لمبی کر کے دیکھا انہیں .علوس سامنے تخت پر بیٹھا نظر آیا۔ اسی وقت شادرواں میں سے بطریقوں۔ امیروں اور اراکین سلطنت کی جماعت نکل کر ان کے پاس آئی۔ انہیں مرحبا کہی اور کہا: "اے جوانان عرب ہمارے شہنشاہ کا ادب و احترام کرو۔" مغیرہؓ نے کہا: "ہم تمہارے کہنے سے گھوڑوں سے تو اتر لیں گے۔ لیکن ہتھیار نہ دیں گے۔ کیونکہ یہی ہمارے لئے باعث عزت و زینت ہیں۔ اسی سے ہم زمانہ والوں پر غالب آتے ہیں۔" حجاب نے اس بات کی اطلاع شاہ .علوس کو دی۔ اس نے کہا: "انہیں چھوڑ دو اور جس طرح وہ آنا چاہیں آنے دو۔" خادموں نے دور سے پکار کر

کہا۔ "شاہ معظم نے اجازت دے دی ہے کہ اہل عرب معہ ہتھیاروں کے چلے آئیں۔"

راوی نے بیان کیا ہے کہ مغیرہؓ اور ان کے ساتھی گھوڑوں سے اتر لیے۔ بعض غلاموں نے گھوڑے پکڑ لیئے اور بعض غلام ان کے ساتھ ہو لیئے۔ مسلمان فخر و وقار کی چال سے اس شان سے آگے بڑھے کہ ان کی تلواریں پر تکوں میں گھسٹتی جاتی تھیں۔ وہ رومیوں کی صفوں کو چیرتے چلے جاتے تھے۔ ان سے کچھ خوف و ہراس نہ کرتے تھے۔ یہاں تک کہ سراپردہ شاہی میں داخل ہوئے۔ اس روز بطلوس نے دربار کیا تھا۔ تمام درباری اپنے اپنے رتبہ کے موافق اپنی اپنی جگہ پر بڑی شان سے بیٹھے تھے۔ مسلمان دربار میں داخل ہوئے۔ ان پر ان درباریوں کا بھی کوئی رعب نہ پڑا۔ آخر وہ تخت کے قریب پہنچ گئے۔ بادشاہ تکبیر و غرور کی شان سے تخت پر بیٹھا تھا۔ درباری سر جھکائے اس طرح خاموش بیٹھے تھے کہ انہیں اس کے سامنے نگاہیں اٹھا کر دیکھنے کی جرات نہ ہوتی تھی۔ مسلمانوں نے یہ سامان غنیمت دیکھ کر تکبیر و تہلیل کی آوازیں بلند کیں۔ اس زور سے نعرے لگائے کہ تخت گاہ تک ہلنے لگا۔ درباریوں کے چہروں کے رنگ ہیبت و خوف سے متغیر ہو گئے۔ بادشاہ کے حجاب نے بلند آواز سے کہا۔ "یعنی یہ روئے زمین کا بادشاہ ہے۔" اس کلمہ سے انہوں نے مسلمانوں کو آگاہ کیا کہ وہ روئے زمین کے بادشاہ کو سلام کریں۔ مغیرہؓ نے جواب دیا۔ "سجدہ سوائے ملک و معبود کے اور کو سزاوار نہیں ہے۔ قسم ہے اپنی زندگانی کی سجدہ کرنا قبل از اسلام ہمارا شیوہ تعظیم تھا۔ مگر جبکہ اللہ تعالیٰ نے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا۔ انہوں نے ہمیں اس فعل سے منع کر دیا۔ کہ بعض ہمارا بعض کو سجدہ نہ کرے۔"

مغیرہؓ کا یہ کلام سن کر سب چپ ہو گئے۔ بادشان نے ان کے لئے سونے چاندی کی کرسیاں منگوا کر بچھا دیں۔ لیکن یہ لوگ اس پر نہ بیٹھے۔ بلکہ وہ جس وقت سے داخل بارگاہ ہوئے تھے تو ان کے بعض خادم اس فرش کو سمیٹتے جاتے تھے جو راستہ پر تخت تک بچھا تھا۔ جب لب فرش دیباج تک پہنچے تو اسے پاؤں سے ایک طرف الٹ دیا۔ بعض بطریقوں نے کہا۔ "تم غیر مہذب اور وحشی ہو۔ اول تو تم نے یہ بے ادبی کی۔ کہ بادشاہ کو سجدہ نہیں کیا۔ پھر یہ سوئے ادبی کی کہ فرش کو لپیٹ ڈالا۔" مغیرہؓ نے جواب دیا: "ادب و سجدہ کرنا خدائے تعالیٰ کا تم سے افضل و بہتر ہے۔ خدا کی زمین تمہارے فرشوں سے پاکیزہ تر ہے۔ اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ "ساری زمین ہمارے لئے سجدہ گاہ ہے جو جگہ

سجدہ گاہ ہے۔ وہ پاک ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ "اسی زمین سے ہم نے تمہیں پیدا کیا۔ اسی میں تمہیں ملا دیں گے۔ اور اس سے دوسری بار تمہیں نکالیں گے۔"

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ ․ملوس بادشاہ عربی زبان خوب جانتا تھا۔ اس لئے اس کا کوئی ترجمان نہ تھا۔ وہ خود گفتگو کر رہا تھا۔ اس نے صحابہ کو بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ مغیرہؓ نے کہا:۔ "ہمارے یہاں دستور نہیں کہ ایک شخص اپنے آپ کو خدا یا انسانوں سے بالا تر سمجھ کر اوپر بیٹھے اور باقی سب غلاموں کی طرح سر جھکا کر نیچے بیٹھیں۔ یا تو تم تخت سے نیچے اتر کر ہمارے پاس بیٹھو۔ یا اجازت دو کہ ہم تمہارے پاس تخت پر آکر بیٹھیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں جب سے اسلام سے مشرف کیا ہے۔ ہم مساوات برتتے ہیں۔ ․ملوس نے انہیں تخت پر بیٹھنے کی اجازت دے دی۔ انہوں نے فرش دیبا اٹھا دیا۔ اور ایک طرف تخت پر بیٹھ گئے۔ تخت پر بیٹھنے والوں میں مسلمانوں کے غلام بھی تھے۔ ․ملوس نے مسلمانوں سے مخاطب ہو کر پوچھا:۔ "تم میں امیر وفد کون ہے۔ یعنی وہ شخص جو مجھ سے گفتگو کرے گا۔ یا میری باتوں کا جواب دے گا۔" مسلمانوں نے مغیرہؓ کی طرف اشارہ کیا۔ مسلمان تلواروں کے قبضے اس طرح ہاتھوں میں لے کر بیٹھے کہ ضرورت کے وقت فوراً ان سے کام لیا جا سکے۔

․ملوس نے مغیرہؓ سے دریافت کیا "تمہارا نام کیا ہے؟" انہوں نے جواب دیا۔ "میرا نام عبداللہ مغیرہؓ ہے۔

․ملوس:۔ "تم میری باتوں کا جواب دو گے۔"

مغیرہؓ:۔ "ہاں اگر خدا نے چاہا۔"

․ملوس:۔ "ساری حمد اس خدا کے لئے ہے جس نے ہمارے خداوند مسیح کو افضل انبیا کیا۔ اور ہمیں بادشاہوں میں سب سے افضل کیا۔ اور ہم بہترین سردار ہیں۔"

ابھی ․ملوس اسی قدر کہنے پایا تھا۔ کہ مغیرہؓ نے قطع کلام کیا۔ رومیوں اور ارمنوں کی یہ مجال نہ تھی کہ بادشاہ کی بات کو کاٹ دیتے۔ ایسا کرنے والے کو موت کی سزا دی جاتی تھی۔ حاجبوں اور مصاحبوں نے مغیرہؓ سے کہا:۔ "اے عربی بھائی تم نے بادشاہ کا قطع کلام کر کے بڑی بے ادبی کی ہے"۔ مگر مغیرہؓ نے کوئی پرواہ نہ کی۔ کہنے لگے۔ "بادشاہ بھی ایک آدمی ہے۔ اگر وہ کوئی غلط بات کہے۔ تو فوراً اس کی تردید کر دینی چاہیے۔" پھر انہوں نے یعنی مغیرہؓ نے کہا:۔ "تمام تعریفیں اس پروردگار کے لئے ہیں جس نے ہمیں اسلام کی ہدایت کی اور

درمیان امتوں کے ہمیں مخصوص کیا۔ بوجہ مبعوث کرنے محمد صلعم کے۔ ان پر بہترین درود و سلام۔ پھر حق تعالیٰ ہمیں راہ راست پر لایا۔ اور ان کے طفیل سے جہالت و گمراہی سے نکالا۔ ہمارے لئے راہ راست استوار کی۔ ہدایت و رہنمائی کے لئے منتخب کئے گئے ہیں۔ ہم وہ ہیں کہ ایمان لاتے ہیں اور اقرار کرتے ہیں اپنے نبی کا۔ تمہارے نبی اور تمام انبیاء کا۔ حق تعالیٰ نے ہمارے بادشاہ (امیر) کو مثل ہمارے لئے مقرر کیا۔ یعنی گویا وہ بھی ہم میں مثل ہمارے ایک ہے۔ حالانکہ وہ ہم پر متولی ہے۔ اور ہمارے امور کا والی ہے۔ اگر وہ اپنے زعم میں اپنے آپ کو بادشاہ سمجھ کر جور و تعدی کرے تو ہم اسے اپنی تولیت سے معزول و خارج کر دیں۔ کیونکہ ہم اس کے لئے اپنے اوپر کوئی فضیلت نہیں دیکھتے۔ ہاں مگر بسبب تقویٰ کے (یعنی جو ہم میں زیادہ متقی ہے۔ زیادہ پرہیزگار ہے اسے فضیلت ہے) حق سبحان تعالیٰ نے ہمیں مقرر کیا ہے کہ ہم نیک کاموں کا حکم کریں۔ برے کاموں سے منع کریں۔ ہم پیش خدا اپنے گناہوں کا اقرار کرتے ہیں۔ اور خدا کی جانب سے استغفار طلب کرتے ہیں۔ ہم اس معبود کی عبادت کرتے ہیں جو یکتا ہے۔ جس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ اگر کوئی ہم میں اتنے گناہ کرے جو پہاڑ کے برابر ہوں۔ پھر اس سے توبہ کرے تو اس کی توبہ قبول ہوتی ہے۔ اور جو حالت اسلام میں مسلمان مرتا ہے اس کے لئے بہشت ہے۔

راوی نے بیان کیا ہے کہ مغیرہؓ کے یہ کلمات سن کر ․ملوس کے چہرہ کا رنگ متغیر ہو گیا۔ کچھ دیر تک سکوت کرنے کے بعد کہنے لگا "تمام حمد اس خدا کے لائق ہے۔ جس نے بہترین آزمائش میں ہمیں ڈالا۔ ہمیں محتاجگی سے غنی اور مستغنی کر دیا۔ ہمیں فیروزمند کیا خدا ہی نے تمام سابقہ امتوں پر۔ اس کے بعد اس نے کچھ دیر خاموش رہ کر کہا۔ تمہیں یاد ہو گا کہ عرب قحط و افلاس سے تنگ آکر ہمارے شہروں میں آتے تھے۔ ہمارے یہاں سے گیہوں اور جو لے جاتے تھے۔ ہم ان پر احسان کرتے تھے۔ وہ ہمارے شکر گذار ہوتے تھے۔ لیکن تم لوگ جو ہمارے شہروں میں آئے ہو۔ تم ہمارے لوگوں کو قتل کرتے ہو۔ ہمارے عورتوں کو کنیزیں بنا لیتے ہو۔ ہمارے مال کو غنیمت جانتے ہو' ہمارے شہروں' گڑھیوں اور قلعوں میں لوٹ مار کرتے ہو۔ چاہتے ہو کہ ہمیں ہمارے شہروں سے نکال دو۔ حالانکہ تم وہ لوگ ہو کہ ساری قوموں میں تمہارے قوم سے زیادہ عاجز سوختہ اور تباہ حال کوئی قوم نہ تھی۔ جو اور گدوں کو کھاتے تھے۔ اب ہمارے ملکوں میں آکر گیہوں کھانے لگے۔ نہیں جانتے کہ

ہماری فوجیں بے شمار ہیں۔ ہماری شوکت و عظمت بڑھی ہوئی ہے۔ ہمارے قلعہ مضبوط ہے تم ہم پر اس لئے جرات و جسارت کر رہے ہو کہ تم شام' عراق' یمن اور حجاز کے مالک ہو گئے ہو۔ تم نے فساد برپا کیا۔ شہروں کو خراب کر دیا۔ قلعوں کو کھود ڈالا۔ تم نے بہترین لباس پہنے' شہزادیوں کو اپنی کنیزیں بنا لیا۔ لذیذ کھانے کھانے لگے۔ سونے چاندی سے اپنے ہاتھوں کو بھر لیا۔ تمہارے کیسے دولت سے پر ہو گئے۔ تم نے ہماری بھاری دولت اپنے قبضہ میں کر لی۔ لیکن ہم تمہیں سب کچھ معاف کرتے ہیں۔ کسی بات کا تم سے مواخذہ نہیں کرتے۔ کسی بات پر تم سے نہیں جھگڑتے۔ ہاں یہ چاہتے ہیں کہ تم ہمارے یہاں سے کوچ کر جاؤ۔ چلے جاؤ۔ ہمارے شہروں کو خالی کر دو۔ اگر تم چاہتے ہو کہ ہمیں کچھ اور دیں تو خونریزی بند کرنے کے لئے ہم اس کے لئے بھی تیار ہیں۔ ہم خزانہ کا منہ کھولے دیتے ہیں اور حکم دیتے ہیں کہ تمہارے ہر سپاہی کو سو سو دینار ایک ایک جوڑا دیبائے حریر کا اور ایک ایک عمامہ زرتار اور طلاکار دیا جائے اور تمہارے ہر سردار کو ہزار ہزار دینار دس دس جوڑے حریر کے اور سو سو عمامے زرتار دیئے جاویں گے اور تمہارے بڑے امیر یعنی خلیفہ کو دس ہزار دینار سو خلعتیں اور سو عمامے زرنگار دیں گے۔ لیکن اس شرط پر کہ تم عہد کرو کہ ہمارے ملک سے واپس لوٹ جاؤ گے۔ کبھی ہم پر لشکر کشی نہ کرو گے"

جب تک .ملوس کہتا رہا مغیرہؓ خاموش سنتے رہے۔ جب وہ چپ ہوا تو مغیرہ نے کہا "تمام تعریفیں اس خدا کو سزاوار ہیں .جو یکتا ہے۔ غالب ہے۔ تنہا ہے۔ بے نیاز ہے۔ وہ ایسا ہے کہ نہ اس نے کسی کو جنا ہے نہ وہ کسی سے جنا گیا ہے۔ نہ کوئی اس کا شریک و ہمسر ہے"

.ملوس سے خاموش نہ رہا جا سکا۔ اس نے کہا" اے بدوی تم نے کیا خوب کہا "مغیرہؓ نے کہا "میں اقرار کرتا ہوں کہ سوائے اللہ کے کوئی اللہ نہیں ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اسی اللہ کے بندہ ہیں اور اسی کے پسندیدہ و برگزیدہ نبی ہیں" .ملوس نے دخل در معقولات ہو کر کہا "میں محمد صلعم کو رسول نہیں مانتا۔ ممکن ہے وہ رسول ہوں۔ البتہ وہ ایسے شخص ہیں جنہوں نے اپنا دین اچھا بنا لیا ہے۔ بدوی عرب یہ تو بتاؤ یعنی کون سی ساعت افضل ترین ہے "مغیرہؓ نے جواب دیا" سب سے اچھی وہ ساعت ہے جس میں خدا کی نافرمانی نہ کی جائے"۔

.ملوس "اے اخاالعرب یعنی اے برادر عربی تم نے درست کہا۔ تمہاری عقلمندی اور جودت طبع تو مجھ پر ظاہر ہو گئی۔ بھلا کوئی اور بھی تمہارے لشکر میں ایسا ہے، جو تمہاری طرح ذی

عقل و دانشمند ہو"۔

مغیرہؓ یوں تو لشکر کے تمام مسلمان ہی ذی ہوش اور عقلمند ہیں لیکن ایک ہزار آدمیوں سے زیادہ ایسے ہیں کہ ان کی رائے اور مشورت سے بے اعتنائی اور لاپرواہی نہیں کی جاتی ہے اور ہمارے پیچھے مدینہ میں جو لوگ ہیں وہ ہم سے زیادہ زیرک و دانشمند ہیں"۔

.علوس! میں اس بات کو یقین نہیں کرتا۔ کیونکہ مجھے جو خبریں پہنچی ہیں وہ یہ ہیں کہ تمہارے جماعت ایسی ہے جسے عقل سے کوئی سروکار نہیں ہے۔ وحشی اور غیر مہذب ہیں"۔

مغیرہؓ! ایام جاہلیت میں ہم ایسے ہی تھے لیکن جب خدا نے ہم میں اپنے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا اور انہوں نے ہمیں ہدایت کی تو ہماری کایا پلٹ ہو گئی۔ ہم مہذب اور خدا ترس ہو گئے۔

.علوس! مجھے تمہارے کلام بہت اچھا معلوم ہوا کیا تم میرے مصاحب بن سکتے ہو؟

مغیرہؓ یہ بات تو میری عین خوشی کی ہے بشرطیکہ جو میں کہوں وہ کرو۔

.علوس! وہ کیا؟

مغیرہؓ شہادت دو کہ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں ہے اور تحقیق محمدؐ اسی اللہ کے بندہ اور رسول ہیں۔

.علوس! یہ تو نہیں ہو سکتا۔ البتہ میری یہ خواہش ضرور ہے کہ تمہارے اور میرے درمیان صلح رہے۔

مغیرہ! ہر بات خدا کے قبضہ و اختیار میں ہے تمہارا یہ کہنا درست ہے کہ ہم محتاج، مفلس اور عاجز تھے، زمانہ جاہلیت میں ہمارے یہی کیفیت تھی۔ ہم میں کوئی بھی کسی چیز کی لیت نہ رکھتا تھا۔ سوائے اپنے گھوڑے، اونٹوں اور ہتھیاروں کے اور ہم سوائے ماہ ہائے حرام کے (ماہ ہائے حرام حرمت والے مہینے کہلاتے تھے اور وہ مہینے یہ تھے۔ ذیقعد، ذی الحجہ، محرم اور رجب) اور کسی بات کا احترام نہ کرتے تھے یہاں تک کہ حق تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے پاس بھیجا۔ ہم اس کی اصل اور پاک نسل کو خوب پہنچانتے تھے۔ وہ صادق، امین، ہر عیب اور گناہ سے پاک اور امام و رسول تھے۔ انہوں نے اسلام کو ظاہر کیا۔ اور غلبہ دیا، بتوں کو توڑا اور نبیوں کا ان پر خاتمہ ہوا۔ یعنی وہ خاتم الانبیا تھے۔ انہوں نے ہمیں غیر اللہ کی پرستش سے منع کیا۔ خدا کی عبادت کا حکم دیا۔ ہم خدا کی

پرستش کرنے لگے۔ اور کسی کو نہیں پوجتے اس کے سوائے اور کسی کو اپنا والی اور ناصر نہیں جانتے۔ بجز اس کے خدا کو جو یکتا ہے۔ جس کا کوئی ہمسر نہیں ہے اور کسی کو سجدہ نہیں کرتے۔ ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے اقرار کرتے ہیں۔ ان سے ہم جہاد کرتے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ خدا کی مخلوق اپنے اس پیدا کرنے والے کو پوجے جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ وہ یکتا ہے نہ اسے اونگھ آتی ہے نہ وہ کبھی اپنی مخلوق کی طرف سے غفلت کرتا ہے۔ جو کوئی ہماری پیروی کرتا ہے وہ ہمارا بھائی بن جاتا ہے۔ جو ہمارے لئے حلال ہے وہ اس کے لئے حلال ہے۔ جو ہمارے لئے حرام ہے وہ اس کے لئے حرام ہے۔

مقدار جزیہ

بطلوس! "کوئی اور صورت مصالحت کی نہیں ہے!"۔

مغیرہؓ "دوسری صورت یہ ہے کہ ہماری اطاعت کر لو۔ ہمیں جزیہ دو جو لوگ جزیہ ادا کرتے ہیں وہ ہماری حفاظت میں و نگرانی میں آجاتے ہیں ان کے دشمنوں سے ان کی حفاظت کرنا ہم پر فرض ہو جاتا ہے۔ ایسے لوگ ذمی کہلاتے ہیں یعنی ہمارے ذمہ داری میں آجاتے ہیں۔ ہم پھر نہ ان کا خون بہا سکتے ہیں نہ ان کا مال لوٹ سکتے ہیں۔

بطلوس "جزیہ کیا ہے اور کس قدر ہے؟

مغیرہؓ جزیہ حفاظت و ذمہ داری کا ٹیکس ہے۔ ایک سال کے لئے اس وقت لیا جاتا ہے جب ہم جزیہ ادا کرنے والوں کی حفاظت کر سکیں اگر ہم حفاظت کرنے سے قاصر رہیں تو جزیہ واپس کر دیا جاتا ہے۔ جزیہ ہر بالغ شخص سے ایک سال کے لئے ایک دینار ہے۔ نابالغ پر، عورت پر اور راہب پر جزیہ نہیں ہے۔

بطلوس "جزیہ ادا کر کے اطاعت کرنا تو اور بھی مشکل ہے"

مغیرہؓ "تب تلوار ہمارے اور تمہارے درمیان فیصلہ کر دے گی"۔

بطلوس کی پشیمانی

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے بواسطہ مسلم بن عبدالحمید و طارق بن ہلال کے عبداللہؓ بن

رافع سے روایت کی ہے انہوں نے کہا۔ کہ ہم بھی مغیرہؓ کے ساتھ تھے کہ دفعتہ .طلوس تیغ بکف ہو کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے تمام درباریوں نے تلواریں سونت لیں۔ ہم مسلمانوں نے بھی تلواریں کھینچ لیں ہمیں اس قدر غیرت اسلام دامنگیر ہوئی اور اتنا جوش آیا کہ .طلوس کے درباریوں کی تو کیا اس کی فوجوں کی بھی ہماری نگاہوں میں کوئی وقعت نہ رہی ہمیں یقین ہو گیا کہ محشر اسی مقام سے برپا ہو گا۔ یہ حال دیکھ کر .طلوس کو اپنی ہلاکت کا یقین ہو گیا۔ اس نے پکار کر مغیرہؓ سے کہا "اے مغیرہؓ تامل کر' جلدی نہ کرو' ورنہ ہلاک ہو جائے گا۔ میں خوب جانتا ہوں کہ تو ایلچی ہے اور ایلچی کو مارا نہیں جاتا ہے میں یہ بھی جان گیا ہوں کہ تو نے وہی کلام کیا ہے۔ جس کی تجھے تیرے امیر نے ہدایت کی تھی۔ ہر آئینہ میں نے تجھے آزمایا تھا۔ دیکھنا چاہتا تھا کہ تجھ میں کس قدر جرات و جسارت ہے۔ اب ہم تم سے کوئی مواخذہ نہ کریں گے تم اپنی تلواریں میانوں میں کر لو۔" ابن رافعؓ کہتا ہے کہ ہم سب نے اپنی تلواریں میانوں میں ڈال لیں۔ مغیرہؓ آگے بڑے اور .طلوس کے قریب سے گذرے .طلوس ان کے ساتھ ہو لیا۔ جس طرح ایک دوست دوست کے ساتھ ہوتا ہے۔ مغیرہؓ بھاری بدن کے تھے۔ جب وہ تخت سے اترنے لگے۔ تو .طلوس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر یعنی اس کا سہارا لے کر اترے .طلوس بھی ساتھ اترا جب مغیرہؓ نے اس سے جدا ہونا چاہتا تو اس نے ان کا ہاتھ پکڑ کر کہا "حضرت عیسی مسیح کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟" مغیرہؓ نے کہا "حضرت عیسی خدا کے بندہ اور اس کے رسول تھے"۔

.طلوس! لیکن وہ کس طرح پیدا ہوئے؟

مغیرہؓ جس طرح خدا نے حضرت آدم کو پیدا کیا تھا آدم کی نہ ماں تھی۔ نہ باپ تھے۔ حضرت عیسی کو بغیر باپ کے پیدا کیا۔ چنانچہ قرآن شریف میں اللہ تعالٰی عیسی کی مثال ایسی ہے جیسی آدم کی مثال کہ اسے مٹی سے پیدا کیا۔ جب اس سے کہا ہو جا تو وہ ہو گیا۔

.طلوس "اس کی کیا دلیل ہے کہ خدا واحد و یکتا ہے۔

مغیرہؓ سب سے بہتر دلیل قرآن شریف کی ہے۔ اللہ تعالٰی نے قرآن شریف میں فرمایا۔ اے نبی کہہ دو اللہ یکتا ہے۔ بے نیاز ہے۔ نہ اس نے کسی کو جنا ہے۔ نہ وہ کسی سے جنا گیا۔ نہ یکتائی میں اس کا کوئی ہمسر ہے۔

.طلوس "اے مرد اعور (جس کی ایک آنکھ میں فرق آجائے اسے عربی میں اعور کہتے

ہیں۔ جنگ یرموک میں مغیرہؓ کی ایک آنکھ کو صدمہ پہنچ گیا تھا) تیری سی حاضر جوابی اور خوش کلامی میں نے نہیں دیکھی"۔

مغیرہؓ مجھے آنکھ کا گزند عیب دار نہیں کرتا ہے ہر آئینہ میری آنکھ نے جہاد فی سبیل اللہ میں ایک سگ رومی کے مقابلہ میں صدمہ اٹھایا ہے لیکن میں نے اس سے اپنی آنکھ کا بدلہ لے لیا تھا اسے قتل کر ڈالا تھا اور بھی کئی گبروں کو مارا تھا اس آنکھ کے صدمہ سے اللہ تعالیٰ کا ثواب بہت زیادہ ہے۔

ملوس "تیرے جواب بہت ہی معقول ہوتے ہیں۔ میرا خیال ہے تیری قوم میں کوئی اور تجھ جیسا شیریں کلام اور حاضر جواب دانشمند اور ذی عقل نہ ہو گا"۔

مغیرہؓ میں نے پہلے کہا تھا کہ میری قوم میں ایسے اہل علم و صاحب رائے ہیں کہ میں ان کے علم و عقل کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں ہوں۔ ایک مرد بدوی ہوں۔ کاش تم علیؓ ابی طالب کو دیکھتے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی ہیں۔ وہ بڑے زیرک دانشمند اور عالم ہیں۔ تجربہ کار جنگجو ایسے ہیں کہ مثل شیر کے حملہ کرتے ہیں۔

ملوس "میں نے ان کی شجاعت و دلیری کی تعریف سنی ہے جی چاہتا ہے انہیں دیکھوں کیا وہ بھی تمہارے لشکر میں موجود ہیں؟"

مغیرہ "وہ پیشوائے دین ہیں ان کا مرتبہ اس قدر بڑھا ہوا ہے کہ بہت کم شریک جنگ ہوتے ہیں۔ وہ مدینہ منورہ میں رہتے ہیں"

ملوس "ان کے علاوہ اور کوئی بھی ان جیسا ہے"۔

مغیرہؓ "کئی ہیں۔ امیر المومنین عمر فاروقؓ بن الخطاب جو ہمارے خلیفہ ہیں۔ ایسے عقلمند ہیں کہ مشکل سے کوئی ایسا ہو گا۔ ایسے بہادر ہیں کہ دنیا ان سے تھرتھراتی ہے۔ اگرچہ وہ مدینہ منورہ میں رہتے ہیں لیکن مسلمان ان سے ڈرتے رہتے ہیں۔ غیر مسلم بادشاہ ان کا نام سن کر کانپ جاتے ہیں۔ ان کے مشیر عثمانؓ بن عفان' عبد الرحمانؓ بن عوف اور دوسرے لوگ ان ہی جیسے ہیں۔ ان کے علاوہ ہزاروں عرب جو حجاز' یمن' شام' عراق اور مصر میں بکھرے ہوئے ہیں۔ ان کی شجاعت و دلیری ضرب المثل ہے۔ ان میں سے ایک ایک آدمی ایک ایک ہزار کے برابر ہے۔ ہمارے جیش کے امیر سیف اللہ خالدؓ بن الولید ہیں وہ ہماری مدد کو چل پڑے ہیں۔ اور گویا تمہارے پاس پہنچنے والے ہیں۔ صائب الرائے اور بڑے دلیر و سخت گیر ہیں۔ آج ان

کی بہادری کا ذکر ہر شخص کی زبان پر ہے۔ ان کے ساتھ ضرارؓ بن الازور ہیں جن کی دلیری کا یہ عالم ہے کہ انہیں نیزہ بازی اور شمشیر زنی سے کوئی چیز نہیں روک سکتی ہے۔ وہ کبھی برہنہ تن لڑتے ہیں اور کبھی کپڑے پہن کر عبدالرحمانؓ بن ابی بکر صدیق ہیں۔ یعنی خلیفہ اول کے بیٹے جب وہ کسی صف پر حملہ کرتے ہیں تو ساری صف کو زیر و زبر کر ڈالتے ہیں اور جب کسی لشکر پر حملہ کرتے ہیں تو سارے لشکر کو جنبش میں لے آتے ہیں"

بطلوس "میں چاہتا تھا کہ مصالحت ہو جاتی اور خالدؓ کو دیکھتا" راوی نے بیان کیا ہے کہ بطلوس دشمن خدا موقع کا متلاشی تھا۔ چاہتا تھا کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غدر و مکر کرے۔ مغیرہؓ سمجھ گئے تھے۔ اس لئے وہ ہوشیار تھے۔ انہوں نے کہا "ہم مصالحت کے لئے ہر وقت تیار ہیں۔ رہا خالدؓ کو دیکھنا وہ پرسوں آجائیں گے تم دیکھ لینا"۔

اس قدر گفتگو کے بعد مغیرہؓ بطلوس کے ساتھ دربار سے باہر نکلے اور اپنے گھوڑوں پر سوار ہوئے۔ بطلوس نے اپنے بعض مصاحبوں اور امیروں کو حکم دیا کہ وہ ان کے ساتھ لشکر اسلام تک انہیں پہنچانے جائیں۔ چنانچہ وہ جا کر پہنچا آئے۔ مغیرہؓ معہ اپنے اصحاب کے غانمؓ بن عیاض کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بطلوس کی تمام گفتگو بیان کی۔ غانمؓ نے کہا قسم ہے اس خدا کی جس کا کوئی ہمسر نہیں ہے اس نے تمہیں نہیں چھوڑا مگر تمہاری تلوار کے خوف نے معلوم ہوتا ہے۔ بطلوس مرد حکیم اور ذی عقل ہے لیکن شیطان نے اس کی عقل کو مغلوب کر لیا۔ اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ہے"

معرکہ بجم

راوی نے بیان کیا ہے کہ مسلمانوں کو بطلوس کے شبخون مارنے کا اندیشہ رہا۔ اس لئے انہوں نے حفاظت و نگہبانی کا معقول انتظام کر لیا۔ اور رات کو بہت کم سوئے۔ صبح ہمائے پر موذنوں نے اذان دی مسلمانوں نے وضو کر کے صبح کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھی۔ اب نماز سے فارغ ہوئے۔ تو انہوں نے دیکھا کہ رومی میدان میں نکل کر تعبیہ صفوف یعنی صف بندی کر رہے ہیں۔ مسلمان بھی مسلح ہو کر اور جن کے پاس زرہیں تھیں وہ زرہیں پہن کر گھوڑوں پر سوار ہوئے اور میدان میں نکل آئے۔ غانمؓ بن عباس کو میسرہ میں ابو ایوبؓ انصاری کو اور قلب میں قعقاع بن عمرا تمیمی کو مامور کیا۔

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے بواسطہ قیس بن عبداللہ و عبداللہ و مالک بن رفاعہ کے سعید بن عمرو الغنوی سے روایت کی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تھا ان میں ستر مرد تو بدری تھے یعنی جو معرکہ بدر میں شریک ہوئے تھے۔ اور امراء اور سردار تقریباً چودہ سو تھے۔ منجملہ ان صحابہ اور سادات کے تقریباً پانچ ہزار حمص میں شہید ہو کر دفن ہوئے۔ اس کا ذکر انشاء اللہ عنقریب کیا جائے گا۔

راوی نے کہا غانمؓ نے پیدلوں پر معاذ بن جبل کو اور ساقہ یعنی لشکر کے عقب پر سعدؓ بن عبدالقادر کو اور عورتوں اور آل عرب کی حفاظت پر ضحاکؓ بن قیس کو مقرر کیا۔ خود کچھ لشکر لے کر ایک طرف ہو گئے۔ جب صف بندی سے فارغ ہو چکے تو صفوں کے سامنے گشت کرنے اور یہ کہنے لگے۔ شہ سواران اسلام مژدہ ہو کہ جنت کے دروازے کھل گئے ہیں۔ حوریں تزئین کر کے عروس نو بنکر تمہارے انتظار کر رہی ہیں۔ اللہ اللہ جنت تلواروں کے سایہ میں ہے۔ خوب جان لو۔ جو آج صبر و استقلال سے کام لے گا۔ دشمنوں کے ساتھ دل کھول کر جہاد کرے گا۔ وہ یقیناً جنت میں داخل ہو گا۔ اللہ تعالیٰ صابروں کے ساتھ رہتا ہے اور صبر کرنے والے ہمیشہ غالب رہتے ہیں۔ دشمنوں کی کثرت کا خیال نہ کرو۔ خدا سے اعانت چاہو۔ وہ ضرور تمہاری مدد کرے گا۔

راوی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ مجھ سے بیان کیا ہے کہ امیر غانمؓ ابھی تقریریں کرتے ہی پھر رہے تھے کہ ناگاہ ۔ملوس رومی کی فوجیں آگے بڑھیں جو دستے آگے آ رہے تھے ان میں زیادہ تر وہ دہقان رضا کار تھے جو اس لڑائی کو مذہبی لڑائی سمجھ کر فوج میں بھرتی ہو گئے تھے۔ یا وہ عرب استعمرہ تھے۔ جنہوں نے عیسائی مذہب اختیار کر لیا تھا۔ ان کے آگے سونے کی صلیبیں تھیں۔ ہر صلیب کا سونا پانچ دینار کے وزن کے برابر ہو گا۔ ہر صلیب کی چاروں تختیوں پر چار چار جواہر جڑے تھے۔ جو تاروں کی طرح چمک رہے تھے۔

راوی رحمتہ اللہ علیہ نے کہا مجھ سے بیان کیا سنان بن الحارث السندی نے شداد بن اوس سے اور شداد ان لوگوں میں ہیں۔ جو ان فتوحات میں حاضر تھے۔ انہوں نے کہا جب صلیبوں کی آمد ہوئی۔ اس وقت ہم صلیبوں کو شمار کرنے لگے اسی صلیبیں شمار میں آئیں۔ ہر صلیب کے ساتھ ایک ہزار کا غول تھا۔ ان کے ہمراہ راہبوں اور قسوں کی بھاری جمعیت تھی۔ وہ انجیلوں کی تلاوت کر رہے تھے۔ چاندی کی انگیٹھیوں میں خوشبوئیں جلا رہے تھے۔

کچھ دور آ کر رومی لشکر رک گیا اور ایک بطریق صفوں کو چیر کر نکلا۔ وہ زرہ حبی پر جو لوہے کی تھی زرہ زریں جو زینت کے لئے تھی پہنے تھا۔ اس نے اپنی زبان میں اپنا حسب نسب بیان کر کے لڑنے والے کو طلب کیا۔ قعقاعؓ بن عمرو التمیمی جو قلب لشکر میں تھے گھوڑا بڑھا کر اس کے مقابلہ میں نکلے۔ بطریق نے جھپٹ کر ان پر حملہ کیا۔ قعقاعؓ نے اس کا وار بچا کر اس کے سینہ پر اس زور سے نیزہ مارا کہ انی پشت کے پار ہو کر چمکنے لگی۔ وہ مردہ ہو کر گرا۔ قعقاعؓ نے اس کا سارا ساز و سامان اور گھوڑا لے کر چلے آئے۔

ایک دوسرا بطریق جوش و غضب سے بل کھاتا ہوا برآمد ہوا۔ وہ بادشاہ بطلوس کا مصاحب خاص تھا۔ اس کے ساتھ تخت کے ایک گوشہ میں بیٹھا کرتا تھے۔ بڑی ذی عزت اور بہادر تھا۔ وہ میدان میں آ کر مبارز طلب ہوا۔ قبیلہ ازد کے ایک شخص اس کے مقابلہ کے نکلے۔ لیکن امیر غانمؓ نے انہیں روک کر کہا "ازدی جوان تم واپس جاؤ۔ تو اس گبر کے ہمسر نہیں ہو۔ وہ بڑا قوی اور توانا ہے تم نحیف و کمزور ہو" ازدی جوان واپس لوٹ گئے۔ مسیبؓ بن بجیۃ الفزاری گھوڑا بڑھا کر اس کے سامنے پہنچے۔ دونوں نے جنگ شروع کر دی۔ مسیبؓ نے پوری طاقت سے تلوار کی ضرب لگائی۔ اس نے اس طرح اس وار کو اپنی ڈال پر روکا کہ مسیبؓ کی تلوار دو ٹکڑے ہو گئی۔ انہوں نے پلٹ کر دیکھا کہ کوئی شخص تلوار دے لیکن مسلمان ان سے فاصلے پر تھے۔ انہوں نے واپس پھرنے کا قصد کیا تھا کہ قعقاعؓ بن عمرو وہاں جا پہنچے۔ غالباً وہ تلوار دینے ہی آئے تھے۔ مسیبؓ نے ان سے تلوار لے کر بطریق پر پلٹ کر اس زور سے حملہ کیا کہ اس کے بائیں شانہ سے تلوار داخل ہو کر داہنے شانہ کی طرف نکل گئی۔ وہ مردہ ہو کر گرا۔ مسیبؓ نے اس کا سامان لے لیا۔ رومیوں کے جب دو بطریق مارے گئے۔ تو ان کا تمام لشکر جنبش میں آ گیا۔ ساری فوجیں ایک دم بڑھ کر مسلمانوں پر حملہ آور ہوئیں۔ مسلمان بھی ٹوٹ پڑے نہایت زور شور سے جنگ ہونے لگی۔ اس وقت دشمن خدا بطلوس اپنے اس گھوڑے پر سوار تھے۔ جسے ممالک صقلیہ اور بربر کے بادشاہ نے اس کے لئے بطور ہدیہ کے بھیجا تھا۔ اور اس گھوڑے کو پانچ سو دینار میں خریدا تھا۔ وہ گھوڑا ایسا تیز و طرار تھا کہ جنگ کے وقت جست کر کے فصیل تک اچھل جاتا تھا۔ اس کا سوار شہر پناہ کی فصیل پر پہنچ کر نگہبانوں اور دیدبانوں کے نیزہ مارتا تھا۔ انشاء اللہ اس کا ذکر اپنے مقام پر کیا جاوے گا۔ بطلوس بھی زرہ حبی یعنی آہنی زرہ پر سونے کی زرہ پہنے تھا۔ جو محض زینت کے لئے تھی۔

اس کی کمر میں جواہر نگار پٹکہ بندھا تھا۔ سر پر مرصع تاج تھا جس میں جواہر ٹکے تھے جو ستاروں کی طرح جگمگا رہے تھے۔ اس کے سر پر ایک صلیب تھی جو مرصع بجواہر تھی۔ اور ایک صلیبی علم تھا۔ جو بڑی شان سے لہرا رہا تھا۔ رومیوں کا ایک غول مسلمانوں پر بڑی شدت سے حملہ آور ہوا۔ مسلمانوں نے بڑے صبر و استقلال سے ان کا مقابلہ کیا۔ بڑی جوانمردی سے لڑے۔ اللہ تعالیٰ فضلؓ بن عباس اور ان کے بھائی عبداللہؓ بن عباس اور عقیلؓ کے بیٹوں عبداللہؓ اور جعفرؓ اور دوسرے اہل سادات اور بنی ہاشم کو جزائے خیر دے اور ان کی نیکیاں زیادہ کرے۔ انہوں نے بڑی جانبازی اور دلیری سے نہایت سخت جنگ کی۔ فضلؓ نے ایک صلیب بردار پر حملہ کر کے اس زور سے اس کے سینہ پر نیزہ مارا کہ زرہ توڑ کر گوشت پوس میں سے نکال کر انی پشت کے پار نکل کر چمکنے لگی۔ وہ زمین پر گرا۔ صلیب بھی اوندھی ہو کر گری۔ ہلوس نے دیکھا اس نے اسے بدشگونی سمجھا۔ اسے اپنی ہلاکت اور اپنے ملک کے زوال کا یقین ہو گیا۔ اس کے چہرہ سے مایوسی ٹپکنے لگی۔ وہ صلیب اٹھانے کے لئے جھپٹا اس کے ساتھ اس کے رسالہ خاص نے بھی حملہ کیا۔ مگر صلیب کے گرد مسلمان چھا گئے۔ اور انہوں نے عیسائیوں کو تلواروں پر رکھ لیا۔ فضلؓ نے جب دیکھا کہ نصاریٰ صلیب کے لئے ہجوم کر رہے ہیں تو انہوں نے سخت حملہ کر کے رومیوں کو پیچھے ہٹا دیا۔ ان کے اور ساتھی بھی بڑی سختی سے حملہ آور ہوئے۔ تلواریں پھرتی سے چلنے لگیں۔ سر کٹ کٹ کر اچھلنے لگے۔ لاشوں کے ڈھیر لگ گئے۔ آخر رومی مقابلہ کی تاب نہ لا کر پسپا ہوئے۔ مسلمانوں نے صلیب پر ازدحام کیا۔ فضلؓ بن عباس نے پکار کر کہا "مسلمانو! صبر کرو یہ میری ہے میں نے صلیب بردار کو مارا ہے" مسلمان یہ سنتے ہی اس کے اٹھانے سے رک گئے۔ فضلؓ نے رکاب پر جھک کر صلیب اٹھا لی اور واپس لوٹ کر اپنے غلام عبداللہؓ کے سپرد کی۔ عبداللہؓ بھی گھوڑے پر سوار لڑائی میں مصروف تھے۔ انہوں نے صلیب فضلؓ سے لے کر ان کے خیمہ میں پہنچا دی۔ فضلؓ نے اس عرصہ میں مکرر حملہ کیا دوسرے امراء اور سردار بھی حملہ آور ہوئے۔ ان کی دیکھا دیکھی تمام مسلمانوں نے پرجوش حملہ کر کے رومیوں کی صفوں کو زیر و زبر کر ڈالا کشتوں کے انبار لگا دیئے۔ خون پانی کی طرح بہنے لگا۔ ایسی سخت جنگ ہوئی کہ دلیروں کے دل ہول گئے۔ آنکھوں میں حلقے پڑ گئے۔ پتلیاں پھر گئیں۔

راوی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ جب دشمن خدا ہلوس نے یہ حال دیکھا تو

اپنی تمام جمعیت لے کر بڑی سختی سے حملہ آور ہوا۔ اس وقت اس کے ساتھ پانچ ہزار بطارقہ حملہ میں شریک تھے۔ مسلمانوں کے میمنہ پر اس نے حملہ کیا تھا۔ یہ حملہ ایسا غیر متوقع ہوا کہ مسلمانوں کی کافی تعداد شہید ہو گئی۔ اور ایک جماعت زخمی ہو گئی۔ مسلمان کچھ سراسیمہ ہوئے۔ وہ پیچھے ہٹنے لگے۔ دفعتہ فضلؓ بن عباس اور دوسرے قومی سردار اور فوجی افسر اس طرف آنکلے انہوں نے پرزور حملہ کر کے رومیوں کو الٹ دیا۔ قدم قدم پر ان کی لاشوں کے ڈھیر لگا دیئے۔ فضلؓ بن عباس کا یہ عالم تھا کہ کبھی میسرہ سے حملہ کر کے میمنہ تک پہنچ جاتے تھے کبھی میمنہ سے میسرہ کی طرف نکل آتے تھے۔ کبھی قلب پر حملہ کرتے تھے۔ یہی حال دوسرے امراء اور سرداروں کا تھا۔ قعقاع بن عمرو التمیمی، میسبؓ بن نجبۃ الفزاری، براءؓ بن عازب، معاذؓ بن جبل اور زیدؓ الخیل بڑی جوانمردی سے لڑ رہے تھے۔ انہوں نے اتنے دشمنوں کو قتل کیا تھا کہ مقتولوں کا خون ان کی زرہ پر پڑ کر گوشت کے لوتھڑوں کی طرح جم گیا۔ مسلمانوں کا ایک گروہ دشمنوں کی اس جماعت میں گھس گیا جو ایک بطریق کے زیر علم تھی۔ وہ بطریق بڑے ڈیل ڈول کا بڑا عظیم الخلقت تھا۔ ایک اونچے گھوڑے پر سوار تھا۔ چھوٹا سا آہنی برج معلوم ہوتا تھا۔ وہ بڑی دلیری سے لڑنے لگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام سفینہؓ نے اسے تاکا۔ اگرچہ وہ سالخوردہ تھے۔ اور بطریق جوان تھا لیکن انہوں نے اس کی پرواہ نہیں کی۔ گھوڑے کو بڑھا کر تلوار سے اس پر حملہ کیا۔ دفعتہ ایک نیزہ اس کے یعنی بطریق کی پشت کی طرف سے آیا۔ جو اس کی پشت سے داخل ہو کر سینہ کے پار ہو گیا۔ جب نیزہ کھینچا تو وہ اوندھے منہ زمین پر جا پڑا۔ کچھ لوگوں نے گھوڑوں سے اتر کر اس کا ساز و سامان اس کے بدن سے کھینچ لیا۔

راوی رحمتہ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ مجھ سے روایت کی گئی ہے کہ شدادؓ بن اوس اس معرکہ میں موجود تھے۔ انہوں نے تفتیش کی کہ بطریق کو کس نے نیزہ مار کر قتل کیا۔ تو معلوم ہوا کہ زیادؓ بن ابی سفیان نے حملہ کر کے اسے مارا۔ لیکن انہوں نے اس کے ساز و سامان کی طرف توجہ نہیں کی۔ حالانکہ وہ سامان بڑی قیمت کا تھا۔ جب رومیوں نے اپنے بطریق کو مقتول دیکھا تو جوش میں آکر سخت حملہ کیا۔ مسلمان بھی ڈٹ گئے۔ جلد جلد تلواریں چلنے لگیں۔ گردنیں کٹنے لگیں۔ سر اچھلنے لگے۔ تلواروں کے وار نیزوں کی مار اور تیروں کی بوچھاڑ کی وہ کثرت ہوئی کہ دیکھنے والے سہم گئے۔ خوف سے آنکھیں چڑھ گئیں۔ سینے تنگ

ہو گئے۔ رومیوں نے اس قدر شور و غوغا کیا کہ تمام میدان گونج اٹھا۔ دن چھپے تک لڑائی ہوتی رہی آخر جب آفتاب غروب ہو گیا تو دونوں لشکر جدا ہو کر اپنے اپنے جائے قیام پر پہنچے۔

راوی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ اس معرکہ میں دو سو پچاس مسلمان شہید ہوئے۔ رات کو مسلمانوں کا ایک گروہ مشعلیں لے کر میدان جنگ میں نکلا ار شہیدوں کی لاشوں کو ایک جگہ جمع کیا اتنے مسلمانوں کے مارے جانے کا تمام مسلمانوں کو سخت صدمہ ہوا۔ بہت سے رقیق القلب مسلمان رو پڑے۔ انہوں نے ان کے جنازہ کی نماز پڑھی اور جس لباس کو پہنے وہ شہید ہوئے تھے اسی میں انہیں دفن کر کے فاتحہ پڑھی۔ راوی نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ اس روز رومی دو ہزار پچاس مارے گئے۔ لیکن اتنے رومیوں کے مارے جانے سے مسلمانوں کو کچھ خوشی نہیں ہوئی۔ اگرچہ بیس بڑے بڑے بطریق بھی مارے گئے تھے۔

مسلمانوں نے وہ رات شب بیدار رہ کر نماز پڑھنے اور قرآن شریف کی تلاوت کرنے میں گذاری۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرت سے درود و سلام بھیجتے رہے۔

بطلوس کی ملامت

راوی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ جب بطلوس میدان کارزار سے واپس لوٹا تو سخت اندوگین اور غمزدہ تھا۔ جب وہ خیمہ میں اسلحہ جنگ اتار کے بیٹھا اور اس کے گرد اس کے مصاحب اور مشیر بھی آ بیٹھے تو کھانا اس کے سامنے پیش کیا گیا اس میں شراب بھی تھی لیکن نہ اس نے خاصہ کھایا نہ شراب پی اور بطریقوں اور مصاحبوں سے مخاطب ہو کر کہا "افسوس ہے تم پر تم بادشاہوں کی مصاحبت کے لائق نہیں ہو۔ ایک بزدل آدمی کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ بادشاہ کا مشیر ہو تم پر عربوں کی ہیبت چھا گئی ہے۔ غیرت و حمیت باقی نہیں رہی ہے۔ آج تم نے جس بزدلی کا ثبوت دیا ہے اس سے ہمیں سخت صدمہ پہنچا ہے" لوگ ندامت سے سر جھکائے بیٹھے سب کچھ سن رہے تھے جب بطلوس خاموش ہوا تو بعض بطریقوں نے عرض کیا "ہم یہ نہیں سمجھے تھے کہ جنگ ایسی شدت اختیار کر لے گی ورنہ ہم پوری تیار کر کے میدان میں نکلتے یہ بھی تجربہ نہ تھا کہ عرب ایسے بہادر ہیں۔ ورنہ پہلے ہی اس کی تدبیر کر لی جاتی"

بطلوس "پھر اب تمہاری کیا رائے ہے۔ کیا تم اس ننگ و عار کو گوارا کر لو گے کہ

عرب تمہیں ہزیمت دے کر تمہارے شہر سے تمہیں نکال دیں۔ تمہاری دولت لوٹ لیں اور تمہاری عورتوں کو اپنی کنیزیں بنالیں۔ کس قدر افسوس ہے کہ تمہارے ہاتھوں سے صلیب مقدس چھن گئی۔ اور تم دیکھتے رہے یہ نہ ہو سکا کہ جوش میں آکر مسلمانوں کو الٹ دیتے اور ان سے مقدس صلیب چھین لاتے"

بطارقہ "اے بادشاہ ہم نادم ہیں حضرت مسیح کی قسم ہم اس ذلت کو برداشت نہ کریں گے کہ عرب ہماری عورتوں کو ہاتھ بھی لگا سکیں۔ ہم ان سے آخری دم تک لڑیں گے ہماری تجویز یہ ہے وہ آدھا لشکر ہم کمینگاہ میں چھپادیں اور آدھا لشکر لے کر ان کے مقابلہ میں نکلیں۔ جب شعلہ جنگ بھڑک اٹھے اور مسلمان ہم سے مصروف جنگ ہو جائیں اس وقت ہمارا وہ لشکر جو کمینگاہ میں چھپا ہو گا۔ دفعتہ نکل کر حملہ کر دے۔ یقین ہے عرب اس حملہ کی تاب نہ لا کر ہزیمت اٹھا کر بھاگ جاویں گے۔

.ملوس "گویا تم آخری دم تک لڑنے کا عہد کرتے ہو"

بطارقہ "ہاں ہم عہد کرتے ہیں"

.ملوس نے پادریوں کو بلوا کر ان سے کہا کہ تم بطریقوں اور امیروں سے حلف لو۔ چنانچہ پادریوں نے ان سے حلف لیا۔ اس کے بعد .ملوس نے بطریق طما کو جو والی قلعہ ذات الابراج تھا۔ یعنی جو ... ت برجوں والا قلعہ کہلاتا تھا ایک خط لکھا اور اس سے مدد طلب کی۔ اس کے ماتحت بہت ... ے بطریق تھے جو بڑے طاغی (سرکش) اور جنگجو تھے۔ ہر بطریق کے ماتحت ایک ایک ہزار ... ار تھے۔ رات ہی کو ایک قاصد خط دے کر اس بطریق عظیم کے پاس بھیج دیا گیا۔ ان تمام کارروائیوں کے بعد سب نے کھانا کھایا ور خوب شراب پی۔

معرکہ ششم

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ جب صبح ہوئی تو مسلمانوں نے نماز جماعت کے ساتھ پڑھی اور مسلح ہو کر گھوڑوں پر سوار ہوئے اور میدان میں آکر صف بستہ ہو گئے امیر غانمؓ بن عیاض نے لشکر کو ترتیب دیا اور کچھ وعظ و نصیحت کی۔ اس کے بعد مغیرہؓ بن شعبہ کو اس بات پر مقرر کیا کہ وہ ہر صف کے سامنے جا کر تقریر کریں۔ اور خود صاحب دریات یعنی سرداران لشکر کو ہدایتیں کرنے لگے۔ وہ ہر ایک سے کہتے تھے گھوڑوں کی باگیں چھوڑ دو

دشمنوں پر جا پڑو نیزوں کو سنبھالو اور ایسا سخت حملہ کرو جس سے دشمن کی صفیں الٹ جائیں۔ رومیوں کی کثرت سے نہ ڈرو۔ خدا پر نظر رکھو احتیاط کو اپنی چادر گردانو۔

ابھی امیر غانمؓ ہدایتیں ہی کر رہے تھے کہ دفعتہ لشکر روم کو حرکت ہوئی۔ رومی غوغا کرتے پانچ ہزار کی تعداد میں گھوڑے دوڑائے بڑھے چلے آئے۔ وہ مسلمانوں سے کچھ فاصلہ پر آکر رک گئے۔ گھوڑوں سے نیچے اترے۔ اپنے خدام کو گھوڑے تھمادیئے۔ ایک جمعیت تیر اندازوں کی اپنے سامنے کھڑی کی اور صندوقوں کے انبار لگا کر ان کے پیچھے اطمینان سے خندق کھودنے لگے۔ اور باہم اس بات کی قسم کھائی کہ وہاں سے نہ ہٹیں گے خواہ سب کے سب مارے جائیں انہوں نے اپنی تین صفیں قائم کرلیں۔

راوی رحمتہ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ اسی عرصہ میں رومیوں کے بقیہ لشکر نے حملہ کر دیا۔ ان کا میمنہ ہمارے میسرہ پر ان کا میسرہ ہمارے میمنہ پر اور ان کا قلب ہمارے قلب پر حملہ آور ہوا۔ دس ہزار تیر انداز رومی ایک طرف کھڑے ہو گئے اور وہ تیروں کی بارش کرنے لگے۔ ان تیروں سے مسلمانوں کو بڑی اذیت پہنچی۔ عربی گھوڑے بھڑک اٹھے۔ مسلمانوں میں ابتری پیدا ہو گئی لیکن سرداران لشکر ثابت قدم رہے۔ وہ اپنی جگہ سے نہیں ہٹے تیروں کے سامنے کھڑے رہے۔ فضلؓ بن عباس اور ان کے بھائی عبداللہؓ بن عباس نے نہایت سخت حملہ کیا اور جس قدر بنی ہاشم تھے وہ بھی شدت سے حملہ آور ہوئے۔ اسی طرح زیادؓ بن ابی سفیان' مغیرہؓ بن شعبہ' میسبؓ بن بجبتہ الفزاری اور دوسرے سرداروں نے بھی جوش میں آ کر حملہ کیا۔ انہوں نے رومیوں کو بیدریغ قتل کرنا شروع کر دیا۔ ملوس بھی بطریقوں کی جماعت ساتھ لے کر نہایت سختی سے لڑنے لگا۔ کبھی وہ میمنہ پر حملہ کرتا کبھی میسرہ پر اور کبھی قلب میں دوڑ آتا۔ اس وقت مسلمان بڑے صبر اور ثابت قدمی سے لڑ رہے تھے۔ امیران جیش اسلام اپنے سرداروں کو لڑائی کی ترغیب دے رہے تھے۔ تیروں کی بارش ہو رہی تھی نیزے دوڑ رہے تھے۔ تلواریں چل رہی تھیں۔ فریقین کے لوگ بھاری تعداد میں مارے گئے۔ جگہ جگہ لاشوں کے ڈھیر لگ گئے۔ اگرچہ مسلمانوں کے مقابلہ میں رومی زیادہ مارے جا رہے تھے لیکن چونکہ ان کی تعداد زیادہ تھی۔ لہذا کثرت سے مارے جانے پر بھی ان کی تعداد میں کمی معلوم نہ ہوتی تھی۔

راوی نے بیان کیا ہے کہ مسلمان یہ سمجھتے تھے کہ جو رومی ان کے سامنے ہیں اور لڑ

رہے ہیں۔ وہی ہیں لیکن رومیوں کی ایک بڑی جماعت کمینگاہ میں چھپی ہوئی تھی۔ جب جنگ کے شرارے بڑک کر شعلے بن گئے اور لڑائی کی چکی تیزی سے گھومنے لگی۔ تب رومی دفعۃً کمینگاہ سے نکل کر حملہ آور۔ یہ حملہ غیر متوقع ہوا رومیوں نے مسلمانوں کو اس طرح گھیر لیا جس طرح سفید بکریاں سیاہ اونٹوں کے گلے کے درمیان ہوں۔ اس ہنگامہ میں مسلمان کثرت سے شہید ہوئے امیروں اور سرداروں کی ایک جماعت کام آئی مسلمان گھبرا گئے لیکن خدا نے انہیں ثابت قدم رکھا ان کے سرداروں نے انہیں صبر کی تلقین کی۔ سادات بنی ہاشم اور ربانؓ بن عثمان بن عفان بڑی جوانمردی سے لڑے انہوں نے حملہ آوروں کی بھاری تعداد قتل کر ڈالی۔ اور انہیں ان کی پشتوں کی طرف دھکیل دیا۔

.ملوس اور اس کے بطارقہ اس وقت اور بھی شدت سے لڑنے لگے اس نے اور اس کی جماعت نے قلب پر حملہ کر کے مسلمانوں کو ہلا دیا۔ بہت سے مردان جانباز کو شہید کیا اور بہت سے زخمی ہو گئے۔ جب مسلمان .ملوس پر یورش کرتے تو وہ بھاگ کر اپنے قلب میں گھس جاتا۔ اور جب مسلمان دوسروں سے لڑائی میں مشغول ہو جاتے تو وہ پھر قلب سے نکل کر حملہ کرتا۔ مسلمانوں کو مغلوب دیکھ کر قعقاعؓ اور مسیبؓ آگے بڑھے انہوں نے لوگوں سے کہا اگر تیروں سے بچنا چاہتے ہو تو اونٹوں کو آگے لاؤ" چنانچہ اونٹوں کا ایک گلہ ہانک کر آگے لایا گیا۔ مسلمانوں نے انہیں رومی تیر اندازوں کی طرف ہانک دیا۔ اور خود ان کی آڑ میں بڑھے اس سے دشمنوں کے تیروں سے پناہ ملی۔ اونٹوں کے جب تیر۔ لگے تو وہ جھنجلا کر دوڑے اور رومی تیر اندازوں پر جا گرے۔ انہوں نے بے شمار رومیوں کو روند ڈالا۔ ان کے پیچھے سے مسلمانوں نے نکل کر نہایت سخت حملہ کیا رومیوں کی بھاری جماعت قتل ہو گئی۔

.ملوس نے جب یہ کیفیت دیکھی تو اس نے بھی سختی سے حملہ کیا جوں جوں آفتاب مغرب کی طرف ڈھلتا جاتا تھا جنگ کا زور بڑھتا جاتا تھے۔

جعفرؓ بن عقیل کی شہادت

جعفرؓ بن عقیل بڑے جوش سے لڑ رہے تھے جب انہوں نے دیکھا کہ .ملوس نے سخت حملہ کیا ہے تو وہ اس پر حملہ آور ہوئے۔ اور اس کے رسالہ خاص کے سواروں اور بطریقوں کو قتل کرتے اس کی طرف بڑھے .ملوس ڈر کر پیچھے ہٹ گیا انہوں نے ایک بڑے

بطریق پر حملہ کر کے اسے مار ڈالا رومیوں نے ان پر نرغہ کر کے انہیں شہید کر دیا۔

علیؓ بن عقیل کی شہادت

جعفرؓ بن عقیل کے ساتھ ہی علیؓ بن عقیل نے بھی حملہ کیا تھا انہوں نے اپنے بھائی جعفرؓ کو جب شہید ہوتے دیکھا تو نہایت شدت سے حملہ کیا وہ بھی .ملوس کی تلاش میں تھے مگر وہ اپنے سپاہیوں کے گروہ میں روپوش ہو گیا تھا۔ علیؓ بن عقیل نے حملے کر کے کئی سواروں کو موت کی آغوش میں پہنچا دیا۔ کئی بطریقوں کو قتل و زخمی کیا آخر رومیوں نے انہیں بھی شہید کر دیا۔

زیدؓ بن زیاد کی شہادت

زیدؓ بن زیاد نے بھی سختی سے حملہ کیا وہ رومیوں کو مارتے کاٹتے .ملوس کے قریب پہنچ گئے .ملوس نے اپنے بطریقوں کو ان سے لڑنے پر برا نگیختہ کیا۔ بطارقہ کی ایک جماعت ان پر آپڑی۔ وہ تنہا بڑی جوانمردی سے لڑتے رہے۔ انہوں نے کئی شہسواروں کو مار ڈالا۔ کئی بطریقوں کو قتل و زخمی کیا۔ آخر وہ بھی شہید ہو گئے۔

رومیوں کی ہزیمت

اس وقت جنگ نہایت تیزی سے ہو رہی تھی۔ مسلمان اپنے امیروں اور رئیسوں کو شہید ہوتے دیکھ رہے تھے۔ جوش و غصہ نے ان میں ہیجان پیدا کر دیا۔ انہوں نے زبردست حملہ کر کے رومیوں کی صفوں کو الٹ دیا۔ بے شمار دشمنوں کو کھیرے اور ککڑی کی طرح کاٹ ڈالا۔ رومی پسپا ہو کر دروازہ شہر کی طرف بھاگے مسلمانوں نے انہیں اور دبایا وہ اور پیچھے ہٹے جوں جوں وہ ہٹتے گئے ان کی لاشوں سے میدان بھرتا گیا۔ باب الجبل اور باب الماء یعنی باب البحر کے قریب پہنچ کر رومی رک گئے۔ اور بڑی دلیری سے لڑنے لگے۔ شہر پناہ کی دیوار پر جو رومی تھے۔ انہوں نے تیروں اور پتھروں کی بارش شروع کر دی۔ اس سے مسلمانوں کو بڑا نقصان پہنچا ان دونوں دروازوں پر تقریباً پانچ سو مسلمان شہید ہو گئے۔ .ملوس اپنے بطریقوں

اور سرداروں کو غیرت دلا رہا تھا۔ اور انہیں ان کا خلف یاد دلا رہا تھا۔ رومی جوش میں آ کر حملے کر رہے تھے۔ مسلمان بھی پوری قوت سے لڑ رہے تھے اس روز مسلمانوں کا شعار (یعنی شناخت کے الفاظ) یہ تھے۔ اے نصرت خدا نازل ہو۔ اس وقت نہایت خونریز لڑائی ہو رہی تھی۔ رومی تو مارے ہی جا رہے تھے لیکن مسلمان بھی شہید ہو رہے تھے۔ تلواریں ڈھالوں پر اس زور سے پڑ رہی تھیں کہ ان کی آوازیں بادل کی گرج سے کم نہ معلوم ہوتی تھیں۔

بطلوس کی ہزیمت

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ لڑتے لڑتے دن چھپ گیا رات ہو گئی۔ لیکن لڑائی برابر جاری رہی رومی اس فکر میں تھے کہ مسلمانوں کو دھکیل کر وہیں لے جائیں جہاں سے مسلمان انہیں پیچھے ہٹاتے اور دباتے چلے آئے تھے اور مسلمان اس فکر میں تھے کہ بطلوس کو قتل کر کے قلعہ پر قبضہ کر لیں۔ اس لئے دونوں فریق بڑی جدوجہد کر رہے تھے نہایت سخت جنگ ہو رہی تھی۔ لاشوں سے میدان پٹتے جاتے تھے۔ خون کے پرنالے بہہ رہے تھے۔ بطلوس اپنی قوم کو جوش و غیرت دلا رہا تھا کبھی وہ باب فندوس پر جاتا۔ کبھی باب توما پر آتا جس طرف وہ پہنچتا وہاں کے رومی جانوں کی بازی لگا دیتے بڑے جوش سے لڑتے لیکن مسلمانوں کے سامنے ان کی ایک پیش نہ جاتی۔ مسلمان انہیں ایسے کاٹ رہے تے جیسے وہ کاٹنے ہی کی چیز ہیں۔ آخر انہوں نے رومیوں کو متفرق کر دیا۔ رومی اپنی جانیں بچانے کے لئے قلعہ کے اندر گھسنے لگے۔ بطلوس نے جب دیکھا کہ مسلمانوں نے رومیوں کو تلواروں کی باڑھ پر رکھ لیا ہے۔ تو اس نے قلعہ کے تمام دروازے کھلوا دیئے رومی بھاگ بھاگ کر قلعہ میں داخل ہونے لگے یہاں تک کہ سب قلعہ میں گھس گئے۔ دروازے بند کر لئے گئے۔ رومی فصیلوں اور برجوں پر جا چڑھے۔ اور ناقوس و قرنے اور نرسنگھے پھونکنے لگے اس عرصہ میں صبح ہو گئی۔ مسلمانوں نے دیکھا کہ میدان جنگ لاشوں سے پٹا پڑا ہے رومی بے شمار مارے گئے ہیں ہزاروں کی تعداد میں لیکن پانچ سو بیس مسلمان بھی شہید ہوئے تھے۔

مسلمانوں کا تاسف

راوی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ اتنے مسلمانوں کی لاشیں دیکھ کر تمام مسلمانوں کو بڑا رنج ہوا۔ امیر غانمؓ سب سے زیادہ مغموم و محزوں تھے۔ انہیں اس لئے زیادہ غم تھا کہ ان کے زیر علم اتنے مسلمان شہید ہو گئے تھے۔ ان میں بنی ہاشم کی تعداد کافی تھی۔ یعنی شہیدوں میں اہل قریش، اولاد ہاشم اور آل مطلب اور اشراف بنی نوفل اور بنی عبدالشمس زیادہ تھی۔ جب مسلمؓ بن عقیل نے اپنے بھائیوں جعفرؓ اور علیؓ کو اور عبداللہؓ بن جعفر نے اپنے باپ جعفرؓ کو اور فضلؓ بن عباس اور دوسرے اہل بنی ہاشم نے اپنے چچا زاد بھائیوں کو شہیدوں میں دیکھا تو بے اختیار ان کے آنسو جاری ہو گئے وہ گھوڑوں سے اتر کر ان کی لاشوں پر جا بیٹھے اور رونے لگے۔ ہمامؓ بن جریر نے جو شاعر تھے اسی وقت یہ اشعار کہے۔

اے آنکھ رو اور رونے میں تاخیر نہ کر
اشکباری کر مثل ترشح ابر کے
اور رو ان اہل سادات پر جو نسل ہاشم سے تھے
اور احمد مختار خیر الانام کے نسب سے تھے
اور رو اس شیر بزرگ پر جو رسول اللہ صلعم کے چچا کا بیٹا تھا
وہ جعفرؓ ہے جس کی سعی مشکور وہی شیر بزرگ ہے
اور اے آنکھ شہیدوں پر رو غفلت نہ کر
اور جب تک برق تاباں ہے اور کبوتر شاخ پر ترنم کریں
خیرو فلاح نصیب نہ ہو بطلوس کو
اور اس کے صلیبی لشکران لعین کو
اے ہماری قوم ہم ضرور خون کا بدلہ لیں گے
ساتھ ضربات خطی اور شمشیر تیز سے

اس کے بعد امیر غانمؓ نے شہیدوں پر جنازہ کی نماز پڑھ کر انہیں انہی کپڑوں میں جنہیں پہن کر وہ شہید ہوئے تھے دفن کر دیا۔

بھنسا کا محاصرہ

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ شہیدوں کی تدفین سے فراغت کر کے امیر غانمؓ بن عیاض نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا قعقاعؓ بن عمرو التمیمی، میسبؓ بن بجتہ الفزاری اور دوسرے چند سرداروں کو دو ہزار سواروں کے ساتھ باب جبل پر مامور کیا اور معیرةؓ بن شعبہ، ابو البابہؓ مہلب الطائیؓ اور چند اور سرداروں کو دو ہزار سواروں کے ساتھ باب توما پر ٹھہرایا۔ خود بڑے دروازہ پر بقیہ لشکر کے ساتھ ٹھہرے۔ ان کے ہمراہ سادات بنی ہاشم میں سے زیادؓ بن ابی سفیان، ولیدؓ اور ان کا بھائی محمدؓ اسامہؓ بن زید، ابو ایوب انصاریؓ فضالہؓ بن عبید، اوسؓ بن خذیفہ، عمروؓ بن حصین، رافعؓ بن خدیج، ابو دجانہؓ جابرؓ بن عبداللہ اور بقیہ دوسرے امراء اور سردار تھے۔

رومیوں نے فصیلوں اور برجوں میں بے شمار سامان حزب جمع کر دیا تھا۔ ملوس اسی گھوڑے پر جس کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے یعنی والی مقلیہ نے اسے ہدیہ کے طور پر بھیجا تھا۔ روزانہ سوار ہو کر فصیل پر چڑھ جاتا اور گشت کیا کرتا۔ بھنسا کی فصیل کی چوڑائی اتنی تھی کہ دو سوار معہ ساز و سامان کے فراغت کے ساتھ برابر چل سکتے تھے۔ محاصرہ کو ایک مہینہ گذر گیا لیکن طرفین نے جنگ نہیں کی نہ مسلمانوں نے یورش کی نہ رومیوں نے حملہ کیا۔

فتح ارض قیوم

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ خالدؓ بن الولید نے عبدالرحمٰنؓ بن ابی بکر صدیق و عبداللہؓ بن عمر کو کچھ لشکر دے کر ارض قیوم کی طرف جو سرزمین مصر میں ہے بھیجا تھا۔ چونکہ ہم اب اس کتاب میں فتح بھنسا کے واقعات لکھ رہے ہیں۔ اس لئے ارض قیوم کی جنگ کا حال مفصل نہیں لکھا۔ مختصراً یہ ہے کہ ان دونوں نے یعنی عبدالرحمٰنؓ اور عبداللہؓ نے شہر قیوم کا محاصرہ کر لیا۔ ایک ماہ سے کم میں یہ شہر فتح ہو گیا۔ عبدالرحمٰنؓ اور عبداللہؓ وہاں سے مال غنیمت لے کر حضرت خالدؓ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ اس وقت حضرت خالدؓ مقام توریہ میں مقیم تھے۔

امدادی لشکر

راوی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ مجھ سے نقل کی قیسؓ بن مالک نے بواسطہ منصور بن رافع کے ابو منہالؓ سے جو مالک اشترؓ کے لشکر میں تھے انہوں نے کہا کہ جبکہ ہم قلعہ بھنسا کا محاصرہ کئے ہوئے تھے ایک رات کو جبکہ چودھویں رات تھی۔ چاندنی کھلی ہوئی تھی۔ آسمان سے زمین تک نور کی بارش ہو رہی تھی۔ صبح صادق سے کچھ پہلے غبار نظر آیا۔ چاندنی مکدر ہو گئی۔ پھر گھوڑوں کے سموں کی آواز آئی۔ ہم لوگ ادھر ادھر دیکھنے لگے۔ دیکھتے ہی دیکھتے گھوڑے نظر آئے۔ ہم سب گھوڑوں پر زین کس کر سوار ہوئے۔ اس عرصہ میں صبح روشن ہو گئی۔ ہم نے بیس صلیب دیکھے۔ ہر صلیب کے تحت میں ایک ہزار سوار تھے۔ گویا بیس ہزار نصرانی لشکر آ رہا تھا۔ اسی وقت جاسوس خبر لائے کہ بطریق طماذات الاعمدہ یعنی بطریق حصار ستونوں والا۔ اور بطریق قلعہ ذات الابراج یعنی بطریق قلعہ برجوں والا۔ یہ دونوں اپنے اپنے لشکر لیکر ․طلوس کی مدد کو آئے ہیں۔ ․طلوس نے انہیں مدد کے لئے لکھا تھا۔ وہ دونوں اپنے لشکر لے کر اول شب سے روانہ ہوئے۔ اور صبح سے پہلے وہاں آ پہنچے۔ جہاں مسلمانوں کا ایک دستہ نہر یوسفی کے پار قلعہ بھنسا سے فاصلہ پر مقیم تھا۔ جو اس بات کی نگرانی کر رہا تھا۔ کہ نہ تو بھنسا والوں میں سے کسی کو نکل کر اس راستہ سے جانے دے اور نہ کسی کو قلعہ والوں کی مدد کے لئے آنے دے۔ مسلمانوں نے اس طرف کے تمام پلوں پر قبضہ کر لیا تھا۔ اور سارے گھوڑے روک لئے تھے۔ اس کے قریب ہی دریائے نیل تھا۔ جو اس وقت طغیانی پر تھا۔ یہ نصرانی لشکر رات کو خاموشی کے ساتھ گھاٹوں کے ذریعہ سے عبور کر کے مسلمانوں کے پاس آ پہنچا۔ اس طرف قلعہ بھنسا کا دروازہ شرقی تھا۔ عیسائیوں نے آتے ہی ہجوم کیا۔ اسی طرف امیر زیادؓ بھی تھے۔ وہ مالک اشترؓ سے فاصلہ پر تھے اور ان کے ساتھ بہت تھوڑی جمعیت تھی۔

معرکہ ہفتم

نصرانیوں نے آتے ہی اول مالک اشترؓ اور ان کے ساتھیوں پر حملہ کر دیا۔ مالک اشترؓ نے بلند آواز سے کہا۔ ”اے دلیران عرب! دشمن اچانک تمہارے سامنے آ گیا ہے اس سے

مطلق نہ ڈرو۔ دریا کو پشت پر لو اور دل کھول کر جہاد کرو۔ اللہ تعالیٰ سے امداد چاہو۔ وہی تمہاری مدد کرے گا۔" رومیوں نے مسلمانوں کی تھوڑی جمعیت دیکھ کر للکارنا شروع کیا۔ اپنی زبان میں شور و غل کرنے اور مسلمانوں کو گالیاں دینے لگے۔ طبل جنگ بجایا۔ ناقوس اور قرنے پھونکے اور غول در غول بڑھے۔ وہ دور تک پھیل گئے۔

امیر زیادؓ کی شہادت

نصرانیوں کا ایک گروہ جس میں تین ہزار سوار تھے جو آہنی زرہیں پہنے ہوئے تھے۔ امیر زیادؓ کے مقابلہ میں آگیا۔ زیادؓ کے ساتھ کل دو سو مسلمان تھے جوں ہی نصرانیوں نے ان پر نرغہ کیا۔ مسلمان بڑی جوانمردی کے ساتھ ان سے بھڑ گئے۔ خونریزی شروع ہو گئی۔ مسلمان بڑی دلیری سے لڑے۔ انہوں نے بہت سے رومی بہادروں کو مار ڈالا۔ مگر مسلمانوں کی بھی ایک جماعت شہید ہو گئی۔ امیر زیادؓ نہایت جوش سے لڑ رہے تھے۔ انہوں نے کئی بطریقوں کو قتل کر ڈالا تھا۔ رومیوں کی ایک جماعت نے ان پر حملہ کر کے انہیں شہید کر دیا۔ باوجود سردار کے مارے جانے کے باقی مسلمان نہایت صبر اور بڑے استقلال سے جنگ کرتے رہے۔

راوی نے بیان کیا ہے کہ اس جنگ کی خبر بعض ان مسلمانوں کو پہنچ گئی۔ جو حوالی شہر بھنسا میں محاصرہ کئے ہوئے تھے۔ وہ گھوڑوں پر سوار ہو کر دوڑے۔ اور میدان کارزار میں آ پہنچے۔ یہاں آ کر دیکھا کہ صلیبی جھنڈے لہرا رہے ہیں۔ تلواریں چل رہی ہیں۔ اور نصرانیوں نے مسلمانوں کو نرغہ میں لے رکھا ہے۔ اس وقت تک چالیس مسلمان شہید ہو چکے تھے۔ ان لاشوں کو دیکھتے ہی دلیران عرب کو جوش و غصہ آگیا۔ انہوں نے اللہ اکبر کا پر شور نعرہ لگایا۔ اور امیر زیادؓ شہید کے باقی ساتھیوں کو پکارا۔ انہوں نے جواب دیا:۔ "اے قعقاعؒ (قعقاعؒ ہی نے ان لوگوں کو آواز دی تھی) تم نہیں جانتے ہو کہ ان کافران بے ختنہ بریدہ نے ہمیں کس بلا میں گرفتار کر رکھا ہے۔"

قعقاعؒ نے نظریں اٹھا کر دیکھا۔ اس وقت آفتاب نکل آیا تھا۔ انہوں نے امیر زیادؓ کے ساتھیوں کو شرقی دروازہ کے قریب گھرے ہوئے پایا۔ اس طرف دریا تھا۔ جو ان کے اور مسلمانوں کے درمیان میں حائل تھا۔ قعقاعؒ نے کہا:۔ "میں اللہ کا نام سے شروع کرتا ہوں

اور برکت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اے پروردگار تو خوب جانتا ہے کہ ہم لوگ بنی اسرائیل سے افضل ہیں۔ حالانکہ تو نے ان کے لئے دریا کو پھاڑ دیا تھا۔" یہ کہتے ہی انہوں نے اپنا گھوڑا دریا میں ڈال دیا۔ ان کے ساتھ دو ہزار سوار تھے۔ انہوں نے بھی ان کے پیچھے اپنے گھوڑے ڈال دیئے۔ یہ سارا لشکر بڑی آسانی سے اس طرح پار اتر گیا کہ گھوڑوں کے سم ہی سم بھیگے۔ انہوں نے دریا پار ہوتے ہی نہایت شدید حملہ کر دیا۔ بڑی خونریز جنگ ہونے لگی۔ عیسائی مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے۔ مسلمان عیسائیوں پر پل پڑے۔ جبکہ جنگ زور شور سے ہو رہی تھی۔ اس وقت غبار اٹھا۔ ایک ہزار جوانمردان عرب گھوڑے دوڑاتے ہوئے نظر آئے۔ ان کے افسر رفاعہؓ بن زہیر المحاربی تھے۔ یہ قیسؓ بن الحارث کے ساتھیوں میں سے تھے۔ یہ لوگ اس شہر میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ ایک معاہدی نے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جا کر اطلاع دی۔ کہ بطریق حصار ستونوں والا اور بطریق قلعہ برجوں والا۔ ملوس کی مدد کو آئے ہیں۔ ان کے راستہ میں جو مسلمان ہیں۔ وہ ان پر حملہ کریں گے۔ ان لوگوں نے قیسؓ بن الحارث سے اجازت طلب کی اور گھوڑے دوڑا کر عین لڑائی کے وقت وہاں پہنچے۔ لیکن وہ اس وقت آئے۔ جب امیر زیادؓ شہید ہو چکے تھے۔ ان لوگوں نے آتے ہی تکبیر کہی۔ قعقاعؓ کے ساتھیوں نے بھی تکبیر کہی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجا۔ مسلمانوں نے آتے ہی سخت حملہ کیا۔ ایسی جنگ ہوئی کہ لوگ ڈر گئے۔ کشتوں کے انبار لگ گئے۔ خون پانی کی طرح بہنے لگا اسی وقت فضلؓ بن عباس اور مسلمؓ بن عقیل بھی آپہنچے۔ ان لوگوں نے بھی آتے ہی دشمنوں کو قتل کرنا شروع کر دیا۔ قعقاعؓ نے بطریق قلعہ برجوں والا پر حملہ کر کے اسے قتل کر ڈالا۔ فضلؓ بن عباس نے بطریق قلعہ ستونوں والا پر یورش کر کے اسے تہ تیغ کیا۔ رومیوں نے جب یہ حال دیکھا۔ تو گھبرا کر پسپا ہوئے۔ مسلمان انہیں قتل و گرفتار کرتے ان کے پیچھے ہوئے۔ دریا تک انہیں بھگا لے گئے۔ رومی ایسے ڈرے ہوئے تھے کہ بے تحاشا دریا میں کود پڑے ہزاروں آدمی ڈوب گئے۔ ہزاروں مارے گئے۔ اور تین ہزار گرفتار ہوئے۔ مسلمان ان قیدیوں کو لے کر شہر بھنسا کے سامنے پہنچے اور ملوس کے سامنے (یعنی ملوس شہر پناہ کی دیوار پر چڑھا دیکھ رہا تھا) انہیں سب کو قتل کر دیا۔ ملوس کو جب معلوم ہوا۔ کہ اس کی مدد کے لئے بیس ہزار سوار آئے تھے۔ جنہیں مسلمانوں نے قتل و پراگندہ کر دیا۔ تو اسے سخت صدمہ ہوا۔ مسلمانوں نے شہیدوں کی لاشیں

دفن کیں۔ اور اس نہر پر جو شہر حمنا کے سامنے تھی۔ ایک جسر یعنی چوبی پل قائم کیا۔ رومیوں نے ان پر بالائے حصار سے تیروں اور پتھروں کی بارش کی۔ لیکن وہ کام سے باز نہ رہے۔ یہاں تک کہ چوبی پل تیار کر کے قلعہ پر حملہ آور ہوئے۔ لیکن قلعہ کی فصیل اس قدر مضبوط تھی۔ کہ وہ توڑنے سے نہ ٹوٹی۔ نہ کوئی راستہ قلعہ میں جانے کا ملا۔ مسلمانوں نے پھر قلعہ کا سختی سے محاصرہ کر لیا۔ اور نو مہینے تک محاصرہ کئے رہے۔

خفیہ دروازہ

راوی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ شہر بھنسا میں ایک خفیہ دروازہ تھا۔ جو زیر باب جبل تھا۔ ایک پل کے نیچے سے ایک سرنگ آتی تھی۔ جو اتنی کشادہ تھی۔ کہ سوار نے اپنے گھوڑے سے اتر کر اس کی باگ پکڑ کر بہ آسانی آجا سکتا تھا۔ یہ سرنگ ایک غار میں سے شروع ہو کر قلعہ کے اندر جاتی تھی۔ جو لوگ اس سے واقف نہیں تھے۔ وہ یہ جانتے تھے کہ وہ ایک ایسا مہیب غار ہے جس میں گرنے والا سلامت نہیں رہتا ہے۔ اسی راستہ سے ملوس کے جاسوس نکلا کرتے تھے۔ اور اسی راستہ سے باہر سے غلہ اور رسد آتی رہتی تھی۔ اسی وجہ سے قلعہ بھنسا والوں کو رسد کی کوئی دقت نہ تھی۔ اس دروازہ پر ایک بطریق مقرر تھا۔ اس پر ملوس کو بڑا اعتماد تھا۔ کوئی شخص بغیر اس بطریق کی اجازت کے نہ اندر آسکتا تھا نہ باہر جا سکتا تھا۔

معرکہ ہشتم

راوی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ جب سے خالدؓ بن الولید نے ارض قیوم پر فتح پائی تھی۔ اس وقت سے اس نواح سے انگور۔ شہد اور غلہ کا انتظام کیا جاتا تھا۔ یعنی ضروریات کی تمام چیزیں وہاں سے خرید کر ان لوگوں کو پہنچائی جاتی تھیں۔ جو شہر بھنسا کا محاصرہ کئے ہوئے تھے۔ حضرت خالدؓ بن ولید نے عرنجہ کو ایک دستہ کے ساتھ وہاں تعینات کر رکھا تھا۔ وہ خرید و فروخت کیا کرتے تھے۔ امیر غانمؓ بن عیاض نے میاسؓ بن حازم کو دو سو سواروں کے ساتھ بار برداری کے اونٹ دے کر ارض قیوم سے غلہ لانے کے لئے بھیجا۔ یہ

لوگ قوم میں پہنچے۔ اور عرفجہ کے ذریعہ سے رسد خرید کر اونٹوں اور خچروں پر لادی۔ اور واپس لوٹے۔ اور ایک دیر میں جو دامن کوہ میں واقع تھا۔ قیام کیا۔ بطلوس کو اس کے جاسوسوں نے یہ خبر پہنچادی کہ مسلمانوں کا ایک گروہ جس میں دو سو سوار ہیں غلہ اور رسد قوم سے لے کر آیا ہے اور دیر میں مقیم ہے۔ یہ سنتے ہی بطلوس نے اپنے مصاحب خاص ایک بطریق کو جسے یہ اعزاز حاصل تھا۔ کہ وہ بادشاہ کے ساتھ تخت پر بیٹھا تھا۔ اور جس کا نام میخائیل بن بطرس تھا اور جو بڑا بہادر تھا۔ ایک ہزار سوار دے کر حکم دیا۔ کہ رسد لانے والے مسلمانوں پر تاخت کرو۔ قریب دیر کے جا کر کمینگاہ میں جا چھپا اور جب وہ تمہارے سامنے آ پہنچیں۔ تو اچانک نکل کر ان پر حملہ کر کے انہیں مغلوب کر لو۔ تمام رسد لوٹ لاؤ۔"

میخائیل پچھلی رات کو نہایت خاموشی سے ایک ہزار سوار لے کر سرنگ کے ذریعہ سے باہر نکلا۔ اور دیر کے قریب پہنچ کر کمینگاہ میں چھپ گیا جب مسلمان وہاں آئے۔ تو دفعتہ وہ کمینگاہ سے نکل کر ان پر حملہ آور ہوا۔ اتنے مسلمان سنبھلیں۔ واقعہ کی نوعیت سمجھیں اور تلواریں نکالیں اتنے رومیوں نے کئی مسلمانوں کو شہید کر دیا۔ اب مسلمان بھی تلواریں کھینچ کر مصروف جنگ ہو گئے۔

راوی رحمتہ اللہ علیہ نے کہا مجھ سے روایت بیان کی ابو محمد بدری نے بواسطہ ابوا لعلا المحاربی کے شدادؓ بن اوس سے کہ وہ میاسؓ کے ہمراہ تھے۔ انہوں نے کہا۔ جب دونوں جماعتیں مقابل ہوئیں اور دشمنوں نے ہمیں گھیر لیا۔ تو ہم سب موت کی لڑائی لڑنے لگے۔ اس وقت امیر سریہ میاسؓ نے علم اپنے بیٹے مبلغ کر دیا۔ اور خود بڑھ کر نہایت جوش و خروش سے جنگ کرنے لگے۔ یہاں تک کہ وہ شہید ہو گئے۔ ان کے بعد مازنؓ امیر مقدر ہوئے۔ وہ بھی لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔ آخر سو مسلمان شہید ہو گئے۔ باقی سو گرفتار ہو گئے۔ ہم لوگوں کے ساتھ عبداللہؓ بن قیس الجنی تھے۔ جو منجملہ سواۃ یعنی پیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تھے۔ ان کے اور عمروؓ بن امیہ ضمیری کے حق میں رسول اللہ صلعم نے تیز رفتاری کی دعا فرمائی تھی۔ یہ دونوں ایسے تیز رفتار تھے۔ کہ تیز رو گھوڑے بھی انہیں نہ پکڑ سکتے تھے۔ عبداللہؓ بن قیس کسی طرح وہاں سے نکل بھاگے۔ اور دوڑتے ہوئے جیش اسلام میں پہنچے۔ انہوں نے پکار کر کہا۔ "چلو چلو اے مسلمانوں سوار ہو۔" یہ سنتے ہی مسلمانوں کا ایک

گروہ دوڑ کر ان کے پاس آیا۔ اور استفسار حال کرنے لگا۔ انہوں نے تمام ماجرا بیان کیا۔ تمام مسلمان یہ سنتے ہی جوش و غصہ میں آ کر مسلح ہوئے۔ اور گھوڑوں پر سوار ہو گئے۔ امیر غانمؓ بن عیاض کو بھی خبر لگ گئی۔ وہ بھی آئے۔ انہوں نے مسلمانوں کو ٹھنڈا کیا۔ اور عبداللہؓ بن جعفر طیار بن ابی طالب کو ایک ہزار سوار دے کر روانہ کیا۔ یہ لوگ شروع رات میں چلے۔ معاہدین میں سے ایک شخص راہبری کے لئے ان کے ساتھ ہو گیا۔ یہاں تک کہ ایک گاؤں میں پہنچے۔ جو پہاڑ کے کنارے واقع تھا۔ یہ لوگ یہاں چھپ گئے۔ جب پہر رات گزری تو گھوڑوں کے سموں کی آواز آئی۔ اس آواز کو سنتے ہی مسلمان گھوڑوں پر سوار ہوئے۔ دفعۃً رومی سامنے سے نمودار ہوئے۔ چاندنی رات تھی۔ چاند نور کی بارش کر رہا تھا۔ چاندنی چٹک رہی تھی۔ مسلمان اللہ اکبر کا پر شور نعرہ لگا کر ایک دم نکل پڑے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجتے ہوئے رومیوں پر آ ٹوٹے۔ عبداللہؓ بن جعفر نے کہا "تم میں سے ایک دشمن کے مقابلہ میں ایک ہو۔ کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ انہیں چھاپ لو۔" مسلمانوں نے پر زور حملہ کر کے رومیوں کے ٹکڑے اڑا دیئے۔ یہاں تک کہ یا تو سب کو مار ڈالا یا گرفتار کر لیا۔ عبداللہؓ بن جعفر طیار نے میخائیل پر حملہ کر کے نیزہ خطی کی ایسی ضرب لگائی کہ سنان اس کے سینہ کو توڑ کر پشت کے پار ہو گئی۔ اس کی روح جہنم کو روانہ ہوئی۔ راوی نے بیان کیا ہے کہ تقریباً پانچ سو رومی مارے گئے۔ باقی گرفتار ہو گئے۔ مسلمانوں نے رومیوں کا ساز و سامان ان کے گھوڑے اور ہتھیار مال غنیمت میں لے لئے۔ عبداللہ بن جعفر نے اپنے ہمراہیوں پر عبداللہؓ بن مغفل کو افسر مقرر کیا۔ اور انہیں حکم دیا کہ جب تک میں واپس نہ آؤں تو یہیں رہنا۔ اور خود وہاں سے کچھ مسلمانوں کو ساتھ لے کر دیر کے قریب وہاں آئے جہاں امیر عیاضؓ اور ان کے ساتھیوں کو میخائیل نے شہید کیا تھا۔ مسلمانوں کی لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔ اور نصاریٰ جو ذمی تھے وہ ان کے گرد بیٹھے اس ڈر سے رو رہے تھے کہ کہیں مسلمان یہ سمجھ کر کہ انہوں نے بیوفائی کی ان سے انتقام نہ لیں۔ چنانچہ عبداللہؓ بن جعفر اور ان کے ساتھیوں کو دیکھتے ہی وہ اور بھی چلا چلا کر رونے اور کہنے لگے۔ "کہ ہم بہ قسم عرض کرتے ہیں ہم اس معاملہ میں شریک نہ تھے۔ نہ ہمیں اس کی خبر ہے۔" عبداللہؓ بن جعفر نے انہیں تسلی دی اور کہا۔ "ہمیں معلوم ہے تمہارا اس میں قصور نہیں ہے۔ جن لوگوں نے یہ حرکت کی تھی خدا نے ان سے انتقام لے لیا۔" اس کے بعد انہوں نے شہیدوں کو جمع کر کے

نماز جنازہ پڑھی اور انہیں دفن کر کے لوٹ آئے۔ وہاں سے آکر سب نے کھانا کھایا اور میخائیل اور دوسرے سرداروں کے سر کاٹ کر نیزوں پر چڑھائے۔ کوتل گھوڑے آگے کئے۔ اور وہ غلہ اور رسد جو امیر عیاضؓ عرفجہ کی معرفت خرید کرلائے تھے اور جسے میخائیل نے ان سے چھین لیا تھا جس میں غلہ۔ شہد۔ روغن زیت اور تلوں کا تیل تھا ساتھ لیا۔ اور چلے اور اپنے لشکر میں آگئے۔ انہوں نے دور ہی سے تکبیر و تہلیل کے نعرے لگائے جیش اسلام نے بھی تکبیریں کہہ کر انہیں جواب دیا۔ رومی فصیل کے اوپر سے دیکھنے لگے۔ جب انہوں نے اپنے سرداروں اور میخائیل کے سروں کو نیزہ پر دیکھا تو سخت قلق ہوا۔ انہوں نے طمانچوں سے اپنے منہ پیٹ لئے اور بطلوس کو جاکر اس سانحہ کی خبر دی۔ اسے بڑا صدمہ ہوا۔ وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر فصیل پر چڑھا۔ اور مسلمانوں کی طرف آیا۔ جب اس نے سروں کو نیزوں پر دیکھا تو سخت غمگین اور اندوگین ہوا۔ کہنے لگا۔ یہ لوگ بلا کے ہیں۔ انسان نہیں ہیں جن ہیں۔"

جب مسلمانوں نے بطلوس کو دیکھا تو امیر غانمؓ بن عیاض کو خبر دی۔ وہ معہ فوجی سرداروں کے سوار ہو کر اس ٹیلہ پر آئے۔ جو باب فندوس کے قریب تھا۔ وہاں انہوں نے قیدیوں کو بلایا ان کے سامنے اسلام پیش کیا۔ انہوں نے انکار کر دیا۔ تب ان کی گردنیں ماری گئیں۔ بطلوس اور اس کے مشیر فصیل پر سے یہ ماجرا دیکھ رہے تھے۔ انہیں بڑا غصہ آیا اور نہایت رنج پہنچا۔

معرکہ نہم
شبخون

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ بطلوس کو اس قدر جوش آیا کہ وہ اسی وقت لشکر لیکر مسلمانوں کے مقابلہ میں نکلنے پر آمادہ ہو گیا۔ اور تمام بطریقوں کو بھی طارہ آ گیا۔ وہ بھی مستعد ہو گئے۔ اس وقت ایک بڑا بطریق جو نہایت ذی عزت و عظمت اور بڑا دلیر و شہسوار تھا۔ اور جس کا نام کراکر تھا بطلوس کے سامنے آیا۔ اس نے کہا۔ "اے بادشاہ! جب تک میں زندہ ہوں اس وقت تک تم کیوں تکلیف اٹھاتے ہو۔ ان ناکس مسلمانوں کے لئے تو میں ہی کافی ہوں۔ مجھے اجازت دو۔ میں حملہ کر کے ان عربوں کو خاک میں ملاؤں گا۔

میرے ساتھ جانباز مردوں کی ایک جماعت کردو۔" .ملوس یہ سن کر بہت خوش ہوا۔ اس نے اس کا شکریہ ادا کیا۔ اور حکم دیا کہ جس قدر لشکر اور جتنے بطریقوں کو چاہو ساتھ لے لو۔"
کراکر نے ایسے دس بطریق منتخب کئے جو اس کے خیال میں بڑے بہادر اور دلیر تھے۔ ان کے ماتحت ہزار ہزار سوار تھے۔ دس ہزار سوار لیکر انہیں تیاری کا حکم دیا اور دن چھپنے کا انتظار کرنے لگے۔ اس نے شبخون مارنے کا ارادہ کیا تھا۔ جب آفتاب غروب ہوا تو کراکر بطریقوں کو لے کر کینسہ میں گیا۔ انہوں نے اپنی صلیبوں اور اپنے جسموں پر ماء معموریہ (وہ پانی جس سے عیسائی کرکے پستمہ دیا جاتا ہے۔) چھڑکا انجیلیں کھولیں۔ سب نے کچھ آیتیں پڑھیں۔ اور پھر انجیلیں کھولے ہوئے ہی وہاں سے چل کر لشکر میں آئے۔ ایک بزرگ راہب نے آکر انہی برکت دی اور ان کی فتح یابی کی دعا کی۔ .ملوس بھی وہاں آگیا۔ اس نے ایک پرجوش تقریر کرکے ان کے دلوں کو گرما دیا۔ جب ایک تہائی رات گذری تو .ملوس نے کہا: "اب جاؤ حضرت مسیح تمہاری مدد کریں گے۔ اس وقت مسلمان خواب غفلت میں پڑے ہوں گے تم ان کے سرداروں کو مار ڈالو اور ان کے دلیروں کو خاک و خون میں ملا کر باقیوں کو بھگا دو۔"

کراکر معہ لشکر کے باب فندوس پر آیا۔ .ملوس بھی ہمراہ تھا۔ اس دروازہ پر ایک ہزار رومی محافظ تھے۔ اس دروازہ میں تین برج تھے۔ تینوں برجوں کے درمیان جھانکیاں تھیں۔ لوگوں نے ان میں سے جھانک کر دیکھا۔ مسلمانوں کے لشکر پر سکون چھایا ہوا تھا۔ دو بڑے برجوں کے درمیان صدر دروازہ تھا۔ .ملوس نے دروازہ کھولنے کا حکم دیا۔ دروازہ کھولا گیا۔ اور رومی لشکر باہر نکل کر اسلامی لشکر کی طرف بڑھا۔

اس وقت مسلمان دشمن کی طرف سے غافل تھے۔ سردی کا موسم تھا کڑاکے کا جاڑا پڑ رہا تھا۔ مسلمان خیموں یا کمبلوں کے سائبانوں کے سایہ میں آرام کر رہے تھے اس رات کو باب فندوس پر زیدؓ بن ثابت۔ عبداللہؓ بن عباس۔ عبداللہؓ بن مقفل۔ براءؓ بن عازب۔ مالک اشترؓ اور ذوالکلاع الحمیریؓ حفاظت و نگہبانی پر مامور تھے۔

راوی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ مجھ سے روایت کی عوف بن سعد نے بواسطہ بن طارق الثقفی کے مالک اشترؓ سے: انہوں نے کہا ایک رات کو جبکہ ہم بیدار تھے۔ کچھ مسلمان اپنے بستروں میں گھسے سو رہے تھے۔ سردی کی شدت کی وجہ سے کمبلوں میں لپٹے ہوئے تھے۔ ان کے ہتھیار کھلے ہوئے رکھے تھے۔ بعض درود وظیفہ پڑھ رہے تھے۔ بعض

نماز میں مشغول تھے۔ بعض قرآن پاک کی تلاوت کر رہے تھے ناگاہ ہم نے دیکھا کہ قلعہ کا دروازہ کھلا۔ اور رومی سوار اس میں سے نکلے بعض لوگ شمعیں لئے دروازہ کے اندر تھے۔ اس کی روشنی میں ہم نے یہ دیکھا۔ ہمیں خیال آیا۔ کہ شاید رومیوں کی کچھ جماعت فراہمی رسد کے لئے اس وقت جا رہی ہے۔ اس عرصہ میں شمعیں اور فانوس بجھا دیئے گئے۔ تھوڑی دیر ہی دیر میں رومیوں نے ہم پر حملہ کیا ہمیں افسوس ہوا۔ کہ ہم نے پہلے ہی مسلمانوں کو کیوں بیدار و ہوشیار نہ کر دیا۔ اب ہم نے شور کر کے کہنا شروع کیا: "مسلمانو بیدار ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ تم پر رحمت کرے۔ دشمن نے ہمارے ساتھ فریب کیا۔ اٹھو اٹھو اے جوانان عرب دشمن سر پر آ پہنچا۔" ہمار شور سن کر مسلمان چونک پڑے۔ جو سو رہے تھے وہ بستروں سے اٹھے۔ بعض کپڑے پہننے لگے۔ بعض مسلح ہونے لگے۔ جو درود و وظائف یا نماز یا قرآن شریف پڑھ رہے تھے۔ انہوں نے شیروں کی طرح جست کی اور اپنے ہتھیاروں کی طرف لپکے۔ اس وقت انتشار کی وجہ سے مسلمانوں کی عجب کیفیت ہوئی۔ جو ننگا تھا یعنی صرف تہمد باندھے تھا۔ اسے لباس پہننا مشکل ہو گیا۔ جو لباس پہنے تھا۔ وہ زرہ نہ پہن سکے۔ کوئی کمر سے چادر لپیٹ کر دوڑا۔ کوئی کرتہ پہنے ہی چل دیا کسی نے سردی سے بچنے کے لئے کمبل کمر اور سینہ کے گرد لپیٹ لیا۔ جب خیموں وغیرہ سے باہر نکلے تو گھوڑوں پر زین نہ کس سکے۔ ننگی پیٹھوں پر سوار ہو گئے۔ بھرپورے ہتھیار نہ لے سکے۔ کسی کے ہاتھ میں تلوار تھی۔ تو کسی کے ہاتھ میں نیزہ تھا۔ البتہ ڈھالیں سب نے اٹھالی تھیں۔ لیکن اس عرصہ میں کرا کرنے حملہ کر دیا اور جو مسلمان ابھی تک خواب غفلت میں تھے یا اٹھ تو گئے تھے مگر کچی نیند میں ہونے کی وجہ سے معاملہ کی نوعیت نہیں سمجھے تھے انہیں قتل کرنا شروع کر دیا۔ رومی دلیروں نے بڑی پھرتی سے تلواریں چلا کر کسی مسلمان کا ہاتھ کاٹ ڈالا۔ کسی کا بازو اڑا دیا۔ کسی کا سر کاٹ ڈالا۔ غرض بہت سے مسلمانوں کو قتل کر دیا۔ اور بہت سے مسلمانوں کو ناکارہ بنا دیا۔ جو مسلمان بیدار ہو گئے تھے۔ وہ رومیوں کے مقابلہ میں جا پہنچے۔ اور انہوں نے رومیوں کو قتل و زخمی کرنا شروع کر دیا۔ اب مسلمان عام طور پر تکبیریں کہنے لگے۔ رومی بھی غل مچانے لگے۔ شور عظیم برپا ہو گیا۔ دشمن خدا کرا کر زرہ کے اوپر سرخ لباس زربافتہ کا پہنے تھا۔ جو جگمگا رہا تھا۔ اس کے سر پر جو خود تھا اس میں جواہر جڑے تھے جو تاروں کی طرح چمک رہے تھے۔ وہ اونٹ کی طرح بلبلا کر اپنی زبان میں لاف زنی کر رہا تھا۔ رومی غل مچا رہے تھے۔ جب انہوں

نے دیکھا کہ تمام مسلمان بیدار اور ہوشیار ہو گئے تو انہیں مرعوب کرنے کے لئے طبل جنگ بجانے اور قرنے اور نر سنگھے پھونکنے لگے۔ شہر پناہ کی دیوار پر جو رومی تھے انہوں نے اس کثرت سے مشعلیں روشن کیں کہ رات کو دن سا نکل آیا۔

راوی نے بیان کیا ہے کہ علمبرداران جیش اسلام گھوڑوں کی ننگ پیٹھوں پر سوار ہو کر دوڑے چلے آئے۔ بعض ایسی عجلت میں آئے کہ گھوڑوں کو لگام تک نہ دے سکے۔ فضلؓ بن عباس اور ان کے چچا زاد بھائی فضلؓ بن ابلیث۔ عبداللہؓ بن جعفر۔ زیادؓ بن ابی سفیان۔ قعقاعؓ بن عمرو التمیمی۔ مسیبؓ بن نجبتہ الفزاری۔ مغیرہؓ بن شعبہ۔ مسلمؓ بن عقیل۔ ابوذر غفاریؓ۔ ابو دجانہؓ۔ ابو امامہؓ۔ غفارؓ بن عقبہ۔ ابو زید العقیلیؓ۔ اور ایسے ہی دوسرے شہسواران اسلام نے بڑی جانفشانی اور عرق ریزی سے سخت جنگ کی اور پہلے ہی حملہ میں رومیوں کی اگلی صفوں میں سے دو سو اسی آدمی مار ڈالے۔ فضلؓ بن عباس نے کراکر کو تاکا۔ وہ اس کے لباس سے سمجھ گئے۔ کہ وہ رومیوں کا بڑا سپہ سالار ہے۔ انہوں نے جھپٹ کر تلوار کی ایسی ضرب لگائی کہ اس کے بائیں شانہ میں داخل ہو کر داہنی طرف نکل گئی۔ اس کا سر کٹ کر دور جا گرا۔ وہ زمین پر گر کر خاک و خون میں لوٹنے لگا۔ عبداللہؓ بن جعفر نے ایک اور بطریق پر حملہ کر کے اسے دو ٹکڑے کر کے ڈال دیا۔ اس وقت شور و غل سن کر دوسرے دروازوں سے بھی کچھ مسلمان دوڑے چلے آئے۔ اور انہوں نے آتے ہی پر زور حملے کر کے رومیوں کی صفیں الٹ دیں۔ ان کی بڑی جماعت کو قتل کر ڈالا۔ رومی گھبرا کر دروازہ کی طرف بھاگے۔ تین ہزار رومی مارے گئے۔ مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا۔ اور ایک ہزار دو سو پچاس رومی گرفتار کر لئے۔ قلعہ کے اندر سے بے شمار رومی نکل پڑے اور وہ مفرور رومیوں کو مسلمانوں سے بچا کر قلعہ میں لے گئے۔ مسلمان واپس لوٹ آئے۔ جب انہوں نے اپنے مقتولوں کو شمار کیا تو معلوم ہوا۔ کہ چار سو پچاسی مسلمان شہید ہوئے۔ مسلمانوں پر سخت سانحہ گذرا۔ انہیں بڑا صدمہ ہوا۔ انہوں نے تمام شہیدوں کی لاشیں جمع کیں۔ جنازہ کی نماز پڑھی اور دفن کر دیا۔ یہ خیال رہے کہ شہیدوں کو غسل و کفن دینے کی ضرورت نہیں۔ غسل پاک کرنے کے لئے دیا جاتا ہے شہید پاک ہوتے ہیں۔ ان شہیدوں کو اس جگہ دفن کیا۔ جو طحا کے نام سے مشہور تھی۔ وہ پہاڑ کے نزدیک واقع ہے۔ ایک ایک قبر میں دو۔ دو۔ تین۔ تین۔ چار۔ چار۔ پانچ پانچ دفن کئے۔ اس بات کا خیال رکھا کہ جو حافظ قرآن تھے انہیں دفن

کرنے میں مقدم رکھا۔ وہ مقام مقابر شہدا ئے نام سے مشہور ہو گیا۔ اور خدائے تعالیٰ نے اس جگہ کو وہ برکت عطا فرمائی۔ کہ وہاں دعا مانگنے والوں کی دعا قبول ہونے لگی۔ بارہا لوگوں نے اس بات کو آزمایا۔ جو وہاں کثرت سے نفلیں پڑھتا ہے اور استغفار کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہ معاف کر دیتے ہیں۔

راست گوئی

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ میں نے اس کتاب میں جو کچھ بیان کیا ہے۔ وہ سب سچ ہے میں نے بڑی تحقیق اور تصدیق کے بعد وہی واقعات لکھے ہیں۔ جو حقیقت میں واقع ہوئے۔ اور جو سند کے ساتھ منقول ہیں۔ مجھ سے ہر واقع کو بغیر کسی رد و بدل کے کئی کئی ثقہ لوگوں نے بیان کیا۔ ارباب تاریخ اور اصحاب سیر بھی ان واقعات کی تصدیق کرتے ہیں۔ یہ حالات مسلسل اور ایسے ہیں جیسے جواہر نفیسہ کسی زریں ڈورے میں پرو دیئے ہوں۔ میں نے ان واقعات کو اس لئے لکھا ہے تاکہ اہل بصیرت اور علماء اور بادشاہوں کے لئے درس عبرت و نصیحت ہوں اور عام مسلمانوں کے ایمان تازہ ہو جائیں۔ مجھے یہ فخر ہے کہ مجھ سے پہلے کسی مورخ نے ایسی تاریخ نہیں لکھی۔ اس میں بہت سے واقعات عجیب و غریب ہیں۔ اور تمام واقعات ایسے راویوں سے سن کر لکھے ہیں جو محتاط۔ عبادت گذار اور سچے تھے۔ جنہیں جھوٹ سے نفرت تھی۔ اگر کسی راوی نے کسی واقع کے متعلق ذرا بھی اپنا شک ظاہر کر دیا تو اس واقعہ کو تحریر نہیں کیا گیا اب بقیہ حالات بیان کئے جاتے ہیں۔

بطلوس کا قلق

راوی نے بیان کیا ہے کہ مجھ سے روایت کی ہے عبداللہ بن عبدالواحد قاری نے بواسطہ ابن سراقہ بن نوفل الخراجی کے ابوالبابہؓ بن المنذر سے ابوالبابہؓ وہ ہیں۔ جو اصحاب علم یعنی سردار تھے۔ انہوں نے بیان کیا ہے کہ جب ہم شہیدوں کے دفن سے فراغت کر چکے تو ہم نے دیکھا کہ قلعہ کے پھاٹک بند کر لئے گئے۔ جاسوسوں نے ہم سے بعد میں بیان کیا۔ کہ جب رومی بھاگ کر بطلوس کے پاس پہنچے اور اسے ان کی ہزیمت اور کرا کر اور دوسرے

بطریقوں کے قتل کا حال معلوم ہوا تو سخت رنج و قلق ہوا۔ اس کی آنکھوں می جہاں تاریک ہو گیا۔ اسے خوف ہو گیا کہ اس کے ملک کا زوال یقینی ہے۔

خالدؓ سے کمک کی درخواست

راوی نے بیان کیا ہے کہ صحابہ کرام کو بھی اس ایک رات میں اتنے مسلمانوں کے مارے جانے کا بڑا صدمہ ہوا۔ چنانچہ بعض امراء اور سرداران لشکر امیر غانمؓ بن عیاض کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مشورہ کرنے لگے۔ سب کی یہ رائے قرار پائی کہ خالدؓ بن ولید کو لکھا جائے اور ان سے درخواست کی جائے کہ وہ خود لشکر لیکر یہاں آ جائیں۔ چنانچہ امیر غانمؓ نے اسی وقت اس مضمون کا خط لکھا: "یعنی شروع ہے نام اللہ کے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا۔ یہ خط غانمؓ بن عیاض کیطرف سے امیر عسکر خالدؓ بن الولید کی خدمت میں۔ واضح ہو اے امیر کہ ہم نے مالک شام فتح کیا۔ عراق فتح کیا۔ یمن اور حجاز فتح کئے۔ مگر ہم نے تمام روم۔ ترک۔ عجم اور دیلم میں اس بطریق بھنسا ملوس سے زیادہ لعین کسی کو نہیں پایا۔ نہ اس سے زیادہ کسی کو مکر و فریب اور حیلہ سازی میں دیکھا۔ یہ ایسا شہر ہے جو آدمیوں اور گھوڑوں کی کثرت سے بھرا ہوا ہے اور نہایت مضبوط اور بڑا وسیع ہے۔ ان لوگوں نے بڑا مکر کیا۔ اور ہر فریب میں ہم میں سے کتنے لوگوں کو شہید کیا۔ لہٰذا التماس ہے کہ آپ خود یہاں آئیں اور ہماری مدد کریں۔ والسلام۔ اللہ کی رحمت اور برکت آپ پر اور سب پر۔"

یہ خط لکھ کر مہر لگا کر عبداللہؓ بن المنذر کے حوالہ کیا۔ وہ اسے لیکر روانہ ہوئے۔ اور امیر خالدؓ کے پاس پہنچے۔ وہ اس وقت مقام نوریہ میں مقیم تھے۔ چنانچہ ابن منذر نے انہیں جا کر سلام کیا۔ اور خط پیش کیا۔ اسے پڑھ کر خالدؓ اور ان کے ہمنشین مسلمانوں کو بڑا رنج و غم ہوا۔ انہوں نے کلمہ استرجاع یعنی رنج و خوف کے عالم میں جو کلمہ پڑھا جاتا ہے وہ پڑھا جو یہ ہے "جو کچھ ہے اللہ ہی کا ہے اور اللہ ہی کی طرف لوٹنے والا ہے اور کوئی قوت نہیں ہے مگر ساتھ اللہ بزرگ و برتر کے۔" خالدؓ نے ابن منذر سے کہا: "امیر غانمؓ سے کہہ دو کہ امیر خالدؓ معہ اپنے لشکر کے عنقریب تمہارے پاس پہنچتے ہیں۔" اور سلام ہو تم پر اور تمام مسلمانوں پر۔ ایک روز قیام کر کے دوسرے روز عبداللہؓ بن منذر وہاں سے بھنسا کیطرف چلے۔ اور امیر غانمؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر امیر خالدؓ کا پیغام پہنچایا۔ امیر غانمؓ اور تمام

مسلمان بہت خوش ہوئے۔

امیر خالدؓ بن الولید کا کوچ

عبداللہ بن منذر کی روانگی کے بعد امیر خالدؓ بن الولید نے عبداللہؓ بن زبیر کو تین سو سوار دے کر حکم دیا کہ سرزمین ھنسا کی طرف کوچ کرو۔ اور جب تم وہاں پہنچو تو پکار کر تکبیرو تہلیل کہو اور اوپر بشیرو نذیر یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درود و سلام بھیجو۔ جب عبداللہؓ بن زبیر روانہ ہو چکے اور کچھ دور نکل گئے تو امیر خالدؓ نے مقدادؓ بن الاسواد اور ضرارؓ بن الازور کو دو دو سو سوار دے کر حکم دیا کہ تم عبداللہؓ بن زبیر کے پیچھے جاؤ اور جب وہ ھنسا میں جا پہنچیں تب تم وہاں پہنچو اور تکبیرو تہلیل کے نعرے لگاؤ۔ ان کے بعد عبدالرحمٰنؓ بن ابی بکر اور عبداللہؓ بن عمر کے ساتھ دو سو سوار کئے اور حکم دیا کہ مقدادؓ کے پیچھے جاؤ۔ اور ان کے بعد ھنسا میں داخل ہو۔ ان کے بعد سعیدؓ بن زیاد بن عمرو بن فضل کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خالو تھے اور عقبہؓ بن عامر البصری کو دو سو سوار دے کر بھیجا۔ انہیں بھی حکم دیا کہ وہ عبدالرحمٰنؓ کے بعد ھنسا کی زمین پر پہنچیں۔ اور تکبیرو تہلیل کہیں۔ ان دستوں کو روانہ کر کے امیر خالدؓ رات کو وہیں مقیم رہے اور صبح ہوتے ہی نماز پڑھ کر بقیہ لشکر کے ہمراہ روانہ ہوئے۔

اسلامی لشکروں کی آمد

راوی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ سب سے پہلے عبداللہؓ بن زبیر ھنسا کے سامنے پہنچے۔ انہوں نے بلند آواز سے تکبیر کہی۔ تمام ان کے ساتھیوں نے بھی تکبیرو تہلیل کے نعرے لگائے۔ پھر عبداللہؓ بن زبیر نے یہ اشعار رجز کے طور پر پڑھے۔

اے قوم ہم تیز رفتار گھوڑوں پر سوار ہو کر تمہارے پاس آئے ہیں۔
مثل ہوا کے لڑائی کے دن
تمام گھوڑوں پر سوار بزرگ سردار ہیں۔

جو سخت جنگ کرتے ہیں اور لڑائی کے دن پشت پناہ ہیں۔
ہم تلوار سے تمہارے حامیوں کو ذلیل کریں گے۔
جب ہم ان پر تیز دھار تلوار سے حملہ کریں گے۔
اور ہم ہر باغی کتے کو قتل کریں گے۔
حمایت اسلام میں اہل نفاق کو
اور ہم دین اللہ کے حامی ہیں کہ وہ دین حق ہے
ہم اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ خداوند عرش ہمیشہ سے ہے۔
اور محمد بہترین خلائق ہیں۔
وہ خدا کے رسول اور برتروں کے برتر ہیں۔

راوی نے بیان کیا ہے کہ جب عبداللہؓ بن زبیر اور ان کے ساتھیوں نے بھنسا کے قریب پہنچ کر تکبیر و تہلیل کے نعرے لگائے تو رومی فصیل پر کثرت سے چڑھ آئے اور ایڑیوں پر کھڑے ہو ہو کر جھانکنے لگے۔ تھوڑی دیر کے بعد ہی عبدالرحمٰنؓ بن ابی بکر صدیق معہ اپنے ساتھیوں کے وہاں پہنچے۔ انہوں نے بھی پر شور نعرے لگا کر قلعہ کو ہلا دیا۔ رومی انہیں بھی دیکھنے لگے۔ عبدالرحمٰنؓ نے رجز کے یہ اشعار پڑھے۔

میں وہ شہسوار ہوں جس کی جنگ مشہور ہے
ذلیل کروں گا ہر باغی سرکش کو
اور میں ان دلیروں پر حملہ کروں گا
ایسے شخص کا بزرگ قصد آخر تک ہے
میں ابوبکر کا بیٹا ہوں جو شہرہ آفاق تھے۔
وہ خلیفہ تھے بہترین رسول محمد کے
ہلاکی ہے اس کے لئے جس کی گردن میری تلوار کاٹنے والی ہے
اور افسوس ہے اس پر جسے میری تیغ ہندی ہلاک کرے گی۔

راوی نے بیان کیا ہے کہ عبدالرحمٰنؓ بن ابی بکر صدیق کے بعد عبداللہؓ بن عمر معہ اپنی جمعیت کے آئے اور نعرہ تکبیر سے میدان گونجا دیا۔ عبداللہؓ رجز کے یہ اشعار پڑھ رہے ہیں

ہم باریک اقدام اور تیز رفتار گھوڑوں پر آئے ہیں
معہ یمانی تلواروں اوار آبدار سنانوں کے
شمشیر و سناں اس مردِ دلیر کے ہاتھ میں ہے۔
جو ہنگامہ جنگ میں موت کو دیکھ کر بڑا فخر کرنے والا ہے۔
معرکہ جنگ میں اپنی تلوار اور سنان سے ذلیل کروں گا۔
اور ہر باغی اور مفتری کو قتل کروں گا۔

راوی نے بیان کیا ہے کہ اسی طرح ہر سردار ایک کے بعد ایک آتے رہے۔ اور عنسا کے سامنے پہنچ کر پر زور نعرہ تکبیر لگاتے رہے یہاں تک کہ جتنے سردار خالدؓ نے بھیجے تھے۔ وہ سب آ گئے۔ ان دستوں کی آمد دن چھپے تک جاری رہی۔ جب رات ہو گئی۔ تو مسلمانوں نے آرام کیا۔ صبح کو تمام نئے آنے والے سردار غانمؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان میں ضرارؓ بن الازور بھی تھے۔ ضرارؓ نے امیر غانمؓ سے کہا۔ "تم قلعہ کا محاصرہ کئے ہوئے ہو اور سمجھتے ہو کہ اہل قلعہ کو زچ کر دو گے۔ لیکن قلعہ والوں کے پاس سامان رسد برابر پہنچ رہا ہے۔ اس لئے وہ تم سے تنگ نہیں آ سکتے۔ ان پر یورش کرو۔" سب کی یہی رائے ہوئی۔ چنانچہ تمام سرداروں نے دھاوا کر دیا۔ ضرارؓ بن الازور نے بھی حملہ کیا۔ اس وقت وہ رجز کے یہ اشعار پڑھ رہے تھے۔

قریب ہے کہ میں بیدینوں کو قتل کروں گا تلوار سے۔
جس کی ضرب سخت ہے اور جو صیقل شدہ ہے۔
اور میں دروازوں کے اوپر آگ روشن کروں گا۔
اور اس قوم کو لکڑیوں کی بھٹی میں ڈالوں گا۔
اور میں ان کے گھروں کو خراب کر چھوڑوں گا۔
اور ان کے کسی مدد گار کو نہ چھوڑوں گا۔
ان پر افسوس ہے پھر افسوس ہے پھر افسوس ہے۔
جب ان کی گریہ و زاری کی آواز بلند ہو۔
قریب ہے کہ میں ان کے سب باغیوں کو قتل کروں گا۔

معرکہ دہم

راوی نے بیان کیا ہے کہ جیش اسلام کے سرداروں نے حملہ شروع کر دیا۔ تیروں کی بارش سے جنگ کا آغاز ہوا۔ رومیوں نے فصیلوں اور برجوں کے اوپر سے تیر اور پتھر برسائے۔ منجنیقوں کے ذریعہ سے بڑے بڑے پتھر پھینکنے لگے۔ اس وقت ملوس کو جوش آگیا۔ وہ اپنے ساتھ متعدد و مشہور اور دلیر بطریقوں اور سرداران فوج کو لے کر معہ بے شمار فوج کے چل کر باب جبل پر آیا۔ اور پھاٹک کھلوا کر قلعہ سے باہر نکلا۔ رومی ٹڈی دل کی طرح مسلمانوں کی طرف بڑھے۔ ملوس کو بڑا جوش اور طیش تھا۔ وہ لوہے کی حبی زرہ پر سونے کی زرہ پہنے اور سونے کا تاج اوڑھے تھا۔ گھوڑے کی پشت پر شعلہ آگ سا نظر آتا تھا۔ تیر اندازوں کا پرا اس کے آگے تھا۔ وہ تیر چلا رہے تھے۔ اور فصیل اور برجوں کے اوپر سے منجنیقوں کے ذریعہ سے پتھر پھینکے جا رہے تھے۔ یہ حملہ اچانک ہوا۔ اس طرف جو مسلمان تھے۔ ان میں سے ایک جماعت قتل و مجروح ہوئی۔ دوسرے دروازوں پر جو مسلمان سردار تھے۔ انہیں اس حملہ کی خبر نہ ہوئی۔ جو مسلمان اس دروازہ پر متعینات تھے۔ وہی مصروف جنگ رہے۔ سرداران لشکر نے آگے بڑھ کر نہایت دلیری سے جنگ شروع کر دی۔ ایک بڑے بطریق نے آگے بڑھ کر لڑنے والے کو طلب کیا۔ مغیرہؓ بن شعبہ اس کے مقابلہ کو نکلے۔ دونوں میں لڑائی ہونے لگی۔ اثنائے جنگ میں مغیرہؓ کی تلوار ٹوٹ کر گر پڑی۔ بطریق ان کی طرف دوڑا۔ اسی وقت ایک مسلمان نے بڑھ کر تلوار چمکائی اور مغیرہؓ کی طرف بڑھائی۔ مغیرہؓ نے دیکھا۔ وہ عبدالرحمٰنؓ بن ابی بکر صدیق تھے۔ مغیرہؓ نے تلوار لیتے ہی بطریق پر حملہ کیا۔ وار خالی گیا۔ بطریق انہیں چمٹ گیا۔ مغیرہؓ بھی گتھ گئے۔ ضرارؓ بن الازور نے جب یہ حال دیکھا تو اپنے گھوڑے سے اتر کر صفوں کے درمیان سے پیدل دوڑتے ہوئے بطریق کے قریب آپہنچے۔ اور تلوار کی ایسی ضرب لگائی کہ اس کی ناک کٹ گئی۔ وہ مغیرہؓ کو پکڑے ہوئے زمین پر

گرا۔ رومیوں نے ضرارؓ اور مغیرہؓ پر نرغہ کر کے دونوں کو قتل کرنا چاہا۔ مگر تین مسلمان گھوڑے دوڑا کر صفوں کو چیرتے ہوئے رومیوں پر آپڑے۔ ان میں سے ایک عبدالرحمٰنؓ بن ابی بکر صدیق۔ دوسرے عبداللہؓ بن عمر اور تیسرے مقدادؓ بن الاسود تھے۔ ان تینوں نے حملہ کر کے کئی رومیوں کو قتل کر ڈالا۔ اور باقیوں کو مار کر پیچھے کر دیا۔ پھر زبردست حملہ کر کے ان کے لشکر کو پراگندہ کر دیا۔ ضرارؓ بن الازور مقتول رومیوں میں سے ایک کے گھوڑے پر سوار ہو گئے۔ اور تینوں وہاں سے لوٹ آئے۔ اور کئی مقتولوں کا ساز و سامان بھی لیتے آئے۔

بطلوس خود لڑ رہا تھا۔ وہ کبھی مسلمانوں کے میمنہ پر جھپٹتا۔ کبھی میسرہ پر اور کبھی قلب میں دوڑ آتا۔ آخر اس نے میدان میں کھڑے ہو کر لڑنے والے کو طلب کیا۔ مقدادؓ بن الاسود اس کے قریب پہنچ گئے۔ تھے وہ اس کے مقابلہ میں پہنچے۔ دونوں بڑے جوش سے لڑنے لگے۔ خوب نیزہ بازی کے جوہر دکھائے۔ مقدادؓ نے بیان کیا ہے۔ کہ میں نے بہت سے رومی بادشاہوں سے جنگ کی۔ اکثر قلعے فتح کئے۔ بڑے بڑے دلیروں سے لڑا۔ لیکن بطلوس سے زیادہ کسی کو بہادر نہ دیکھا۔ ہم دونوں اس قدر لڑے کہ ہمارے گھوڑے شل ہو گئے۔ اس وقت اس لعین نے مجھ سے مخاطب ہو کر کہا۔ "تعجب ہے کہ تم تین تین ٹانگ کے گھوڑے پر بیٹھے جنگ کر رہے ہو۔" میں اپنے گھوڑے کو بہت عزیز رکھتا تھا مجھے خوف ہوا کہ کہیں گھوڑا لنگڑا تو نہیں ہو گیا۔ میں نے سر جھکا کر گھوڑے کے پاؤں کو دیکھا۔ اس دشمن خدا کو موقع مل گیا۔ اس نے تلوار کی ضرب اس زور سے لگائی۔ کہ میرا خود اور سرپنجہ کاٹ کر سر پر زخم لگا گئی۔ اپنے خیال میں وہ مجھے قتل کر کے واپس لوٹا۔ مقدادؓ نے اس بات کو غنیمت اور مجانب اللہ جانا۔ انہوں نے بطلوس کا پیچھا نہیں کیا۔ اپنا گھوڑا دوڑا کر مسلمانوں میں آ گئے۔ مسلمانوں نے انہیں اپنے حلقہ میں لے لیا۔

راوی نے بیان کیا ہے کہ جبکہ گھمسان کی لڑائی ہو رہی تھی۔ یکایک خالدؓ بن ولید معہ اپنے لشکر کے تکبیر و تہلیل کے نعرے لگاتے ہوئے آ گئے۔ امیر خالدؓ سب سے آگے تھے اور وہ رجز کے شعار پڑھ رہے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے گھوڑوں کو جنگ کے لئے چرایا ہے جو تیز رفتار ہیں۔
اور ان سواروں کو بخشا ہے جو اچھے مال کیلئے قرعہ ڈالتے ہیں۔
اور جو اللہ کے لئے جاں نثاری کرتا ہے۔
تو وہ جنگ کے لئے آمادہ اور حکم کا مطیع ہوتا ہے
پس اے بطلوس تیری ہلاکی ہے خالدؓ کی تلوار سے
جب ہنگامہ جنگ گرم اور معرکہ حرب برپا ہو۔
خدا بطلوس کافر پر رحم نہ کرے۔
اور ہر قوم اور ہر جماعت کی جانب سے اس پر لعنت ہو۔
اگر خدا نے مجھے قدرت دی تو میں اسے خانہ خراب کروں گا۔
اس کے خاں نماں کو ایسا کورا کروں گا کہ وہ ویرانہ پڑا رہے گا۔
اور جب میں تیغ یمانی کو میان سے کھینچوں گا۔
تو تمام دشمن اس کے سامنے الحاح و زاری کریں گے۔

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے۔ کہ خالدؓ بن ولید نے نہایت سخت حملہ کیا۔ انہوں نے صفیں کی صفیں درہم برہم کر دیں۔ لاشوں کے ڈھیر لگا دیئے۔ بطلوس بھی بڑی شدت سے لڑ رہا تھا۔ اس نے اور اس کی جماعت نے بھی بہت سے مسلمانوں کو شہید کر دیا تھا۔ خالدؓ بن الولید نے۔ بطلوس کو دیکھا۔ وہ اس کی طرف جھپٹے اور اس پر حملہ آور ہوئے۔ بطلوس نے کچھ دیر مقابلہ کیا۔ پھر وہ میسرہ کی طرف دوڑ گیا۔ خالدؓ اس کے پیچھے وہیں پہنچے۔ اب یہ صورت ہوئی۔ کہ جب وہ میسرہ کی طرف دوڑ گیا۔ خالدؓ اس کے پیچھے وہیں پہنچے۔ اب یہ صورت ہوئی۔ کہ جب وہ میمنہ کی طرف جاتا تھا۔ تو خالدؓ اس کے پیچھے جاتے تھے اور جب وہ میسرہ کی طرف پلٹتا تھا۔ تو خالدؓ بھی میسرہ کی طرف جھپٹتے تھے۔ آخر انہوں نے ایک مرتبہ بطلوس کو صفوں کے درمیان گھیر لیا۔ اور اس پر حملہ کیا۔ وہ چالاکی کر کے نکل بھاگا۔ اور اپنے لشکر کے قلب میں گھس گیا۔ اس کے سپاہیوں نے اس کے گرد گھیرا ڈال لیا۔ خالدؓ اس کا تعاقب کرتے ہوئے پہنچے۔ اور بھی کئی سرداران جیش اسلام اپنے اپنے دستہ کے ساتھ وہاں پہنچ گئے۔ گھمسان کی جنگ ہونے لگی۔ مسلمان رومیوں میں گھس گئے۔ تلواروں نے دلیروں کو کاٹ ڈالا۔ لاشوں پر لاشیں بچھ گئیں۔ مسلمان رومیوں کو بے دریغ قتل کرنے

لگے۔ خالدؓ .بطلوس کی طرف بڑھتے جاتے تھے۔ .بطلوس گھبرا کر قلعہ کی طرف بھاگا۔ اس کی قوم بھی اس کے پیچھے بھاگی۔ مسلمانوں نے تعاقب کیا۔ رومی لڑتے بھڑتے پھاٹک تک پہنچ گئے۔ .بطلوس قلعہ کے اندر گھس گیا۔ تمام رومی ایک دم قلعہ میں نہ گھس سکے۔ مسلمانوں نے انہیں تلواروں کی دھاروں پر رکھ لیا۔ بعض مسلمان رومیوں کو گرفتار اور بعض قتل کرنے لگے۔ پھاٹک پر رومیوں کے تقریباً چار ہزار آدمی مارے گئے۔ آخر رومی قلعہ میں گھس ہی گئے۔ انہوں نے پھاٹک بند کر لیا۔ مسلمان لوٹ آئے۔ پانچ سو رومیوں کو گرفتار کر لائے۔ ان قیدیوں میں بڑے بڑے بطریق تھے۔ قیدی خالدؓ بن الولید کے سامنے پیش کیے گئے۔ انہوں نے انہیں اسلام کی دعوت دی۔ رومیوں نے منظور نہ کی۔ خالدؓ کے حکم سے ان کی گردنیں ماری گئیں۔ اس معرکہ میں دو سو اسی مسلمان شہید ہو گئے۔ رومی بے شمار مارے گئے۔ خالدؓ کے حکم سے شہیدوں کی لاشوں کو جمع کر کے جنازہ کی نماز پڑھ کر دفن کر دیا گیا۔

.بطلوس کی پریشانی

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ .بطلوس کو اس بات کا سخت غم و رنج تھا۔ کہ رومیوں نے بزدلی کی۔ ان کے مقابلہ میں مسلمانوں کی تعداد کچھ بھی نہ تھی۔ لیکن وہ مسلمانوں سے ہزیمت اٹھا کر بھاگ آئے۔ وہ سمجھ گیا کہ رومی مسلمانوں پر مشکل ہی سے غالب آ سکتے ہیں۔ اس نے اکابر قوم اور مشیران حکمت کو طلب کر کے ان سے کہا: "کس قدر افسوس کی بات ہے کہ تم مسلمانوں کے مقابلہ میں نہ ٹھہر سکے کیا اسی بہادری اور جرات پر مسلمانوں کو فتح پانے کے خواب دیکھ رہے ہو؟" افسروں نے عرض کیا۔ "ہم آپ کے سامنے ہیں۔ جو حکم ہو گا اس کی تعمیل کریں گے۔" .بطلوس نے کہا: "اب صرف ایک ہی صورت ایسی ہے کہ اگر وہ کارگر ہو گئی تو یقیناً تم مسلمانوں کو ہزیمت دے کر بھگا دو گے۔" لوگوں نے پوچھا: "وہ کیا تدبیر ہے؟" .بطلوس نے کہا: "میں بتا دوں گا۔ ذرا تم صبر کرو۔"

.بطلوس نے تمام قلعہ میں منادی کرا دی کہ سب لوگ بڑے میدان میں جمع ہو جائیں۔ چنانچہ اعلیٰ و ادنیٰ سب آ گئے۔ امرائے سلطنت۔ مصاحبان خاص معہ بطریق اور چھوٹے بڑے افسروں کے سب ہی جمع ہو گئے۔ .بطلوس نے کہا: "میرا ارادہ ہے کہ آج رات کو قلعہ کے دروازے کھول کر ہر دروزہ سے اچانک لشکروں کو بھیجوں۔ آدھی رات کے

وقت رومی مکانوں پر اچانک مگر نہایت خاموشی سے شبخون ماریں۔ اس وقت مسلمان غافل ہوں گے۔ دفعتہ انہیں نرغہ میں لے لیں۔ اور ان کے خیموں میں انہیں چھاپ بیٹھیں۔ قلعہ میں ایک شخص بھی باقی نہ رہے۔ سب اس معرکہ میں شریک ہوں۔ میں خود اپنے دستہ خاص لے ساتھ باب توما سے نکلوں گا۔ یقین ہے اس تدبیر سے ہم کامیاب ہو جائیں گے۔ عام مسلمانوں کو قتل کر کے ان کے سرداروں اور امیر تک پہنچ جائیں گے۔ سب لوگ اس بات کا خیال رکھیں کہ سپاہیوں اور عام مسلمانوں میں سے کسی کو بھی خواہ وہ کتنی ہی عاجزی کیوں نہ کرے ہرگز امان نہ دیں۔ قتل کر ڈالیں۔ البتہ افسروں اور سرداروں کو گرفتار کر لیں۔" لوگوں نے اس کی اس تدبیر کی بڑی تعریف کی۔ اس پر عمل کرنے کا حلف اٹھایا۔ بطلوس نے کہا:۔ "آج شروع ہی رات سے سب لوگ اور ہر طرف کی فوج مسلح اور تیار ہو جائے اور منتظر رہے۔ میں جس وقت حملہ کروں گا۔ ناقوس اور بگل بجوا دوں گا۔ اس آواز کو سنتے ہی سب لوگ اپنے اپنے دروازہ سے ایک دم نکل پڑیں۔" اس کے بعد اس نے سب کو رخصت کر دیا۔ اور تمام رومی تیاری میں مصروف ہوئے۔

معرکہ یازدھم

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ دن چھپتے ہی تمام رومی مسلح اور مستعد ہو گئے۔ ہر دروازہ کے محافظوں کے پاس بادشاہ کا حکم پہنچا۔ کہ ناقوس کی آواز سنتے ہی دروازہ کھول دیں۔ بطلوس نے ناقوس اور بگل بجانے والوں کو اس طرح برجوں اور فصیلوں پر بٹھا دیا۔ کہ جب گرجہ کے ناقوس کی آواز سنیں تو سب ایک ساتھ اپنے اپنے ناقوس بجانے لگیں تاکہ تمام قلعہ والوں کو حملہ کے وقت کی اطلاع ہو جائے۔ جب ایک تہائی رات گزری تو بطلوس مسلح ہو کر آیا۔ اس نے دیکھا کہ اس کی وہ فوج اس کے ساتھ حملہ کرنے والی ہے بالکل لیس ہے۔ اس نے اپنے سرداروں اور بطریقوں سے کہا:۔ "دیکھو میں پھر تاکید کرتا ہوں کہ تیز رفتاری سے چلنا۔ اور مسلمانوں پر اچانک حملہ کر کے ان کی گردنوں پر تلواریں اور خنجر رکھ دینا۔ کسی کی فریاد و فغاں نہ سننا۔ کسی پر رحم نہ کرنا۔ کسی کو امان نہ دینا۔ صرف ان کے امیر قوم کو زندہ گرفتار کر لینا۔ اور تم میں سے جس کسی کو وہ صلیب نظر آوے۔ جو

انہوں نے ہم سے چھین لی ہے تو وہ ان سے لے لینا جو کوئی اس صلیب کو میرے پاس لادے گا اسے بخشش و عطا کر کے دولت مند بنا دوں گا۔" اس کے بعد بطلوس نے ناقوس والوں کو ناقوس بجانے کا حکم دیا۔ دفعۃ تمام قلعہ میں ناقوس بجنے لگے۔ اس وقت قلعہ کے سارے دروازے کھل گئے۔ اور رومی لشکر نکلنے شروع ہوئے بطلوس باب توما سے برآمد ہوا۔

جو مسلمان جاگ رہے تھے۔ وہ ناقوس کی آواز سن کر چونک پڑے۔ انہوں نے سمجھ لیا کہ ضرور کوئی نئی بات ہے۔ ناقوس بلاوجہ نہیں بجائے گئے۔ وہ اٹھ اٹھ کر بیدار اور ہوشیار ہو گئے۔ اور اسطرح مستعد ہو کر بیٹھ گئے۔ جس طرح شیر شکار کے انتظار میں ہو بیٹھتا ہے۔ جو لوگ بیدار ہو گئے تھے انہوں نے اوروں کو اٹھا دیا۔ لیکن صف بندی نہ ہو سکی۔ امیر خالدؓ صدائے ناقوس سن کر مضطرب ہو گئے۔ انہیں یہ امر سخت دشوار معلوم ہوا۔ انہوں نے رب العزت سے فریاد کی۔:" اے پروردگار عالم فریاد ہے۔ اے محمد صلعم فریاد ہے۔ اے اسلام فریاد ہے۔ قسم ہے رب کعبہ کی میری قوم کفار کے کید و فتنہ میں مبتلا ہو گئی۔ اے خدا تو مسلمانوں کی طرف سے چشم بیدار سے نظر کر جسے کبھی خواب نہیں اور انہیں دشمنوں پر فتح دے۔ انہیں اپنی خلق میں بدترین خلق کے حوالہ نہ کر۔"

خالدؓ بن ولید برہنہ سر تھے۔ انہیں عمامہ باندھنے یا خود اوڑھنے کا موقع ہی نہ ملا۔ اسی حال میں وہ اپنے قبیلہ کے پاس آئے۔ اس وقت ان کی زبان پر یہ اشعار تھے۔

میرے آنسو رواں ہیں مجھے حزن نے گھیر لیا ہے۔
اور میرے سینہ نے تنگی کی ہے۔ اور مجھے سختی پیش آئی ہے۔
اے پروردگار مجھے رنج و اندوہ سے بچاؤ۔
اور اے ذالمنن (رسول اللہ کا لقب ہے) اسلام کی مدد کرو۔
بہ طفیل ہاشمی مدنی کے
جو احمد مختار طٰہٰ اور مدنی ہیں۔

راوی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت بیان کی ہے کہ امیر خالدؓ اپنے پانچ سو سواروں کو ساتھ لے کر بڑھے۔ ان کے ہمراہ فضلؓ بن عباس۔ فضلؓ بن ابی الهیف۔ زیادؓ بن ابی سفیان بن الحارث۔ عبداللہؓ بن جعفر ابی طالب۔ مقدادؓ بن الاسود۔ زیدؓ بن ثابت۔ عبداللہؓ بن زید۔ مسلمؓ بن عقیل۔ ابوذر غفاریؓ۔ عبادہؓ بن صامت۔ بحیرہؓ بن مسلم۔ عقبہؓ بن نافع۔

مغیرہؓ بن شعبہ اور مسیبؓ بن نجبۃ الفزاری بھی ہو گئے۔ اور نعرہ تکبیر و تہلیل بلند کرنے لگے۔ رومیوں نے مسلمانوں پر حملہ کر دیا تھا۔ تلواریں چل رہی تھیں۔ اور سر و تن کے فیصلے ہو رہے تھے۔ مسلمان بڑے استقلال اور کمال جوش سے لڑ رہے تھے۔ خالدؓ بن ولید نے وہاں پہنچ کر کہا: "مسلمانوں آ پہنچا پروردگار عالم کی طرف سے تمہارا مددگار۔ میں خالدؓ بن ولید ہوں۔ بہادر شہسوار ہوں۔ کافروں کی ناکوں کو زمین پر گھسنے والا ہوں۔ حامی دین اسلام ہوں۔" یہ کہہ کر وہ رومیوں کی صفوں میں گھس گئے۔ ان کی جماعت بھی مار دھاڑ کرتی ہوئی ان کے ساتھ ہی گھس گئی۔ خونریز جنگ شروع ہو گئی۔ امیر خالدؓ باب توما پر تھے لیکن وہ دوسرے دروازہ کے مسلمانوں کے شور و غل کو بھی سن رہے تھے۔ ان کی طرف سے انہیں سخت رنج و ملال اور غم و فکر تھا۔

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ مجھ سے بیان کیا ابن عبداللہؓ بن عون نے بواسطہ جابر بن سنان کے عقبہؓ بن عامر سے جو خالدؓ بن ولید کے ہمراہیوں میں تھے۔ انہوں نے کہا کہ حال یہ تھا کہ رومی فصیلوں اور برجوں کے اوپر تیر اور پتھر برسا رہے تھے۔ اور .طلوس اور اس کی جماعت مسلمانوں سے لڑ رہی تھی۔ اس دشمن خدا کے ساتھ بیشمار جمیعت تھی۔ اس نے مسلمانوں کو شدید نقصان پہنچایا۔ جس قدر صدمات مسلمانوں نے .طلوس کے ہاتھ سے اٹھائے۔ اتنے اس سے پہلے کسی اور سے نہ پہنچے تھے۔ وہ بڑا سخت اور نہایت جنگجو تھا۔ اول، جس شخص نے حملہ کرنے میں مسلمانوں پر سبقت کی وہ .طلوس ہی تھا۔ اس وقت مسلمانوں نے بڑے جوانمردوں کی طرح صبر کیا۔ .طلوس خود بڑی سختی سے لڑ رہا تھا۔ اس نے آواز دے کر کہا: "کہاں ہے وہ شخص جس نے کل کے روز ہم سے صلیب چھینی تھی۔" فضلؓ بن عباس نے اس کی آواز سنی۔ انہوں نے گھوڑا بڑھایا۔ اور اس کے مقابلہ میں پہنچ کر کہا: "وہ میں ہوں۔ میرا نام فضلؓ بن عباس ہے میں کافروں اور مشرکوں کا ہلاک کرنے والا ہوں۔ صلیبوں کا چھین لینے والا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کا بیٹا ہوں۔ ہاشمی ہوں مشہور دلاور ہوں۔"

.طلوس نے ان پر شیر کی طرح حملہ کیا۔ فضلؓ بن عباس نے بھی اس پر حملہ کیا۔ دونوں لڑنے لگے۔ دونوں نے خوب زور آزمائی کی۔ خوب جنگی ہنر دکھائے۔ یہاں تک کہ آدھی رات سے کچھ اوپر گذر گئی۔ فضلؓ بن عباس تن و توش میں .طلوس سے بہت ہی کم تھے

لیکن صبر و استقلال اور دلیری و جرات سے بڑھے ہوئے تھے۔ بڑی جوانمردی سے مقابلہ کر رہے تھے۔ دونوں اس وقت تلواروں سے لڑ رہے تھے۔ ایک دوسرے پر بھرپور حملہ کرتے تھے لیکن دونوں ایک دوسرے کے وار روک بھی لیتے تھے۔ ایک مرتبہ فضل بن عباس نے بڑے زور سے ضرب لگائی۔ ملوس نے اسطرح اپنی سپر پر تلوار کو لیا۔ اور کچھ اس طرح جھٹکا دیا کہ تلوار ٹوٹ گئی۔ فضل نہتے رہ گئے۔ ملوس کو طمع ہوئی۔ اس کی آرزو بر آئی۔ اس نے سوچا کہ میں اس ہاشمی نوجوان کو گرفتار کر لوں گا۔ وہ ان کی طرف جھپٹا۔ ناگاہ دو سوار صفوں کو چیرتے ہوئے نکل آئے۔ وہ دونوں عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق اور عبداللہ بن جعفر تھے۔ ان کے پیچھے سینکڑوں مسلمان تھے۔ ان مسلمانوں کو دیکھ کر ملوس پر ہیبت چھا گئی۔ وہ پیچھے ہٹ گیا۔ فضل بن عباس بچ گئے۔

حضرت خولہؓ کی جرات

راوی نے بیان کیا ہے کہ اس معرکہ میں خواتین عرب نے بھی جنگ میں حصہ لیا تھا۔ عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق کے ہمراہ خولہ بنت ازور بھی تھیں جو فرار بن الامور کی بہن تھیں۔ کمسن و خوبصورت تھیں۔ دلیر و جری تھیں۔ انہوں نے ملوس کے ساتھیوں میں سے ایک سوار پر تلوار سے حملہ کر کے قتل کر ڈالا۔ پھر دوسرے سوار پر حملہ کیا اور اسے بھی مار دیا۔ اس کے بعد انہوں نے جلد جلد حملے کر کے کئی رومیوں کو مار ڈالا۔ کئی کو بری طرح زخمی کر کے انہیں پیچھے دھکیل دیا۔ اس ہنگامہ میں خولہ کے ہاتھ سے رومیوں کے دو بطریق بھی مارے گئے۔ رومیوں کو غصہ آگیا۔ انہوں نے خولہ پر نرغہ کیا۔ خالہ نے پکار کر کہا۔ "دور رہو۔ اے کافرو ناکسو دور رہو۔ میں ازوع کی بیٹی ہوں۔ بنت قریش ہوں۔ میری تلوار تمہارے لئے موت ہے۔" رومی انہیں مرد سمجھے ہوئے تھے۔ وہ ڈھاٹا باندھے گھوڑے پر سوار تھیں۔ مگر جب ان کی آواز سنی تو سمجھے کہ وہ عورت ہیں۔ وہ ان پر ٹوٹ پڑے۔ اسی وقت عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق۔ عبداللہ بن جعفر اور ابان بن عثمان بن عفان وہاں آ گئے۔ انہوں نے زبردست حملہ کر کے رومیوں کو ٹکڑے کر ڈالا۔ جو بچے انہیں بھگا دیا۔ خولہ کو اپنے بیچ میں لے لیا۔

امیر خالد کا یہ حال تھا کہ کبھی وہ حملہ کر کے باب توما پر رومیوں کا ستھراؤ کر ڈالتے اور

انہیں پیچھے ہٹا دیتے اور کبھی باب جبل پر جا دوڑتے اور وہاں کے رومیوں میں پراگندگی پیدا کر کے انہیں دروازہ کی طرف دھکیل دیتے۔ غانمؓ بن عیاض الاشعری باب جبل پر تھے۔ وہ بھی رومیوں کے مقابلہ پر آ گئے تھے۔ ان کے ساتھ مقدادؓ بن الاسود۔ ضرارؓ بن الازور۔ شرجیلؓ بن حسنہ۔ مسلمؓ بن عقیل۔ زیادؓ۔ عبداللہؓ بن عباس۔ عمروؓ بن ابی زیب۔ عبدالرحمنؓ بن ابی ہریرہ۔ میسبؓ۔ حارثؓ بن مسلم۔ زیدؓ بن الحرارث۔ ابوذرؓ غفاری۔ اور محمدؓ بن مسلمہ تھے۔ ان کا مقابلہ پر جو مسلمان تھے ان سے لڑ رہا تھا۔ ان میں عبداللہؓ بن عبادہ بن صامت بھی تھے۔ عبداللہؓ بن عبادہ نے بڑے جوش سے رومیوں پر حملہ کیا۔ اور انہیں مارتے ہوئے دروازہ کے قریب پہنچ گئے۔ فصیل کے اوپر سے کسی نے ایسا وزنی پتھر پھینکا۔ جس کے صدمہ سے عبداللہؓ بن عبادہ شہید ہو گئے۔ امیر غانمؓ اور ان کے ساتھیوں نے بڑی شدت سے حملہ کیا اور ایک ہزار سے کچھ زیادہ رومیوں کو مار ڈالا۔ لیکن دو سو مسلمان شہید ہو گئے۔ مسلمانوں نے رومیوں کو ایسا دبایا کہ وہ پیچھے ہٹ کر دروازہ کے اوپر جا پہنچے۔ مسلمان رومیوں میں خلط ملط ہو گئے۔ جو رومی فصیل اور برجوں میں سے پتھر اور تیر برسا رہے تھے۔ انہیں خوف ہوا کہیں ان کے حربے ان کی ہی قوم کو نقصان نہ پہنچائیں۔ اس لئے انہوں نے اپنے ہاتھ روک لئے۔ تیر افگنی اور سنگ اندازی موقوف کر دی۔ اس سے مسلمانوں کو امن ملا۔ انہوں نے بے دریغ رومیوں کو قتل کرنا شروع کر دیا۔ کشتوں کے انبار لگا دیئے۔ ضرارؓ بن الازور مار دھاڑ کرتے باب جبل سے باب توما پر جا نکلے۔ اور خالدؓ بن ولید کے سامنے پہنچے۔ خالدؓ اور دوسرے مسلمانوں نے دیکھا۔ وہ خون میں ڈوبے ہوئے تھے۔ لہو کے رختے اونٹ کی کلیجی کی طرح ان کے بدن پر جمے ہوئے تھے۔ خالدؓ نے دریافت کیا۔ "اے ضرارؓ تمہارے پیچھے کیا خبر ہے؟" ضرارؓ نے جواب دیا۔ "اے ابو سلیمان (خالدؓ کی کنیت ہے) میں تمہیں اس بات کی خبر دیتا ہوں کہ میں نے آج رات اس وقت تک ایک سو ساٹھ دشمنوں کو ہلاک کیا ہے۔ لیکن جس قدر میری قوم (مسلمان) کے لوگ مارے گئے ہیں۔ ان کی تعداد مجھے معلوم نہیں ہے۔ میں نے دشمنوں کو ایسا روک دیا ہے کہ اب وہ باب جبل سے بڑھ کر مسلمانوں پر حملہ کرنے کی جرات نہ کریں گے۔"

راوی رحمتہ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ وہ رات ایسی آفت کی تھی کہ اس سے پہلے کبھی نہ دیکھی تھی۔ ہر دروازہ پر گھمسان کی جنگ ہو رہی تھی۔ رومی اپنی زبان میں شور و غل

کر رہے تھے۔ مسلمان تکبیر و تہلیل کے نعرے لگا رہے تھے۔ ایک دروازہ کے مسلمانوں کو دوسرے دروازہ کے مسلمانوں کی کچھ خبر نہ تھی۔ مسلمانوں کا ہر گروہ اپنے حال میں گرفتار تھا۔ لیکن جیش اسلام کا ہر دستہ جہاں بھی تھا۔ بڑے استقلال اور بڑی جرات و ہمت سے لڑ رہا تھا۔

راوی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ باب جبل پر امیر غانمؓ نے سخت حملہ کر کے انہیں پسپا کر دیا۔ اور اتنا پیچھے ہٹایا کہ دروازہ کے چھجے تلے جا پہنچے۔ وہاں بڑی سخت لڑائی ہوئی۔ رومی دروازہ کے اندر گھس گئے۔ لیکن اس دروازہ کے بعد ایک دروازہ اور تھا۔ اور وہ دروازہ بند تھا۔ مسلمانوں نے نرغہ کر کے ان رومیوں کو جو دونوں دروازوں کے درمیان محصور ہو گئے تھے۔ جلدی جلدی قتل کرنا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ تھوڑی ہی دیر میں پانچ سو رومی مار ڈالے۔ پھر اس دروازہ کے برج پر چڑھ گئے۔ اور برجوں اور فصیل پر جو رومی تھے انہیں سب کو ٹھکانے لگا دیا۔ وہاں بھی پانچ سو رومی کے قریب ہلاک کئے۔ اور جو لوگ میدان میں قتل ہوئے وہ ان کے علاوہ ہیں۔

باب فندوس پر زبیرؓ بن العوام۔ عقبہؓ بن عامر۔ عبداللہؓ بن ابی طالب۔ اور مغیرہؓ بن شعبہ تھے۔ (مغیرہؓ بن شعبہ خالدؓ کے ساتھ تھے۔ باب توما پر وہاں سے باب فندوس پر آ گئے تھے) ان لوگوں نے ان رومیوں پر جوان پر یورش کر کے آئے تھے۔ نہایت سخت حملہ کیا۔ بے شمار رومیوں کو مار ڈالا۔ مگر مسلمان بھی ایک سو بیس شہید ہو گئے۔ لیکن لڑائی کا زور سب سے زیادہ باب توما پر تھا۔ دشمن خدا ۔بطلوس بڑی بھاری جمعیت لے کر نکلا تھا۔ حضرت خالدؓ اور ان کے ہمراہیوں نے اس طرف رومیوں کا ستھراؤ کر دیا۔ ان کے بے شمار سواروں کو مار ڈالا۔ لیکن مسلمان بھی دو سو اسی شہید ہوئے۔ اور اسی جگہ دفن کئے گئے۔ وہ مقام مشہد مرزعہ مشہور ہو گیا۔ جب ۔بطلوس کی زیادہ فوج کام آ گئی۔ اور مسلمانوں نے اس پر یلغار کی تو وہ بھاگ کر قلعہ میں جا گھسا اور دروازہ بند کر کے فصیل پر جا چڑھا۔ اس کے بعد ہی تمام رومی دروازہ کے اوپر سے مسلمانوں کے مقابلہ سے بھاگ بھاگ کر قلعہ میں جا داخل ہوئے۔ اس طرح شبخون کی یہ تدبیر بھی ۔بطلوس کی ناکامی پر ختم ہوئی۔

شدید محاصرہ

راوی رحمتہ اللہ علیہ نے بواسطہ سلسلہ رواۃ کے ابی امامہ سے روایت کی ہے کہ خالدؓ نے بعد اس جنگ کے جو اس لئے فتح اول تھی کہ مسلمانوں نے برجوں پر بھی حملہ کر دیا تھا۔ چار مہینے تک محاصرہ رکھا اور اس عرصہ میں نہ خود قلعہ پر حملہ کیا۔ نہ رومیوں کو قلعہ سے باہر نکل کر حملہ کرنے کی جرات ہوئی۔ اس طویل محاصرہ کے بعد بھی رومی کچھ بھی تنگی میں نہ ے بلکہ مسلمان ہی گھبرا گئے۔ انہوں نے خالدؓ سے اذن جنگ طلب کیا۔ خالدؓ نے اجازت ے دی۔ مسلمانوں نے ہر دروازہ پر حملہ کر دیا۔ کئی روز تک متواتر یورش کی۔ لیکن کچھ ... نہ ہوا۔ ان حملوں میں تقریباً چھ سو مسلمان شہید ہوئے۔

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ بالاخر روز کی جنگ اور طویل محاصرہ سے اہل مسا تنگ آ گئے۔ روسائے شہر جمع ہو کر ایک روز بطلوس کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ... سے عرض کیا۔ "اے بادشاہ! اب ہم پر معاملہ دشوار ہو گیا ہے۔ نہ تو ہمیں لڑائی کی تاب ... صبر کا تحمل ہے۔ ہم سخت تنگ آ گئے ہیں۔" بطلوس نے انہیں تسلی بھی دی۔ اور ... اش و تنبیہ بھی کی۔ آخر میں کہا۔ "صبر و استقلال رکھو۔ میں مکر و فریب کرنے کی فکر میں ... ں۔ یقین رکھو ضرور عربوں کو ہزیمت دے کر بھگا دوں گا۔" لوگ چلے آئے۔ لیکن کئی دن ... ر گئے۔ اور بطلوس نے کچھ نہ کیا۔ تو بازاری اور عام لوگوں پر بڑا اثر ہوا۔ وہ گھبرا گئے۔ ... انہیں یہ یقین آ گیا کہ مسلمان ضرور قلعہ فتح کر لیں گے۔ چنانچہ انہوں نے یہ طے کیا۔ کہ ... لمانوں سے مصلحت کر لیں۔ کچھ لوگ جمع ہو کر اس بطریق کے پاس گئے۔ جو باب توما پر تھا۔ ... س بطریق کا نام بھی توماہی تھا۔ باب توماہی کے قریب وہ خفیہ دروازہ بھی تھا۔ جو پہاڑ کے غار میں نکلتا تھا۔ اور جس کے ذریعہ سے بطلوس کو باہر سے رسد پہنچتی تھی۔ اس دروازہ کی نگرانی بھی توماہی کے سپرد تھی۔ لوگوں نے توما سے کہا۔ "ہم محاصرہ سے تنگ آ گئے ہیں۔ ہمیں یہ بھی یقین ہو گیا ہے کہ فتح مسلمانوں کی ہو گی۔ ہم چاہتے ہیں کہ مسلمانوں سے اپنے لئے امان حاصل کر لیں۔" انہوں نے توما کو رشوت کا لالچ بھی دیا۔ وہ لالچی تھا۔ لالچ میں آ گیا۔ اس نے وعدہ کر لیا کہ وہ رات کو خفیہ دروازہ ان کے لئے کھول دے گا۔ چنانچہ رات کو ایک جماعت توما کے پاس گئی۔ اس وقت توما کے پاس اس کا چچا زاد بھائی ورمیا بھی تھا۔ توما نے ان رومیوں کو خفیہ دروازہ سے باہر کر دیا۔ ان رومیوں نے خالدؓ بن ولید کی خدمت میں حاضر

ہو کر اس شرط پر امان حاصل کی۔ کہ ہم موقع پر کر قلعہ کا دروازہ کھول دیں گے۔

راوی نے بیان کیا ہے کہ جب رومی خفیہ دروازہ سے نکلے تو ور میا وہاں سے دوڑ کر ۔ملوس کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس سے تمام قصہ کہا۔ ۔ملوس کو بڑا غصہ آیا۔ اس نے ایک بڑے بطریق کے جس کا نام صرفا ئیل تھا۔ ایک ہزار فوجی دستہ افسروں کا ساتھ کر کے حکم دیا کہ حیلہ ساز رومیوں کو گرفتار کر کے میرے پاس لاؤ۔ صرفا ئیل ان لوگوں کو لے کر خفیہ دروازہ کے قریب پہنچا۔ اور کمینگاہ میں چھپ گیا۔ کچھ لوگ ادھر ادھر ٹہلنے لگے۔ جب وہ رومی جو امان حاصل کرنے گئے تھے واپس آئے اور انہوں نے دستک دی۔ تو توما کے حکم سے دروازہ کھول دیا گیا۔ وہ لوگ قلعہ کے اندر آئے۔ صرفائیل نے اپنے لوگوں کو آواز دی۔ انہوں نے جھپٹ کر تمام رومیوں کو پکڑ لیا۔ اور انہیں کھینچتے ہوئے ۔ملوس بادشاہ کے پاس لے گئے۔ ۔ملوس انہیں دیکھ کر سخت غضبناک ہوا۔ اس نے آہنی ستون گڑوا کر ان میں انہیں بندھوایا۔ اور ان کے کوڑے لگوائے۔ اس قدر پٹوایا۔ کہ وہ بے ہوش ہو گئے۔ ان کا تمام مال واسباب لوٹ لیا۔ اس کے بعد توما کو گرفتار کر کے حاضر لانے کا حکم دیا۔ جب وہ آیا۔ تو اسے اور اس کے مصاحبوں کو فصیل کے اوپر لیجا کر پھانسی دے دی۔ اور ان کے سر برجوں کے اوپر نیزوں پر نصب کروا دیئے۔ مسلمانوں نے دیکھ کر یہ سمجھا۔ کہ جو رومی ان سے مصالحہ کر کے گئے تھے ۔ملوس نے انہیں قتل کر دیا۔ انہیں اس کا بڑا افسوس ہوا۔

حضرت عمرؓ کی تنبیہہ

راوی رحمتہ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ امیر المومنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان مسلمانوں کی طرف سے بڑا فکر تھا۔ جنہوں نے بھنسا پر لشکر کشی کی تھی۔ ایک عرصہ سے انہیں ان کا کچھ حال معلوم نہ ہوا۔ تو چونکہ یہ لشکر عمروؓ بن العاص کے زیر تحت ہوئی تھی جو مصر کے گورنر تھے۔ اس لئے امیر المومنین عمرؓ بن الخطاب نے انہیں یعنی عمروؓ بن العاص کو اس مضمون کا خط لکھا۔ "کیا وجہ ہے کہ تمہارے خطوط ہمارے پاس نہیں آتے۔ حالانکہ میں تمام مسلمانوں خالدؓ اور ان کے اصحاب کی طرف سے بڑا فکر مند ہوں اور تمہیں واضح ہو کہ تم بن الجراح کو لکھو۔ میں نے بھی انہیں لکھ دیا ہے۔ وہ ملک شام سے خالدؓ کی مدد کے لئے فوجیں روانہ کریں گے۔ والسلام۔"

جب یہ خط عمروؓ بن العاص کے پاس پہنچا تو انہوں نے اسے بجنسہٖ خالدؓ بن ولید کے پاس بھیج دیا۔ خالدؓ نے جب وہ خط پڑھا تو بیساختہ کہنے لگے۔ "میں سوائے خدا کے اور کسی سے مدد طلب نہیں کرتا ہوں۔" لیکن حضرت عمرؓ کی اس تنبیہ کا نہ صرف خالدؓ بن الولید پر بلکہ تمام مسلمانوں پر بڑا اثر ہوا۔ امیر المومنین حضرت عمرؓ سے سب ہی ڈرتے تھے۔ انہوں نے اس روز سے محاصرہ اور سخت کر دیا اور روزانہ قلعہ پر حملے کرنے لگے۔ اکثر علوس نے بھی حملے کئے۔

رومی جاسوس

امیر خالدؓ نے غانمؓ اور دوسرے سرداران لشکر سے کہا کہ "ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے لشکر میں دشمن کے جاسوس ہیں جو ہماری خبریں دشمن تک پہنچاتے ہیں۔ آؤ تلاش کریں۔" چنانچہ خالدؓ۔ غانمؓ بن عیاض۔ فضلؓ بن عباس۔ مقدادؓ اور زیادؓ بن ابی سفیان گھوڑوں پر سوار ہو کر گشت کرنے لگے۔ ناگاہ انہوں نے ایک عرب کو دیکھا کہ لشکر سے باہر ایک گلیم پر بیٹھا ہے کسی نے بھی اسے نہ پہچانا۔ خالدؓ نے اس کے پاس جا کر دریافت کیا۔ "تو کس قبیلہ کا ہے؟" وہ عرب گھبرا گیا۔ جواب نہ دے سکا۔ غانمؓ نے اس سے پوچھا۔ "یہاں تیرے قرابتداروں میں سے کون ہے؟" وہ اس پر بھی کچھ نہ بولا۔ خالدؓ نے پانی منگوا کر اس سے کہا۔ "وضو کر" وہ وضو نہ کر سکا۔ نماز پڑھنے کے لئے کہا۔ وہ درست طور پر نماز بھی نہ پڑھ سکا۔ تب اسے کئی آدمی مارنے لگے اس نے کہا "مجھے مت مارو" "میں عرب مستنصرہ ہوں (وہ عرب جو عیسائی ہو گئے تھے) رومیوں کا جاسوس ہوں۔ ہم تین جاسوس آئے تھے۔ اور لوگ تو پلٹ گئے۔ تنہا میں رہ گیا ہوں۔" اس سے ہرچند دریافت کیا۔ کہ تو کس راستہ سے آتا جاتا ہے مگر اس نے خفیہ دروازہ بتانے سے انکار کر دیا۔ آخر حضرت خالدؓ کے حکم سے اس کی گردن ماری گئی۔ اس روز سے جاسوسوں کی آمد کا سلسلہ بند ہو گیا۔

عجیب واقعہ

راوی نے بیان کیا ہے کہ اس وقت حضرت خالدؓ کے پاس ایک غلام تھا۔ اس کا نام فلاحؓ تھا۔ وہ خالدؓ کے لئے روزانہ دو جو کی روٹیاں پکا کر خیمہ میں رکھ دیا کرتا تھا۔ خالدؓ آ کر کھا

لیتے تھے۔ ایک روز جو خالدؓ آئے تو دسترخوان خالی پایا۔ ان کے پاس خرمے تھے۔ وہ کھالئے دوسرے اور تیسرے روز بھی ایسا ہی ہوا۔ تیسرے دن خرمے بھی ختم ہو گئے۔ تب انہوں نے غلام کو بلا کر کہا: "اے فرزند! اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ "ہم نے انسان کا بدن ایسا نہیں بنایا کہ وہ کھانا نہ کھائے۔" تو خوب جانتا ہے کہ انسان ہو یا حیوان بغیر غذا کے نہیں رہ سکتا۔ تجھے تین دن ہوئے ہمارے لئے جو کی روٹی پکا کر نہیں رکھتا۔"

فلاحؓ غلام نے عرض کیا: "یا سیدی! میں حسب معمول بلاناغہ دو روٹیاں پکا کر دسترخوان میں لپیٹ کر خیمہ کی چوب میں لٹکا دیتا ہوں۔ دوسرے روز دسترخوان کو خالی پاتا ہوں۔" خالدؓ نے کہا۔ "تب اس میں کوئی بھید ہے۔ کل صبح کو تو خیمہ میں چھپ کر بیٹھ جانا اور دیکھنا کون روٹیاں لے جاتا ہے۔" جب صبح ہوئی تو امیر خالدؓ لڑنے چلے گئے۔ شام کو فلاحؓ نے دو روٹیاں پکائیں۔ ایک خود کھالی۔ دوسرے دسترخان میں لپیٹ کر خیمہ کی چوب پر لٹکا دی۔ اور خود چھپ کر بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر میں ایک بڑا کالا کتا شہر کی طرف سے آیا۔ اور خیمہ میں آکر روٹ منہ میں دبا کر جس راستہ سے آیا تھا۔ اسی سے واپس چلا۔ فلاحؓ اس کے پیچھے چلے۔ کتا قلعہ کی فصیل کے پاس پہنچ کر ایک نالی میں گھس گیا۔ یہ نالی بدرو تھی۔ اس میں سے شہر کا خراب پانی نکلتا رہتا تھا۔ فلاحؓ یہ دیکھ کر واپس آگئے۔ جب خالدؓ آئے۔ تو انہوں نے ان سے یہ قصہ بیان کیا۔ خالدؓ نے ان کے ساتھ جا کر وہ مقام دیکھا۔ اور واپس آکر امرائے اسلام اور سرداران لشکر کو جمع کر کے ان سے حال بیان کیا۔ اور کہا: "میں تم میں سے سو ایسے مرد چاہتا ہوں جو راہ خدا میں جاں نثاری پر تیار ہوں۔ زندگی سے موت کو اچھا سمجھتے ہوں۔ میرے ساتھ چلیں۔ شاید اللہ تعالیٰ کوئی سبیل قلعہ میں داخل ہونے کی پیدا کر دے۔ باقی لوگ یہاں منتظر رہیں۔ جس وقت ہم قلعہ کا پھاٹک کھول دیں وہ فوراً ہمارے پاس پہنچ جائیں۔" سو آدمی تیار ہو گئے۔ ان میں عبداللہؓ بن عمر بن الخطاب۔ عبدالرحمٰنؓ بن ابی بکر صدیق۔ زیدؓ بن ثابت۔ عقبہؓ بن عامر۔ مسلمؓ بن عقیل۔ زیادؓ بن ابی سفیان اور ان کے بھائی ہبارؓ بن ابی سفیان۔ میبؓ بن نجبۃ الفزاری اور ان کے بھائی۔ اور مقدادؓ بن الاسود۔ رافعؓ۔ زیدؓ بن العقیلی۔ اور دوسرے ایسے ہی بہادر لوگ تھے۔

راوی نے بیان کیا ہے کہ اور لوگوں کے نام خوف طوالت سے نہیں لکھے۔ خالدؓ نے انہیں مسلح ہو کر آنے کا حکم دیا۔ اور عبداللہؓ بن جعفر طیار۔ زبیرؓ بن العام۔ اور ان کے بیٹے

عبداللہؓ بن زبیر۔ فضلؓ بن عباس۔ فضلؓ بن ابی لہب اور ضرارؓ بن الازور وغیرہ کو حکم دیا۔ کہ وہ لشکر لیکر مستعد رہیں۔ نعرہ تکبیر سنتے ہی قلعہ میں دھنس جائیں۔ عشا کی نماز پڑھ کر خالدؓ سو دلیروں کو اپنے ساتھ لے کر چلے۔ اور نالی کے دروازہ پر پہنچے۔ اول خالدؓ خود اس کے اندر گھسے ان کے بعد ایک ایک کر کے مسلمان گھسنے لگے۔ یہاں تک۔ کہ اسی آدمی جو معمولی تن و توش کے تھے وہ تو گھس گئے مگر بیس آدمی جو ذرا بھاری بدن کے تھے۔ وہ رہ گئے۔ نالی میں نہ آ سکے۔ یہ لوگ حیرت وافسوس کرتے ہوئے واپس لوٹ آئے۔ کہتے تھے شہادت اور فتح دونوں سے محروم رہے۔

فتح عظیم

حضرت خالدؓ اور ان کے ساتھ بدرو کے ذریعہ سے قلعہ کے اندر پہنچ گئے۔ چونکہ اس وقت تک رومی جاگ رہے تھے۔ اس لئے یہ لوگ زیر دیوار اندھیرے میں چھپے بیٹھے رہے۔ جب زیادہ رات آگئی اور آمدورفت بند ہوگئی۔ تو یہ سب اٹھ کر آہستگی اور خاموشی کے ساتھ پھاٹک سے جا لپٹے۔ اور دروازہ کھولنے کی کوشش کرنے لگے۔ لیکن انہوں نے اسے اندر کی طرف سے بند پایا۔ انہوں نے قلابے نکال ڈالے اور تالے توڑ ڈالے۔ جب وہ دروازہ کے اندر پہنچے تو انہوں نے اسی آدمیوں کو جو پھاٹک کی حفاظت پر مامور تھے۔ شراب میں مخمور رکھا۔ اس قدر پی گئے تھے کہ ہوش میں نہ تھے۔ متوالے اور دیوانے ہو رہے تھے۔ مسلمانوں نے انہیں سب کو ذبح کر ڈالا۔ اور جلدی سے کنجیاں حاصل کر کے پھاٹک کھول دیا۔ پھر لوگ فصیلوں اور برجوں پر چڑھ گئے۔ رومی ہر جگہ غافل تھے۔ یا تو مردوں سے شرط باندھ کر سو رہے تھے۔ یا شراب کے نشہ میں مدہوش تھے۔ مسلمانوں نے اللہ اکبر کا نعرہ لگا کر حملہ کر دیا۔ اور برج کے تمام ذمیوں کو قتل کر ڈالا۔ ان میں ایک بڑا بطریق بھی تھا جو مارا گیا۔ باہر کے مسلمانوں نے جب نعرہ تکبیر سنا۔ تو گھوڑے دوڑا کر قلعہ میں داخل ہو گئے۔ اور تکبیر و تہلیل کے نعرے لگانے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجنے لگے۔ مجاہدین اسلام تمام محلوں اور بازاروں میں چھا گئے۔ فصیلوں اور برجوں پر چڑھ گئے۔ ہر طرف کے دروازے کھول دیئے۔ تمام جیش اسلام ہر دروازہ سے قلعہ میں گھس آیا۔ مسلمانوں کا قلعہ پر قبضہ ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں فتح عظیم عطا کی۔

بطلوس کی گرفتاری

راوی نے بیان کیا ہے جب بطلوس نے دیکھا کہ مسلمان قلعہ پر قابض ہو گئے اور رومی ان کے رحم و کرم پر رہ گئے تو اسے بڑا رنج و قلق ہوا۔ اس کی ساری امیدیں منقطع ہو گئیں۔ وہ رومال اپنے گلے میں باندھ کر محل سے باہر نکلا۔ اور امان امان پکارنے لگا۔ اسی طرح ایک گروہ بطریقوں کا الغیاث الغیاث چلاتا خالدؓ کے پاس آیا۔ خالدؓ نے بطلوس اور بطریقوں کو امان دینے سے انکار کر دیا اور کہا "اے دشمنان خدا۔ تمہارے لئے میرے پاس امان نہیں ہے۔ لیکن جو لوگ مسلمان ہو جائیں گے ان کے لئے امان ہے" چنانچہ بہت سے سرکش رومیوں کو قتل کیا گیا۔ چونکہ رومیوں نے اس وقت جب مسلمان قلعہ میں داخل ہوئے تھے ان کا مقابلہ کیا تھا اور زور شور سے لڑائی ہوئی تھی اس لئے معرکہ میں قلعہ کے اندر اور فصیلوں اور برجوں میں تقریباً تین ہزار رومی مارے گئے تھے۔ مسلمان بھی ایک سو چوراسی شہید ہوئے تھے۔ امیر غانمؓ بن عیاض بھی قلعہ کے اندر گئے تھے۔ وہ بہت نرم دل تھے۔ جب شہر والے گریہ زاری کرنے اور امان مانگنے لگے تو انہیں ان پر رحم آگیا اس وقت بطلوس بھی ان کے پاس آگیا۔ اس نے بھی عاجزی سے ان سے امان کی درخواست کی۔ انہوں نے خالدؓ سے امان دینے کو کہا۔ خالدؓ کو اس وجہ سے غصہ تھا کہ بطلوس اور دوسرے بطریقوں نے مسلمانوں کو بڑی بڑی تکلیفیں پہنچائی تھیں۔ اس کے علاوہ انہیں بطلوس کے عہد، اقرار پر اعتماد نہیں تھا۔ وہ اسے مکار اور جھوٹا سمجھتے تھے۔ انہوں نے اسے اور دوسرے بطریقوں کو امان دینے سے انکار کر دیا۔ البتہ شہر والوں کو جزیہ کی ادائیگی کے اقرار پر امان دے دی۔ بطلوس نے صلح کی پیش کش کی اور درخواست کی اس سے ایک لاکھ دینار، ایک لاکھ اوقیہ (ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا تھا) چاندی، دس ہزار وسق گندم (ایک وسق ساٹھ صاع کا ہوتا تھا۔ اور ایک صاع دو سیر یا دو سیر چونتیس تولہ کا ہوتا تھا) اور اس قدر جو لے لئے جائیں لیکن خالدؓ بن الولید راضی نہ ہوئے۔ تب کئی معزز اسلامی سردار خالدؓ کی خدمت میں آئے اور کہا ہم دیکھتے ہیں کہ آپ ہم پر ہم سے زیادہ شفیق ہیں۔ ہماری رائے یہ ہے کہ آپ امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ کو یہاں کے تمام حالات لکھ بھیجیں۔ اور جو کچھ وہ حکم دیں اس پر عمل کریں۔ جواب آنے تک اسی شہر میں مقیم رہیں۔ خالدؓ بن الولید نے اس بات کو

منظور کر لیا۔ اور امیر المومنین حضرت عمرؓ بن الخطاب کو تمام حالات لکھ بھیجے۔ مطلوس اور ان بطریقوں کو جو زندہ گرفتار کر لئے گئے تھے حراست میں رکھا۔ امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ نے جواب میں لکھا کہ مطلوس اگرچہ دغاباز اور مکار ہے لیکن پروردگار عالم نے اسے ذلیل و خوار کر دیا ہے۔ شاید وہ آئندہ فریب نہ دے تم اس سے وہ چیزیں لے لو جن پر وہ مصالحہ کرنا چاہتا ہے اس کی صلح کی درخواست منظور کر لو۔ اور شرائط صلح پر اس سے اور اس کے ندیموں اور مشیروں سے عہد مستحکم لے لو۔ اور انہیں چھوڑ دو۔ اور جو لوگ تم سے امان چاہیں انہیں امان دو۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم خونریزی کو پسند نہیں کرتے تھے۔ اگر تمام امان چاہنے والوں کو امان نہ دو گے تو دوسرے شہروں کے لوگ آخری دم تک تمہارا مقابلہ کریں گے اور تم سے دور بھاگیں گے۔ اس طرح بستیاں ویران ہو جائیں گی۔ یہ بات عدل و انصاف سے بعید ہے۔ آئین سلطنت و حکومت کے خلاف ہے"۔

جب یہ جواب آیا تو خالدؓ نے اس حکم کی تعمیل کی لیکن ان کا دل نہ چاہتا تھا کہ مطلوس کو امان دے دیں۔ وہ اس کی طرف سے کھٹکتے تھے انہیں اندیشہ تھا کہ وہ ضرور عہد شکنی کرے گا۔ لیکن امیر المومنین کے حکم سے مجبور تھے انہوں نے شرائط صلح لکھائیں ان شرائط پر مطلوس اور دوسرے بطریقوں سے ان کے مذہب کے مطابق عہد غلیظ لیا۔ اور جو چیزیں اس نے دینے کا وعدہ کیا تھا لے کر انہیں چھوڑ دیا۔

مطلوس کی عہد شکنی

راوی نے بیان کیا ہے کہ خالدؓ بن الولید نے منادی کرا دی کہ سوائے ان مسلمانوں کے جو شہر کے انتظام کے لئے مامور کئے جائیں گے اور کوئی مسلمان شہر میں نہ ٹھہرے سب شہر سے باہر اپنے خیموں میں چلے جائیں چنانچہ تمام مسلمان شہر سے باہر چلے آئے۔ شہر کے اندر فضالہؓ بن زید السلمی، عون بن ساعد الکندی، مقسوم بن سعید الجہنی معہ دو سو صحابہ کے نظم و نسق کے لئے مقرر کر دیئے۔ یہ لوگ معہ اپنے اہل و عیال کے شہر کے اندر مقیم ہو گئے۔

مطلوس نے اپنا یہ معمول کر لیا کہ روزانہ شہر سے باہر نکل کر لشکر اسلام میں آتا۔ اور سرداران جیش کے پاس جا کر انہیں تحائف دیتا کوئی امیر یا سردار ایسا باقی نہیں رہا جسے اس نے تحفہ نہ دیا ہو۔ لیکن خالدؓ بن الولید، فضلؓ بن عباس، مقدادؓ بن الاسود، عبد الرحمانؓ بن ابی

بکر صدیق‘ عبداللہؓ بن عمر بن الخطاب اور زبیرؓ بن العوام نے اس کے تحائف نہیں لئے۔ یہ لوگ اس کی طرف سے مطمئن نہیں تھے۔ مسلمان دو مہینے تک شہر بھنسا کے سامنے مقیم رہے۔ اس عرصہ میں ۔طلوس نے خفیہ خفیہ جنگی تیاری مکمل کرلی۔ نئی فوج بھرتی کی۔ رسد جمع کی اور ہر طرح لڑائی کے لئے مستعد ہو گیا۔ ایکروز اس نے ان لوگوں سے جن پر اسے پورا پورا بھروسہ تھا۔ ان مسلمانوں کے قتل کا مشورہ کیا انہوں نے رائے دے دی چنانچہ رات کو ۔طلوس ایک ہزار بطریقوں اور سرداروں کو لے کر شہر کے اندر والے مسلمانوں پر جا چڑھا۔ وہ اس کی طرف سے غافل تھے انہوں نے تمام مسلمانوں کی مشکیں کس لیں۔ ان کے منہوں میں کپڑے کی ڈاٹیں لگا کر ڈھاٹے باندھ دیئے تاکہ وہ شور نہ کر سکیں اور اسی وقت ان مسلمانوں کو شہر کے بیچ میں لے جا کر قتل کرنے لگا۔ اتفاق سے شہر والوں کو معلوم ہو گیا۔ وہ شادمانی کے نعرے لگاتے ہوئے اپنے گھروں سے نکل آئے۔ شہر کے باہر والے مسلمانوں نے یہ آواز سنی سب سے قریب زبیرؓ بن العوام تھے وہ سوتے تھے آوازیں سن کر دفعۃً جاگ اٹھے اور کہنے لگے "رب کعبہ کی قسم ہم جلاء بمعیت ہوئے" وہ معہ اپنے ہمراہیوں کے سوار ہو کر رومیوں میں جا گھسے۔ عورتیں بھی ان کے ساتھ چلیں انہوں نے جاتے ہی جنگ شروع کر دی۔

راوی نے بیان کیا ہے ۔طلوس نے یہ جرات و جسارت کی کہ اپنا تمام لشکر لے کر قلعہ سے باہر نکل کر مسلمانوں پر ان کی غفلت کی حالت میں حملہ آور ہوا۔ خالدؓ بن الولید بھی بیدار ہو کر سوار ہوئے۔ انہوں نے کہا اے قوم تم نے میری بات نہ مانی ۔طلوس کو امان دے کر رہا کر دیا میں جانتا تھا۔ یہ دغاباز اور مکار ہے اس وقت زیادؓ بن ابی سفیان اور ان کے بھائی ہبارؓ بن ابی سفیان‘ میسرہؓ بن مسروق‘ فضالہؓ بن عبد شمس‘ عقیبؓ بن یعقوب‘ عبادہؓ بن تمیم اور جذبۃ الکلابیؓ وغیرہ دوسرے امراء نے معہ ایک دستہ فوج کے ایک ٹیلہ پر پناہ لی۔

معرکہ عظیم

راوی نے بیان کیا ہے کہ ۔طلوس اور اس کے بطریقوں نے اپنا بے پناہ لشکر لے کر مسلمانوں کو ہر مقام پر گھیر لیا اور نہایت شدت سے جنگ شروع کر دی۔ وہ اس ٹیلہ پر بھی پہنچ گئے جس پر زیادؓ اور ان کے اصحاب تھے۔ وہاں بھی گھمسان کی لڑائی ہونے لگی۔ ہر محاذ پر

مسلمان موت کی لڑائی لڑ رہے تھے۔ نہ تو مسلمان مسلح ہو سکے۔ صفیں قائم کر کے تھوڑے تھوڑے گروہ جگہ جگہ لڑ رہے تھے۔ قدم قدم پر لاشوں کے انبار سے لگے تھے۔ اثنائے جنگ میں کئی اسلامی سردار مثل زیادؓ بن ابی سفیان اور ان کے بھائی ہبارؓ بن ابی سفیان شہید ہو گئے۔

خواتین اسلام کی جنگ

خواتین عربیہ نے بھی تلواریں اور نیزے سنبھال لئے اور رومیوں پر شدید حملے کر کے انہیں قتل کرنے لگیں۔ ان لڑنے والی عورتوں میں زیادہ مشہور یہ عورتیں تھیں۔ نسیبۃ الانصاریہؓ ام ربانؓ اسماءؓ بنت ابی بکر صدیق ' خولہؓ بنت ازور ' نعمانہؓ بن المنذر ' اور دوسری ان ہی جیسی دلیر عورتیں انہوں نے مردانہ وار جنگ کر کے رومیوں کے سیلاب کو روک دیا جب مسلمانوں نے اپنی عورتوں کو لڑتے دیکھا تو انہوں نے جوش میں آ کر پر زور حملے شروع کر دیئے۔

بطلوس کی ہزیمت

خالدؓ بڑے جوش سے حملے کر رہے تھے۔ وہ میمنہ اور میسرہ کی صفوں کو الٹ دیتے تھے۔ جس گروہ پر حملہ کرتے تھے۔ رومیوں کو پسپا کر کے ہی پلٹتے تھے۔ اس وقت ہر مسلمان بڑے ہی جوش سے لڑ رہا تھا۔ مجاہدین اسلام نے رومیوں کا ستھراؤ کر دیا تھا۔ آخر رومی پسپا ہوئے بطلوس بھاگ کر قلعہ میں جا گھسا۔ بچے کھچے رومی بھی اس کے پاس پہنچ گئے۔ رومیوں نے پھاٹک بند کر لئے اور فصیلوں اور برجوں پر چڑھ گئے جب صبح ہوئی تو بطلوس نے ان قیدیوں کو جنہیں اس نے رات گرفتار کیا تھا اور ان میں فضالہ اور ان کے دو سو ساتھی تھے۔ ان میں سے کچھ آدمی اس نے رات کو شہید کر ڈالے تھے۔ بقیہ قیدی اب طلب کئے جب وہ آ گئے تو اس نے مسلمانوں کے سامنے اونچے برج پر انہیں سب کو شہید کر دیا۔ مسلمانوں کو بڑا رنج و قلق ہوا اس وقت دن نکل آیا تھا۔

مسلمانوں کی مرثیہ خوانی

جب رومی پسپا ہو کر قلعہ میں داخل ہو گئے۔ تو حضرت خالدؓ جنگ گاہ میں آئے اس وقت سورج نکل آیا تھا۔ وہ آدمی رات سے اب تک لڑتے تے تھے۔ انہوں نے میدان جنگ میں مسلمانوں کی لاشیں دیکھیں ان میں زیادؓ بن ابی سفیان بھی تھے ان کے جسم پر ساٹھ زخم آئے تھے۔ ان میں سے بیس زخم نیزوں کے اور چالیس زخم تلواروں کے تھے۔ انہیں اس حالت میں دیکھ کر تمام مسلمان رونے لگے ان کے بھائی جبارؓ بن ابی سفیان کی نعش بھی ان کے قریب ہی پڑی تھی۔ ان کے سر پر تلوار کے بیس زخم تھے۔ ایک ضرب ران پر تھی جس سے ان کا پیر کٹ گیا تھا شہیدوں کی یہ حالت دیکھ کر تمام مسلمانوں کو بڑا ہی رنج ہوا بعض لوگ ان ابیات کو پڑھ کر مرثیہ خوانی کرنے لگے۔

میرے غموں نے مثل ابر کے آنسو بہائے
اور میرا دل دوستوں کی موت پر روتا تھا
اور میرے اشکوں کے ثور نے مجھ پر عالم سیاہ کر دیا
اور قریب تھا کہ میرا دل فرط غم سے پارہ پارہ ہو جائے
زیاد کی موت اور جدائی نے میرا کلیجہ جلا دیا
اور میری عقل جاتی رہی جب میں نے شہداء کا مقتل دیکھا
ہر آئینہ وہ (زیاد) دریائے موجزن میں غوطہ زن تھا
ارکان بنیان اعداء کو زلزلہ میں لاتا تھا
اور وہ شہسواروں کا مقدمتہ الجیش تھا
ہر جگہ دشمنوں کا خانہ برانداز تھا
اللہ تعالیٰ اس دن کو ہلاک کرے جس دن میری آنکھ دیکھے
اور میری آنکھوں کی پلکیں اشک فشاں ہوں
اے آل ہاشم کے سردار ہمیشہ
تیرا رتبہ بالا و برتر رہے
تجھے خاک و خون میں آغشتہ دیکھنا ہم پر شاق ہے

اس حالت میں کہ تیرا سر بنگستان پر ختہ ہے
تیرے پہلو میں تیرا بھائی بہار درخشاں و تاباں ہے
خون میں آغشتہ پڑا ہے اور نقش زمین ہے
خدا لعنت کرے .طلوس اور اس کی قوم پر
ہر آئینہ اس شقی نے اولاد ہاشم سے عہد شکنی کی
جو مثل ستارے آفتاب و مہتاب کے مخلوق پر طلوع ہوتے ہیں

شہداء کا مزار

راوی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ اس کثرت سے مسلمانوں کے شہید ہونے کا غم و صدمہ ہر ایک مسلمان کو تھا لیکن یہ خیال کر کے کہ وہ شہید ہو کر اپنی مراد کو پہنچ گئے شہادت کی بدولت اللہ تعالیٰ نے انہیں جنت الفردوس عطا کر دی۔ سب کو صبر آگیا۔ ان تمام شہیدوں کو جمع کر کے جنازہ کی نماز پڑھی۔ (شہیدوں کو غسل و کفن دینا ضروری نہیں ہے) اور تل کی جانب قبریں کھود کر ایک ایک قبر میں دو اور چار چار شہیدوں کو دفن کر دیا۔ یہ مقام اب تک بھی مرجع خلائق ہے کل ساڑھے چار سو مسلمان شہید ہوئے تھے۔ ان میں اسی امیر اور سردار تھے اور تین سو ستر صحابہ وغیرہ تھے۔

عجیب تدبیر

راوی رحمتہ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ مذکورہ بالا معرکہ کے بعد تین سال تک مسلمان وہاں مقیم رہے لیکن بھنسا فتح نہ کر سکے اس عرصہ میں مسلمان بیکار نہیں بیٹھے رہے۔ بلکہ خالدؓ بن الولیدؓ نے قعقاعؓ بن عمروؓ ہاشمؓ ابو ایوبؓ انصاری، عقبہؓ بن نافع الفہری کو دو ہزار سوار دے کر حدود برقہ کی طرف تاخت کرنے روانہ کیا۔ یہ لوگ اسے فتح کر کے واپس آئے۔ یہ شہر مغرب کی طرف تھا۔ جب بھنسا کے محاصرہ کو طول ہوا اور قلعے پر رسائی کی کوئی صورت نظر نہ آئی تو ایک روز خالدؓ بن الولید نے فوجی افسروں کو طلب کر کے مشورہ دیا کہ اس شہر کا محاصرہ کئے ہوئے مدت ہو گئی ہے۔ ہر تدبیر شہر فتح کرنے کی کر لی لیکن کچھ نہیں ہوا۔ اب

بتاؤ کیا کرنا چاہیے یہ سنتے ہی عبد الرزاقؓ الانصاری، عبد اللہؓ بن مان الداری، کعبؓ بن مائل السلمی، ابو مسعود البدریؓ اور ابو سعیدؓ بیاضی اٹھ کھڑے ہوئے انہوں نے کہا "اے امیر ہم نے اپنی جانوں کو راہ خدا میں ہبہ کر دیا ہے کیا عجب ہے کہ ہماری وجہ سے اسلام کو کشائش حاصل ہو۔ ہماری رائے یہ ہے کہ ہم بڑی منجنیق بنا دیں اور اتنے بڑے تھیلے بنوا کر جن میں ایک آدمی معہ زرہ اور ہتھیاروں کے لئے بافراغت آجائے۔ روئی بھروا دیں اور ہر تھیلہ میں مسلح ہو کر ایک ایک مجاہد گھس جائے۔ رات کو جب قلعہ کے محافظ و دیدبان سو جائیں تو منجنیق کے ذریعہ سے تھیلے ایک ایک کر کے فصیل پر پہنچا دیئے جائیں۔ خدا کی ذات سے امید ہے، ہم کامیاب ہوں گے۔

ان کی اس تجویز کو سب نے پسند کیا لکڑیاں کاٹی گئیں۔ اور منجنیق تیار کی گئی اس میں لمبی رسیاں باندھ دی گئیں۔ تھیلہ بھی تیار کئے اور روئی فراہم کر لی جب سب چیزیں مہیا ہو گئیں تو ایک شب کو جبکہ رات اندھیری تھی منجنیق کو کھینچ کر قلعہ کے قریب لے جا کر کھڑا کر دیا۔ اور تھیلوں میں مسلمان مسلح ہو کر گھس بیٹھے ان تھیلوں میں وہی پانچوں مسلمان جن کا اوپر ذکر ہوا یعنی جنہوں نے اس تدبیر کا مشورہ دیا تھا جو عبد الرزاقؓ انصاری اور ابو مسعود البدریؓ وغیرہ تھے۔ یہ لوگ جب فصیل پر پہنچ گئے تو تھیلوں میں سے نکل کر نیچے اترنے لگے۔ وہ جب زینہ پر پہنچے تو انہوں نے دیکھا کہ محافظ سو رہے ہیں اور زینہ کا دروازہ بند ہے۔ ان مسلمانوں نے تمام محافظوں کو قتل کر کے قلعہ سے نیچے گرا دیا اور سردار کی بالیں سے کنجیاں لے کر دروازہ کھول لیا۔ وہ زینہ دروازہ صدر پر جا کر نکلتا تھا جب یہ دروازہ کے اندر پہنچے تو انہوں نے وہاں بھی محافظوں کو محو خواب پایا۔ انہوں نے جلدی سے انہیں بھی ٹھکانے لگا دیا اور کنجی لے کر دروازہ کھول ڈالا۔ یہ دروازہ قلعہ کے باہر کی جانب کھلتا تھا۔ ایک دروازہ قلعہ کے اندر کی طرف بھی تھا۔ وہ پتھروں سے چنا ہوا تھا ان لوگوں نے ایک ہی لحظہ میں تمام پتھر اکھاڑ کر پھینک دیئے۔ رومیوں کو خبر ہو گئی انہوں نے جب دیکھا کہ دونوں دروازوں پر مسلمان قابض ہو گئے تو انہوں نے شور و غوغا کرنا شروع کیا۔ طلوس اس شور کو سن کر بیدار ہوا اور گھوڑے پر سوار ہر کر معہ فوج ظفر موج کے وہاں آگیا۔ اس کے تمام بطریق بھی وہیں جمع ہو گئے۔ عبد الرزاقؓ انصاری وغیرہ نے تکبیر و تہلیل کے نعرے لگائے اور رومیوں سے بھڑ گئے۔ قلعہ کے باہر اسلامی لشکر بھی مستعد و آمادہ تھا نعرہ تکبیر سنتے ہی مجاہدین اسلام گھوڑے دوڑا کر

قلعہ کے اندر گھس گئے لیکن اس عرصہ میں عبدالرزاقؓ انصاری، عبداللہ بن الواری، کعبؓ بن مائل السلمی شہید ہو گئے۔

واقدی رحمتہ اللہ علیہ سے روایت کی ہے قیس بن مازن الحمیری نے بواسطہ عبادہؓ بن سالم السکاسکی کے ابو مسعود البدریؓ سے کہ وہ ان لوگوں میں ہیں جنہوں نے دروازہ کھولا تھا انہوں نے کہا "یہ حال اسی طرح نہیں ہے جو طرح بیان کیا گیا۔ منجنیق کے علاوہ ایک لمبی سیڑھی بھی تیار کی گئی تھی۔ کچھ لوگ تھیلوں میں گئے۔ کچھ سیڑھی کے ذریعہ سے اوپر پہنچے"۔

راوی رحمتہ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ مجھے بھی دوسری روایت بھی پہنچی ہے۔ مجھے خبر دی سالم بن حامد نے بواسطہ عبداللہ دابی معمر الانصاری کے عبداللہ بدری سے انہوں نے کہا اس واقعہ فتح بھنسا کو جامع الفزاری العمری میں جب شیخ ابی عبداللہ کے سامنے پڑھا اور یہ بیان کیا کہ منجنیق کے ذریعہ سے لوگ تھیلوں میں بند ہو کر فصیل پر پھینکے گئے تو انہوں نے کہا فرزند! لوگوں نے لکڑیاں کاٹ کر لمبا زینہ تیار کیا تھا۔ رات کو اس زینہ کو فصیل سے لگا دیا اور چالیس مرد اوپر چڑھ گئے ان میں وہ پانچوں بھی یعنی عبدالرزاقؓ انصاری وغیرہ بھی مل گئے انہوں نے دروازہ کھولا۔ اور جب رومی حملہ آور ہوئے تو اول عبدالرزاقؓ انصاری وغیرہ پانچوں میوں نے مقابلہ کیا۔ چنانچہ ان میں سے عبدالرزاقؓ انصاری عبداللہؓ بن مازن الداری اور عبؓ بن مائل السلمی شہید ہو گئے۔ ادھر لشکر اسلام مسلح اور آمادہ و مستعد زیر قلعہ کھڑا تھا۔ جوں ہی انہوں نے نعرہ تکبیر کی آواز سنی ایک دم قلعہ کی طرف دھاوا کیا۔ سب سے پہلے ضرارؓ بن الازور پہنچے۔ اس وقت رجز کے یہ اشعار ان کی زبان پر تھے۔

لڑائی کے دن جن ہراس کی وجہ سے فغاں کرتے تھے
جب میں جنگ میں بغیر ناشکیبائی کرنے آیا
پس ان کے لئے ہلاکی ہے جنہوں نے مکر کر کے کمینگاہ بنائی
اور ہم لوگ تجربہ کار مکرو خداع کی جڑ ہیں
ان سے جہاد کر کے ہم ضرور ضرور اپنے خدا کو راضی کریں گے
اور ان کے دلیروں کو قتل کریں گے خواہ وہ باسپر اور زرہ پوش ہوں
ہلاکی ہو دشمن ملوس کتے کی
اگر میری نگاہ اس پر پڑی تو میں اس ہلاکی کی طرف بھگا لے جاؤں گا

مجھ پر عیب ہے جب تک میں اسے زمین پر نہ ڈالوں
اور اس کا سر نہ کاٹوں اس حالت میں کہ وہ اپنے خون میں لوٹا ہو۔

اور ان کے بعد امیر خالدؓ بن الولید آئے وہ حسرت و افسوس کے عالم میں یہ اشعار پڑھ رہے تھے۔

آج کا دن لڑائی کا اور نیزہ بازی کا دن ہے
تلوار کی ضرب مارنے کا سینوں اور کاسہ سر میں
ہلاکی ہو بطلوس بھنسا کے کتے کی
میں شمشیر خمدار سے اس سے مقابلہ و مقاتلہ کروں گا
اگر میں اس تلوار سے اسے موت کا پیالہ نہ پلاؤں
تو میری زندگی اس دن کو نہ ہو نہ میں اپنی آرزو کو پہنچو

ان کے بعد ذوالکلاعؓ الحمیری آئے وہ فخریہ اشعار پڑھ رہے تھے۔

میں قبیلہ حمیر سے ہوں جو عالی نسب ہے
سزا وار تعریف اور اہل وفا اور صاحب سخا اور صاحب حسب ہے
شیران غضنفر ہیں سرداران غالب و برتر ہیں
ہم جنگ میں تلوار سے بڑے دلیروں کو بھگا دیں گے
جنگ ہماری سرشت ہے اور تیغ زنی و نیزہ بازی ہماری ہمت ہے
اور میں ذوالکلاع ہوں عالی رتبہ ہوں
روم کے ہاتھ کاٹے جائیں انہوں نے یہ نہ جانا
کہ ہماری وہ تیغیں ہیں جو اعضا اور اعصاب کو کاٹتی ہیں

ان کے بعد زبیرؓ بن العوام پہنچے۔ وہ شکوہ کے طور پر یہ اشعار پڑھ رہے تھے۔

اے بطلوس لعین کتے
اور اے نسلی طاغیان ارذل
تیرے پاس وہ شخص آیا ہے جو دین حق کا مددگار ہے۔
اور وہ اولاد نیک نہاد اور برگیدگان سے ہے۔
جو بہترین نسل بنی نزار سے ہیں۔

شریف ہیں درمیان دشمنان خانہ برانداز کے
جس وقت ان کے چلنے سے گرد اڑے گی تو تو دیکھے گا
کہ وہ سب تیرے گرد مانند درندگان دوڑنے والوں کے ہوں گے
اور ان میں کوئی بودا نامرد اور بدحواس نہیں ہے
اور نہ کوئی ذلیل ہے کہ تو اسے عاجز کر کے زمین پر ڈالے گا
اور تو انہیں قوم کا سردار دیکھے گا
وہ مستعد جنگ ہیں اور اہل سادات ہیں

ان کے بعد عبدالرحمانؓ بن ابی بکر صدیقؓ داخل ہوئے۔ وہ رجز کے یہ اشعار پڑھ رہے تھے۔

ہم بعنسا میں اپنی کل قوم کے ساتھ آئے۔
وہ سب شدید العزم ہیں لڑائی کے دن
اور یہ وہ لشکر ہے جو ازروئے غلبہ کے آفاق میں فائق ہے
دشمنوں پر تاطول دہر اور جولانی کرنے والے ہیں

ان کے بعد عبداللہؓ بن جعفر داخل ہوئے۔ وہ رجز کے یہ اشعار پڑھ رہے تھے۔

آج کے دن لعینوں میں ہمارے نیزے دراز ہیں
اور دشمنوں کی گردنوں پر ہماری تلواروں کی مار ہے
میں بہادر شہسوار بلند ہمت ہوں
اور دشمنوں کو موت کی طرف موڑنے والا ہوں

ان کے بعد فضلؓ بن عباس یہ فخریہ اشعار پڑھتے ہوئے پہنچے۔

خبردار ہو ہم اکابر بنی ہاشم سے ہیں۔
جو شیران بزرگ اور مضبوط ارادہ کے مردان دلاور تھے۔
ہر معرکہ میں ہماری شہادت دیتے ہیں
اور تمام اہل مراسم ہمارا ذکر کرتے ہیں
جب شدت اہوال اور سختی جنگ کی ہوتی ہے
تو اس معرکہ میں ہمارا کام شیروں کا سا پائے گا

ان کے بعد فضل رضی اللہ عنہ بن ابی لہب آئے ان کی زبان پر یہ اشعار تھے۔

اے ملوس میرا عزم بالجزم تیری جستجو ہے
ساتھ شمشیر تیز کے جو مثل شہاب کے ہے
اس سے آگ کے شرارے اڑتے ہیں
ہاتھ میں شجاع لشکر کہ وہ ابن ابی لہب ہے

ان کے بعد غانم رضی اللہ عنہ بن عیاض داخل ہوئے۔ وہ رجز کے یہ اشعار پڑھ رہے تھے۔

میں خالد ارض و سماء کی قسم کھاتا ہوں
اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے کہ وہ صفت الٰہی ہے
کہ روز جنگ میں دشمنوں سے نہ ہٹوں گا
میری شمشیر ہندی سے وہ ٹکڑے ٹکڑے ہوں گے
ہلاکی ہے ملوس کی ہماری سطوت سے
میں اسے اپنی شمشیر سے پراگندہ کروں گا یہاں تک کہ جدا ہوں گے

ان کے بعد مقداد رضی اللہ عنہ بن اسود الکندی رجز کے یہ اشعار پڑھتے ہوئے آئے۔

میں قبیلہ کندہ سے ہوں شیر بہادر ہوں
دشمنوں پر میرے دونوں بازو کشادہ اور دراز ہیں
اور سائر قوم سب جنگ میں میری گواہی دیتے ہیں
کہ میری طبیعت کی سرشت لڑائی کے لئے ہوئی ہے
فریاد ہے طالبان خون عبداللہ میرے بیٹے کے
جس پر مردم حیران گریہ زاری کرتے ہیں

ان کے بعد ابان رضی اللہ عنہ بن عثمان بن عفان یہ اشعار پڑھتے ہوئے آئے۔

ہم لوگ شیر ہیں نیکو کار اہل کرم ہیں
اور روز جنگ سختیوں میں صابر ہیں
ہر معرکہ میں دشمنوں کو ڈالنے والے ہیں
اور ہر جنگ میں قہر کرنے والے ہیں
اے ملوس تجھے تیرا لشکر غرور میں نہ ڈالے

ہمارے ساتھ انبوہ کثیر ہے

ان کے بعد مسلمؓ بن عقیل رجز کے یہ اشعار پڑھتے ہوئے آئے۔

مجھے جنگ نے اور طویل بے خوابی نے رجور کیا ہے

مجھے قلق میں ڈالا ہے شب بیداری اور صدائے گریہ مردم نے اپنے قتلے پر

فریاد ہے اے طالبان خون جعفر اور علی کے

اور مثل ان بزرگ طالبان خون اولاد عقیل کے۔

بالضرور میں قتل کروں گا شمشیر ہندی سے ہر کتے کو

قریب ہے میں لڑائی میں اپنے دل کو تشفی دوں

بطلوس کا قتل

راوی نے بیان کیا ہے کہ ان کے بعد شرجیلؓ بن حسنہ اور ان کے بعد قعقاعؓ بن عمر التمیمی ان کے بعد مالک اشترؓ ان کے بعد عبادہؓ بن الصامت ان کے بعد ابوذر غفاریؓ ان کے بعد ابو ہریرۃ الدوسی۔ ان کے بعد ابو ہریرہؓ کے بیٹے عبد الرحمانؓ ان کے بعد معاذؓ بن جبل ان کے بعد شدادؓ بن اوس ان کے بعد قیسؓ بن ہیرہ ان کے بعد عقبہؓ بن عامر۔ ان کے بعد ابو دجانہؓ انصاری ان کے بعد جابرؓ بن عبد اللہ ان کے بعد براءؓ بن عازب ان کے بعد نعمانؓ بن بشیر ان کے بعد سعیدؓ بن زید جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں داخل ہوئے اور ان کے پیچھے لگے ہوئے انصار آئے۔ رومیوں نے ان مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ مسلمان رومیوں پر ٹوٹ پڑے۔ گھمسان کی جنگ ہونے لگی۔ لاشوں پر لاشیں گرنے لگیں اس وقت امرائے لشکر اسلام میں سے ایک گروہ جس میں زبیرؓ بن العوام' ابن عبد اللہؓ اور عبد الرحمانؓ بن ابی بکر صدیق وغیرہ تھے۔ باب الجر کی طرف تاخت کرتا ہوا چلا اور نہایت سختی سے جنگ کرنے لگا۔

راوی نے بیان کیا ہے کہ سب مسلمان قلعہ کے اندر داخل نہیں ہوئے تھے۔ زیادہ تر قلعہ سے باہر تھے اور رومی ان پر فصیلوں پر برجوں کے اوپر سے تیر اندازی اور سنگ باری کر رہے تھے۔ عبد الرحمانؓ بن ابی بکر صدیق اور زبیرؓ بن العوام باب البحر کی طرف بڑھے چلے جا رہے تھے۔ اثنائے راہ میں نماز کا وقت ہو گیا۔ دونوں نے گھوڑوں سے اتر کر دو رکعت

نماز فرض ادا کی۔ پھر سوار ہو کر چلے۔ رومیوں نے اس شدت سے تیروں اور پتھروں کی بارش کی کہ مسلمانوں کو آگے بڑھنا دشوار ہو گیا۔ لڑتے لڑتے رات ہو گئی۔ رات کو بھی لڑائی جاری رہی۔ زبیرؓ بن العوام، فضلؓ بن عباسؓ اور عبدالرحمانؓ بن ابی بکر صدیق لڑتے بھڑتے زیر دروازہ جا پہنچے۔ اور رسیاں کنگریوں پر ڈال کر برج پر چڑھ گئے۔ اور دربانوں کو قتل کیا۔ فصیل سے نیچے اتر کر دروازہ کھول دیا۔ عین اس وقت مسیبؓ بن نجبتہ الفراری، قعقاعؓ بن عمرو اور امیر غانمؓ بن عیاض باب جیل پر چڑھ دوڑے۔ اور شرجیلؓ بن حسنہ، ابوذر غفاریؓ اور ابو ایوب انصاری باب فندوس پر حملہ آور ہوئے۔ ان سب لوگوں نے دروازے کھول دیئے اور قلعہ میں داخل ہو گئے۔ جنگ عظیم برپا ہوئی۔ رومیوں نے بڑی جانبازی کی۔ مسلمان بھی موت کی لڑائی لڑے۔ ساری رات لڑتے گذری یہاں تک کہ صبح ہوئی۔ آفتاب نکل آیا۔ دن چڑھ گیا۔ بلوس بھی بڑی دلیری سے لڑا اور بہت سے مردان کار کو قتل کیا۔ مسلمان قلعہ میں داخل ہو کر ہر طرف بکھر گئے تھے۔ ہر کوچہ و بازار میں لڑائی ہو رہی تھی۔ کوئی محلہ، بازار، کوئی سڑک اور کوئی کوچہ ایسا باقی نہ رہا تھا۔ جہاں خونریز جنگ نہ ہو رہی ہو۔ لاشوں کے ڈھیر لگ رہے تھے۔ خون پانی کی طرح بہہ رہا تھا۔ اس وقت خالدؓ بن الولید نے بلوس پر چڑھائی کی اور اس کے پاس پہنچ کر کہا اے طالبان خون سلیمان فریاد ہے" کہہ کر بلوس کے سینہ میں اس زور سے نیزہ مارا کہ انی اس کے پشت سے پار ہو کر چمکنے لگی۔ وہ زمین پر گر کر تڑپنے لگا اور مر گیا۔ یہ کیفیت دیکھ کر رومی بدحواس ہو کر بھاگے۔ مسلمانوں نے ان کا تعاقب کر کے ان میں سے بہتوں کو قتل کر ڈالا۔ اور بہتوں کو گرفتار کر لیا۔ اس کے بعد تمام شہر کو لوٹ لیا۔ اس ایک دن کے معرکہ میں تین ہزار رومی مارے گئے اور بیس بطریق قید ہوئے خالدؓ بن الولید نے اس روز یہ ابیات ارشاد فرمائے۔

بھنسائے عز اور روشن میں ہمارے لشکر ہلاک ہوئے
تین سال تک اس کا دروازہ فتح نہیں کھلا
ہمارا لشکر آٹھ ہزار تھا شمار میں
اور ان میں سے ہر جوانمرد اسی مرد پر ترجیح رکھتا تھا
لیکن فتح نہ ہوئی اور سارے لشکر میں
صرف تین ہزار باقی رہ گئے جو زندہ ہیں

اور ہم نے سرزمین صلیب میں مثل اس کے نہیں دیکھا
اور نہ ایسا لشکر دیکھا جیسا سور میں تھا
اور ہم پر کوئی دن مثل اس جنگ کے نہیں گذرا
کیونکہ یہاں .طلوس سا شیر وسط لشکر میں گھس جانے والا تھا
اور اس کے پاس اس قدر لشکر تھا کہ
اس کا شمار، اسی ہزار تھا وہ سب مسلح تھے
اور ہم نے ان پر اسی مرتبہ غلبہ حملہ کیا
ہر مرتبہ .طلوس غافل پا کر ہم پر لشکر کشی کرتا تھا اور کنارہ کر جاتا تھا
تین مرتبہ ہم نے باب عنسا کو فتح کر لیا
اور ہر مرتبہ اہل عنسا کفر از بوم کی طرف پھر جاتے تھے
اور پہلو تہی کرتے تھے
اور ہماری تیغ ہندی نے فتح کے روز ایسی بازی گری کی
کہ ہم رومیوں کو ذبح کرتے کرتے تھک گئے
ان کے تیس ہزار کو ہماری تلواوں نے فنا کیا
اور حرارت شمشیر سے ہمارے کلیجے ایسے آگ ہو گئے تھے
کہ اس سے آگ جلائی جا سکتی تھی
یہاں تک کہ ہم نے ان کی لاشوں سے دشت و سمندر پاٹ دیئے
درندگان صحرا ان کے گوشت کھا کر مستی سے پھنکارتے تھے
اور ان کے تیس ہزار بقیہ پراگندہ ہو گئے
اور ان میں سے بیس ہزار مجروح ہو گئے جن میں سے بعض مر گئے
اور بعض ان میں سرتاب اور بعض طاغی ہوئے
اور ایک قوم ان میں سے مسلمانوں کی خدمت گذاری میں آئی
اور ہم نے .طلوس کو اس دن قتل کیا۔
اور وہ اس لشکر کا سردار سب سے غالب تھا
میں حملہ کر کے اسے زمین پر ڈالا

اس پر گانے والیاں نوحہ کرتی تھیں
اور میں نے اس کا سر کاٹنے میں بڑی جلدی کی
وہ اس ضرب سے دو ٹکڑے ہو گیا
زمین پر پڑا ہوا خون میں لوٹتا تھا
اور وہ ابن الولید کی شمشیر کی ضرب سے ٹکڑے ہو لیا
مثل افتادہ سنگریزے کے پڑا تھا اس پر حوادث گذر گئے
اور جب ان کا بادشاہ بطلوس مارا گیا تو ان کی جمیعت
پریشان مثل گلہ غنم اور گوسپند کے ہو گئی
اور حال یہ تھا کہ وہ (بطلوس) بحر مواج میں شور انداز تھا
چنانچہ ہماری جماعت اس سے مزح کرتی ہوئی کھیری
پس کیا ہی دشمن خدا کا تھا ایسا شہسوار کہ
فائق تھا لشکر عظیم پر اور غالب تھا
اور حال یہ ہے کہ اس کے مارے جانے سے ہمارے دل فرحناک ہوئے
قسم ہے اس فتح سے سب کے دل فرحت انداز ہیں
بھنسا کی فتح کے بعد ہم نے وہاں قیام کیا
تیس دن تعمیر مسجد کی وجہ سے
اس کے بعد بھنسا سے اسوان تک ہم نے فتح کر لیا
دس مہینے میں بعد ازاں وہ ناپدید ہو گیا
اور ہمارے ساتھ تیس ایسے مرد ہیں جن کا ذکر مشہور ہے
اور اے صاحب ان میں سے ہر ایک ایک ہزار پر غالب آتا ہے
اور ہماری فتح کی خبر ہند و سندھ تک پہنچی ہے
اور ہماری تلواریں نیام میں خدا کی تسبیح کرتی ہیں
اور جس سرزمین کو فتح کیا وہاں ہم نے کچھ لشکر چھوڑ دیا
تاکہ وہ دین حق قائم کریں حالانکہ حق خود واضح ہے

اور یہ سب کلام ابن ولید کا ہے، جو جاری ہوا

تو سامع ہو اس معنے کا میں نے تجھ سے شرح کی ہے

اس معرکہ جنگ میں مثل اس کے کوئی سردار نہیں ہے

اور نہ مثل اس کے جوہر نظام میں کوئی فصیح تر ہے

اور بعد ازاں درود و سلام بھیجو بہترین خلائق پر

وہ نبی ہیں سب ان کی طرف مائل

ان پر اللہ کا سلام جب تک برق درخشاں ہے

اور جب تک قمریاں صبح کے وقت آواز کو گلے میں حرکت دیتی ہیں

اور درود ان کے اصحاب اور آل اور عترت پر

جنہوں نے دین اللہ کا قائم کیا اور شرک دور کیا

مژدہ فتح

راوی رحمتہ اللہ علیہ نے بواسطہ عبدالحمید و قیس بن مہران کے ابو جعدہ سے روایت کی ہے انہوں نے کہا شہر بھنسا اتنا بڑا تھا کہ اس میں چالیس رباط یعنی چھاؤنی تھی اور کنسے اور گرجے بے شمار تھے راستے تنگ اور مکانات بہ کثرت تھے۔ ہم نے کچھ مکانات گرا کر راستے کشادہ کئے۔ امیر خالدؓ نے معہ لشکر اسلام کے ایک مہینہ شہر بھنسا میں قیام کیا۔ کئی مسجدوں کی بنیاد ڈالی۔ اس عرصہ میں مال خمس نکال کر عمروؓ بن العاص کے پاس مصر میں بھیج دیا۔ اور اس خمس کے علاوہ عمروؓ بن العاص اور ان کے لشکریوں کے لئے مال غنیمت میں سے الگ حصہ دیا اور ایک خط مژدہ فتح کا عمروؓ بن العاص کے نام اور دوسرا خط امیر المومنین حضرت عمرؓ بن خلطاب کے نام لکھ کر فضلؓ بن فضالہ و ابی وجانہؓ کو دے کر عمروؓ بن العاص کی خدمت میں بھیجا۔ ان خطوں کو پڑھ کر عمروؓ بن العاص اور تمام مسلمان بہت خوش ہوئے۔ عمروؓ بن العاص نے مال غنیمت جو ان کے اور ان کے لشکریوں کے لئے بھیجا تھا۔ وہ سب میں تقسیم کر دیا۔ اور ایک خط اپنی طرف سے امیر المومنین عمرؓ بن الخطاب کے نام لکھ کر اور دوسرا خط خالدؓ کا معہ مال خمس کے ابو نعیمؓ کے ہاتھ روانہ کئے۔ حفاظت کے لئے ان کے ساتھ تمیں آدمی اور کر دیئے۔

راوی نے بیان کیا ہے کہ جب یہ قاصد مدینہ منورہ میں پہنچے تو اس وقت امیر المومنین سیدنا حضرت عمر فاروقؓ کی خدمت میں صحابہ کرام موجود تھے۔ امیر المومنین ان میں ثرید کے پیالے خود اپنے ہاتھ سے تقسیم کر رہے تھے۔ ابو نعیم کہتے ہیں ہمیں دیکھتے ہی امیر المومنین کا چہرہ چمک اٹھا۔ آنکھیں روشن ہو گئیں۔ انہوں نے بڑھ کر ہمیں سب کو گلے لگایا۔ اور بٹھا کر ثرید کے پیالے ہمیں سب کو دیئے جب تک ہم لوگ کھاتے رہے۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عصائے مبارک پر تکیہ دیئے ہمارے بالائے سر کھڑے رہے۔ جب ہم لوگ کھانے سے فارغ ہو گئے تب میں نے دونوں خطوط ایک امیر خالدؓ کا دوسرا امیر عمروؓ بن العاص کا امیر المومنین کی خدمت میں پیش کئے۔ وہ ان خطوں کو پڑھ کر بہت خوش ہوئے۔ اور مناد کو منادی کا حکم دیا۔ چنانچہ اس نے تمام مدینہ منورہ میں ندا کر دی۔ نماز کے لئے جمع ہو جاؤ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ کے زمانہ سے مسلمانوں کو مسجد میں جمع کرنے کے لئے الصلواۃ جامعہ ہی کی منادی کی جاتی تھی) لوگ فوراً مسجد میں جمع ہو گئے۔ امیر المومنین نے منبر پر جا کر خطبہ پڑھا "ساری تعریف اس خدائے یکتا کو سزاوار ہے جو پروردگار عالم ہے اور درود و سلام ختم الرسل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اس کے بعد اول عمروؓ بن العاص کا پھر امیر خالدؓ بن الولید کا دونوں خط پڑھ کر سنائے۔ مسلمانوں نے خوش ہو کر تکبیر و تہلیل کے نعرے لگائے۔ اس کے بعد تمام مال غنیمت جو ابو نعیمؓ لائے تھے۔ مسلمانوں میں تقسیم کر دیا۔ اپنے اور اپنے اہل و عیال کے لئے ایک حبہ تک نہ رکھا اور نہ کوئی کپڑا رکھا۔

ابو نعیمؓ نے بیان کیا ہے غنیمت کی تقسیم سے فراغت کر کے مجھے ساتھ لئے ہوئے دولت سرا پر تشریف لے گئے۔ اس گھر میں امیر المومنین کی حرم محترم حضرت ام کلثوم بنت حضرت علیؓ جو حضرت فاطمہؓ کے بطن سے تھیں رہتی تھیں۔ مجھے مکان کے اندر ہی بلا لیا میں نے دیکھا کہ اس گھر میں ایک فرش ادیم یعنی کھال کا ہے جس میں لیف یعنی خرمے کی چھال بھری تھی۔ اور ایک بڑا تکیہ صوف بھرا ہوا لگا تھا۔ ایک کمبل اوڑھنے کا ایک کنارہ رکھا تھا۔ امیر المومنین نے ام کلثومؓ سے فرمایا "تمہارے پاس کھانے کی چیز سے کچھ ہے؟" انہوں نے کہا اور تو کچھ نہیں البتہ لبن حامض (یعنی پھاڑے ہوئے دودھ کا پنیر ہے جسے کھٹی چھاچ کہہ سکتے ہیں) ہے" امیر المومنین نے فرمایا "یہ تو میرے لئے ہے مگر میرے پاس ایک مہمان آیا ہے" ام کلثومؓ نے ایک پیالہ میں شہد، ایک میں مسکہ اور فطیری روٹیاں یعنی بلا خمیر کی کنیز سے منگوا

کر بھیجدیں۔ میں نے اس میں سے کچھ کھایا اور باقی اپنے ہمرائیوں کے پاس بھیج دیا تاکہ وہ بھی امیر المومنین کے دستر خوان سے تبرک حاصل کرلیں۔ پھر میں نے بھنسا کی لڑائی کے حالات بیان کرنے شروع کئے۔ امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ کبھی مسلمانوں کے قتل پر روتے تھے۔ کبھی بطلوس کی فریب دہی پر ہنس دیتے تھے۔ اس کے بعد ہم مسجد میں آئے۔ مسلمان گروہ در گروہ ہمارے پاس اپنے عزیزوں اور دوستوں کے حالات پوچھنے آنے لگے۔ جو لوگ شہید ہوئے تھے ہم نے ان کے حالات بیان کئے ان کے عزیز و اقارب رونے لگے۔ تمام مدینہ پر غم کی گھٹا چھا گئی۔ کوئی محلہ ایسا باقی نہ رہا جہاں شہیدوں کی موت پر رویا نہ گیا ہو۔ پھر لوگ ایک دوسرے کو پرسا دینے کے لئے جانے لگے۔ چنانچہ اکابر مدینہ نے حضرت علیؓ حضرت عقیلؓ اور بنی ہاشم کے پاس جاکر انہیں پرسا دیا۔ ہم لوگ مدینہ منورہ میں سات روز مقیم رہے۔ امیر المومنین نے ہمیں امیر خالدؓ کے نام خط دے کر رخصت کیا۔ اس میں انہوں نے حکم دیا تھا کہ وہ سرزمین صعید کی طرف کوچ کریں جو مصر کا بالائی حصہ ہے۔

شہر بھنسا میں مسلمانوں کی سکونت

راوی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ امیر خالدؓ بن الولید سرزمین بھنسا میں مسلمانوں کی ایک جماعت چھوڑ کر ایک مہینہ قیام کرنے کے بعد بارہ ہزار سوار لے کر سرزمین صعید کی طرف روانہ ہوئے۔ جن صحابہ کو بھنسا میں چھوڑا وہ ان قبائل سے تھے۔ بنی ہاشم، بنی عبدالمطلب، بنی مخزوم، بنی عبدالدار، بنی زہرہ، بنی نزار، بنی جہنیہ، بنی غریبہ، بنی غفار، قبیلہ اوس، قبیلہ خزاج، قبیلہ مذحج، قبیلہ فہر، قبیلہ طے اور قبیلہ خزاعہ ان تمام لوگوں پر اور شہر بھنسا اور اس کے حدود پر مسلمؓ بن عقیل کو امیر یعنی سردار مقرر کیا۔ مسلمانوں نے اپنے مکانوں کے لئے شہر کے قریب علیحدہ احاطے گھیر لئے۔ مکان بنا لئے۔ شہر کے راستے کشادہ کر کے قرینے میں بازار قائم کئے۔ صحابہ بحر یوسفی کی طرف سکونت پذیر ہوئے۔ اور دریا سے غربی جانب ایک کشادہ راستہ چھوڑ دیا۔ چنانچہ مسلمؓ بن عقیل وہاں کے والی یعنی گورنر حضرت عثمانؓ بن عفان کی خلافت کے زمانہ تک رہے۔ اس کے بعد وہ اپنی اولاد کو بھنسا میں چھوڑ کر چلے گئے۔ گورنری سے استعفاد دے دیا۔ ان کی جگہ محمدؓ بن جعفر بن ابی طالب خلیفہ ہوئے۔ مسلمؓ

بن عقیل مدینہ منورہ میں رہنے لگے۔ وہ حضرت امام حسنؓ کے زمانہ خلافت تک رہے۔ حضرت عمرؓ عبدالعزیز کی خلافت کے زمانہ میں وہاں کے والی طاہرؓ بن عبداللہ ہوئے۔ شہر بھنسا میں قریش اور اشراف بہت غربی جانب رہتے تھے۔ اسے حارۃ الاشراف یعنی محلہ اشراف کہتے تھے۔ اسی طرح ہر قبیلہ کا حارہ یعنی محلہ الگ تھا۔ شہر بھنسا اتنا بڑا شہر تھا اور اس کی آبادی اتنی زیادہ تھی کہ چالیس ہزار سبزی اور پھل فروش تھے اور تجارت پیشہ ان سے الگ تھے

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے کہا مجھ سے روایت کی حامد بن الخرید نے بواسطہ ابی صالح کے ابی نوفل المرادی سے اس نے کہا کہ جب بنی امیہ اور بنی ہاشم میں جھگڑا ہوا تو کچھ عرب وہاں سے چلے گئے لیکن ایک اور جماعت عربوں کی وہاں پہنچ گئی۔ ان سے عربوں کا سلسلہ وہاں جاری رہا۔ یہاں تک کہ خلافت بنی عباس میں حسنؓ بن صالح معہ اپنے بھائیوں کے بھنسا میں جا کر مقیم ہو گئے۔ انہوں نے پرانی جمعہ مسجد کی از سر نو بنیاد ڈالی۔ بہت سے حجرے اور مسافر خانے بنائے اور وہیں انہوں نے وفات پائی۔

راوی رحمتہ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ امیر خالدؓ بن الولید سرزمین صعید میں پہنچے تو شہر پر شہر فتح کرتے چلے گئے یہاں تک کہ انتہائے عدن تک فتحیابی کے جھنڈے گاڑ دیئے۔ ہم نے صعید کی جنگ کے حالات مفصل نہیں لکھے۔ آپ ہماری کتاب فتوح الشام ضرور پڑھیں۔

شہر بھنسا کے فضائل

واقدی رحمتہ اللہ نے کہا ہے کہ اس کتاب فتوح العجم سے ہمارا مقصد فتح بھنسا کے ذکر کے سوائے کچھ اور نہ تھا۔ اس لئے کہ سرزمین بھنسا میں پانچ ہزار صحابی شہید ہو کر دفن ہوئے۔ اور ان شہیدوں کی وجہ سے اس سرزمین کو بڑی فضیلت و بزرگی حاصل ہوئی۔ ان شہیدوں میں ستر مرد بدری تھے یعنی وہ صحابہ کرام جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ جنگ بدر میں موجود تھے۔ ان شہیدوں کے مزارات کی زیارت سے اجر عظیم ملتا ہے۔ ایک مرتبہ وہاں کی زیارت کے لئے ایک قافلہ گیا تھا۔ اس میں بزرگان وقت میں سے بشرالحافیؒ۔ سری السقطیؒ اور مالکؒ بن دینار وغیرہ بھی تھے۔ اور اقصائے مغرب سے ابومدینؒ۔ شعیبؒ۔ ابوالعجاجؒ اور ابوعبداللہؒ وغیرہ آئے تھے۔ فضیلؒ بن عیاض نے بھی وہاں کی زیارت کی ہے۔ یہ بڑے بزرگ تھے۔

روایت ہے کہ اقلیم بہنسا برکت میں زمینوں سے زیادہ تر ہے۔ عمروؓ بن العاص کہا کرتے تھے۔ کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے۔ کہ مکہ معظمہ۔ مدینہ منورہ اور ارض مقدس یعنی بیت المقدس اور جبل طور کے بعد کوئی سرزمین مبارک و بزرگ مصر سے زیادہ نہیں ہے۔ اور مصر کی بھی وہ زمین جو جانب عرب ہے۔ زیادہ افضل ہے۔ امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا ہے۔ کہ جانب غرب سے مراد غالباً اقلیم بہنسا ہے۔

علیؓ بن الحسن نے کہا ہے کہ سرزمین مصر میں کوئی سرزمین مبارک افضل اور کثیر البرکات شہر بہنسا سے زیادہ نہیں ہے۔ علی النوری جب بہنسا میں پہنچے۔ تو ان کا روزانہ کا یہ معمول تھا کہ شہیدوں کے مزارات کی زیارت کو جایا کرتے تھے۔ اور جب وہاں پہنچتے تھے تو اپنا کرتہ اتار کر ریگ پر لوٹنے لگتے۔ اور کہتے "اے زمین تو بڑی برکت والی ہے۔ تیری گرد راہ خدا تعالیٰ میں اڑی ہے۔ تیری آغوش میں شیران اسلام سو رہے ہیں۔" ابو علی الدقان جب سرزمین بہنسا میں جاتے تو کہتے "تو وہ زمین ہے جس میں صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رخساروں کا پسینہ راہ خدا میں جہاد کرتے بہا ہے۔ کس قدر لوگ فی سبیل اللہ رضائے خدا میں شہید ہوئے۔ لوگوں نے حسن بن صالح سے پوچھا کہ تم نے اس شہر کے قیام کو اور شہروں پر کیوں ترجیح دی۔ آپ نے فرمایا۔ میں اس سرزمین میں کیوں نہ قیام کروں جہاں روح اللہ کلمۃ اللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مقیم ہوئے تھے۔ اور جس کے ہزاروں بندگان خدا رضائے خداوندی میں اسلام کی خاطر شہید ہو گئے۔ شہدا کے مزارات پر ہر روز نعمت کردگار نازل ہوتی ہے۔

جب عبد اللہؓ بن ظاہر والی مصر مقرر ہوئے۔ تو اول شہر بہنسا میں آئے اور شہیدوں کے مزار کے قریب آ کر پاپیادہ ہو گئے۔ جو لوگ ان کے ساتھ تھے وہ بھی گھوڑوں سے اتر کر پیادہ ہوئے۔ اس زمانہ میں شہر بہنسا کے حاکم عبد اللہ بن الحسینی الجعفری تھے۔ وہ عبد اللہؓ بن ظاہر کے استقبال کو آئے تھے وہ بھی پیادہ ہو گئے۔ جب عبد اللہ بن ظاہرؓ کے استقبال کو آئے تھے۔ وہ بھی پیادہ ہو گئے۔ جب عبد اللہ بن ظاہر مزار شہدا پر پہنچے۔ تو انہوں نے کہا۔ "سلام ہو تم پر اے محبوبان ہر دو جہاں و برگزیدگان انس و جان۔" اس کے بعد انہوں نے اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر کہا۔ "یہ وہ مقام بزرگ ہے۔ جہاں بے شمار اللہ کی رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔ یہ زمین اپنے رہنے والوں کو جنت کی طرف لے جاتی ہے۔ بشرطیکہ وہ مسلمان ہو۔

اسے یہ مرتبہ شہیدوں کے طفیل سے حاصل ہوا ہے۔ اور جو کوئی اس کی زیارت کو آتا ہے۔ اس کے گناہ اس طرح جھڑ جاتے ہیں۔ جیسے موسم خزاں میں درختوں کے پتے جھڑ جاتے ہیں۔" عبداللہؓ بن الحسین جب تک زندہ رہے۔ ان کا یہ معمول رہا۔ کہ روزانہ ننگے پیر مقابر کی زیارت کو جایا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ انہوں نے وفات پائی۔

راوی رحمتہ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ شہر ھنسا میں ایک شخص نیک۔ پرہیزگار۔ سخی اور صالح تھا۔ اس کا نام عبدالرحمٰنؓ بن زہیر تھا۔ اس نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ ایک شخص میرا ہمسایہ تھا۔ بڑا بد سرشت۔ گنہگار۔ اور خطا کار تھا۔ اتفاق سے وہ جلد مر گیا۔ اور شہر کے غربی جانب شہداء کے مزار کے قریب دفن ہوا۔ ایک رات میں نے خواب میں دیکھا۔ کہ وہ دیبائے سبز کے خوشنما کپڑے پہنے ہے۔ سر پر تاج مرصع بہ جواہر اوڑھے ہے اور ایک نہایت اعلیٰ خیمہ کے اندر پر تکلف فرش پر بیٹھا ہے۔ اس کے گرد ایسے لوگوں کی جماعت ہے۔ جو حسن و دلربائی میں اپنا نظیر نہیں رکھتے۔ ایسا عمدہ لباس پہنے ہیں کہ میں نے ایسا لباس پہلے کسی کو پہنے نہ دیکھا تھا۔ نہ اس کے بعد دیکھا ہے۔ ان کی کمروں میں تلواریں لٹک رہی تھیں۔ میں نے ان لوگوں کو سلام کیا۔ اور اپنے ہمسایہ سے پوچھا:۔ "اے شخص میں تجھے اس حال میں دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ لیکن تیرے اعمال و افعال تو اتنے برے تھے کہ اس میں تجھے دیکھنے کی امید نہ تھی۔ یہ مرتبہ تجھے کیسے حاصل ہوا؟" اس نے جواب دیا۔ "جانتے ہو میں اس قوم کے شہیدوں کے پاس دفن ہوا۔ جو اپنے مہمانوں کے لئے اپنی جانیں قربان کر دیتے تھے۔ جو ایک مرتبہ ان کی جماعت میں آ جاتا تھا۔ تو دنیا بھر کی طاقت اسے ان سے نہ چھین سکتی تھی۔ میں مر کر ان کی حمایت میں چلا گیا۔ یہ کیسے ممکن تھا۔ کہ وہ مجھے دوزخ میں جانے دیتے۔ انہوں نے میرے پروردگار عالم سے استغفار طلب کی۔ خدا کو ان کی خاطر منظور ہے۔ اس رحمان و رحیم نے میرے تمام گناہ معاف کر دیئے۔ اور مجھے اس جنت میں رہنے کو جگہ دی۔ جس میں نہریں جاری ہیں۔

ذوالنون مصری رحمتہ اللہ علیہ نے کہا ہے "میں ہر سال ھنسا میں آ کر شہیدوں کے مزارات کی زیارت کیا کرتا تھا۔ اس لئے کہ میں نے اس کے فضائل اور اجر و ثواب بہت دیکھے ہیں۔ ایک سال ایسا ہوا کہ میں بیمار ہو گیا۔ اور میں وہاں زیارت کے لئے نہ جا سکا۔ رات کو میں سویا۔ تو کیا دیکھتا ہوں کہ میرے سامنے کچھ لوگ ایسے آئے جو کمال حسین و خوبرو

تھے۔ نہایت قیمتی اور نفیس لباس پہنے تھے۔ میں نے کبھی انہیں نہ دیکھا تھا۔ اور اس لئے ان میں سے کسی کو بھی نہ پہچانتا تھا۔ وہ اشہب گھوڑوں پر سوار تھے اور ان کے ہاتھوں میں سبز علم تھے۔ ان کے چہرے نورانی اور ان کے عارض درخشاں تھے۔ انہوں نے آتے ہی مجھے سلام کیا اور کہا:۔ "اے ذوالنون: تو نے ہمیں اس سال وحشت واندوہ میں رکھا۔ ہماری زیارت کو نہ آیا۔ ہم تیری زیارت کو آئے ہیں۔" میں نے ان سے پوچھا:۔ "تم کون لوگ ہو۔ میں تو تمہیں جانتا بھی نہیں۔ انہوں نے جواب دیا۔ "تو نے سچ کہا۔ تو ہمیں نہیں جانتا۔ ہمیں تو نے دیکھا بھی نہیں ہے۔ ہم وہ شہدائے احمد مختار ہیں جو سرزمین روم میں نصرت اسلام کیا کرتے تھے۔ ہم نے اپنی جانوں کو راہ خدا میں ہبہ کر دیا تھا۔ ہم سب شہر عسا میں شہید ہوئے۔ ہم تیری زیارت و ملاقات کو آئے ہیں۔ تاکہ تجھ پر سلام کریں اور دریافت کریں کہ کیا وجہ ہوئی جو تو اس سال ہماری زیارت کو نہ آسکا۔ ہم پر تیری زیارت کے حقوق ہیں۔" میں نے کہا:۔ "اللہ اللہ کس قدر خوش قسمت ہوں میں کہ تم میری زیارت کو آئے۔ واللہ میں نہ جانتا تھا۔ کہ جو لوگ تمہاری زیارت کو جاتے ہیں۔ تم انہیں جانتے ہو۔ نہ مجھے یہ گمان تھا۔ کہ تمہارے نزدیک میری اس قدر قدر و منزلت ہے۔ انہوں نے کہا:۔ "اے ذوالنون! کیا تو نہیں جانتا کہ شہید مرتے نہیں۔ بلکہ ہمیشہ زندہ رہتے ہیں اور پروردگار انہیں رزق پہنچاتا ہے۔"

ذوالنون مصری کہتے ہیں کہ اس کے بعد وہ لوگ چلے گئے۔ میری آنکھ کھل گئی۔ مجھے خوشی بھی ہوئی۔ لیکن شعلہ آگ کی طرح یہ تمنا بھی بھڑک اٹھی کہ میں ان کی زیارت کے لئے جاؤں۔

الغرض مژدہ ہے۔ اس شخص کے لئے جو ان بزرگوں کے مزارات کی زیارت کرے۔

اردو زبان کے

عظیم شاعر

عظیم افسانہ نگار

عظیم مزاح نگار

احمد ندیم قاسمی

کے فن، فکر اور شخصیت پر ضیا ساجد کی ترتیب دی ہوئی موقر و معتبر و ضخیم اور باتصویر کتاب

مٹی کا سمندر

جس کے بارے میں **شاہد بکڈپو** کا دعویٰ ہے کہ اس کے مطالعہ کے بعد **احمد ندیم قاسمی** کا کوئی رخ ان کے پرستاروں کی نگاہوں سے پوشیدہ نہیں رہے گا۔ آج ہی اپنی کاپی بک کرا لیجئے۔

شاہد بکڈپو اردو بازار جامع مسجد دہلی

گھر بیٹھے غیر ملکی زبانیں سیکھیے

عربی اردو بول چال	پروفیسر غلام احمد حریری ایم اے	۵۰/-
کلید عربی اردو بول چال	پروفیسر غلام احمد حریری ایم اے	۱۳/۵۰
اسپرانتو اردو ریڈر	مظفر عباسی ایم اے	۲۰/-
لغت اسپرانتو اردو		۱۲/-
انگلش اردو ریڈر	پروفیسر عبد الروف انجم ایم اے	۴۰/-
فرنچ اردو ڈکشنری	پروفیسر عبد الروف انجم ایم اے	۴۰/-
فارسی اردو بول چال	پروفیسر محمد اشرف ایم اے	۶۰/-
فارسی اردو انگریزی		۶۵/-
ڈچ اردو ریڈر	پروفیسر محمد اشرف ایم اے	۲۰/
اطالوی اردو ریڈر	پروفیسر محمد اشرف ایم اے	[illegible]/-
ہسپانوی اردو ریڈر	پروفیسر محمد اشرف ایم اے	۳۰/-
جرمن اردو ریڈر	پروفیسر محمد اشرف ایم اے	۴۵/-
فرنچ اردو ریڈر	پروفیسر محمد اشرف ایم اے	۵۰/-
ترکش اردو ریڈر	پروفیسر محمد اشرف ایم اے	۵۰/-
پشتو اردو بول چال	پروفیسر محمد اشرف ایم اے	۵۰/-
پرتگالی اردو ریڈر	پروفیسر محمد اشرف ایم اے	۱۵/-
جرمن اردو ڈکشنری	پروفیسر پولی گلوٹ ایم اے	۵۰/-
جاپانی اردو بول چال	پروفیسر محمد [illegible] ایم اے	۵۰/-
جاپانی اردو ڈکشنری	پروفیسر محمد امین ایم اے	۳۰/-
اشرف اللغات اردو فارسی عربی	پروفیسر محمد اشرف ایم اے	۵۰/-
سویڈش اردو ریڈر	پروفیسر محمد اشرف ایم اے	۵۰/-
چائنیز اردو ریڈر	پروفیسر محمد اشرف ایم اے	۷۵/

شاہد بکڈپو اردو بازار جامع مسجد دہلی

ہماری مطبوعات ایک نظر میں

کتاب	قیمت
نقش سلیمانی (اردو)	۳۵/۰۰
تعبیر نامہ خواب	۲۰/۰۰
اعمال قرآنی	۱۵/۰۰
میری نماز	۱۰/۰۰
مسنون دعائیں	۶/۰۰
چھ باتیں	۶/۰۰
عورتوں کی نماز	۷/۰۰
اقوال زریں	۷/۰۰
عملیات آسیب	۷/۰۰
فاطمہ کا لال	۱۰/۰۰
عملیات محبت	۱۰/۰۰
جنگ نامہ حضرت علیؓ	۷/۰۰
جنت کا راستہ	۱۰/۰۰
سلام نعت درسول	۷/۰۰
اسم اعظم	۷/۰۰
گنجینۂ عملیات	۱۲/۰۰
مخصوص مسائل	۵/۰۰
میاں بیوی کے حقوق	۵/۰۰
روحانی علاج	۱۲/۰۰
شہد سے علاج	۱۴/۰۰
احتلام اور نامردی کا شرطیہ علاج	۱۴/۰۰
نقش معظم	۷/۰۰
حل المشکلات	۱۰/۰۰
اندرجال (اردو)	۱۵/۰۰
چین بنگال کا جادو	۸/۰۰
ہمدرد عاشقاں	۱۵/۰۰
اصلاح رسوم	۱۵/۰۰
موت کی یاد	۶/۰۰
سنی بہشتی زیور	۴۵/۰۰
شرح شبستان رضا	۴۵/۰۰
طب روحانی	۲۰/۰۰
قیامت کب آئے گی	۱۲/۰۰
رسول اللہ کی دعائیں	۱۲/۰۰
والدین کے حقوق	۵/۰۰
اسلام کیا ہے؟	۱۵/۰۰

فہرست کتب

کتاب	قیمت
طب نبوی	۱۲/۰۰
شمائل ترمذی شریف	۳۰/۰۰
جاء الحق	۶۰/۰۰
حصن حصین	۲۵/۰۰
قانون شریعت	۸۰/۰۰
جنتی زیور	۶۰/۰۰
تحفہ خواتین	۵۰/۰۰
مکاشفۃ القلوب (اردو)	۶۰/۰۰
گلزار صوفیہ	۶۰/۰۰
مرنے کے بعد کیا ہوگا	۲۵/۰۰
رہنمائے عملیات	۲۵/۰۰
اگر اب بھی نہ جاگے	۲۵/۰۰
قانون مباشرت	۱۰/۰۰
آداب مباشرت	۱۳/۵۰
قبر کی پہلی رات	۱۲/۰۰
نور نامہ	۱۲/۰۰
نیت نامہ	۵/۰۰
صلوٰۃ و سلام	۳/۰۰
خواب نامہ فال نامہ	۱۵/۰۰
طریقۂ فاتحہ	۸/۰۰
کنز المجربات (طب)	۲۰۰/۰۰

صادق سردھنوی کے تاریخی ناول

کتاب	قیمت
جوشِ جہاد	۷۵/۰۰
خونِ مراقش	۸۰/۰۰
سعید و قلبانہ	۸۰/۰۰
نازنینِ عرب	۹۵/۰۰
افریقہ کی دلہن	۷۵/۰۰
صاعقہ	۱۰۰/۰۰
بنتِ جہلب	۹۰/۰۰
عربی دوشیزہ	۱۰۰/۰۰
فتح کابل	۷۵/۰۰

ہماری ہندی کتب

کتاب	قیمت
نقش سلیمانی ہندی کلاں	۳۵/۰۰
آئینۂ عملیات ہندی	۴۰/۰۰
نقش سلیمانی ہندی خورد	۱۸/۰۰
اسلام کیا ہے ہندی	۲۰/۰۰
عورتوں کی نماز ہندی	۱۲/۰۰
ہندی اردو ٹیچر کلاں	۱۰/۰۰
نماز ہندی کلاں	۲/۰۰
مخصوص مسائل (ہندی)	۵/۰۰
سیدہ کا لال " "	۱۵/۰۰
آمنہ کا لال "	۱۰/۰۰
اعمال قرآنی "	۱۸/۰۰
موت کی یاد "	۱۰/۰۰
بہشتی زیور " "	۷۰/۰۰
قصص الانبیاء "	۳۰/۰۰
مرنے کے بعد کیا ہوگا "	۳۰/۰۰
سورہ سورہ کلاں "	۲۵/۰۰
میلاد اکبر "	۱۳/۰۰
میری نماز "	۱۰/۰۰
آئینہ نماز "	۱۲/۰۰
نعتیں و سلام "	۸/۰۰
تاریخ اسلام "	۴۵/۰۰
میاں بیوی کے حقوق "	۵/۰۰
آسان نماز "	۷/۰۰
فضائل اعمال "	۸۰/۰۰
بخاری شریف "	۴۵/۰۰
مسلمان بیوی "	۱۰/۰۰
مسلمان خاوند "	۱۰/۰۰
مسنون دعائیں "	۸/۰۰
چھ باتیں "	۶/۰۰
سورہ یٰسین "	۲/۰۰
گنج العرش "	۲/۰۰
ترکیب نماز "	۵/۰۰
پارہ عم "	۵/۰۰
قیامت کب آئے گی "	۱۲/۰۰
رسول اللہ کی دعائیں "	۱۲/۰۰

جسیم بک ڈپو ۵۲ مٹیا محل جامع مسجد دہلی ۱۱۰۰۰۶

سٹی پرنٹرز دہلی فون: ۳۲۶۴۲۸

Rs. 90 /-